جلد دوم

رازدانِ نبوّت، رفیقِ خاص، یارِ غار

محسنِ اسلام، خلیفۂ اوّل، مکینِ روضۂ رسول ﷺ

سیّدِنا ابوبکرِ صدّیق رضی اللہ عنہ

دار السلام
DARUSSALAM

دکتور علی محمّد الصّلابی

www.KitaboSunnat.com

رازدانِ نبوت، رفیقِ خاص، یارِ غار

محسنِ اسلام، خلیفہ اول، مکینِ روضہ رسول ﷺ

جلد دوم

جلد دوم

رازدانِ نبوت، رفیقِ خاص، یارِ غار

محسنِ اسلام، خلیفۂ اوّل، مکینِ روضۂ رسول ﷺ

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تالیف: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

ترجمہ: مولانا محمد اجمل بھٹی

نظرِ ثانی: محمد نعمان فاروقی سوہدروی

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الریاض • العلیا۔ فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221
• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966

جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 8151121 04

الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966

ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

امریکہ • نیویارک فون: 5925 625 718 001 • ہوسٹن: 0419 722 713 001 کینیڈا • نصیر الدین الخطاب فون: 4186619 416 001

لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 77252246 20 0044-85394885 20 0044 • دارک انٹرنیشنل: 7739309 0121 0044

متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 فرانس فون: 52928 480 01 0033 فیکس: 52997 480 01 0033

انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 45566249 44 0091 موبائل: 12041 98841 0091 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 2373 22 0091

• نیو بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 4892 2451 40 0091 موبائل: 30850 98493 0091 • ایم اولیس براک انٹرپرائزز فون: 42157847 44 0091

سری لنکا • دارالکتاب فون: 358712 115 0094 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 114 0094

پاکستان ہیڈ آفس و مرکزی شوروم

لاہور 36- لوئرمال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 00 4 32 372,24 400 372,34 240 373 42 0092 فیکس: 72 540 373 042

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042

• Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمین مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 13 815 22 51 0092

info@darussalampk.com | www.darussalapk.com
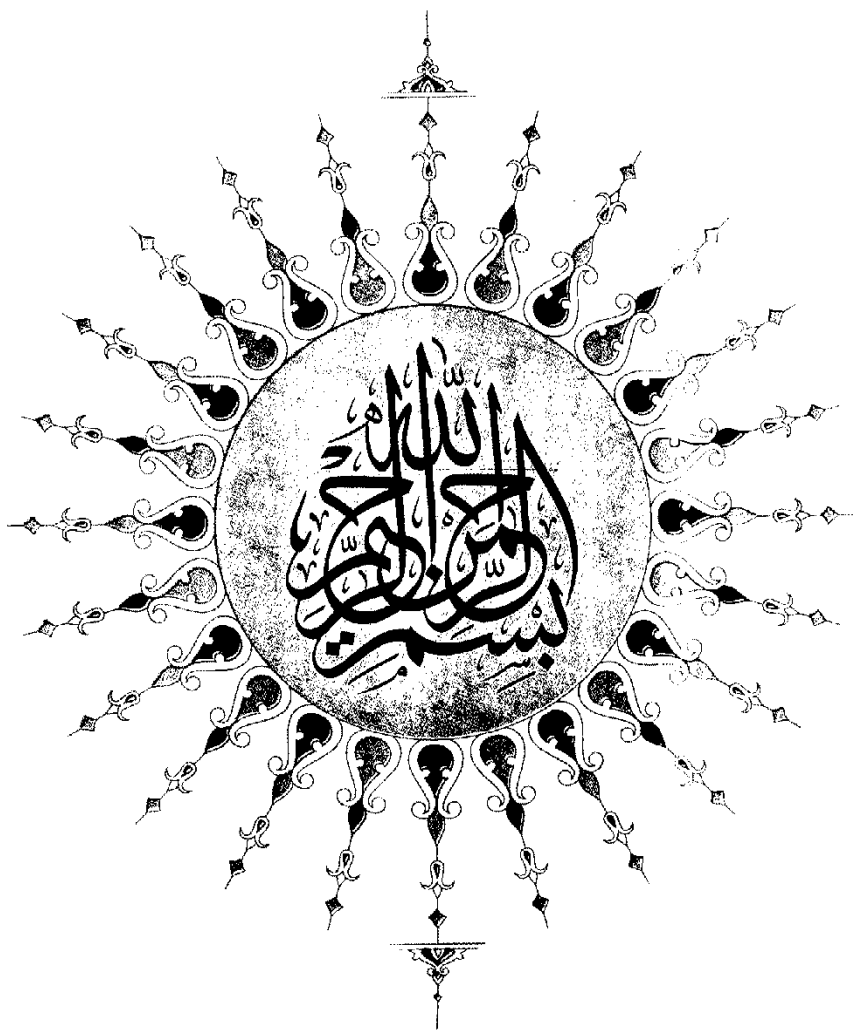
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

ابو بکر فی الجنۃ
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

فہرست (جلد دوم)

تتمہ باب : 7

باب: 8

مرتدین کے خلاف جنگ کے ثمرات اور فتنۂ ارتداد کے نتائج

باب : 9

قرآن مجید کی تدوین

باب : 10

عہد صدیقی کی فتوحات

باب: 11

عہد صدیقی کے اہم اسباق، عبرتیں اور فوائد

باب: 12

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات

فہرست ابواب (جلد دوم)

فہرست نقشہ جات (جلد دوم)

طلیحہ اسدی اور اس کے فتنے کا خاتمہ

طلیحہ اسدی وہ تیسرا مدعی نبوت ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دور میں سر اٹھایا۔ طلیحہ سے مراد طلیحہ بن خویلد بن نوفل بن نضلہ اسدی ہے۔ یہ شخص عام الوفود 9ھ میں اپنی قوم اسد کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ وفد نے آ کر آپ کو سلام کیا اور احسان جتلاتے ہوئے کہا: ''ہم آپ کی خدمت میں یہ گواہی دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ نے ہمارے پاس کوئی لشکر وغیرہ نہیں بھیجا اور ہم اپنے پیچھے والوں کے اسلام کی خبر بھی لائے ہیں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ ﴾

''وہ (دیہاتی) آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوئے، کہہ دیجیے تم مجھ پر اپنے اسلام (لانے) کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔''[1]

جب یہ وفد واپس گیا تو طلیحہ مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔[2] اس نے سمیراء مقام پر اپنا معسکر قائم کر لیا۔ عوام اس کے ساتھ ہو گئے اور یہ بات ہر طرف پھیل گئی۔ اس کی سب سے پہلی شعبدہ بازی جو لوگوں کی گمراہی کا سبب بنی وہ یہ تھی کہ یہ اپنی قوم کے بعض افراد کے ساتھ سفر میں تھا، جب ان کے پاس پانی ختم ہو گیا اور لوگ پیاس سے نڈھال ہو گئے تو اس نے کہا: ''میرے گھوڑے اَعلال پر سوار ہو کر چند میل سفر کرو تو

[1] الحجرٰت 17:49۔ [2] أسد الغابة: 3/ 95۔

تمھیں پانی مل جائے گا۔'' انھوں نے ایسے ہی کیا تو انھیں پانی مل گیا۔ اس کا یہی ڈرامہ بہت سارے بدوؤں کی گمراہی اور اس کے فتنے میں پڑنے کا سبب بنا۔[1]

اس کی بے ہودگیوں میں سے ایک یہ تھی کہ اس نے نماز سے سجدوں کو ختم کر دیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ آسمان سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور اس وحی کے لیے اس نے درج ذیل مسجع کلام وضع کیا:

«اَلْحَمَامُ وَالْيَمَامُ وَالصُّرَدُ الصَّوَّامُ، قَدْ صُمْنَ قَبْلَكُمْ بِأَعْوَامٍ، لَيَبْلُغَنَّ مُلْكُنَا الْعِرَاقَ وَالشَّامَ»

''کبوتر، فاختہ اور خاموش لٹورتم سے کئی سال قبل رک گئے، ہماری بادشاہی یقیناً عراق اور شام تک پھیلے گی۔''[2]

طلیحہ اسدی کو اس کے نفس نے دھوکے میں ڈال دیا، اس کا فتنہ زور پکڑ گیا اور اس کی قوت وشوکت بڑھ گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کے فتنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ضرار بن ازور اسدی کو اس کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا۔ لیکن ضرار رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ نہ کر سکے کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی طاقت بہت بڑھ چکی تھی خصوصًا اسد اور غطفان قبائل کے اس پر ایمان لانے کے بعد اس کی قوت میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔[3]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ اس کے متعلق لکھتا ہے: ''کہا جاتا ہے کہ طلیحہ فی البدیہہ شعر کہتا تھا اور میدان جنگ میں خطاب کرتا تھا اور ظاہر یہی ہوتا تھا کہ وہ مثالی، حقیقی، جاہلی اور قبائلی لیڈر تھا۔ اس میں کاہن، شاعر، خطیب اور ایک جنگجو کی صفات جمع ہو گئی تھیں۔''[4]

درج بالا عبارت میں درپردہ طلیحہ اسدی کی تعریف محسوس کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک مثالی قبائلی لیڈر تھا جو فی البدیہہ شعر کہتا تھا اور مسحور کن خطاب کرتا تھا۔ اس وقت کے عربی

[1] حروب الردة لمحمد أحمد باشميل، ص: 79. [2] البداية والنهاية: 323/6. [3] أسد الغابة: 95/3. [4] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 531/12، وحركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 78.

معاشرے میں یہ دونوں خوبیاں بڑی اہمیت کی حامل تھیں اور معاشرہ ان کا حریص تھا۔
اردو دائرہ معارف اسلامیہ سے ایسی باتیں کوئی انہونی بات نہیں ہیں کیونکہ اسلام میں طعن کرنا اس کا وتیرہ ہے۔ ①

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مرتدین کے خلاف لشکر کشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ طلیحہ کا فتنہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنے تو انھوں نے مرتدین کی سرکوبی کے لیے لشکر ترتیب دیے اور ان کے قائدین کا تقرر کیا۔ طلیحہ اسدی کی طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ امام احمد نے اس بارے میں ایک روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کے ساتھ جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولید کو ایک لشکر کی کمان سونپی تو فرمایا:

«إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ أَخُو الْعَشِيرَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ سَلَّهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ»

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''خالد بن ولید بہترین بندۂ الٰہی اور بہترین بھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں پر لہرایا ہے۔'' ②

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ذی القصہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ عنقریب خیبر کی جانب سے ان کے لشکر سے آملیں گے۔
انھوں نے یہ معاملہ سرعام کیا تاکہ بدوؤں کے دلوں پر ہیبت طاری ہو جائے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ پہلے طلیحہ اسدی کی طرف جائیں اور پھر بنی تمیم

① حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:78۔ ② مسند أحمد:8/1.

کی طرف روانہ ہوں۔ طلیحہ اسدی اپنی قوم بنی اسد اور غطفان کے پاس تھا۔ بنو عبس اور ذبیان بھی ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ طلیحہ اسدی نے طے قبیلے کے بنو جدیلہ اور غوث کو بھی اپنے ساتھ ملانے کے لیے پیغام بھیجا تو انھوں نے کچھ گروہ ہراول دستے کے طور پر فوراً بھیج دیے تاکہ بقیہ لوگ بھی تیاری کرکے ان سے جاملیں، جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پہلے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو ان کے قبیلے میں یہ کہہ کر بھیجا ہوا تھا:

«أَدْرِكْ قَوْمَكَ لَا يَلْحَقُوا بِطُلَيْحَةَ فَيَكُونَ دِمَارَهُمْ»

''اپنی قوم کو طلیحہ کے ساتھ مل کر برباد ہونے سے بچالو۔''

چنانچہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے بنو طے میں گئے اور انھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔[1] انھیں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ امر الٰہی کو دوبارہ قبول کرلیں لیکن قوم نے جواب دیا کہ وہ ابوالفصیل[2] کی کبھی اطاعت نہیں کریں گے۔ اس پر حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! تمھارے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لشکر آ پہنچے گا۔ وہ تمھیں مسلسل مارتے رہیں گے حتی کہ تمھیں یقین ہوجائے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت مضبوط و توانا خلیفہ ہیں۔'' حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے ہر طریقے سے انھیں آمادۂ اطاعت کرنے کی کوشش جاری رکھی حتی کہ ان کے دل نرم ہوگئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آئے تو انصاری ہراول دستے کے امیر حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے اپنے آگے آگے حضرت ثابت بن اقرم اور عکاشہ بن محصن کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ ان دونوں حضرات کو طلیحہ، اس کے بھائی سلمہ اور ان کے لشکریوں نے گھیر لیا۔ انھوں نے حضرت ثابت کو دیکھا تو مبارزت کے لیے

[1] ترتیب و تهذیب البداية والنهاية، خلافة أبي بكر للدكتور السلمي، ص:101. [2] ابوالفصیل سے ان کی مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ ''بکر'' اور ''فصیل'' اونٹنی کے بچے کے دو نام ہیں۔ ''فصیل'' کم عمر اور ''بکر'' نوجوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ انھوں نے ابوبکر کے بجائے انھیں ابوالفصیل کہا۔

فتنۂ ارتداد کی جنگیں
خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ
(11ھ)
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی
بابلیون
سویز
معان
اَیلہ
عقبہ
دومۃ الجندل
قضاعہ
ودیعہ
تبوک
صحرائے نفود
سجاح
فارس
شیراز
بوشہر
اُبلہ
تیماء
بزاخہ
مدائن صالح
خیبر
نطاۃ
بطاح
مالک بن نویرہ
طلیحہ بن خویلد اسدی
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
خلیج فارس
بحرین
دارین
بندر عباس
ایران (فارس)
دبا
صحار
خلیج عُمان
مصر
دریائے نیل
ینبع
مدینہ منورہ
یمامہ
بنوحنیفہ
مسیلمہ کذاب
ہوازن
نجد
مکہ
جدہ
طائف
صحرائے نوبیہ
سودان
جزیرہ نمائے عرب
عُمان
مہرہ
ربع الخالی
بحیرۂ قلزم
ابہا
خمیس مشیط
نجران
بنوخولان
کندہ
رابیہ
تریم
مَہرہ
صنعاء
مارب
حضرموت
شحر
بحیرۂ عرب
یمن
کہف خبان
مُخا
تعز
عدن
افریقہ
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
0

نقشہ: 01

للکارا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے حبال بن طلیحہ کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد طلیحہ نے حملہ کر کے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو اور سلمہ نے حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت وہاں پہنچے تو انھوں نے دونوں کو شہید پایا۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت پر بڑا ملال ہوا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بنو طے کی طرف چلے گئے۔ حضرت عدی بن حاتم ان کے پاس آئے اور عرض کیا: ''مجھے تین دن کی مہلت دے دیجیے کیونکہ میری قوم کے لوگوں نے مجھ سے مہلت مانگی ہے تاکہ وہ طلیحہ کے پاس جلد بازی میں پہنچنے والوں کو واپس لاسکیں کیونکہ انھیں ڈر ہے کہ اگر وہ آپ کے پیروکار بن گئے تو طلیحہ ان کے ساتھیوں کو قتل کر دے گا اور یہ بات آپ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگی کہ وہ لوگ جہنم کی آگ میں جھونک دیے جائیں۔ جب تین دن گزر گئے تو حضرت عدی بن حاتم ان پانچ سو جنگجوؤں کو لے کر جو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ سارے مجاہد حضرت خالد کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ اب حضرت خالد نے بنو جدیلہ کی سرکوبی کی راہ لی۔ اس موقع پر پھر حضرت عدی نے ان سے گزارش کی: ''اے خالد! مجھے کچھ دنوں کی مہلت دے دو تاکہ میں انھیں سمجھا سکوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ انھیں بھی بچا لے جس طرح اس نے غوث والوں کو بچایا ہے۔''[1] چنانچہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس آئے اور انھیں مسلسل سمجھاتے رہے حتی کہ انھوں نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی بات مان لی تو وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے اسلام کی خبر لے کر حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک ہزار شاہسواروں پر مشتمل دستہ مسلمانوں سے آملا۔ اس طرح حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے بہترین چشم و چراغ کی حیثیت سے اپنی قوم کے لیے زبردست

[1] ترتيب و تهذيب البداية والنهاية، خلافة أبي بكر للدكتور السلمي، ص:102.

خیر و برکت کا باعث بنے۔ ①

معرکۂ بزاخہ اور بنی اسد کا خاتمہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو طے کی بستی سے روانہ ہو کر اجأ و سلمٰی ② کے دامن میں فروکش ہوئے۔ وہاں اپنے لشکر کو تیار کیا اور بُزاخہ کے مقام پر طلیحہ اسدی کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی۔ بہت سے عرب قبائل غیر جانبدار ہو کر انتظار کرنے لگے کہ فتح کس کو ملتی ہے۔ طلیحہ اسدی اپنی قوم اور اپنے حلیفوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ اس کے ساتھ عیینہ بن حصن بھی اپنی قوم بنوفزارہ کے سات سو جنگجو لے کر آ گیا۔ دونوں لشکر صف آراء ہوگئے تو طلیحہ اسدی اپنی چادر لپیٹ کر بیٹھ گیا اور نبی ہونے کا ڈرامہ رچانے لگا کہ اس پر وحی اُتر رہی ہے، جبکہ عیینہ میدان جنگ میں مصروف پیکار ہوگیا۔ جب وہ جنگ سے گھبرا جاتا تو بھاگ کر طلیحہ کے پاس آتا جو ابھی تک چادر میں لپٹا بیٹھا تھا، عیینہ پوچھتا: ”کیا جبریل (نعوذ باللہ) تمھارے پاس آ گیا ہے؟“ وہ جواب دیتا کہ ابھی نہیں آیا۔ وہ پھر واپس چلا جاتا اور جنگ میں شریک ہو جاتا، وہ پھر واپس آ کر وہی سوال کرتا اور طلیحہ وہی جواب دیتا۔ جب تیسری مرتبہ اس نے آ کر پوچھا: ”تمھارے پاس جبریل وحی لے کر آیا ہے یا نہیں؟“ تو اس نے جواب دیا: ”ہاں لے آیا ہے۔“ عیینہ نے وضاحت طلب کرتے ہوئے پوچھا: ”وہ کیا وحی لایا ہے؟“ طلیحہ نے کہا: ”وہ میرے لیے یہ وحی لایا ہے کہ بے شک تیرے لیے اس کی چکی جیسی چکی ہے۔ اور ایسی یادگار بات ہے جو کبھی بھلائی نہ جا سکے گی۔“

عیینہ کہنے لگا: ”میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے خبردار کر دیا ہے کہ تیرا انجام اتنا دردناک ہوگا جو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا، پھر اس نے اپنی قوم کو پکارا: ”اے بنوفزارہ! فوراً

① البداية والنهاية: 322/6. ② اجأ و سلمٰی: شمالی عرب میں قبیلہ طے کے دو پہاڑ ہیں، کہا جاتا ہے ان میں سے ایک پہاڑ پر اجا بن عبدالحی نامی شخص کو اور دوسرے پر سلمٰی بنت حام نامی عورت کو سولی دی گئی تھی۔ اسی بنا پر ان دونوں پہاڑوں کو ”اجأ و سلمٰی“ کہا گیا۔ دیکھیے: (الروض الأنف: 298/4)

جنگ بند کردو اور واپس چل پڑو۔‘‘ چنانچہ طلیحہ شکست کھا گیا۔ باقی لوگ بھی اسے چھوڑ گئے۔ جب مسلمان اس کے قریب پہنچے تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوگیا جو اس نے اسی موقع کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی بیوی النوار کو اونٹ پر سوار کیا اور شام کی طرف فرار ہوگیا۔ اس کی جماعت بھی بھاگ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کئی ساتھیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرادیا۔[1]

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے طلیحہ اور اس کے حلیفوں کو شکست دے دی ہے اور وہ کامیاب ہوگئے ہیں تو انھوں نے انھیں خط لکھا:

«لِيَزِدْكَ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا وَّاتَّقِ اللّٰهَ فِي أَمْرِكَ، فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ، جُدَّ فِي أَمْرِكَ وَلَا تَلِنْ، وَلَاتَظْفُرْ بِأَحَدٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا نَكَّلْتَ بِهٖ وَ مَنْ أَخَذْتَ مِمَّنْ حَادَّ اللّٰهَ أَوْ ضَادَّهٗ مِمَّنْ يَّرٰى أَنَّ فِي ذٰلِكَ صَلَاحًا فَاقْتُلْهُ»

’’اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان کی خیر و برکت میں اضافہ فرمائے، آپ اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، بے شک اللہ تعالیٰ متقین اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ اپنے مشن کو تندہی سے مکمل کریں۔ نرمی مت دکھائیں۔ آپ کو مشرکوں میں سے جو شخص بھی کسی مسلمان کا قاتل ملے اسے قتل کردیں اور جو شخص اللہ کی دشمنی پر اس خبط میں مبتلا ملے کہ وہ درست ہے، اسے بھی قتل کردیں۔‘‘

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزاخہ میں ایک ماہ تک قیام پذیر رہے اور معاملات کی نگرانی کرتے رہے۔ جن لوگوں کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں نصیحت کی تھی،

[1] البداية والنهاية: 322/6.

ان کی ٹوہ میں لگے رہے، چنانچہ وہ ایک ماہ تک ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرتے رہے جنھوں نے حالت ارتداد میں اپنے علاقے کے کسی مسلمان کو قتل کیا تھا۔ انھوں نے کچھ مرتدوں کو آگ میں بھسم کر دیا، کچھ مجرموں کو پتھروں سے کچل دیا اور کچھ بدبختوں کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیا۔ انھوں نے یہ سخت سزائیں اس لیے دیں تاکہ دیگر لوگ مرتدوں کے انجام بد سے عبرت پکڑیں۔ ①

وفدِ بنی اسد اور غطفان کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری

جب بزاخہ کے وفد بنو اسد اور غطفان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صلح کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں کھلی جنگ اور رسوا کن معاہدے میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا۔ انھوں نے عرض کیا: ''اے خلیفۂ رسول! کھلی جنگ کا مزہ تو ہم چکھ چکے ہیں لیکن یہ رسوا کن معاہدہ کیا ہے؟'' انھوں نے فرمایا:

«تُؤْخَذُ مِنْكُمُ الْحَلْقَةُ وَالْكُرَاعُ وَ تُتْرَكُونَ أَقْوَامًا تَتَّبِعُونَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ حَتّٰى يُرِيَ اللّٰهُ خَلِيفَةَ نَبِيِّهٖ وَالْمُؤْمِنِينَ أَمْرًا يَّعْذِرُونَكُمْ بِهٖ وَ تُؤَدُّونَ مَا أَصَبْتُمْ مِّنَّا وَلَا نُؤَدِّي مَا أَصَبْنَا مِنْكُمْ وَ تَشْهَدُونَ أَنَّ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَ أَنَّ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ وَ تَدُونَ قَتْلَانَا وَ لَا نَدِي قَتْلَاكُمْ»

''تم سے تلواریں، زرہیں اور گھوڑے لے لیے جائیں گے اور تمھیں اونٹوں کا چرواہا بنا کر چھوڑ دیا جائے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مومنوں کو تمھاری وہ حالت دکھائے جس میں تم لوگ قابل عذر گردانے جاؤ۔ تم نے ہم سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ تم ادا کرو گے اور ہم نے تم سے جو کچھ چھینا ہے وہ ہم واپس نہیں کریں گے۔ تم گواہی دو گے کہ ہمارے مقتول جنتی ہیں اور تمھارے

① البداية والنهاية: 322/6.

مقتول جہنمی ہیں۔ تم ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو گے اور ہم تمھارے مقتولین کی دیت ادا نہیں کریں گے۔''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''آپ کا یہ فرمانا کہ تم ہمارے مقتولین کی دیت ادا کرو گے، تو بے شک ہمارے مقتولین اللہ تعالیٰ کے حکم پر شہید ہوئے ہیں، ان کی دیت وصول نہیں کی جائے گی۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دینے سے احتراز کیا اور عرض گذار ہوئے: ''اب جیسے آپ مناسب سمجھیں۔''[1] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فیصلہ دے دیا اور بنو اسد اور غطفان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرائط کے مطابق صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ام زمل کا واقعہ

بنو غطفان میں سے طلیحہ کے بہت سے گمراہ ساتھی ام زمل نامی ایک عورت کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کا نام سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ تھا۔ یہ لوگ اس کے پاس ظفر[2] نامی مقام پر جمع ہوئے۔ یہ اپنی ماں ام قرفہ کی طرح عرب کی سردار خاتون تھی۔[3] اس کی ماں کثرت اولاد، اپنے قبیلے اور گھرانے کی عزت وشرف کی وجہ سے مثالی خاتون شمار ہوتی تھی۔ جب یہ لوگ اس کے گرد جمع ہوئے تو اس نے انھیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے اکسایا۔ چنانچہ وہ لوگ بھڑک اٹھے اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ ان کے ساتھ بنو سلیم، طے، ہوازن اور اسد قبائل کے لوگ بھی آ ملے۔ یوں بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ اور اس عورت کی قیادت محکم ہو گئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ ان کی طرف بڑھے۔ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ ام زمل اپنی ماں کے اونٹ پر سوار تھی۔ اس

[1] البداية والنهاية: 322/6. [2] ظفر: بصرہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے ''حواب'' کے قریب واقع ہے۔
[3] البداية والنهاية: 323/6.

کے بارے میں کہا جاتا تھا: ''جو اس اونٹ کو کچوکا لگا سکے اسے سو اونٹ دیے جائیں گے۔'' یہ بات اس کی ماں کی قدر و منزلت کی وجہ سے کہی جاتی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں شکست دی، اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ ام زمل کو قتل کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری ارسال کر دی۔[1]

طلیحہ اسدی کے واقعے سے ماحصل اسباق، عبرتیں اور فوائد

حضرت ابوبکر کا اللہ تعالیٰ پر ناقابلِ تسخیر اعتماد اور ان کی جنگی مہارت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو یہ فرمانا:

«أَدْرِكْ قَوْمَكَ لَا يَلْحَقُوا بِطُلَيْحَةَ فَيَكُونَ دِمَارَهُمْ»

''اپنی قوم کو طلیحہ کے ساتھ مل کر برباد ہونے سے بچا لو۔''

حضرت ابوبکر کے اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پر اعتماد کی ایک مثال ہے۔ آپ نے قبیلۂ طے کے ساتھ معرکہ آرائی سے پہلے ہی نتیجہ سنا دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دینا کہ وہ قبیلۂ طے سے جنگ کا آغاز کریں، حالانکہ وہ طلیحہ کے جتھے سے بہت دور تھے۔ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کامیاب جنگی پلان کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ اس پلان کے ذریعے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے طے قبیلے کا طلیحہ سے اتحاد ناممکن بنا دیا۔ اور جو لوگ طلیحہ کے لشکر میں شامل ہو چکے تھے انھیں اس پالیسی کے ذریعے سے مجبور کر دیا کہ وہ طلیحہ کے لشکر سے نکل کر اپنے قبیلے کا دفاع کریں۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ اظہار کرنا کہ وہ خیبر کی جانب سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ملیں گے جو طے قبیلے کا مسکن ہے، اس میں بھی ماہرانہ جنگی چال موجود ہے۔

[1] البداية والنهاية: 6/323.

آپ نے ایسا اس لیے کیا تا کہ طے اور گردوپیش کے قبائل کو خوفزدہ کیا جاسکے۔ اس مہم کے لیے کمانڈر کا انتخاب بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گہری بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیونکہ انھوں نے اس اہم ترین جنگی مہم کے لیے، جس کے مابعد مہمات پر گہرے اثرات مرتب ہوئے، حضرت ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا جنھوں نے کبھی شکست نہیں کھائی اور ان کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہیں ہوا۔[1]

معرکۂ بزاخہ کے اختتام پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں بہت سے فوائد مضمر ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا کی جو آپ کی طرف سے انھیں شاندار خراج تحسین ہے۔
- آپ نے انھیں تقویٰ کا حکم دیا کیونکہ تقوے ہی سے انسان معصیت سے بچ جاتا ہے اور خواہش پرستی سے محفوظ رہتا ہے۔
- آپ نے انھیں اپنی مہم پوری قوت سے مکمل کرنے اور دشمنوں کے ساتھ احتیاط سے پیش آنے کا حکم دیا کیونکہ وہ تا حال غیظ وغضب سے پیچ وتاب کھا رہے تھے۔

اس نصیحت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گہری بصیرت اور احتیاط کی جلوہ گری ملتی ہے کیونکہ بہت سے قبائل ابھی تک حق وباطل، ہدایت وگمراہی، خیر وشر اور ایمان وکفر کے مابین متردد تھے۔ انھیں تادیب وسرزنش کی ضرورت تھی تاکہ ان کی سرکشی ختم ہوجائے، لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف اعلیٰ درجے کی قوت، احتیاط اور فوری کارروائی کا مظہر تھا۔ آپ طاقت اور نرمی وسخاوت کا استعمال موقع محل کی مناسبت سے کرتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

وَوَضْعُ النَّدٰی فِي مَوْضِعِ السَّيْفِ بِالْعُلٰی
مُضِرٌّ، كَوَضْعِ السَّيْفِ فِي مَوْضِعِ النَّدٰی

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي:9/60-63.

”جہاں تلوار کی ضرورت ہو وہاں عفو وکرم کرنا اسی طرح انتہائی مضر ہے جس طرح عفو وکرم کے موقع پر تلوار استعمال کرنا نقصان دہ ہے۔“ ①

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان جنگجوؤں کے اعتراف شکست اور صلح کی پیشکش کو کھلی جنگ یا رسوا کن معاہدے کے بغیر قبول نہ کرنا بھی درحقیقت اسلامی غلبے کے اظہار اور اسلامی حکومت کے رعب وہیبت اور استحکام کے لیے تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صلح کی شرائط بہت کڑی تھیں۔ ان میں سے سب سے سخت شرط یہ تھی کہ ان سے ان کا اسلحہ اور گھوڑے ضبط کر لیے جائیں گے اور یہ شرط اس وقت تک نافذ رہے گی جب تک ان کی سچی توبہ اور اسلامی حکومت کے لیے ان کی کامل اطاعت کا اظہار نہ ہو جائے۔ یہ شرط ان کے دوبارہ مرتد نہ ہونے اور سرکشی اختیار نہ کرنے کی ضمانت کے لیے ازحد ضروری تھی۔ ②

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اپنی قوم کو نصیحت اور ان کے ساتھ نفسیاتی جنگ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اپنی قوم طے کے پاس آئے اور انھیں دوبارہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی دعوت دی تو انھوں نے جواب دیا: ”ہم ابوالفصیل، یعنی ابوبکر کی بیعت نہیں کریں گے۔“ یہ سن کر انھوں نے فرمایا: ”خبردار! تمھارے مقابلے میں ایسی جرأت مند قوم آئے گی جو تمھاری عورتوں کو لونڈیاں بنا لے گی۔ پھر تم انھیں ”فحل اکبر“ (نر اونٹ) کے نام سے پکارو گے، لہٰذا تم اپنا دفاع کر سکتے ہو تو کر لو۔“ اس پر انھوں نے عرض کیا: ”آپ اپنے لشکر کی طرف چلے جائیں اور اسے ہم سے دور رکھنے کی کوشش کریں تاکہ ہم بزاخہ جانے والے اپنے افراد کو وہاں سے نکال لائیں کیونکہ اگر ہم نے طلیحہ کی مخالفت کی اور ہمارے ساتھی اس کے پاس موجود ہوئے تو وہ انھیں قتل کر دے گا یا قیدی بنا لے گا۔“

① التاریخ الإسلامي للحمیدي: 9/64,65. ② التاریخ الإسلامي للحمیدي: 9/66.

لہٰذا حضرت عدی رضی اللہ عنہ سنخ کے مقام پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ملے اور عرض کیا: ''اے خالد! مجھے تین دن کی مہلت دے دو، تو تم سے تعاون کے لیے پانچ سو مجاہد جمع ہو جائیں گے۔ تم ان کی معیت میں دشمن کا مقابلہ کرنا۔ ان کا تمھارے پاس مطیع ہو کر آ جانا ان سے لڑنے بھڑنے اور انھیں جہنم رسید کرنے سے بہتر ہے۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ مان گئے، پھر حضرت عدی رضی اللہ عنہ حضرت خالد کے پاس ان کے اسلام کی خوشخبری لے کر لوٹے۔[1]

اس حکمت عملی سے حضرت عدی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی دو شاخوں بنوغوث اور بنو جدیلہ کو طلیحہ اسدی کے لشکر سے نکال کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حالات کی اس تبدیلی کا بزاخہ کے فیصلہ کن معرکے پر گہرا اثر پڑا اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم کردار تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا پہلا کردار بھی قابل قدر ہے جب وہ اپنی قوم کی زکاۃ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کو مال کی شدید ضرورت بھی تھی۔ ان کا اسلام اول دن ہی سے ایسے شخص کا اسلام تھا جو پورے فہم وبصیرت کے ساتھ برضا ورغبت مسلمان ہوا تھا۔ انھیں انجام کار مسلمانوں اور اسلام کی کامیابی کا یقین کامل تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسلام قبول کرنے کے دن خوش خبری دی تھی۔ وہ اپنے اسی مضبوط ایمان کی بدولت اپنی قوم کو، جو حق سے پھر کر دشمنانِ اسلام کی اعانت پر اتر آئی تھی، دوبارہ اسلامی لشکر میں شامل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی قوم اس انتظار میں نہیں پڑی کہ فتح کس کا مقدر بنتی ہے بلکہ ان کے پندرہ سو جوان فوری طور پر مسلمان لشکر میں شامل ہو گئے جو حضرت عدی رضی اللہ عنہ کے اثر ورسوخ کی واضح دلیل ہے۔[2]

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی قوم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ قیس سے جنگ کریں اور طلیحہ کو چھوڑ دیں کیونکہ بنواسد ان

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي:57/9. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي:61/9.

کے حلیف ہیں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دونوں گروہوں میں سے قیس کا گروہ کوئی کمزور گروہ نہیں ہے۔ تم دونوں قبیلوں میں سے جس سے چاہو اس سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' یہ سن کر حضرت عدی نے فرمایا: ''اگر میرا قریبی خاندان اس دین کا منکر ہوتا تو میں اس سے بھی جہاد کرتا، تو کیا میں بنو اسد کے ساتھ صرف حلیفانہ تعلق کی بنا پر جہاد سے رک جاؤں؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔'' اس پر حضرت خالد نے فرمایا: ''دونوں گروہوں سے جہاد کرنا یکساں جہاد ہے، لہٰذا اپنے ساتھیوں کی رائے کی مخالفت مت کرو اور جن کے خلاف تمھاری قوم گرمجوشی سے جہاد کرنا چاہتی ہے تم بھی انھی کی طرف چلے چلو۔''[1]

حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی اپنی قوم کی رائے کی مخالفت ان کے مضبوط ایمان اور گہرے علم کی دلیل ہے۔ انھوں نے اولیاء اللہ سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا اگرچہ وہ نسب میں ان سے دور تھے اور اللہ کے دشمنوں سے براءت کا اظہار کیا، ہرچند کہ وہ قریبی رشتہ دار تھے۔[2]

اسی طرح اس واقعے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ انھوں نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کی مخالفت کرنے سے منع کر دیا کیونکہ وہ اپنے حلیف بنو اسد سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے اور انھیں حکم دیا کہ وہ انھیں اس مہم پر لے چلیں جس مہم پر وہ زیادہ جوش و جذبے سے روانہ ہونا چاہتے ہیں۔

حضرت عدی کا اپنی قوم کو راہ راست پر لا کر دوبارہ مسلمان لشکر میں شامل کرنے کا کردار زبردست اہمیت کا حامل ہے۔ قبیلۂ طے کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جانا، دشمن کے لیے پہلا جھٹکا تھا کیونکہ قبیلۂ طے عرب کے مضبوط ترین قبائل میں شمار ہوتا تھا۔ اور دیگر قبائل اُسے خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ اور بطور حلیف اس کی حمایت کو بڑی طاقت شمار کرتے تھے۔ اس لیے کہ یہ قبیلہ مضبوط جنگی صلاحیت کا حامل تھا۔ اپنے علاقے میں

[1] تاريخ الطبري:4/75. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي:9/61.

عزت و وقار کا حامل تھا اور دوسرے قبائل اس کا حلیف بننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہوا۔ دشمن کے دلوں میں کمزوری آچکی تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح نصیب فرمائی اور جلد ہی مسلمانوں نے مرتدین کو قتل کرنا اور قیدی بنانا شروع کر دیا حتی کہ انھوں نے دشمنوں کا صفایا کر دیا اور ان کا قائد طلیحہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔

دشمن کے لشکر میں سے صرف وہی بچا جس نے ہتھیار ڈال دیے یا فرار ہو گیا۔ اس معرکے کے بعد جزیرۂ عرب کے مرتد قبائل کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف بیٹھ گیا اور اسلامی لشکر دیگر مقامات پر موجود مرتدوں کو بغیر مشقت زیر کرتا چلا گیا۔[1]

طلیحہ اسدی کی شکست کے اسباب

طلیحہ اسدی کی شکست کے متعدد اسباب تھے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

* مرتدوں کے خلاف جنگ میں مسلمان مضبوط عقیدے، نصرت الٰہی پر یقین کامل اور شوق شہادت کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ اللہ کی راہ میں شہادت کا شوق ایک کارگر نفسیاتی ہتھیار ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کو یہ مختصر کلمات لکھ کر بھیجے تھے:

«لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِقَوْمٍ يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ»

''میں تمھارے مقابلے میں ایسے سرفروشوں کی فوج لے کر آیا ہوں جنھیں موت اسی طرح محبوب ہے جس طرح تمھیں زندگی محبوب ہے۔''[2]

دشمنان اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں اس قول کی حقیقت خوب پرکھ لی تھی۔ انھیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس قول کی صداقت کا یقین ہو چکا تھا۔ واقعہ بزاخہ میں

[1] الحرب النفسية للدكتور أحمد نوفل: 144,143/2. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:289.

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عبرت ناک شکست کے بعد طلیحہ نے بڑے دکھ اور تعجب کے ملے جلے احساس کے ساتھ اپنی قوم سے پوچھا: ''تمھاری بربادی ہو، تمھیں کس نے شکست سے دوچار کیا ہے؟'' ایک شخص نے کہا: ''میں تمھیں بتاتا ہوں کہ شکست کی وجہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے مارا جائے، جبکہ ہمارا مقابلہ ایسی قوم سے تھا جس کا ہر فرد یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھی سے پہلے شہید ہو جائے۔''[1]

❁ مسلمانوں کے لشکر میں قبیلۂ طے کی شمولیت مسلمانوں کے لیے تقویت اور مرتدین کے لیے کمزوری کا باعث بنی، اسی طرح حضرت عکاشہ بن محصن اور ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہما کی شہادت نے بھی مسلمانوں کے غم وغصے میں زبردست اضافہ کر دیا اور وہ مرتدوں کا صفایا کرنے کے لیے پورے جوش وجنون کے ساتھ حریف سے ٹکرا گئے۔

❁ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے توریے نے بھی قبیلۂ طے پر گہرا اثر ڈالا، چنانچہ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے توریے سے خوفزدہ ہو کر اپنے حلیفوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ توریے سے مراد ان کا یہ عزم تھا کہ وہ اصلی محاذ جنگ پر روانہ ہونے کے بجائے خیبر جا رہے ہیں۔

❁ طلیحہ اسدی کی شکست کا ایک سبب یہ بھی بنا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے طے والوں کو اختیار دے دیا تھا کہ وہ اپنے حلیف گروہ کے بجائے قیس کے لشکر سے جنگ کر سکتے ہیں جس سے انھیں جنگی حریت حاصل ہوئی۔ اس کے بجائے اگر حضرت خالد انھیں ان کے حلیف بنو اسد کے خلاف جنگ پر مجبور کرتے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا موقف تھا تو قبیلۂ طے والے پوری جوانمردی کے ساتھ نہ لڑ پاتے۔

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:289.

اس کے علاوہ کئی اور اسباب بھی طلیحہ اسدی کی شکست کا موجب بنے۔[1]

معرکۂ بزاخہ کے نتائج

معرکۂ بزاخہ کے نتیجے میں ایک طاقتور کذاب مدعی نبوت کی قوت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور عربوں کا ایک بہت بڑا گروہ دوبارہ دائرۂ اسلام میں آ گیا۔ بزاخہ کی شکست کے بعد بنوعامر یہ کہتے ہوئے آئے: ''ہم دوبارہ اسلام قبول کرتے ہیں۔'' چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت لے لی جیسا کہ وہ ان سے پہلے اہل بزاخہ میں سے اسد، غطفان، ہوازن اور طے وغیرہ سے بیعت لے چکے تھے۔ اور انھوں نے اسلام کے لیے اپنے ہاتھ حضرت خالد کے ہاتھوں میں دے دیے تھے۔ لیکن حضرت خالد نے ان تمام قبائل سے اس وقت تک بیعت قبول نہیں کی جب تک انھوں نے حالت ارتداد میں مسلمانوں کو قتل کرنے، جلانے اور ان کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے والے مجرموں کو ان کے حوالے نہیں کر دیا، لہٰذا ان قبائل نے ایسے مجرموں کو چن چن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت خالد نے ان دشمنان اسلام کا مثلہ کیا، ان کو آگ میں ڈال کر بھسم کر دیا، کچھ کو پتھروں سے کچل ڈالا، کچھ کو پہاڑ کی چوٹی سے دھکا دے کر نیچے پھینک دیا، کچھ کو اوندھے منہ کنووں میں ڈال دیا اور کچھ بدبختوں کو نیزوں سے چھلنی کر دیا، پھر بقرہ بن ہبیرہ اور دوسرے قیدیوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور انھیں خط لکھا: ''بلاشبہ بنوعامر سرکشی کے بعد اب مطیع ہو گئے ہیں اور انتظار کرنے کے بعد اسلام دوبارہ قبول کر چکے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے مجرموں کی حوالگی تک کوئی بیعت نہیں لی۔ مجرموں کی حوالگی کے بعد میں نے کسی مسلمان کے کسی قاتل کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ اور میں بقرہ اور اس کے ساتھیوں کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔''[2]

[1] حروب الردة لأحمد سعيد، ص: 124. [2] تاريخ الطبري: 82/4.

عیینہ بن حصن کا اسلام کی طرف رجوع

عیینہ بن حصن بھی قیدیوں میں شامل تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے سزا دینے کے لیے اس کی مشکیں کس دی تھیں۔ ذلیل ورسوا کرنے اور دیگر لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ جب وہ اسی رسوا کن حالت میں مدینہ منورہ پہنچا تو مدینہ منورہ کے بچے اس کا مذاق اڑانے لگے اور اسے گھونسے مار مار کر کہنے لگے: ''اے اللہ کے دشمن! تم اسلام سے پھر گئے تھے؟'' وہ جواب دیتا تھا: ''اللہ کی قسم! میں کبھی مسلمان ہوا ہی نہیں تھا۔'' اسے حضرت ابوبکر کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اسے حلم و کرم اور ناقابل یقین عفوودرگزر سے نوازا۔ اس کی مشکیں اور ہاتھ کھولنے کا حکم دیا، پھر اسے توبہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ عیینہ نے اسی وقت اپنی توبہ کا اعلان کر دیا۔ اپنے گزشتہ برے اعمال سے معذرت کی اور مسلمان ہو گیا۔ بعدازاں اس نے بڑی قابل رشک اسلامی زندگی گزاری۔ [1]

طلیحہ اسدی دوبارہ اسلام کی چھاؤں میں

طلیحہ اسدی نقع کے علاقے میں قبیلۂ کلب میں رہنے لگا۔ وہ مسلمان ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک قبیلۂ کلب ہی میں رہائش پذیر رہا۔ اس نے اسد، غطفان اور عامر قبائل کے مسلمان ہونے کی خبر پا کر وہیں اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں عمرے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوا تو مدینہ منورہ کے نواح سے گزرا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی کہ طلیحہ اسدی گزر رہا ہے تو انھوں نے فرمایا:

«مَا أَصْنَعُ بِهِ؟ خَلُّوا عَنْهُ فَقَدْ هَدَاهُ اللّٰهُ لِلْإِسْلَامِ»

[1] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 87.

''میں اس کا کیا کروں؟ اسے جانے دو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت اسلام عطا فرمادی ہے۔''[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس جنگ کے بعد طلیحہ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں عمرہ کرنے مکہ مکرمہ بھی گیا۔ اس دوران میں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنے سے کتراتا رہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں عراق اور شام میں ہونے والی جنگوں میں سابقہ مرتدین کو شرکت سے روک دیا تھا۔ ممکن ہے آپ نے یہ فیصلہ امت کے لیے احتیاطاً کیا ہو۔ کیونکہ جو لوگ فتنۂ ارتداد کی گمراہی میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف چالیں چلتے رہے ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ صرف مسلمانوں کی قوت سے خوفزدہ ہو کر مجبوراً مسلمان ہوئے ہوں اور ان کے دل ابھی تک مسلمانوں کے خلاف ہی ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان ائمہ کرام میں سے ہیں جو امت کے لیے مشعل راہ ہیں اور لوگ ان کی سیرت کو اپنے اقوال و افعال میں اپناتے ہیں، اسی لیے وہ امت کے بہترین مفادِ عامہ میں احتیاط کے اصول پر کاربند تھے، چاہے اس اصول کے تحت بعض افراد کے مقام و مرتبہ کو ٹھیس ہی پہنچتی ہو۔[2] اس سے امت کو یہ عظیم سبق ملتا ہے کہ سابقہ ملحدین پر مکمل اعتماد نہیں کرنا چاہیے، ہر چند وہ بعد میں اسلامی تعلیمات کا اہتمام بھی کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے انھیں اسلامی لشکروں کی قیادت سونپنے سے بعض اوقات بڑے مہلک اور خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ان افراد کے بارے میں احتیاطی پہلو اختیار کرنا ان کے دین کے لیے طعن تھا۔ انھیں مکمل طور پر ناقابل اعتبار بھی شمار نہیں کیا گیا۔ یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایسے افراد کے ساتھ تعامل سے بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے۔

طلیحہ اسدی مسلمان ہونے کے بعد فی الواقع بڑا اچھا مسلمان بن گیا۔ وہ حضرت

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 59/9. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي: 67/9.

عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے پر ان کی بیعت کرنے حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم عکاشہ اور ثابت کے قاتل ہو۔ اللہ کی قسم! میں تم سے کبھی محبت نہیں کروں گا۔'' تو اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو میرے ہاتھوں (شہادت کی وجہ سے) بڑی عزت وتکریم سے نوازا ہے، جبکہ مجھے ان کے ہاتھوں محفوظ رکھ کر رسوائی سے بچایا ہے۔'' تو حضرت عمر نے اس کی بیعت لے لی، پھر فرمایا: ''اے چالباز! تیری کہانت میں سے کیا بچا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''پھونکنی میں ایک یا دو پھونکیں باقی بچی ہیں۔'' پھر وہ اپنے قبیلے میں لوٹ گیا اور وہیں قیام پذیر رہا حتی کہ عراق چلا گیا۔[1] اس کا اسلام بالکل صحیح اور ہر قسم کے طعن سے محفوظ رہا۔ اور وہ اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کرتا رہا۔

اس بارے میں اس نے درج ذیل اشعار بھی کہے تھے:

نَدِمْتُ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ قَتْلِ ثَابِتٍ ... وَّعُكَّاشَةَ الْغَنَمِيِّ ثُمَّ ابْنِ مَعْبَدِ

وَ أَعْظَمُ مِنْ هَاتَيْنِ عِنْدِي مُصِيبَةٌ ... رُجُوعِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فِعْلَ التَّعَمُّدِ

وَ تَرْكِي بَلَادِي وَالْحَوَادِثُ جَمَّةٌ ... طَرِيدًا وَّ قَدْ مَا كُنْتُ غَيْرَ مُطَرَّدِ

فَهَلْ يَقْبَلُ الصِّدِّيقُ أَنِّي مُرَاجِعٌ ... وَّ مُعْطٍ بِمَا أَحْدَثْتُ مِنْ حَدَثٍ يَّدِي

وَ إِنِّي مِنْ بَعْدِ الضَّلَالَةِ شَاهِدٌ ... شَهَادَةَ حَقٍّ لَّسْتُ فِيهَا بِمُلْحِدِ

بِأَنَّ إِلٰهَ النَّاسِ رَبِّي وَ أَنَّنِي ... ذَلِيلٌ وَّ أَنَّ الدِّينَ دِينُ مُحَمَّدِ

''مجھے ثابت اور ابن معبد عکاشہ غنمی کے قتل پر بڑی ندامت ہے۔ میرے نزدیک اس سے بھی بڑا جرم میرا دائرۂ اسلام سے عمداً نکل جانا تھا۔ میرا اپنے علاقے کو چھوڑ جانا اور مارے مارے پھرنا بھی میری ہی غلطی تھی، کیونکہ مجھے علاقے سے نکالا نہیں گیا تھا۔ تو کیا اب صدیق اکبر میرا دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونا اور گزشتہ بداعمالیوں سے توبہ کرنے کے بعد اب میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا قبول

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 59/9، وتاريخ الطبري: 81/4

کریں گے؟ میں ارتداد کی گمراہی کے بعد اب حق کی گواہی دیتا ہوں اور میں اس گواہی میں ملحد نہیں ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ جو لوگوں کا معبود ہے وہی میرا رب ہے۔ میں ذلیل وحقیر ہوں۔ سچا دین دین محمدی ہی ہے۔‘‘[1]

فجاءہ کا عبرتناک انجام

فجاءہ کا نام ایاس بن عبد اللہ بن عبد یالیل بن عمیر بن خفاف ہے۔ یہ بنو سلیم کا فرد تھا۔ اس کا یہ نسب نامہ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجاءہ کو مدینہ منورہ کے میدان بقیع میں جلا دیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض گزار ہوا کہ اسے ایک لشکر دیا جائے تاکہ وہ مرتدوں کے خلاف جہاد کر سکے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک لشکر تیار کر کے دے دیا۔ لیکن جب یہ روانہ ہوا تو راستے میں آنے والے ہر مسلمان اور مرتد کو بلا امتیاز قتل کر کے اس کا مال اپنے قبضے میں لینے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کے کردار کی خبر ملی تو انھوں نے اس کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کر کے اسے گرفتار کرایا، پھر اسے میدانِ بقیع بھیج دیا، اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیے، پھر اسے آگ میں پھینک کر بھسم کر ڈالا۔[2] اسے حضرت طریفہ بن حاجز نے گرفتار کیا تھا۔ اس واقعے سے بنو سلیم کے مسلمانوں کا مفسدوں اور مرتدوں کے خلاف جہادی کردار واضح ہوتا ہے۔[3]

فجاءہ کو یہ سخت سزا اس کی غداری کی بنا پر دی گئی یا اس لیے دی گئی کہ اس نے ایک یا دو مرتبہ مسلمانوں کو اسی طرح جلا دیا تھا۔[4]

[1] ديوان الردة للدكتور علي العتوم، ص: 86. [2] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية خلافة أبي بكر للدكتور السلمي، ص: 106. [3] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 27. [4] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 185.

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دفاع

حضرت ابوبکر کو ''ابوالفصیل'' کہنے والوں کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

مَا الْبَكْرُ إِلَّا كَالْفَصِيلِ وَقَدْ تَرٰى ۔۔۔ إِنَّ الْفَصِيلَ عَلَيْهِ لَيْسَ بِعَارِ

إِنَّا وَمَا حَجَّ الْحَجِيجُ لِبَيْتِهٖ ۔۔۔ رُكْبَانُ مَكَّةَ مَعْشَرُ الْأَنْصَارِ

نَفْرِي جَمَاجِمَكُمْ بِكُلِّ مُهَنَّدٍ ۔۔۔ ضَرْبَ الْقُدَارِ مَبَادِيَ الْأَيْسَارِ

حَتّٰى تُكَنُّوْهُ بِفَحْلِ هُنَيْدَةٍ ۔۔۔ يَحْمِي الطَّرُوقَةَ بَازِلٍ هَدَّارِ

''جوان اونٹ بھی کم سن اونٹ ہی کی طرح ہوتا ہے۔ اور تو دیکھتا ہے کہ ابوالفصیل کنیت بھی اس کے لیے کچھ عار نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے گھر کا حاجی حج کرتے ہیں! بے شک ہم، مکی قافلہ اور انصار کی جماعت، تمھاری کھوپڑیوں کو تیز دھار تلواروں سے اس طرح اڑا دیں گے جس طرح قصاب اونٹ کے جوڑ جوڑ کو تیز دھار آلے سے کاٹ دیتا ہے۔ حتی کہ تم اسے (ابوبکر کو) سو اونٹنیوں کا جوان اور بلبلانے والا نر اونٹ قرار دو جو اپنی اونٹنی کا دفاع کرتا ہے۔''[1]

سجاح، بنوتمیم اور مالک بن نویرہ یربوعی کا قتل

سجاح بنت حارث

فتنۂ ارتداد کے دوران بنوتمیم کی آراء مختلف رہیں۔ کچھ لوگ مرتد ہوگئے اور انھوں نے زکاۃ روک لی۔ کچھ وہ تھے جنھوں نے اپنے صدقات اور زکاۃ حضرت ابوبکر کی خدمت میں روانہ کردیے اور کچھ اس انتظار میں رہے کہ دیکھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی

[1] دیوان الردۃ للدکتور علی العتوم، ص: 137.

حکومت کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اسی اثنا میں جزیرۂ عرب کے عیسائی خاندان بنوتغلب کی ایک عربی خاتون سجاح بنت حارث بن سوید بن عقفان منظر عام پر آئی اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ وہ اپنے لاؤ لشکر اور حلیف قبائل سمیت آدھمکی۔ یہ سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔ جب یہ لوگ بنوتمیم کے علاقے سے گزرے تو سجاح نے انھیں اپنی نبوت کی دعوت دی، جس پر عوام اس کے پیروکار ہوگئے اور بنوتمیم کے رؤساء میں سے مالک بن نویرہ یربوعی اور عطارد بن حاجب وغیرہ پر مشتمل ایک جماعت بھی اس کی عقیدت مند ہوگئی، جبکہ باقی سردار اس کے حلقۂ اثر میں داخل ہونے سے باز رہے، پھر ان کی اس بات پر صلح ہوگئی کہ وہ آپس میں جنگ نہیں کریں گے، البتہ مالک بن نویرہ نے جب سجاح کو الوداع کیا تو اسے بنی یربوع کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا، پھر ان سب نے دیگر قبائل سے جنگ کرنے کا سمجھوتہ کر لیا اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ پہلے کس قبیلے سے جنگ لڑیں۔ سجاح نے انھیں اپنے شاعرانہ کلام میں حکم دیا: ''سواریاں تیار کرو۔ ڈاکے ڈالنے کی تیاری کر لو اور بنوتمیم کی شاخ رباب پر ٹوٹ پڑو کیونکہ ان کا دفاع مضبوط نہیں ہے۔''

سجاح کی مسیلمہ سے شادی

بنوتمیم نے سجاح کو یمامہ کا قصد کرنے پر قائل کر لیا تاکہ وہ مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کر سکے۔ لیکن اس کی قوم مسیلمہ کا مقابلہ کرنے سے کترائی اور کہنے لگی: ''بلاشبہ مسیلمہ کذاب اس وقت غلبہ پا چکا ہے اور اس کا اقتدار بہت مستحکم ہوگیا ہے۔ اس پر سجاح نے انھیں مسجع کلام سے نوازا: ''یمامہ پر حملہ کرو۔ کبوتری کی طرح سبک رفتاری سے چلو کیونکہ یہ بہت بھیانک جنگ ہوگی۔ اس کے بعد تمھیں کبھی ملامت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا''۔ چنانچہ وہ سب مسیلمہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوگئے۔ جب مسیلمہ کذاب کو اس لشکر کی

آمد کا علم ہوا تو وہ ڈر گیا۔ اسے اپنے علاقوں کی فکر پڑ گئی کیونکہ وہ پہلے ہی حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی وجہ سے مشغول تھا اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے ساتھ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی مدد کر رہے تھے اور مجاہدین خیمہ زن ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کے منتظر تھے، چنانچہ مسیلمہ نے سجاح کو پیغام بھیجا کہ اگر تم مجھ سے صلح کر لو تو میں تمھیں وہ آدھی پیداوار ادا کروں گا جو پہلے قریش کو ادا کیا کرتا تھا یوں اللہ تعالیٰ وہ مال تمھیں عطا کر دے گا۔

مسیلمہ نے اپنا ایلچی بھی سجاح کے پاس بھیجا کہ وہ اپنی قوم کے معززین کے ساتھ اس سے ملاقات کو آنا چاہتا ہے، لہٰذا وہ اپنی قوم کے چالیس افراد کے ساتھ گیا اور ایک خیمے میں سجاح سے ملاقات کی۔ جب دونوں تنہا ہوئے تو اس نے سجاح کو آدھی پیداوار کی پیشکش کی۔ وہ اس پر راضی ہوگئی۔ مسیلمہ کذاب نے کہا: ''جو میری بات سن لے اللہ اس کی سنے اور اسے خیر و بھلائی عطا کرے جب بھی وہ خیر کی خواہش کرے۔ اس کے معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔ کیا تم مجھ سے شادی کرنا پسند کرو گی؟ پھر میں تمھاری اور اپنی قوم کے ساتھ مل کر پورے عرب پر قبضہ کر لوں گا؟'' وہ اس پر بھی راضی ہوگئی۔

بعد ازاں سجاح مسیلمہ کے ساتھ تین دن ٹھہری رہی، پھر اپنی قوم کے پاس واپس گئی تو قوم کے لوگوں نے پوچھا: ''مسیلمہ نے تمھیں کتنا حق مہر دیا ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ اس نے مجھے کوئی حق مہر نہیں دیا۔ قوم کہنے لگی: ''تمھارے جیسی لیڈر خاتون کا بغیر مہر لیے شادی کرنا بڑا قبیح معاملہ ہے۔'' چنانچہ اس نے ایک آدمی کو مسیلمہ کے پاس حق مہر لینے کے لیے بھیجا۔ مسیلمہ نے جواب بھیجا کہ اپنا مؤذن میرے پاس بھیجو۔ سجاح نے اپنے مؤذن شبث بن ربعی الریاحی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ مسیلمہ نے اسے کہا کہ اپنی قوم میں اعلان کر دو کہ اللہ کے رسول مسیلمہ بن حبیب نے تمھیں دو نمازیں، نماز فجر اور نماز عشاء معاف کر دی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے تھے تو یہ تھا اس کا حق مہر، اللہ کی

لعنت ہو اس پر۔

مالک بن نویرہ کی گرفتاری اور قتل

پھر سجاح اپنے وطن واپس چلی گئی۔ یہ اقدام اس وقت ہوا جب اسے خبر ملی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یمامہ کے قریب پہنچ گئے ہیں، لہٰذا وہ مسیلمہ سے نصف خراج وصول کرنے کے بعد اپنے وطن الجزیرہ واپس چلی گئی، پھر وہ اپنی قوم بنی تغلب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت تک ٹھہری رہی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عام الجماعہ (وہ سال جس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرکے صلح کرلی تھی) 40ھ میں اسے وہاں سے جلاوطن کردیا۔

سجاح جب الجزیرہ سے آئی تھی تو مالک بن نویرہ نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی تھی، پھر جب وہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئی۔ دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اپنے وطن واپس چلی گئی تو مالک بن نویرہ کو اپنے کیے پر بڑی پشیمانی ہوئی۔ وہ اپنے معاملے پر سوچ بچار کرنے لگا۔ ان دنوں وہ مکہ مکرمہ کے علاقے بطاح میں قیام پذیر تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا قصد کیا تو انصاری صحابہ نے ان کے ساتھ جانے سے معذرت کی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے حضرت ابوبکر کے حکم کی تعمیل کرلی ہے، اب یہ اضافی مہم ہمارا فرض نہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ”یہ کام کرنا بہت ضروری ہے۔ اس موقع سے لازماً فائدہ اٹھانا چاہیے۔ بلاشبہ مجھے اس بارے میں کوئی حکمنامہ نہیں ملا لیکن میں امیر ہوں اور تمام معاملات میرے ذمے ہیں۔ میں تمھیں اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا، البتہ میں خود بطاح جارہا ہوں۔“ لہٰذا وہ دو دن تک سفر میں رہے، پھر انھیں انصار کا پیغام ملا کہ آپ انصار کا انتظار کریں، چنانچہ وہ بھی آپ کے ساتھ چل دیے۔ جب وہ بطاح پہنچے جہاں مالک بن نویرہ کا اقتدار تھا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے دستوں کو

پورے علاقے میں پھیلا دیا۔ وہ لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے رہے۔ بنوتمیم کے سرداروں نے ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے اطاعت وفرماں برداری کی۔ اپنی زکاۃ ادا کردی، البتہ مالک بن نویرہ متردد ہی رہا اور لوگوں سے الگ تھلگ ہوگیا، پھر اسلامی لشکر نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ مجاہدین میں ان کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ مالک اور اس کے ساتھیوں نے نماز ادا کی ہے، جبکہ دیگر مجاہدین کا خیال تھا کہ انھوں نے نہ اذان کہی ہے نہ نماز پڑھی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شدید سرد رات میں قیدی اپنی بیڑیوں ہی میں جکڑے رہے، اس دوران حضرت خالد کے منادی نے اعلان کیا کہ اپنے قیدیوں کے لیے گرم ماحول کا انتظام کرو۔ لوگ اس اعلان کا یہ مطلب سمجھے کہ انھیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے، چنانچہ انھوں نے قیدیوں کو قتل کردیا۔ اسی دوران ضرار بن ازور نے مالک بن نویرہ کو بھی قتل کردیا۔ جب حضرت خالد نے یہ واقعہ سنا تو وہ اپنے خیمے سے باہر آئے مگر اس وقت تک مجاہدین قیدیوں کو قتل کرچکے تھے۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کرکے ہی رہتا ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم لیلیٰ بنت سنان منہال کو اپنے لیے خاص کرلیا۔ وہ بڑی حسین وجمیل خاتون تھی۔ جب وہ حیض سے پاک ہوگئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے ہم بستری کی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو بلایا۔ اسے سجاح کی پیروی اور زکاۃ کی عدم ادائیگی پر ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا: ''کیا تم کو معلوم نہیں کہ نماز اور زکاۃ کا حکم ایک ہی ہے؟'' مالک نے کہا: ''بے شک تمھارا نبی یہی کہتا تھا۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا ہمارا نبی، تمھارا نبی نہیں ہے؟ اے ضرار! اس کی گردن اڑا دو۔ کیونکہ یہ منکر رسالت اور نبوت محمدی کا انکاری ہے۔'' تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اس معاملے پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے بڑی گرما گرمی ہوئی۔ طرفین نے خوب گرما گرم بحث کی۔ حتیٰ کہ حضرت ابوقتادہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ کی حمایت کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گزارش کی: ''حضرت خالد کو معزول کر دیں کیونکہ وہ تلوار چلانے میں جلد باز واقع ہوئے ہیں۔'' حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«لَا أَشِيمُ سَيْفًا سَلَّهُ اللّٰهُ عَلَى الْكُفَّارِ»

''میں اس تلوار کو میان میں نہیں ڈال سکتا جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لہرایا ہے۔''

مالک کا بھائی متمم بن نویرہ حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت خالد کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ متمم نے اپنے بھائی کے مرثیے میں جو شعر کہے تھے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی دیت اپنے پاس سے ادا کر دی۔[1]

بنو تمیم اور مالک کے واقعے سے ماحصل اسباق، عبرتیں اور فوائد

بنو تمیم کے ثابت قدم مسلمان

بنو تمیم کے تمام رؤساء، تمام افراد یا تمام قبائل مرتد نہیں ہوئے تھے جیسا کہ بعض جدید مؤرخین نے باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی قوت اور بنو تمیم کے بعض قبائل اور بعض افراد کے ثبات ہی کی وجہ سے مالک بن نویرہ نے سجاح کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ان قبائل سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔[2] جب سجاح کا مقابلہ بنو تمیم کے مسلمانوں سے ہوا تو اسے عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنے

[1] البداية والنهاية: 326/6. [2] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 44.

دل سے مدینہ منورہ کا خیال نکالنے پر مجبور ہوگئی۔ اور یمامہ روانہ ہوگئی۔

ہم نے جو حقیقت حال بیان کی ہے اس کی توثیق میں بے شمار تاریخی روایات موجود ہیں بلکہ ان روایات کا بغور مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بنوتمیم میں اسلام پر ثابت رہنے والوں کی تعداد ان کے مرتدوں اور متردد لوگوں سے کہیں زیادہ تھی، جبکہ کچھ روایات مرتدوں کے مقابلے میں قبیلۂ رباب کے کردار کو خصوصی اہمیت دیتی ہیں، اسی وجہ سے سجاح اور اس کی جماعت نے اس قبیلے کے ساتھ جنگ بھی کی۔ اور کچھ روایات اشارہ کرتی ہیں کہ ان کے درمیان زبردست معرکہ ہوا۔ سجاح کی فوج بنوتمیم کے مسلمانوں کو زیر کرنے میں ناکام رہی اور بالآخر صلح ہوگئی، اس طرح روایات میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ قیس بن عاصم مرتدوں کی اتباع پر نادم ہوا (اس نے سجاح کا ساتھ چھوڑا) اور وہ اپنے اور قوم کے صدقات لے کر مدینہ منورہ جا پہنچا، اس بنا پر سجاح اور اس کی جماعت کو مکمل شکست کا سامنا کرنا پڑا۔[1]

مالک بن نویرہ کے قتل کی تحقیقات

مالک بن نویرہ کے قتل کے بارے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا وہ مظلوم قتل ہوا یا وہ قتل ہی کا مستحق تھا؟ یعنی وہ بحیثیت مسلمان مارا گیا یا بحیثیت کافر؟

ڈاکٹر علی العتوم نے اپنی کتاب ''حركة الردة'' میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے اور شیخ محمد طاہر بن عاشور نے بھی اس مسئلے پر اپنی کتاب: ''نقد علمي لكتاب الإسلام وأصول الحكم'' میں بحث کی ہے۔[2] شیخ محمد زاہد الکوثری نے اپنی کتاب: ''مقالات کوثری'' میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ہے۔[3] اس کے علاوہ دیگر محققین

[1] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 48. [2] نقد علمي لكتاب الإسلام وأصول الحكم، ص: 33. [3] مقالات الكوثري، ص: 312 بحوالہ الخلفاء الراشدون للذهبي، ص: 36.

نے بھی اس مسئلے کی تحقیق کی ہے۔ لیکن میں نے ان تمام محققین میں سے شیخ ڈاکٹر علی العتوم کے موقف کو اختیار کیا ہے کیونکہ انھوں نے اس مسئلے کی بڑی دقیق علمی تحقیق کی ہے اور میرے مطالعے کے مطابق جس قدر انھوں نے فتنۂ ارتداد کے واقعات کا اہتمام کیا ہے اور اس سے نتائج اخذ کیے ہیں، وہ کسی اور محقق نے نہیں کیے۔ میں ان کے موقف سے متفق ہوں کہ مالک بن نویرہ کو جس چیز نے برباد کیا وہ اس کا تکبر اور تردد تھا اور اس کے دل میں ابھی تک جاہلیت موجود تھی، ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے خلیفہ کی اتباع میں ٹال مٹول سے کام نہ لیتا اور مسلمانوں کے بیت المال کا حق زکاۃ ادا کرنے میں تاخیر نہ کرتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ لیڈری کا آرزومند تھا۔ اسی لیے وہ اپنے قبیلے بنوتمیم کے ان سرداروں کی مخالفت بھی کرتا تھا جنھوں نے اسلامی حکومت کی اطاعت کی تھی اور اپنے واجبات ادا کر دیے تھے۔ اس کا مرتد ہو کر سجاح کا ساتھ دینا، زکاۃ کے اونٹوں کو اپنی قوم میں تقسیم کرنا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ادائیگی سے اپنی قوم کو منع کرنا، اپنے مسلمان رشتہ داروں کی نصیحت پر کان نہ دھرنا اور اپنی سرکشی میں بڑھتے جانا، یہ ساری چیزیں اسے ایک ایسے آدمی کی شکل میں پیش کرتی ہیں جو اسلام کی نسبت کفر کے زیادہ قریب تھا۔ اور اگر مالک بن نویرہ کے خلاف صرف ایک ہی دلیل ہوتی کہ اس نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا تو اسے مرتد ثابت کرنے کے لیے یہی ایک بات کافی ہے۔ اور اس کا زکاۃ کی ادائیگی سے منکر ہو جانا متقدمین کے ہاں ثابت شدہ بات ہے۔

ابن سلام کی کتاب: ''طبقات فحول الشعراء'' میں لکھا ہے: ''اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ سے گفتگو کی تھی اور اسے واپس دائرۂ اسلام میں لانے کی کوشش کی تھی لیکن مالک نے نماز پڑھنی شروع کر دی تھی مگر زکاۃ ادا نہیں کی تھی۔'' [1]

[1] طبقات فحول الشعراء، بتحقیق محمد شاکر، ص: 172.

امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ان مرتدوں میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو زکاۃ ادا کرنا چاہتے تھے اور اس کی ادائیگی کے منکر نہیں تھے۔ مگر ان کے رؤساء نے انھیں ادائیگی سے روک دیا تھا جیسے بنی یربوع کے افراد ہیں۔ انھوں نے اپنی زکاۃ جمع کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ کیا تھا مگر مالک بن نویرہ نے انھیں روک دیا اور زکاۃ اپنی قوم میں تقسیم کردی تھی۔'' [1]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ام تمیم سے شادی

ام تمیم سے مراد مالک بن نویرہ کی بیوی لیلیٰ بنت سنان منہال ہے۔ اس شادی کے بارے میں شدید اختلاف ہے اور اس سلسلے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے ان پر بے شمار الزامات لگائے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی خالص علمی تحقیق سے صحیح ثابت نہیں ہوسکا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس عورت پر قبضہ جمانے کے فوراً بعد اس سے شادی کرلی تھی کیونکہ وہ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے صبر نہیں کر سکے۔ مزید برآں کہ وہ ان کی سابقہ محبوبہ بھی تھی۔ اس طرح یہ شادی بدکاری قرار پاتی ہے۔ معاذ اللہ۔ یہ قول من گھڑت ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ [2] کیونکہ قدیم تاریخی مصادر میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا اور یہ قول، صریح تاریخی روایات کے بالکل متضاد بھی ہے۔

امام ماوردی فرماتے ہیں: ''حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کا اقدام اس کی زکاۃ کی عدم ادائیگی کی بنا پر تھا جس سے اس کا قتل حلال ہوگیا تھا۔ اور اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح ام تمیم سے ٹوٹ گیا تھا (کیونکہ ام تمیم اسلام پر

[1] شرح النووي على صحيح مسلم: 203/1. [2] جیسا کہ پاکستانی مصنف جنرل اکرم نے لکھا ہے کہ حضرت خالد نے اسی رات اس سے شادی کرلی تھی۔ سیف اللہ خالد، ص: 198.

ثابت قدم رہی تھیں)۔ ① اور مرتدوں کی عورتوں کا حکم لونڈیوں والا ہوگا، جبکہ وہ دارالحرب میں ہوں۔ انھیں قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ امام سرخسی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ②

لہٰذا جب ام تمیم لونڈی بن گئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے لیے چن لیا، پھر جب وہ حیض سے پاک ہوئی تو اس کے ساتھ ہم بستری کی۔ ③

شیخ احمد شاکر اس مسئلے پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ام تمیم اور اس کی بیٹی کو ملک یمین کے طور پر اپنے قبضے میں لیا تھا کیونکہ وہ لونڈی تھی۔ اور لونڈی پر کوئی عدت نہیں ہوتی، ہاں اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک مالک کے لیے قطعاً حرام ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ تعلق قائم کرے اور اگر حاملہ نہ ہو تو ایک حیض گزرنے کے بعد مالک اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے۔ یہ عمل مشروع ہے۔ اس میں کوئی حرج اور طعن نہیں ہے۔ لیکن حضرت خالد کے مخالفین اور دشمنوں کو ان کے خلاف محاذ گرم کرنے کا موقع مل گیا تو انھوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور انھوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا اور حضرت خالد نے اس کی بیوی کو حاصل کرنے کی غرض سے انھیں قتل کیا تھا۔ ④ حضرت خالد پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ ان کی شادی کا انداز عربوں کے عام رواج کے خلاف تھا۔''

عقاد نے کہا ہے: ''حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے میدان جنگ ہی میں اس کی بیوی سے تعلقات قائم کر لیے، حالانکہ یہ فعل عربوں کے رواج کے خلاف تھا، وہ نہ صرف جاہلیت میں بلکہ اسلام لانے کے بعد بھی ایسا نہیں کرتے تھے۔ اور یہ شادی مسلمانوں کے طریقے اور شریعت کے مطابق نہیں تھی۔'' ⑤ ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اسلام سے پہلے عربوں کی زندگی میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ وہ جنگوں

① حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:229. ② حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:229. ③ البداية والنهاية:326/6. ④ حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:230. ⑤ عبقرية الصديق للعقاد، ص:70.

میں فتح یابی کے بعد دشمنوں کی عورتوں سے شادیاں کرتے تھے اور انھیں اس پر فخر ہوتا تھا، اس میں ان کے لیے کوئی عار نہیں تھی، اسی لیے ان کی لونڈیوں کی اولاد میں بے پناہ اضافہ ہوگیا تھا۔ حاتم طائی نے اسی کے متعلق درج ذیل اشعار کہے تھے:

وَمَا أَنْكَحُونَا طَائِعِينَ بَنَاتِهِمْ   وَلٰكِنْ خَطَبْنَاهَا بِأَسْيَافِنَا قَسْرًا

وَّكَائِنٍ تَرٰى فِينَا مِنَ ابْنِ سَبِيَّةٍ   إِذَا لَقِيَ الْأَبْطَالَ يَطْعَنُهُمْ شَزْرًا

وَّيَأْخُذُ رَايَاتِ الطَّعَّانِ بِكَفِّهٖ   فَيُورِدُهَا بَيْضًا وَّ يَصْدُرُهَا حُمْرًا

''انھوں نے بخوشی ہم سے اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کی بلکہ ہم نے تلوار کے زور پر ان سے منگنیاں کی ہیں۔ اور تو ہم میں لونڈیوں کی اولاد بکثرت دیکھ سکتا ہے۔ جب جنگ میں بہادر سپاہی ان سے ٹکراتے ہیں تو یہ نیزہ گھما کر انھیں مارتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں نیزوں کے پرچم ہوتے ہیں، انھیں جنگ میں سفید چمکتا ہوا لاتے ہیں اور دشمن کے خون سے سرخ کر کے واپس لوٹتے ہیں۔''[1]

شرعی نقطۂ نظر سے بھی دیکھیں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مباح کام کیا ہے اور شریعت کے عین مطابق کیا ہے۔ یہی کام ان سے اعلیٰ و افضل ہستی نے بھی کیا تھا۔ اگر حضرت خالد پر جنگ سے فوراً پہلے یا فوراً بعد شادی کرنے پر تنقید کی جاتی ہے تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مریسیع کے فوراً بعد جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی۔ وہ بنو مصطلق کی لونڈیوں میں تھی اور رسول اللہ نے اس کی مکاتبت کی رقم ادا کر کے اس سے شادی کی تھی۔ ان کی یہ شادی اس کی قوم کے لیے خیر و برکت کا باعث بنی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کی وجہ سے ان کے سو قیدی آزاد کر دیے تھے۔ اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار بن گئے تھے، اسی طرح اس شادی کے مبارک اثرات

[1] العقد الفريد لابن عبدربه: 123/7.

میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے والد حارث بن ضرار بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ ① اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے فوراً بعد حضرت صفیہ بنت حیي بن اخطب رضی اللہ عنہا سے بھی شادی کی تھی۔ آپ نے خیبر میں یا واپسی پر رستے میں ان کے ساتھ تعلقات قائم کیے، ② لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر ہونے والے اعتراضات اور ملامت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ ③

محمد حسین ہیکل نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے غیر مناسب اور ناپسندیدہ منہج اپنایا ہے۔ اس لیے کہ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ اسلام کے مقابلے میں کسی کی غلطیوں سے چشم پوشی کریں کیونکہ تمام امتی اسلام کے تابع ہیں۔ اسلام ان پر غالب ہے۔ اسلام پر کوئی غالب نہیں ہے۔ اسلام میں اشخاص کی براءت کے لیے منہج اسلامی کو مسخ کرنے کی اجازت کسی کو کسی بھی حال میں نہیں ہے۔

محمد حسین ہیکل نے ان الفاظ سے دفاع کیا ہے: ''ایک عورت سے شادی عربوں کے رواج کے خلاف نہیں تھی بلکہ اس کی طہارت سے پہلے اس سے ہم بستری کرنا بھی کوئی عیب نہیں تھا، جبکہ یہ کام ایک جنگ کے فاتح کمانڈر نے کیا ہو کیونکہ یہ جنگی حقوق میں سے ہے کہ قیدی عورتیں اس کی لونڈیاں باور کی جاتی ہیں۔ اگر شریعت کی تطبیق کی جائے تو حضرت خالد جیسی عظیم نابغۂ روزگار ہستیوں کا مؤاخذہ نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً جب ان کا مؤاخذہ حکومت کے لیے خطرناک ہو سکتا ہو۔'' ④

شیخ احمد شاکر نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مجھے شدید ترین خدشہ ہے کہ

① السيرة النبوية لابن هشام: 2/290-295. ② السيرة النبوية لابن هشام: 2/339. صحیح بخاری میں ہے کہ جب آپ ﷺ صفیہ بنت حیي رضی اللہ عنہا کو سدّ صہباء لے کر پہنچے تو ان کا حیض ختم ہوا اور آپ ﷺ نے ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے...... پھر ہم مدینہ منورہ کی طرف چل دیے۔ (صحيح البخاري، حديث: 4211) ③ حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 237. ④ الصديق أبوبكر لمحمد حسين هيكل، ص: 140.

یورپ کے بادشاہوں کے حالات اور جو کچھ فرانسیسی مؤلفین نے ان کے بارے میں اس غرض سے عذر لکھے ہیں کہ ان کے گناہوں اور سیاہ کرتوتوں کو ہلکا کر کے قوم کے سامنے پیش کریں، مؤلف (محمد حسین ہیکل) ان سے متاثر ہیں۔ ان کی طرف سے انھوں نے عذر بھی محض اس بنیاد پر لکھے کہ انھوں نے اپنی قوموں کو فتوحات دلائی تھیں اور وہ قوم کے لیڈر بن گئے تھے۔ مؤلف (محمد حسین ہیکل) نے اوائل دور کے مسلمانوں کے بارے میں بھی یہی گمان کیا ہے کہ وہ بھی انھی بادشاہوں جیسے تھے، لہٰذا وہ کہتا ہے: ''اگر شریعت کی تطبیق کا التزام بھی کیا جائے تو پھر بھی حضرت خالد جیسی عظیم نابغہ شخصیات کا مؤاخذہ نہیں ہونا چاہیے۔'' ...... اس قسم کے اقوال دین اور اخلاق کو تباہ کر دیتے ہیں۔''[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے میدانی قیادت کے لیے کمک

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعض فوجیوں نے اس بات کی گواہی دی تھی کہ مالک بن نویرہ کی قوم نے مسلمانوں کی اذان سن کر اذان دی تھی۔ اسی وجہ سے انھوں نے اپنی جانیں محفوظ کر لی تھیں اور ان کا قتل ناحق تھا۔ یہ گواہی دینے والوں میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انھوں نے مالک کے قتل کو بہت بڑا جانا۔ یہ معاملہ اس وقت بہت سنگین ہو گیا جب انھوں نے دیکھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی بیوہ سے شادی کر لی ہے۔ اس پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی شکایت کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو سخت غلطی شمار کیا اور محسوس کیا کہ ایسی غلطی حضرت ابوقتادہ کریں یا کوئی اور، اس کی اجازت کسی کو بھی نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس سے لشکر کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جبکہ ابھی لشکر دشمن کے علاقے میں نبرد آزما تھا، لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 232.

نے انھیں واپس جانے کا حکم دیا اور ان پر سخت ناراض ہوئے اور جب تک وہ حضرت خالد کے لشکر میں شامل نہیں ہو گئے، آپ ان سے راضی نہیں ہوئے۔[1] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بڑا صائب اور بہترین جنگی حکمت عملی کا حصہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کے قتل کی چھان بین کرائی تو انھوں نے مالک بن نویرہ کے قتل کے الزام سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بری قرار دیا۔[2] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس واقعے کی سب سے زیادہ معلومات حاصل تھیں اور آپ صحابۂ کرام میں معاملات کی تدبیر کا گہرا فہم بھی رکھتے تھے کیونکہ آپ خلیفۃ المسلمین تھے۔ اور آپ کے پاس خبریں مسلسل پہنچتی رہتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ سب سے مضبوط ایمان والے بھی تھے۔ آپ نے حضرت خالد کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو پیش نظر رکھا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو مقرر کرنے کے بعد کبھی معزول نہیں کیا تھا اگرچہ بعض اوقات ان سے ایسی خطائیں بھی ہوئیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آئیں، تاہم آپ ان کی معذرت قبول کر لیتے تھے اور فرماتے تھے:

«لَا تُؤْذُوا خَالِدًا فَإِنَّهُ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ، صَبَّهُ اللّٰهُ عَلَى الْكُفَّارِ»

''خالد کو تکلیف مت دو کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایسی تلوار ہے جسے اللہ نے کافروں پر مسلط کیا ہے۔''[3]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قیادت سونپنا اور ان سے مدد لینا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے کیونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سخت طبیعت کے مالک تھے۔ انھیں قیادت اس لیے سونپی گئی تاکہ حکمرانی کا معاملہ معتدل ہو جائے اور شدت نرمی کے ساتھ مل جائے کیونکہ محض نرمی حکمرانی کے لیے فساد کا باعث بنتی ہے جس طرح

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 231. [2] الخلافة والخلفاء الراشدون لسالم البهنساوي، ص: 112، والخلفاء الراشدون للنجار، ص: 58. [3] فتح الباري: 101/7.

سخت گیری حکمرانی کے لیے سخت نقصان دہ ہوتی ہے، لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لیتے تھے اور اپنا نمائندہ حضرت خالد کو مقرر کرتے تھے۔ اور یہ کام خلیفۂ رسول کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس لیے وہ مرتدوں کے مقابلے میں حضرت عمر کی نسبت کہیں زیادہ سخت گیر خلیفہ ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ان میں ایسی سختی پیدا کر دی جو ان میں پہلے کبھی نہ تھی۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت مزاج تھے، اس لیے ان کا کمال یہ تھا کہ انھوں نے اپنے دور حکومت میں نرمی سے مدد لی تاکہ حکومت معتدل ہو جائے، چنانچہ وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ ثقفی، نعمان بن مقرن اور سعید بن عامر جیسے مصلحین اور زہاد کی مدد لیتے تھے۔ یہ اشخاص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہیں زیادہ عبادت گزار اور زاہد تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد ان میں ایسی نرمی پیدا فرما دی تھی جو اس سے پہلے ان میں کبھی نہ تھی تاکہ ان کا مزاج مکمل خلیفہ والا ہو جائے، حتی کہ وہ امیر المؤمنین بن گئے۔ [1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بارے میں بڑی پیاری بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدوں کے خلاف مسلسل قیادت سونپتے رہے۔ شام اور عراق کی فتوحات میں بھی فوجی کمان انھی کے پاس رہی۔ اس دوران ان سے چند لغزشیں بھی ہوئیں جن میں انھوں نے تاویل کی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ ان لغزشوں میں ان کی خواہش بھی شامل تھی لیکن انھوں نے حضرت خالد کو معزول نہیں کیا بلکہ سرزنش کر کے انھیں برقرار رکھا کیونکہ انھیں برقرار رکھنے ہی میں مصلحت تھی، اس لیے کہ کوئی دوسرا شخص ان کے قائم مقام نہیں ہو سکتا تھا۔ جب رئیس اعلیٰ کی طبیعت میں نرمی ہو تو اس کے نائب میں سختی ہونا ضروری ہے تاکہ میانہ روی قائم رہ سکے۔ اسی لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انھیں اپنا نائب بنانے کو ترجیح

[1] أبوبكر الصديق لمحمد بن عبد الرحمٰن، ص:193، 194

دیتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنانا زیادہ موزوں سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضرت خالد کی طبیعت حضرت عمر کی طرح سخت تھی، جبکہ حضرت ابوعبیدہ کا مزاج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح نہایت نرم تھا، اس لیے دونوں خلفاء نے بہترین نائب کا انتخاب کیا تاکہ خلافت اعتدال پر قائم رہے۔ اور اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء بن جائیں جن کا مزاج گرامی نہایت معتدل تھا۔"[1]

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: «أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ، أَنَا نَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ»

"میں نبی رحمت بھی ہوں اور میں جنگجو نبی بھی ہوں۔"[2]

اہل عمان اور اہل بحرین کا ارتداد

اہل عمان کا ارتداد

اہل عمان نے دعوت اسلام قبول کر لی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی نامی ایک شخص نمودار ہوا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، اسے جاہلیت میں جلندی شاہِ عمان کہا جاتا تھا۔[3] عمان کے جاہل لوگ اس کے پیروکار ہو گئے، لہٰذا وہ اہلِ عمان اور جلندی کے دونوں بیٹوں جیفر اور عباد پر غالب آ گیا۔[4] اور انھیں ساحل سمندر اور پہاڑوں کی طرف دھکیل دیا۔ اس پر جیفر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی اور ان سے کمک طلب کی، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف حضرت حذیفہ بن محصن غلفانی حمیری اور عرفجہ بارقی ازدی کو بھیجا۔ حذیفہ کو عمان کی طرف اور عرفجہ کو مہرہ کی طرف روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ متحد ہو کر جہاد شروع کریں اور ابتدا اہل عمان سے کریں۔

[1] الفتاوی لابن تیمیة: 144/28. [2] مسند أحمد: 395/4 و 407. [3] البدایة والنهایة: 334/6. [4] البدایة والنهایة: 334/6.

حضرت حذیفہ امیر لشکر ہوں گے اور جب وہ مہرہ کی طرف پیش قدمی کریں تو عرفجہ امیر ہوں گے۔ پھر حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو ان کی امداد کے لیے روانہ کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرفجہ اور حذیفہ کو خط لکھا کہ وہ اہل عمان سے جنگ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں کہ انھیں عمان سے چلے جانا چاہیے یا وہیں ٹھہرنا چاہیے۔ وہ چلتے رہے، جب عمان کے قریب پہنچے تو انھوں نے جیفر کو پیغام بھیجا۔ لقیط بن مالک کو بھی لشکر اسلامی کی آمد کی خبر مل گئی، لہٰذا وہ بھی فوج لے کر میدان میں آگیا اور دبا نامی جگہ پر قلعہ بند ہوگیا۔ دبا اس علاقے کا شہر اور مرکزی منڈی تھا۔ اس نے اپنے بیوی بچے اور مال مویشی اپنے پیچھے رکھے تاکہ جنگ میں پوری قوت سے شریک ہوسکے۔ جیفر اور عباد نے بھی صحار نامی مقام پر لشکر جمع کیا۔ دونوں نے اسلامی لشکر کو پیغام بھیجا کہ وہ اس سے ملنا چاہتے ہیں، چنانچہ وہ مسلمانوں کے پاس آگئے۔ اور وہیں دونوں لشکروں میں شدید جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کی سخت آزمائش ہوئی، قریب تھا کہ اسلامی لشکر شکست کھا جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمایا کہ اس مشکل گھڑی میں بنوناجیہ اور عبدالقیس کے امراء کو ان کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ جب یہ امراء اپنے مجاہدین سمیت اسلامی لشکر کی مدد کے لیے پہنچے تو مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مشرکین شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کر کے ان کے دس ہزار جنگجو قتل کر دیے۔ ان کے بیوی بچوں کو غلام بنالیا اور ان کے مال مویشی اور مرکزی بازار دبا کو سازو سامان سمیت قبضے میں کرلیا۔ مسلمانوں نے مال غنیمت کا خمس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ یہ سامان حضرت عرفجہ لے کر حاضر ہوئے۔[1]

اس عظیم فتح کا سبب ثابت قدم مسلمانوں کا اپنے امیر جیفر اور اس کے بھائی عباد کی قیادت میں ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور محفوظ مقامات

[1] البداية والنهاية: 6/335.

پر مضبوطی سے جم جانا تھا حتی کہ اسلامی لشکر ان محفوظ مقامات تک پہنچ گیا، اسی طرح بنوجُذیمہ، بنوناجیہ اور بنوعبدالقیس کا اسلام پر ثابت قدم رہنا اور نہایت مناسب وقت پر مسلمانوں کی مدد کے لیے آپہنچنا بھی مسلمانوں کی فتح کا نہایت اہم سبب ثابت ہوا۔[1]

اہل بحرین کا ارتداد

اہل بحرین اس وقت مسلمان ہوگئے تھے جب رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے بادشاہ اور حاکم منذر بن ساویٰ عبدی کے پاس حضرت علاء بن حضرمی کو دعوت دین کے لیے بھیجا تھا۔ منذر بن ساویٰ اپنی قوم سمیت مسلمان ہوگیا اور اس نے اپنی قوم میں اسلام کا نفاذ اور عدل و انصاف قائم کردیا۔ منذر بن ساویٰ نے اس موقع پر جواب دیا تھا: ''میں نے اپنی حکومت کا بغور جائزہ لیا، مجھے معلوم ہوا کہ یہ بادشاہت صرف دنیوی ہے، اخروی نہیں۔ پھر میں نے تمھارے دین پر غور کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ آخرت اور دنیا دونوں کے لیے ہے، لہٰذا میرے لیے وہ دین قبول کرنے میں کیا مانع ہوسکتا ہے جس میں زندگی کی تمناؤں کی تکمیل اور اخروی راحت موجود ہے۔ کل تک مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا تھا جو یہ دین قبول کرتے تھے اور آج مجھے اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو اس دین کو قبول نہیں کرتا۔ اس دین کی تعلیمات کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی تعلیمات کو اپنایا جائے۔''[2] جب رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو کچھ ہی عرصے بعد منذر بھی وفات پا گیا۔ پھر اہل بحرین مرتد ہوگئے اور انھوں نے منذر بن نعمان غرور کو اپنا بادشاہ چن لیا۔[3]

بحرین کہاں ہے؟

ارض بحرین ایک تنگ سی زمین ہے جو ہجر کے ساتھ خلیج عرب کا ساحل ہے۔ یہ علاقہ قطیف سے عمان تک پھیلا ہوا ہے اور اس کی بعض اطراف کے صحرا خلیج کے پانیوں تک

[1] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص:60,59. [2] التراتيب الإدارية: 19/1.
[3] حروب الردة لأحمد سعيد، ص:146.

فتنۂ ارتداد کی جنگیں خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ
(11ھ)
اہلِ عُمان واہلِ بحرین کے خلاف اسلامی لشکر کی کارروائیاں
مدینہ منورہ
مکہ
نجد
جزیرہ نمائے عرب
ربع الخالی
بحیرۂ عرب
بحیرۂ قلزم
خلیج عمان
عمان
ایران (فارس)
فارس
شیراز
بوشہر
بندر عباس
خلیج فارس
بحرین
دارین
دبا
صحار
مصیرہ
یمامہ
مسیلمہ کذاب
علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ
عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل
عرفجہ بن ہرثمہ بارقی رضی اللہ عنہ
حذیفہ بن محصن غلفانی رضی اللہ عنہ
ہوازن
طائف
جدہ
ینبع
خیبر
نطاۃ
بطاح
مالک بن نویرہ
مدائن صالح
طلیحہ بن خویلد اسدی
بزاخہ
تیماء
تبوک
قضاعہ
ودیعہ
صحرائے نفود
سجاح
دومۃ الجندل
معان
ایلہ
عقبہ
سویز
بابلیون
مصر
دریائے نیل
صحرائے نوبیہ
سودان
خمیس مشیط
ابہا
نجران
بنو خولان
صنعاء
مأرب
یمن
کہف خبان
تعز
عدن
مخا
افریقہ
حضرموت
کندہ
رابیہ
تریم
مہرہ
شحر
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
0

پھیلے ہوئے ہیں۔ بحرین یمامہ کے بالائی حصے سے متصل ہے۔ ان کے درمیان ٹیلوں کا ایک سلسلہ حائل ہے۔ ان ٹیلوں کی بلندی کم ہونے کی وجہ سے انھیں عبور کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ [1]

اس طرح بحرین کا علاقہ خلیج عرب کی امارات اور سعودی عرب کے مشرقی حصے پر مشتمل ہے لیکن اس میں کویت شامل نہیں۔ [2]

اہل بحرین کے مضبوط اہل ایمان کا فتنۂ ارتداد کے خاتمے میں خصوصی کردار ہے۔ جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کا کردار قابل تعریف اور قابل ذکر ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر شرف صحابیت اور دینی فقاہت حاصل کی، پھر اپنی قوم میں آ کر انھیں اسلام کی دعوت دی تو ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ عبدالقیس کے لوگ کہنے لگے: ''اگر محمد نبی ہوتے تو وہ فوت نہ ہوتے'' لہٰذا وہ مرتد ہو گئے۔ حضرت جارود رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انھوں نے پیغام بھیج کر سب لوگوں کو جمع کیا، پھر انھیں خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے عبدالقیس کے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، اگر تمھیں اس کا علم ہو تو مجھے جواب دینا۔ اگر تمھیں علم نہ ہو تو جواب مت دینا۔'' انھوں نے کہا: ''آپ جو پوچھنا چاہتے ہیں، پوچھیں۔'' انھوں نے سوال کیا: ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی اللہ کے نبی تھے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں۔'' حضرت جارود نے پوچھا: ''تمھیں اس کا علم ہے یا صرف تمھارا خیال ہے؟'' قوم نے جواب دیا: ''نہیں بلکہ ہمیں اس کا علم ہے۔'' انھوں نے پھر سوال کیا: ''وہ کہاں گئے؟'' انھوں نے جواب دیا کہ وہ فوت ہو گئے۔ حضرت جارود نے فرمایا: ''تو پھر یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا گئے ہیں جس طرح گزشتہ انبیائے کرام وفات پا گئے تھے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

[1] حروب الردة لأحمد سعيد، ص: 147. [2] حروب الردة لأحمد سعيد، ص: 147.

برحق نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔" قوم نے عرض کی: "اور ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور بے شک آپ ہمارے افضل ترین شخص اور ہمارے سردار ہیں۔" اس طرح وہ اسلام پر ثابت قدم ہوگئے۔ حضرت جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ کردار قابل ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے ان کی قوم عبدالقیس کو اسلام پر ثبات عطا فرمایا۔[1] اللہ تعالیٰ نے انھیں الہام کیا کہ وہ انھیں سابقہ انبیائے کرام کی مثال دے کر بات سمجھائیں اور انھیں بتائیں کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام موت کی آغوش میں گئے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا گئے۔ قوم اس مثال سے مطمئن ہوگئی اور ان کا شک دور ہوگیا۔

اس واقعے سے دینی فقاہت کی خوبی واضح ہوتی ہے اور اعتقاد و کردار میں اس کے اثرات کا پتہ چلتا ہے، خصوصاً فتنوں کے دور میں تفقہ فی الدین کی اہمیت و ضرورت عیاں ہوتی ہے۔[2]

جواثا کا علاقہ اسلام پر قائم رہا تھا۔ مدینہ منورہ کے بعد یہ پہلی بستی تھی جہاں جمعہ کا انعقاد کیا گیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔[3]

مرتدوں نے اہل جواثا کا محاصرہ کر کے انھیں اس طرح بند کر دیا کہ انھیں کھانے پینے کی اشیاء سے بھی محروم کر دیا جس کی وجہ سے انھیں شدید بھوک کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس مصیبت سے نجات دلا دی۔ محصورین میں ایک شخص عبداللہ بن حذف تھے۔ ان کا تعلق بنوبکر بن کلاب سے تھا، انھوں نے شدید بھوک کی وجہ سے درج ذیل اشعار کہے:

أَلَا أُبَلِّغْ أَبَابَكْرٍ رَسُولًا وَفِتْيَانَ الْمَدِينَةِ أَجْمَعِينَا

فَهَلْ لَكُمْ إِلَى قَوْمٍ كِرَامٍ قُعُودٍ فِي جُوَاثَا مُحْصَرِينَا

[1] البداية والنهاية: 332/6. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي: 97/9. [3] مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ جواثا کیا گیا وہ بحرین کی جواثا نامی بستیوں کی مسجد عبدالقیس میں تھا۔ (صحيح البخاري، حديث: 892).

كَأَنَّ دِمَائَهُمْ فِي كُلِّ فَجٍّ شُعَاعُ الشَّمْسِ يَغْشَى النَّاظِرِينَا
تَوَكَّلْنَا عَلَى الرَّحْمٰنِ إِنَّا وَجَدْنَا النَّصْرَ لِلْمُتَوَكِّلِينَا

''کیا میں ابوبکر اور مدینہ منورہ کے تمام جوانوں کی طرف ایک پیغام بر نہ بھیجوں کہ کیا تم جواثا میں محصور ایک معزز قوم کی مدد نہیں کرو گے۔ حالت یہ ہے جیسے ان کا خون ہر گھاٹی میں سورج کی کرنوں کی طرح بکھرا پڑا ہے جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ بے شک ہم نے رحمٰن پر بھروسا کیا ہے۔ بلاشبہ ہم نے دیکھا ہے کہ فتح بھروسا کرنے والوں ہی کو ملتی ہے۔''[1]

جواثا میں محصور مسلمانوں کے ثبات کا یہ مظاہرہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مندرجہ بالا اشعار میں عبد اللہ بن حذف اور دیگر مسلمان محصورین کے ایمان کی گہرائی اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے کی قوت اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین کامل کی روشنی بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بحرین روانہ کیا، جب یہ لشکر بحرین کے قریب پہنچا تو حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اپنی قوم بنوسحیم کا ایک لشکر جرار لے کر اس لشکر سے آملے، پھر اس علاقے کے تمام مسلمان مرتدوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی قوم کے جوانوں کے ساتھ حضرت علاء کی مدد کی۔ اس طرح مرتدوں کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر جمع ہوگیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی فوج کو مضبوط بنانے والوں میں قیس بن عاصم منقری، عفیف بن منذر اور مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔[3]

① البداية والنهاية: 332/6. ② التاريخ الإسلامي للحميدي: 98/9. ③ الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 63.

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی کرامت

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام میں سے ایک بلند درجہ عالم دین، عبادت گزار اور مستجاب الدعوات صحابی تھے۔ جواثا کے معرکے میں ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا:

حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا،[1] ابھی لشکر والے اپنی سواریوں سے اترے ہی تھے کہ تمام اونٹ زاد راہ، خیموں اور پانی کے مشکیزوں سمیت بدک کر بھاگ گئے۔ پورا لشکر اس جگہ پر خالی ہاتھ کھڑا رہ گیا، تن پر موجود لباس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ وہ ایک اونٹ کو بھی قابو نہ کر سکے۔ اس موقع پر لوگوں کو ناقابل بیان غم اور پریشانی لاحق ہوگئی۔ اسی حالت میں وہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی وصیت کرنے لگے۔ اسی دوران حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے منادی نے جمع ہونے کا اعلان کیا تو لوگ حضرت علاء کے پاس جمع ہوگئے۔ انھوں نے فرمایا: ''اے لوگو! کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم فی سبیل اللہ جہاد کے لیے نہیں نکلے؟ کیا تم اللہ کے انصار نہیں ہو؟'' مجاہدین نے جواب دیا: ''کیوں نہیں۔'' امیر لشکر نے فرمایا: ''تو پھر خوش ہو جاؤ، اللہ کی قسم! جو شخص تمھارے جیسا ہو اللہ تعالیٰ اسے کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔'' پھر طلوع فجر کے بعد فجر کی اذان ہوئی۔ تمام لوگ نماز کے لیے جمع ہوگئے۔ جب سب نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت علاء اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور لوگ بھی اسی طرح بیٹھ گئے، پھر انھوں نے ہاتھ اٹھا کر گڑگڑا کر دعا مانگنی شروع کر دی حتی کہ سورج طلوع ہوگیا اور لوگ ریت کے سراب دیکھنے لگے جو دھوپ میں چمکنے شروع ہوگئے تھے۔ آپ مسلسل دعا کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہی صاف میٹھے پانی کا بہت بڑا تالاب پیدا کر دیا، چنانچہ حضرت علاء اور مجاہدین تالاب پر گئے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا اور غسل کیا۔ جب سورج بلند ہوگیا تو ہر گھاٹی سے اونٹ

[1] الطبقات لابن سعد: 4/363. یہ مقام نجد اور اَحساء کا درمیانی صحرا ''دہناء'' ہے۔

واپس آنے لگے۔ سارا سامان ان کے اوپر جوں کا توں موجود تھا۔ لوگوں نے اپنے سامان میں سے ایک رسی بھی گم نہیں پائی، پھر انھوں نے اونٹوں کو پانی پلا کر خوب سیراب کیا۔

اس غزوے میں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا نظارہ کیا۔ [1]

مرتدوں کی شکست: جب یہ لشکر مرتدوں کے لشکر کے قریب پہنچا جنھوں نے بہت کثیر فوج جمع کی ہوئی تھی تو دونوں گروہوں نے پڑاؤ کیا اور رات کو بہت قریب قریب رہ کر آرام کیا۔ اس دوران جبکہ مسلمان رات کو آرام کر رہے تھے، حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کے لشکر میں شور و غل سنا۔ انھوں نے اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''کون ہے جو مرتدوں کی جاسوسی کر کے اطلاع لائے؟'' اس پر حضرت عبداللہ بن حذف اٹھے اور مرتدوں کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ مرتد لوگ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے مدہوش پڑے ہیں۔ انھوں نے واپس آ کر خبر دی تو حضرت علاء رضی اللہ عنہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے لشکر کو لے کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ یوں انھوں نے دشمن کی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ بہت کم لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو سکے۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے ان کے مال مویشی، زاد راہ اور ان کے ذخیرہ شدہ اموال پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح یہ اموال وہ عظیم و کثیر غنیمت تھی جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

بنو قیس بن ثعلبہ کا سردار حطم بن ضبیعہ سویا ہوا تھا۔ جب مسلمانوں نے اس کے لشکر پر حملہ کیا تو وہ دہشت زدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی رکاب ٹوٹ گئی۔ وہ آوازیں لگانے لگا کہ کوئی ہے جو میری رکاب ٹھیک کر دے؟ رات کا وقت تھا، اسی اندھیرے میں ایک مسلمان اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میں تیری رکاب ٹھیک کر دیتا ہوں۔ تو اپنا قدم اوپر اٹھا۔'' جب اس نے پاؤں اٹھایا تو مسلمان نے تلوار کا وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی، حطم نے التجا کی کہ مجھے قتل کر دو مگر اس نے اسے قتل

[1] البداية والنهاية: 333/6.

کرنے سے انکار کردیا۔ وہ زخمی حالت میں گر پڑا، پھر وہ ہر گزرنے والے سے التجا کرنے لگا کہ وہ اسے قتل کردے مگر وہ انکار کردیتا حتی کہ قیس بن عاصم اس کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا: میں حطم ہوں مجھے قتل کردو تو انھوں نے اسے قتل کردیا، جب انھوں نے اس کی کٹی ہوئی ٹانگ دیکھی تو اسے قتل کرنے پر نادم ہوئے اور کہنے لگے: ''افسوس! اگر مجھے اس کا علم ہو جاتا تو میں اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا۔'' پھر مسلمان شکست خوردہ دشمن کے تعاقب میں نکلے اور انھیں ہر راستے اور گھاٹی میں قتل کرنا شروع کردیا۔ اکثر مفرور دارین[1] سے کشتیوں پر سوار ہوکر بھاگ گئے۔

پھر حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے غنیمتیں تقسیم کردیں اور خمس دار الخلافہ روانہ کردیا۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں سے کہا: ''چلو دارین چل کر دشمنان اسلام سے جہاد کرتے ہیں۔'' مسلمانوں نے ان کی یہ بات بصد خوشی قبول کرلی، چنانچہ وہ اپنے لشکر کو لے کر ساحل سمندر پر آگئے تاکہ کشتیوں میں سوار ہوسکیں۔ لیکن انھوں نے اندازہ لگایا کہ سفر بہت طویل ہے اور دشمنوں تک کشتیوں کے ذریعے سے پہنچنے سے پہلے دشمن بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوجائے گا، لہٰذا انھوں نے یہ دعا پڑھتے ہوئے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا:

«يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ! يَا حَكِيمُ يَا كَرِيمُ! يَا أَحَدُ يَا صَمَدُ! يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ! يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ! لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ! يَا رَبَّنَا!»

''اے ارحم الراحمین، اے حکیم، اے کریم، اے یکتا، اے بے نیاز، اے زندہ و قائم ذات، اے جلال و اکرام والے، اے ہمارے رب! تو ہی معبود برحق ہے۔''[2]

حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو بھی یہ دعا پڑھ کر گھوڑے سمندر میں ڈالنے کا حکم دیا تو وہ بھی سمندر میں کود گئے اور اللہ کی رحمت سے خلیج کو عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ

[1] دارین: قدیم بحرین کی بندرگاہ کا نام ہے۔ [2] البداية والنهاية: 333/6.

سمندر کی موجوں میں یوں چل رہے تھے جیسے گیلی ریت پر چل رہے ہوں، جس پر اتنا سا پانی ہو کہ گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچے نہ اونٹوں کے قدم پانی میں ڈوبیں۔ یہ سفر کشتیوں کے ذریعے ایک دن رات کا تھا، جبکہ انھوں نے یہ سفر واپسی سمیت صرف ایک دن میں مکمل کر لیا۔ انھوں نے دشمن کا کوئی مخبر باقی نہ چھوڑا۔ سب کو تہ تیغ کر کے بچوں، عورتوں اور مال مویشی لے کر واپس آگئے۔ سمندری سفر میں مسلمانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ صرف ایک شخص کا توبرا، جس میں گھوڑے کو چارا دیتے ہیں، گم ہو گیا تھا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ واپس گئے اور اسے تلاش کر کے لے آئے۔

پھر انھوں نے غنیمتیں مسلمانوں میں تقسیم کیں۔ گھڑ سوار کو چھ ہزار اور پیدل کو دو دو ہزار ملے، حالانکہ لشکریوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ انھوں نے اس عظیم فتح کی اطلاع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس کارنامے کو سراہا اور تعریفی خط لکھا۔ ایک مجاہد عفیف بن منذر نے سمندر عبور کرتے ہوئے یہ شعر کہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ ذَلَّلَ بَحْرَهُ   وَأَنْزَلَ بِالْكُفَّارِ إِحْدَى الْجَلَا

دَعَوْنَا إِلٰى شَقِّ الْبِحَارِ فَجَاءَنَا   بِأَعْجَبَ مِنْ فَلْقِ الْبِحَارِ الْأَ

”کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے اور کافروں کو شکست فاش کا مزہ چکھایا ہے۔ انھوں نے ہمیں سمندر کے دشوار رستے کی طرف بلایا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلی امتوں کے لیے سمندر پھاڑنے سے بڑھ کر عجیب و غریب نشانی دکھائی۔“[1]

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی اس کرامت اور ان واقعات و فتوحات کو دیکھنے والوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہجر کا ایک عیسائی راہب بھی تھا۔ وہ یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا: ”تم مسلمان کیوں ہوئے ہو؟“ اس نے جواب دیا کہ یہ کرامت

① البداية والنهاية:6/334.

دیکھنے کے بعد مسلمان نہ ہوتا تو مجھے خدشہ تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے مسخ نہ کردے۔ اور کہا: ''میں نے سحری کے وقت فضا میں ایک دعا سنی تھی۔'' مسلمانوں نے پوچھا: ''وہ دعا کیا تھی؟'' اس نے کہا: ''وہ یہ دعا تھی:

«اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ، لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ وَالْبَدِيعُ لَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَّالدَّائِمُ غَيْرُ الْغَافِلِ وَالَّذِي لَا يَمُوتُ وَ خَالِقُ مَا يُرٰى وَمَا لَا يُرٰى وَ كُلَّ يَوْمٍ أَنْتَ فِي شَأْنٍ وَّعَلِمْتَ اللّٰهُمَّ! كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا»

''اے اللہ تو ہی رحمٰن و رحیم ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ اور تو ہی ایجاد کرنے والا ہے۔ تجھ سے پہلے کوئی نہ تھا۔ اور تو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تو غافل نہیں ہے۔ تو وہ ذات ہے جسے موت نہیں آتی اور تو ہر دکھائی دینے والی اور دکھائی نہ دینے والی چیز کا خالق ہے۔ ہر روز تو ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ اے اللہ! تجھے ہر چیز کا کلی علم ہے۔''

مذکورہ راہب کہتا ہے: ''مجھے یقین ہوگیا کہ فرشتوں کے ذریعے سے صرف ان لوگوں کی مدد کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر گامزن ہوتے ہیں۔'' چنانچہ وہ بڑا اچھا مسلمان بن گیا۔ صحابۂ کرام اس سے اہل کتاب کی باتیں سنا کرتے تھے۔[1]

مرتدوں کی شکست وریخت کے بعد حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین واپس آ گئے۔ اسلام مضبوط وتوانا ہوگیا، اسلام اور مسلمان غالب ہوگئے اور شرک اور مشرکین ذلیل ورسوا ہوگئے۔[2]

مرتدین کی بیرونی امداد

اگر بعض خارجی قوتیں مرتدوں سے تعاون نہ کرتیں تو مرتدین اتنا لمبا عرصہ مسلمانوں

[1] البداية والنهاية: 334/6. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي: 105/9.

کے خلاف نہیں لڑ سکتے تھے۔ ایرانیوں نے مرتدوں کو 9000 جنگجوؤں کی کمک فراہم کی، جبکہ مرتد عربوں کی تعداد صرف 3000 تھی۔ اور مسلمانوں کا لشکر 4000 افراد پر مشتمل تھا۔①

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا بلند پایہ کردار

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ مرتدوں کے خلاف جہاد کر کے بحرین میں فتنۂ ارتداد کی سرکوبی میں خصوصی کردار ادا کیا۔ وہ اپنا لشکر لے کر بحرین سے شمال کی طرف بڑھے اور قطیف و ہجر پر قبضہ کیا حتی کہ دریائے دجلہ کے سمندر میں گرنے کے مقام تک چلے گئے۔ اس سفر میں انھوں نے ایرانی فوجوں اور ان کے عمال کی سرکوبی بھی کی جو مرتدوں کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ حضرت مثنیٰ نے ان علاقوں میں ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کو ساتھ لیا اور حضرت علاء کے ساتھ مل کر مرتدوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوگئے۔ وہ ان کے ساتھ شمالی ساحل تک گئے حتی کہ ان عربی قبائل میں جا کر ٹھہرے جو نہرین② کے دونوں جانب آباد تھے۔ اور ان کے ساتھ گفت وشنید کے بعد ان سے معاہدہ کیا۔

اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو جناب قیس بن عاصم منقری نے عرض کیا: ”یہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہیں۔ یہ ہمارے ہاں مشہور و معروف ہیں، ان کا نسب جانا پہچانا ہے اور یہ بلند پایہ شخص ہیں۔“③

① الفتوح لابن الأعثم، ص: 47 بحوالہ الثابتون علی الإسلام للدکتور مهدي رزق الله، ص: 64. ② نہرین: یہاں ”نہرین“ سے مراد دو دریا یعنی دجلہ اور فرات ہیں، اسی لیے دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیانی علاقے کو ”مابین النہرین“ یا ”بلاد الرافدین“ کہا جاتا تھا، نیز اسے الجزیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ ③ فتوح البلدان للبلاذري، ص: 242 بحوالہ أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 44.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عراق میں عربوں کو متواتر دعوت حق دیتے رہیں۔ حضرت ابوبکر کے نزدیک مثنیٰ بن حارثہ کے گزشتہ اعمال فتح عراق کے ابتدائی اقدامات تھے، جبکہ حتمی اقدام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسی علاقے میں اسلامی لشکر کی کمان سونپنا تھا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مواقع سے فائدہ اٹھاتے تھے اور اپنے کمانڈروں کی ہمت بندھاتے تھے تاکہ وہ اعلیٰ نتائج کے حصول کے لیے اپنی بہترین کوششیں جاری رکھیں۔ آپ اپنے امراء کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار کر کے انھیں کفر وشرک کے سرغنوں کی کھوپڑیوں میں رینگنے والے سرکشی اور بغاوت کے کیڑے کچلنے کے لیے برسرِ کار لاتے تھے۔[2]
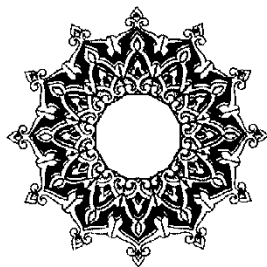
[1] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 44. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي: 98/9.

مسیلمہ کذاب اور اس کی ہلاکت

مسیلمہ کذاب اور اس کا قبیلہ بنو حنیفہ

مسیلمہ کذاب کون تھا؟

مسیلمہ کا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب حنفی ہے۔ اس کی کنیت ابوثمامہ ہے۔ یہ طویل العمر جھوٹا نبی ہے۔ عربوں کے ہاں کہاوت مشہور ہے: «أَكْذَبُ مِنْ مُّسَيْلِمَةَ» ''مسیلمہ سے بھی بڑا جھوٹا۔'' یہ شخص یمامہ کی ایک بستی جسے آج کل جبیلہ کہا جاتا ہے، میں پیدا ہوا اور وہیں پلا بڑھا۔ یہ بستی نجد میں وادیِ حنیفہ میں عیینہ کے قریب واقع ہے۔ جاہلیت میں اس نے اپنا لقب ''الرحمٰن'' رکھا۔ پھر یہ ''یمامہ کا رحمٰن'' کے لقب سے مشہور ہوا۔[1]

مسیلمہ نے عرب و عجم کا دورہ کیا۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے کرتب سیکھے جیسا کہ درباروں کے مجاور، شعبدہ باز، جادوگر، لکیر شناس، کاہن اور جنوں پر قبضے کے دعوے دار عامل لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے مختلف شعبدہ بازیاں اور کرتب دکھاتے ہیں۔ اس کی انھی شعبدہ بازیوں میں سے ایک یہ تھی کہ وہ ظاہراً کٹے ہوئے پروں والے پرندے

[1] حروب الردة لأحمد سعيد، ص: 133، والأعلام للزركلي: 125/2.

کے پر جوڑ کر دکھاتا اور انڈے کو بوتل میں ڈال کر عجیب وغریب تماشے دکھاتا تھا۔ ①

جس وقت مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ مسیلمہ لوگوں کو مکہ بھیجتا، وہ قرآن سیکھ کر آتے اور اسے سناتے، پھر وہ قرآن کی طرز پر اپنا کلام ترتیب دیتا اور کبھی وہی قرآن لوگوں کو سناتا اور دعویٰ کرتا کہ یہ اس کا اپنا کلام ہے۔ ②

9ھ میں اسلام جزیرۂ عرب کے کونے کونے میں پھیل گیا۔ اس وقت بنوحنیفہ کا وفد مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ مسیلمہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: ''مسیلمہ بھی اس وفد میں شامل تھا جو رسول اللہ کی خدمت میں بنوحنیفہ سے آیا تھا۔ وہ لوگ مسیلمہ کو چھپا کر لائے تھے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو حاضر ہوا تو اس نے آپ ﷺ سے گفتگو کی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

«لَوْ سَأَلْتَنِي هٰذَا الْعَسِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ»

''اگر تم مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگو تو میں تمھیں یہ بھی نہیں دوں گا۔'' ③

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آپ سے نبوت میں شرکت یا آپ کے بعد خلافت کا مطالبہ کیا تھا۔ ④

① حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 71. ② البدء والتاريخ للمقدسي: 160/5 بحوالہ حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 71. ③ السيرة النبوية لابن هشام: 577,576/2.
④ صحیح بخاری میں اس امر کی وضاحت اس طرح ہے: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب عہد نبوی میں (مدینہ منورہ) آیا اور کہنے لگا: ''اگر محمد (ﷺ) اپنے بعد معاملہ میرے سپرد کر دیں تو میں ان کی اتباع کرتا ہوں۔'' وہ اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا......'' (صحيح البخاري، حديث: 4373)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''بنو حنیفہ کا جو وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا، مسیلمہ اس میں شامل نہیں تھا۔ وہ اپنی قوم کے سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے رہ گیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عطیات تقسیم کیے تو دیگر لوگوں کی طرح اس کا حصہ بھی دیا اور انھیں فرمایا: «إِنَّهُ لَيْسَ بِشَرِّكُمْ مَكَانًا» ''بلاشبہ وہ تم سے زیادہ برا نہیں ہے۔''

اور ایسا اس لیے ہوا کہ وہ ان کے سامان کی حفاظت کے لیے رکا ہوا تھا۔[1]

پہلی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیلمہ اس قدر مشکوک آدمی تھا کہ وفد کو اسے چھپانا پڑا۔ وہ اپنے دل کے اسرار اور چہرے کے آثار چھپا رہا تھا۔ یقیناً مسیلمہ کی زندگی ایسی ہی پر اسرار تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''وہ تم سے زیادہ برا نہیں ہے'' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تم میں سے بہترین آدمی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو، تم سب برے ہو اور وہ تم سے زیادہ برا نہیں ہے بلکہ وہ تمھارے جیسا ہی ہے۔ پھر وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ بنو حنیفہ کی اکثریت شریر تھی اور مسیلمہ شر و فساد میں ان سب کا سردار تھا۔

وفد بنو حنیفہ کی واپسی

جب بنو حنیفہ کا وفد واپس اپنے علاقے یمامہ پہنچا تو مسیلمہ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شراکت کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس نے یہ دعویٰ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی بنیاد پر کیا جو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ تم سے برا نہیں ہے، چنانچہ وہ جو چیز چاہتا حلال یا حرام قرار دے دیتا۔

اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ اس پر قرآن اترتا ہے، مثلاً:

«لَقَدْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَى الْحُبْلٰى، أَخْرَجَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعٰى، مِنْ بَيْنِ

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: 577/2.

صِفَاقٍ وَّحَشَا، فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمُوتُ وَ يُدَسُّ إِلَى الثَّرٰى وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّبْقٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاللّٰهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ أَخْفٰى»

”یقیناً اللہ نے حاملہ پر بڑا انعام کیا۔ اس کے پیٹ اور جسم کی جھلی سے دوڑنے بھاگنے والا بچہ پیدا کیا[1] پھر ان میں کچھ مرجاتے ہیں اور مٹی میں چھپا دیے جاتے ہیں اور کچھ وقت مقررہ تک باقی رہتے ہیں اور اللہ ہی علانیہ اور پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔“[2] مسیلمہ کذاب کے خرافات میں سے یہ بھی تھا:

«يَا ضِفْدَعُ بِنْتُ ضِفْدَعَيْنِ، نِقِّي مَا تَنِقِّينَ، رَأْسُكِ فِي الْمَاءِ وَذَنَبُكِ فِي الطِّينِ، لَا الشَّارِبَ تَمْنَعِينَ وَلَا الْمَاءَ تُكَدِّرِينَ»

”اے دو مینڈکوں کی بیٹی مینڈکی! تو ٹرٹر کرتی رہ، تیرا سر پانی میں ہے اور تیری دم مٹی میں ہے۔ تو پانی پینے والے کو نہیں روکتی اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے۔“[3]

مسیلمہ کذاب نے قرآن مجید کا اسلوب چرا کر، اس کے معنی تبدیل کر کے اور انھیں مسخ کر کے بدنما صورت میں پیش کرنے کی سعی مذموم بھی کی، مثلاً:

«فَسُبْحَانَ اللّٰهِ، إِذَا جَائَتِ الْحَيَاةُ كَيْفَ تَحْيَوْنَ؟ وَإِلٰى مَلِكِ السَّمَاءِ تَرْقَوْنَ، فَلَوْ أَنَّهَا حَبَّةُ خَرْدَلَةٍ لَّقَامَ عَلَيْهَا شَهِيدٌ يَّعْلَمُ مَا فِي الصُّدُورِ وَ لَأَكْثَرُ النَّاسِ فِيهَا ثُبُورٌ»

”اللہ پاک ہے، جب زندگی آئے گی تو تم کیسے زندگی گزارو گے؟ اور آسمان کے بادشاہ کی طرف چڑھو گے، پس اگر رائی کا ایک دانہ بھی ہوتا تو اس پر بھی ایک گواہ ہوتا۔ وہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے اور اکثر لوگوں کے لیے اس میں

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 73. [2] البدء والتاريخ للمقدسي: 162/5. [3] تاريخ الطبري: 102/4.

ہلاکت ہے۔'' ①

یہ بیہودہ اور بے ربط کلام کسی سے بھی پوشیدہ نہیں تھا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے مسیلمہ کذاب سے ملے تو اس نے ان سے پوچھا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ان دنوں کیا نازل ہوا ہے؟'' انھوں نے کہا:

''ان پر سورۃ العصر نازل ہوئی ہے۔''

یہ بات سن کر مسیلمہ کہنے لگا: ''مجھ پر بھی ایسی ہی سورت نازل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے:

«يَا وَبْرُ، يَا وَبْرُ، إِنَّمَا أَنْتَ أُذُنَانِ وَ صَدْرٌ وَّ سَائِرُكَ حَفْرٌ نَّقْرٌ»

''اے وبر، ② اے وبر، تیرے دو کان اور ایک سینہ ہے اور باقی تیرا سارا جسم حقیر، بے ہنگم اور بے ڈول ہے۔'' ③

اس کی یہ بکواس سن کر عمرو بن عاص نے کہا: ''اللہ کی قسم! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں تجھے خوب جانتا ہوں کہ تو پرلے درجے کا جھوٹا ہے!'' ④

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے مسیلمہ کذاب کے اس مزعومہ قرآن پر تعلیق چڑھاتے ہوئے فرمایا: ''مسیلمہ کذاب کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنی بے ہودہ گوئی سے قرآن مجید کا مقابلہ کرلے گا لیکن وہ اتنا خائب و خاسر ہوا کہ اس دور کے ایک بت پرست کو بھی اپنی ہزلیات کا قائل نہ کرسکا۔'' ⑤

امام ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسیلمہ کذاب کا یہ کلام جو اس کے باطل دعوے کے مطابق قرآن تھا، اتنا گھٹیا اور بے ہودہ کلام ہے کہ اس پر غور و فکر کرنا بھی سراسر وقت

① حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 271. ② نیولے اور خرگوش سے ملتا جلتا جانور ہے جو زیادہ تر لبنان میں پایا جاتا ہے۔ ③ تفسير ابن كثير: 547/4، والمفصل في تاريخ العرب للدكتور جواد علي: 296/13، دکتور جواد علی نے متعدد وجوہ کی بنا پر اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ ④ تفسير ابن كثير: 547/4. ⑤ تفسير ابن كثير: 547/4.

کا ضیاع ہے۔ ہم نے اس کے کلام کا ایک نمونہ صرف اس لیے نقل کیا ہے تا کہ قاری کو اس سے یہ حیرت انگیز آگہی حاصل ہو کہ اس کلام نے گھٹیا ہونے کے باوجود لوگوں کو گمراہ کیا، بے ربط اور پھسپھسی عبارت ہونے کے باوجود اس کی لغو گوئی لوگوں کے بھٹکنے کا ذریعہ بنی۔ اس پر اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ جہالت کا میدان بہت وسیع ہے۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسیلمہ کا خط اور اس کا جواب

10 ھ میں جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ملعون مسیلمہ کا خبث باطن کھل کر سامنے آگیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا جس میں اس نے دعویٰ کیا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ نبوت میں برابر کا شریک ہے۔ اس کا یہ خط عمرو بن جارود حنفی نے لکھا تھا اور عبادہ بن حارث حنفی جو ابن نواحہ کے نام سے مشہور تھا، وہ خط لے کر آیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:

"مسیلمہ رسول اللہ (کذاب) کی طرف سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام۔
امابعد! بے شک آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی ہے لیکن قریش انصاف نہیں کرتے۔"[2]

رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب لکھوایا جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ إِلٰى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى»

[1] إعجاز القرآن، بتحقيق سيد صقر، ص: 156. [2] تاريخ الطبري: 386/3.

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی برحق محمد (ﷺ) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام

اما بعد!

بلاشبہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ انجام پرہیزگاروں ہی کا اچھا ہے۔ اور ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو۔"[1]

مسیلمہ کذاب نے اپنا خط دو آدمیوں کو دے کر بھیجا تھا۔ ان میں سے ایک مذکورہ ابن نواحہ تھا، جبکہ دوسرے کے نام کا اندراج نہیں کیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو خط سنایا گیا تو آپ نے ان دونوں سے پوچھا:

«وَمَا ذَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟» "مسیلمہ کے بارے میں تمھارا عقیدہ کیا ہے؟"

انھوں نے جواب دیا کہ ہم بھی وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَمَا وَاللّٰهِ! لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَاتُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا»

"اللہ کی قسم! اگر سفیروں کو قتل نہ کیے جانے کا دستور نہ ہوتا تو میں تمھاری گردنیں اڑا دیتا۔"[2]

رسول اللہ ﷺ کے سفیر حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کے لخت جگر حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک لے کر مسیلمہ کذاب کے پاس گئے۔ جب انھوں نے آپ ﷺ کا مکتوب گرامی مسیلمہ کے حوالے کیا تو اس نے کہا: "کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟" انھوں نے جواب دیا: "جی ہاں۔" مسیلمہ کذاب نے پھر

[1] تاریخ الطبري :3/387. [2] تاریخ الطبري:3/386 اور دیکھیے سنن أبي داود، حديث:2761، ومسند أحمد:3/487,488.

پوچھا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' تو حضرت حبیب نے فرمایا: ''میں بہرہ ہوں۔ مجھے سنائی نہیں دیتا۔'' اس نے یہ سوال بار بار پوچھا۔ اور ہر بار حضرت حبیب رضی اللہ عنہ اس کی باطل نبوت کی تصدیق سے انکار کرتے رہے۔ اور سفاک و کذاب مسیلمہ اپنی باطل نبوت کا اقرار کرانے کے لیے رہ رہ کر ان کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا۔ ادھر حضرت حبیب رضی اللہ عنہ اللہ کے ہاں اجر و ثواب کے حصول کی تمنا سے سرشار ہو کر صبر و ثبات کے پہاڑ بنے رہے حتی کہ ان کا ایک ایک عضو باری باری کاٹ دیا گیا اور وہ مسیلمہ کذاب کے سامنے ہی شہید ہو گئے۔[1]

اب ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ملاحظہ کیجیے کہ آپ مسلّمہ سفارتی آداب اور ملکی دستور کا کس قدر لحاظ کرتے تھے۔ آپ ﷺ سفیروں کو قتل نہیں کرتے تھے، چاہے وہ کتنے ہی سخت جھگڑالو، کافر اور دشمن کیوں نہ ہوتے۔ وہ آپ کے سامنے اپنے کفر کا برملا اظہار کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ انھیں سفارتی تحفظ فراہم کرتے تھے۔ اس شائستہ طرزِ عمل کے مقابلے میں باطل نبوت کے دعوے دار ملعون مسیلمہ کذاب کی بہیمیت دیکھیے کہ یہ ظالم انسانیت کے ادنیٰ ترین تقاضوں سے بھی ناآشنا تھا۔ اسے مسلّمہ سفارتی آداب کا بھی کوئی پاس لحاظ نہیں تھا۔ وہ ملکی قوانین اور معاہدوں سے یکسر نابلد اور اندھا تھا۔ اس نے سفیر کو صرف قتل ہی نہیں کیا بلکہ انھیں بدترین انداز میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے انتہائی اذیت سے دوچار کیا۔ اسلام اور جاہلیت میں یہی نمایاں فرق ہے کہ اسلام معاہدوں اور انسانیت کا احترام کرتا ہے اور جھگڑے کے وقت بھی پوری شرافت و متانت اور احترامِ انسانیت کا مظاہرہ کرتا ہے، جبکہ کفر صرف فساد فی الارض اور خواہشات کی پیروی ہی کا نام ہے، اس کے سوا وہ کچھ نہیں جانتا۔[2]

رَجّال بن عنفوہ کی مکاری

بنو حنیفہ میں مسیلمہ کذاب کی باطل تحریک زور پکڑ گئی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس

[1] أسد الغابة: 235/1. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 74.

کے دھوکے اور فریب میں مبتلا ہونے اور اسے قبول کرنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ اسی دوران رجال بن عنفوہ حنفی بھی اس کے فتنے کا شکار ہوگیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے قرآن سیکھا تھا اور چند سورتیں حفظ بھی کرلی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کو راہ راست پر لانے اور لوگوں کو اس گمراہ کن فتنے سے آگاہ کرنے کے لیے بھیجا تھا لیکن یہ شخص مسیلمہ کذاب کے پاس پہنچتے ہی بدبخت ہوگیا۔ اس نے جھوٹ پر کمر باندھ لی اور لوگوں کے سامنے مسیلمہ کے حق میں یہ جھوٹی گواہی دینی شروع کردی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسیلمہ کو نبوت میں شریک کرلیا ہے۔ اس طرح یہ بدبخت مسیلمہ کذاب سے بڑھ کر لوگوں کے لیے فتنہ باز ثابت ہوا۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں رجال بن عنفوہ کے برے انجام کی طرف اشارہ کردیا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ان میں رجال بن عنفوہ بھی موجود تھا۔ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ فِيكُمْ لَرَجُلًا ضِرْسُهُ فِي النَّارِ أَعْظَمُ مِنْ أُحُدٍ»

''بے شک تمھارے مابین ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کی ایک ڈاڑھ جہنم میں احد پہاڑ سے بڑی ہوگی۔''

بعد میں اس جماعت والے سب لوگ فوت ہو گئے۔ صرف میں اور رجال باقی رہ گئے۔ میں اس پیشین گوئی سے ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا حتی کہ رجال نے مسیلمہ کے ساتھ مل کر اس کی نبوت کی تائید شروع کردی۔ اس طرح اس شخص کا فتنہ مسیلمہ کذاب کے فتنے سے بھی زیادہ گمراہ کن ثابت ہوا۔[2]

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 75. [2] تاريخ الطبري: 4/106.

بنو حنیفہ کے ثابت قدم مسلمان

یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ارتداد کی خبروں سے وہاں کے سچے اور ثابت قدم مسلمانوں کے احوال چھپ گئے ہیں۔ خاص طور پر مسیلمہ کذاب کی قوم بنوحنیفہ کے مسلمانوں کی خبریں تو بالکل دب کر رہ گئی ہیں۔ بہت سے جدید محققین نے ان مسلمانوں کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا جو اس پرفتن دور میں ثابت قدم رہے اور جنھوں نے مسیلمہ کذاب کے فتنے کے خلاف اسلامی حکومت کے لشکروں کی بھرپور مدد کر کے اس فتنے کی سرکوبی کی۔ میں نے ایسی معتبر روایات دیکھی ہیں جو اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہیں اور جو بہت سے محققین کی نظر سے پوشیدہ رہ گئی ہیں۔ [1]

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ

ابن اعثم بیان کرتے ہیں: ”یمامہ میں ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں میں سے ایک حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ہیں۔ [2] یہ بنوحنیفہ کے مشہور سردار ہیں، اسی لیے جب بنوحنیفہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی کی خبر ملی تو وہ ان کے گرد جمع ہو گئے کیونکہ وہ ان کے بڑوں میں ایک بلند مرتبہ شخصیت تھے۔ وہ نہایت عقل مند، صاحب بصیرت اور فہم و فراست کے حامل سردار تھے۔ وہ مسیلمہ کذاب کے ارتداد کے سخت مخالف تھے اور مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں سے فرماتے تھے:

”اے بنوحنیفہ! تمھارا بھلا ہو۔ میری بات سنو، ہدایت پا جاؤ گے، میری بات

[1] مجھے یہ حقیقت دکتور مہدی رزق اللہ کی کتاب میں ملی ہے، دیکھیے: الثابتون علی الإسلام، ص: 51.

[2] عہد رسالت میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوجی گرفتار کر لائے تھے، جبکہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق عمرہ کرنے جا رہے تھے۔ آپ نے انھیں معاف کر کے رہا کر دیا تو وہ مسلمان ہو گئے اور بڑے سچے اور پکے مسلمان ثابت ہوئے۔

مانو، سیدھی راہ پر گامزن ہو جاؤ گے۔ خوب جان لو کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی اور رسول تھے۔ ان کی نبوت و رسالت میں ہرگز کوئی شک نہیں۔ مسیلمہ پرلے درجے کا جھوٹا ہے، اس کے مسجع کلام اور جھوٹ سے دھوکا مت کھاؤ کیونکہ تم نے اللہ کا قرآن سن رکھا ہے جو محمد ﷺ اپنے رب سے تمھارے پاس لائے اور انھوں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچایا، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِى الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

''حٰمٓ۔ اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو نہایت غالب، خوب جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے، سخت سزا دینے والا، بڑا فضل کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''[1]

مسیلمہ کذاب کی بکواس کو اس عالی کلام سے کیا نسبت؟ تم اپنے معاملات پر غور کر لو مبادا یہ شخص تمھیں بھٹکا دے۔ آگاہ رہو! میں آج رات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے جا رہا ہوں۔ میں ان سے اپنی جان، اپنے گھر والوں اور اپنے بچوں کے لیے امان حاصل کروں گا۔''

سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی قوم کے ہدایت یافتہ لوگوں نے کہا: ''ابو عامر! یقین جانیے! ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔'' پھر حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ آدھی رات کو اپنے ساتھ بنو حنیفہ کے چند افراد سمیت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے امان طلب کی۔ حضرت خالد نے انھیں اور ان کے ساتھیوں کو امان دے دی۔''[2]

الکلاعی کی بیان کردہ روایت میں حضرت ثمامہ کا یہ فرمان بھی نقل ہوا ہے: ''محمد ﷺ کی نبوت کا کوئی شراکت دار نہیں۔ نہ آپ کے بعد کوئی نبی آئے گا۔'' اس روایت میں

[1] المؤمن 40:1-3. [2] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 52.

مسیلمہ کذاب کے جعلی قرآن کا ایک حصہ بھی آیا ہے تاکہ اس کی ہرزہ سرائی کی مثال واضح ہوجائے۔[1] درج ذیل اشعار حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں:

مُسَيْلِمَةُ! اِرْجِعْ وَلَا تَمْحَكْ فَإِنَّكَ فِي الْأَمْرِ لَمْ تُشْرَكِ

كَذَبْتَ عَلَى اللّٰهِ فِي وَحْيِهِ فَكَانَ هَوَاكَ هَوَى الْأَنْوَكِ

وَمَنَّاكَ قَوْمُكَ أَنْ يَّمْنَعُوكَ وَإِنْ يَّأْتِهِمْ خَالِدٌ تُتْرَكِ

فَمَا لَكَ مِنْ مَّصْعَدٍ فِي السَّمَاءِ وَلَا لَكَ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَّسْلَكِ

"اے مسیلمہ کذاب! واپس آجا۔ ضد نہ کر، ارے! کہاں تو اور کہاں نبوت! تو ہرگز نبوت میں شریک نہیں ہوسکتا۔ تو نے وحی الٰہی میں اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور تیری خواہش دیوانے کا خواب ہے۔[2] تیری قوم نے تجھے دھوکے میں رکھا ہے کہ وہ تیری حفاظت کرے گی، حالانکہ اگر حضرت خالد ان کے پاس آگئے تو وہ تجھے بے یارومددگار چھوڑ دے گی، پھر تو آسمان پر چڑھنے کے لیے کوئی سیڑھی پائے گا نہ زمین میں گھسنے کے لیے کوئی سرنگ۔"[3]

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کی تھی اور اس فتنے کا قلع قمع کرنے کے لیے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد بھی کی تھی۔[4]

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے بحرین میں مرتدوں کے خلاف جہاد میں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی بھرپور مدد کی تھی۔ ان کے ساتھ بنو حنیفہ کے بنو سحیم قبیلے کے افراد اور دیگر قبائل کے مجاہدین بھی شامل تھے۔ اس طرح حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ مرتدوں کے خلاف جنگ میں حضرت علاء کے معاون رہے۔[5]

[1] حروب الردة للكلاعي، ص: 117. [2] حروب الردة للكلاعي، ص: 117. [3] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 53. [4] البداية والنهاية: 361/6. [5] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 54.

معمر بن کلاب رمانی اور دیگر مسلمان

یمامہ میں ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں میں سے ایک حضرت معمر بن کلاب رمانی بھی ہیں۔ انھوں نے مسیلمہ اور بنو حنیفہ کے ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تھی جو مسیلمہ کے پیروکار بن گئے تھے۔ آپ نے انھیں مرتد ہونے سے روکا تھا۔ وہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے ہمسائے تھے اور یمامہ کی جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ یمامہ کے کچھ سرداروں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا۔ ان میں سے ایک ابن عمرو یشکری ہیں۔ وہ رجال بن عنفوہ حنفی کے دوستوں میں سے تھے۔ انھوں نے کچھ شعر بھی کہے تھے جو یمامہ میں بہت مشہور ہوئے اور لوگ انھیں گنگناتے رہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

إِنَّ دِينِي دِينُ النَّبِيِّ وَ فِي الْقَوْمِ رِجَالٌ عَلَى الْهُدٰى أَمْثَالِي

أَهْلَكَ الْقَوْمَ مُحَكَّمُ بْنُ طُفَيْلٍ وَّرَجَّالٌ لَّيْسُوا لَنَا بِرِجَالِ

إِنْ تَكُنْ مَّيْتَتِي عَلٰى فِطْرَةِ اللّٰهِ حَنِيفًا فَإِنَّنِي لَا أُبَالِي

''بے شک میرا دین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے۔ میری قوم میں میرے جیسے ہدایت پر قائم اور بھی کئی لوگ ہیں۔ میری قوم کو محکم بن طفیل اور ''رَجَّال'' نے ہلاک کردیا، یہ لوگ ہم میں سے نہیں ہیں۔ اگر میری موت اللہ کی فطرت (اسلام) پر یکسو ہونے کی حالت میں ہوئی تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔''

مسیلمہ کذاب، محکم اور اہل یمامہ کے اشراف کو ان کی خبر ملی تو انھوں نے انھیں گرفتار کرنا چاہا، مگر وہ ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ انھوں نے حضرت خالد کو اہل یمامہ کی حالت سے آگاہ کیا اور ان کی کمزوریاں بتائیں۔[1] یمامہ میں اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں میں عامر بن مسلمہ

[1] حروب الردة للكلاعي، ص: 104-106.

اور ان کی جماعت بھی شامل ہے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو ان کے قرابت داروں میں بڑی عزت و تکریم سے نوازا۔ اس کی ایک مثال حضرت مطرف بن نعمان بن مسلمہ ہیں۔ وہ حضرت ثمامہ بن اثال اور عامر بن مسلمہ کے بھتیجے ہیں۔ فتنۂ ارتداد کے دوران ثابت قدم رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یمامہ کا گورنر مقرر کیا۔[2]
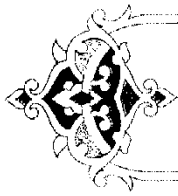
حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مسیلمہ کذاب کی طرف پیش قدمی اور معرکۂ یمامہ

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مسیلمہ کی طرف پیش قدمی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسد، غطفان اور مالک بن نویرہ کے فتنوں سے فارغ ہوکر یمامہ روانہ ہو جائیں۔ حضرت شریک فزاری رضی اللہ عنہ[3] بیان کرتے ہیں: ''میں جنگ بزاخہ میں شریک تھا۔ میں حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے حضرت خالد کے پاس بھیجا اور یہ خط لکھ کر دیا:

«أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَاءَنِي فِي كِتَابِكَ مَعَ رَسُولِكَ تَذْكُرُ مَا أَظْفَرَكَ اللّٰهُ بِأَهْلِ بُزَاخَةَ وَ مَا فَعَلْتَ بِأَسَدٍ وَ غَطْفَانَ وَ أَنَّكَ سَائِرٌ إِلَى الْيَمَامَةِ وَ ذٰلِكَ عَهْدِي إِلَيْكَ، فَاتَّقِ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ عَلَيْكَ بِالرِّفْقِ بِمَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، كُنْ لَهُمْ كَالْوَالِدِ وَ إِيَّاكَ يَا خَالِدَبْنَ

[1] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 57. [2] الثابتون على الإسلام للدكتور مهدي رزق الله، ص: 58. [3] شریک بن عبدہ الفزاری صحابی رسول ہیں۔ یہ حضرت ابوبکر اور خالد رضی اللہ عنہما کے درمیان پیغام رساں تھے۔

الْوَلِيدِ وَ نَخْرَةَ بَنِي الْمُغِيرَةِ، فَإِنِّي قَدْ عَصَيْتُ فِيكَ مَنْ لَّمْ أَعْصِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ، فَانْظُرْ إِلٰى بَنِي حَنِيفَةَ إِذَا لَقِيتَهُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَإِنَّكَ لَمْ تَلْقَ قَوْمًا يَّشْبَهُونَ بَنِي حَنِيفَةَ، كُلُّهُمْ عَلَيْكَ وَ لَهُمْ بِلَادٌ وَّاسِعَةٌ، فَإِذَا قَدِمْتَ فَبَاشِرِ الْأَمْرَ بِنَفْسِكَ وَاجْعَلْ عَلٰى مَيْمَنَتِكَ رَجُلًا وَّ عَلٰى مَيْسَرَتِكَ رَجُلًا وَّاجْعَلْ عَلٰى خَيْلِكَ رَجُلًا وَّ اسْتَشِرْ مَنْ مَّعَكَ مِنَ الْأَكَابِرِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَاعْرِفْ لَهُمْ فَضْلَهُمْ، فَإِذَا لَقِيتَ الْقَوْمَ وَ هُمْ عَلٰى صُفُوفِهِمْ، فَالْقَهُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ قَدْ أَعْدَدْتَّ بِالْأُمُورِ أَقْرَانَهَا، فَالسَّهْمُ لِلسَّهْمِ وَ الرُّمْحُ لِلرُّمْحِ وَالسَّيْفُ لِلسَّيْفِ وَاحْمِلْ أَسِيرَهُمْ عَلَى السَّيْفِ وَ هَوِّلْ فِيهِمُ الْقَتْلَ وَاحْرُقْهُمْ بِالنَّارِ وَ إِيَّاكَ أَنْ تُخَالِفَ أَمْرِي وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ»

”حمد وثنا کے بعد! مجھے تمھارے پیغامبر کے ذریعے خبر ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بزاخہ کی جنگ میں کامیابی عطا کی ہے۔ تم نے غطفان اور بنو اسد کو شکست دی ہے، مجھے اس کی اطلاع مل گئی ہے۔ اور اب تم یمامہ جارہے ہو۔ یہی میرا حکم تھا۔ میں تمھیں تاکید کرتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک سے ڈرتے رہنا۔ اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔ ان سے ایک والد کی طرح شفقت کا سلوک کرنا۔ خالد بن ولید! خبردار! بنو مغیرہ کے فخر وتکبر سے بچنا۔ بے شک میں نے تمھارے تقرر میں اس شخص کی بات رد کر دی ہے جس کی بات میں کسی معاملے میں رد نہیں کرتا۔ جب تم بنو حنیفہ سے جا ملو تو غور وفکر سے کام لینا کیونکہ ان جیسی قوم سے تمھارا واسطہ نہیں پڑا۔ وہ سب تمھارے خلاف ہوں گے۔ ان کا

علاقہ بھی وسیع ہے۔ جب تم ان کے علاقے میں پہنچو تو خود کمان کرنا، میمنہ (دائیں فوج) اور میسرہ (بائیں فوج) کا الگ الگ امیر مقرر کرنا۔ گھڑسوار دستے کا بھی امیر مقرر کرنا۔ اپنے ساتھ شریک اکابر صحابۂ کرام، مہاجرین وانصار سے برابر مشورہ کرتے رہنا۔ ان کے فضل وشرف کا پورا لحاظ کرنا، پھر جب تمھاری دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ ہو اور وہ اپنی صفوں میں کھڑے ہوں تو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تمھاری تیاری مکمل ہونی چاہیے۔ تیر کے مقابلے میں تیر، نیزے کے مقابلے میں نیزہ اور تلوار کے مقابلے میں تلوار لانا۔ قیدیوں کو قتل کر دینا۔ مرتدوں کی خوب خون ریزی کرنا۔ خبردار! میری حکم عدولی نہ کرنا۔ والسلام علیکم۔''

یہ خط حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ انھوں نے اسے پڑھا اور کہا: ''آپ کا حکم سرآنکھوں پر!''[1]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ مرتدوں کے خلاف جنگ کے لیے یمامہ روانہ ہوئے۔ انھوں نے اپنے ساتھ مسلمانوں کی کثیر تعداد کو تیار کیا۔ انصار کی قیادت حضرت ثابت بن قیس بن شماس کو سونپی۔ وہ رستے میں ملنے والے مرتدوں کو کیفر کردار تک پہنچاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کی مدد کے لیے ایک لشکر جرار اس وقت کے جدید ترین اسلحہ سے مسلح کر کے بھیجا تاکہ وہ حضرت خالد کی پشت پناہی کر سکے اور کوئی دشمن پیچھے سے حضرت خالد کو زک نہ پہنچانے پائے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رستے میں موجود مرتد اعرابیوں کے ساتھ بھی جنگ کی اور انھیں دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل کیا۔ سجاح کے آخری دستوں کو شکست سے دوچار کیا، پھر یمامہ کی طرف بڑھ گئے۔

[1] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص:79,78. [2] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص:105.

جب مسیلمہ کذاب کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر ملی تو وہ یمامہ کی ایک جانب عقرباء کے مقام پر لشکر بند ہوگیا۔[1] اس نے اپنے لوگوں کو بلایا اور حضرت خالد کے خلاف جنگ پر اُکسایا، اہل یمامہ تیار ہوکر آ گئے۔ اس نے میمنہ اور میسرہ پر محکم بن طفیل اور رجال بن عنفوہ (اپنے جھوٹے گواہ) کو امیر مقرر کیا۔

حضرت خالد نے حضرت عکرمہ اور شرحبیل کے ساتھ مل کر اس حال میں پیش قدمی کی کہ لشکر اسلامی کے ہراول دستے کے امیر شرحبیل بن حسنہ تھے، جبکہ میمنہ اور میسرہ کے امیر بالترتیب حضرت زید بن خطاب اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہم تھے۔[2]

مجاعہ بن مرارہ مسلمانوں کی قید میں: مرتدین کا ایک ہراول دستہ چالیس یا ساٹھ گھڑسواروں پر مشتمل تھا۔ وہ مجاعہ بن مرارہ حنفی کی قیادت میں گزرا۔ وہ بنوتمیم اور بنو عامر سے اپنا انتقام لینے کی غرض سے گیا تھا۔ وہ واپس اپنی قوم کی طرف آ رہا تھا کہ مسلمانوں نے اس دستے کو گرفتار کرلیا۔ جب انھیں خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انھوں نے معذرت کی مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت قبول نہیں کی۔ مجاعہ کے علاوہ تمام فوجیوں کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا۔ مجاعہ کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کرلیا۔ اسے اس کے جنگی فن اور مہارت سے استفادے کے لیے باقی رکھا۔ وہ بنوحنیفہ کا سردار اور بڑے مقام و مرتبے والا آدمی تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب مجاعہ کی زیر کمان دستے کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو خالد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا: ''اے بنوحنیفہ! تمھارا عقیدہ کیا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ایک نبی ہم میں سے ہوگا اور ایک نبی تم سے ہوگا۔'' اس پر حضرت خالد نے انھیں قتل کردیا۔[3]

[1] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص: 80. [2] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص: 80.
[3] البداية والنهاية: 328/6.

فتنۂ ارتداد کی جنگیں
خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ
(11ھ)
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی
جزیرہ نمائے عرب
ربع الخالی
نجد
بحیرۂ عرب
خلیج عُمان
ایران (فارس)
فارس
عُمان
صحرائے نوبیہ
سودان
مصر
دریائے نیل
صحرائے نفود
مدینہ منورہ
مکہ
طائف
جدہ
ینبع
خیبر
نطاۃ
بزاخہ
طلیحہ بن خویلد اسدی
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
مالک بن نویرہ
بطاح
سجاح
یمامہ
بنو حنیفہ
مسیلمہ کذاب
بحرین
خلیج فارس
دارین
دبا
صحار
بندر عباس
شیراز
بوشہر
ایلہ
ایلہ
عقبہ
سویز
بابلیون
معان
دومۃ الجندل
قضاعہ
تبوک
ودیعہ
تیماء
مدائن صالح
ہوازن
بنو ہیم
خمیس مشیط
ابہا
نجران
بنو خولان
صنعاء
مارب
یمن
کہف خبان
تعز
مخا
عدن
افریقہ
رابیہ
کندہ
حضر موت
تریم
مہرہ
شحر
مصیرہ
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
0

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خالد نے ان سے پوچھا: ''تمھیں ہماری اطلاع کب ملی تھی؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ہمیں آپ کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہم تو بنو عامر اور بنو تمیم وغیرہ سے اپنا بدلہ لینے کی غرض سے گئے تھے۔'' حضرت خالد نے ان کی اس بات کو تسلیم نہ کیا بلکہ انھیں مسیلمہ کذاب کا جاسوس گردانا، اس لیے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے حضرت خالد سے کہا: ''اگر تم کل اہل یمامہ کے ساتھ بھلائی یا برائی کا ارادہ رکھتے ہو تو ہمارے رئیس مجاعہ کو زندہ رہنے دو۔'' چنانچہ اس کے علاوہ باقی سب قتل کر دیے گئے۔[1]

مجاعہ بن مرارہ بنو حنیفہ کا سردار تھا۔ نہایت معزز اور مقبول رئیس تھا۔ حضرت خالد جب بھی کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے، مجاعہ کو بلاتے۔ اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور گفتگو کرتے۔ ایک دن انھوں نے اس سے کہا: ''مجھے اپنے نبی مسیلمہ کے بارے میں بتاؤ وہ تمھیں کون سا قرآن پڑھاتا تھا؟ کیا تمھیں اس میں سے کچھ یاد ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں مجھے کچھ یاد ہے۔'' اور پھر کچھ رجزیہ شعر سنائے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہ اشعار سن کر اٹھے اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر بولے: ''اے مسلمانو! اللہ کے دشمن کی سنو۔ وہ کس طرح قرآن مجید کے مقابلے میں شعر کہتا ہے۔'' پھر فرمایا: ''اے مجاعہ! تیری بربادی ہو، میں تو تجھے بڑا عقلمند سردار سمجھتا تھا۔ ذرا اللہ کی کتاب قرآن مجید سن! اور پھر اللہ کے دشمن کی جسارت کا بغور مطالعہ کر۔'' پھر حضرت خالد نے: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝﴾ کی تلاوت کی۔ اس پر مجاعہ نے کہا: ''ہاں! ایک بحرینی شخص مسیلمہ کا کاتب تھا۔ مسیلمہ نے اسے اپنا مقرب خاص بنالیا۔ کوئی دوسرا شخص اس کا ہم پلہ نہیں تھا۔ وہ کاتب ہمارے پاس آکر کہتا تھا: ''اہل یمامہ تمھاری خرابی ہو! اللہ کی قسم! تمھارا یہ نبی کذاب ہے۔ امید نہیں کہ تم مجھے اس بارے میں جھٹلاؤ گے۔ بلاشبہ تمھیں میرے مقام و

[1] تاريخ الطبري: 4/106، والصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 105.

مرتبہ کا اچھی طرح علم ہے۔ اللہ کی قسم! مسیلمہ تم سے جھوٹ بکتا ہے۔ اس نے باطل پر تمھاری بیعت لی ہے۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اس بحرینی شخص کا کیا بنا؟'' مجاعہ نے کہا: ''وہ بھاگ گیا۔ وہ مسلسل یہی بات دہراتا رہا حتی کہ مسیلمہ کو اس کی خبر ہوگئی۔ اس نے اسے جان سے مارنے کی دھمکی دی۔ وہ فوراً نکل بھاگا اور بحرین چلا گیا۔''

حضرت خالد نے پھر فرمایا: ''اچھا۔ آگے چلو، اس خبیث کے مزید جھوٹ سناؤ۔'' مجاعہ نے اس کے مزید رجزیہ شعر سنائے۔ حضرت خالد نے فرمایا: ''افسوس! یہ کلام تمھارے نزدیک حق تھا اور تم اس کذاب کی تصدیق کرتے تھے؟'' اس نے جواب دیا: ''اگر وہ ہمارے نزدیک سچا نہ ہوتا تو کل تمھارے مقابلے میں دس ہزار کا لشکر تلواریں چمکا کر نہ آتا۔ وہ تم سے خونریز جنگ لڑے گا اور جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے گا۔'' حضرت خالد فرمانے لگے: ''تب اللہ تعالیٰ ہی تمھارے مقابلے کے لیے ہمیں کافی ہوگا، وہ اپنے دین کو عزت دے گا کیونکہ تم اسی سے لڑائی لڑو گے۔ تم لوگ اسی کے دین کے درپے ہو۔''[1]

حضرت خالد کا یہ جواب ان کے اللہ تعالیٰ پر ناقابلِ تسخیر ایمان اور یقین کامل کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر مضبوط ایمان اور اس حقیقت پر مکمل یقین کہ وہ اپنے دین کی ضرور مدد کرے گا۔ یہی وہ دو خوبیاں تھیں جنھوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں جنگی فنون چمکا دیے تھے اور معرکہ آرائی کی بے مثل قیادت کا جوہرِ تابدار پیدا کر دیا تھا۔ جنگ بزاخہ والے دن ان کے ہاتھ سے دو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ وہ اپنے دل کو ایمان باللہ کے نور سے منور رکھتے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت پر اعتماد کرتے تھے۔ اسی اعتماد کی وجہ سے ان کی نظر میں ان کا دشمن ہیچ اور بے وقعت ہوجاتا تھا اور دشمن کے دل پر ان کی ہیبت چھا جاتی تھی۔ شاندار فتح یابی اور دشمن کو بدترین شکست دینے کا یہی اصلی طریقہ ہے۔[2]

[1] حروب الردة لشبوقي أبي خليل، ص: 82. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 219,218.

معرکے سے پہلے نفسیاتی جنگ اور جنگی تیاری

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگی پلان اس طرح ترتیب دیا کہ پہلے دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ برپا کی جائے اور بعد میں تلواروں کی لڑائی لڑی جائے، لہٰذا انھوں نے زیاد بن لبید کو اہل یمامہ کے سردار محکم بن طفیل کے پاس بھیجا جو کسی زمانے میں ان کا دوست تھا۔ انھوں نے زیاد کو یہ کام سونپا کہ محکم بن طفیل کو کسی نہ کسی طرح مسیلمہ سے توڑ لو۔ حضرت خالد نے زیاد کو تاکید کی: ''تم جا کر اسے ایسی باتیں سناؤ کہ وہ مسیلمہ کے لشکر سے الگ ہو جائے۔'' چنانچہ زیاد نے محکم کو درج ذیل چند اشعار لکھ بھیجے:

وَيْلُ الْيَمَامَةِ وَيْلًا لَّا فِرَاقَ لَهُ   إِنْ جَالَتِ الْخَيْلُ فِيهَا بِالْقَنَا الصَّادِي

وَاللّٰهِ! لَا تَنْثَنِي عَنْكُمْ أَعِنَّتُهَا   حَتّٰى تَكُونُوا كَأَهْلِ الْحِجْرِ أَوْ عَادِ

''اگر گھڑ سوار پیاسے نیزوں کے ساتھ حملہ آور ہو گئے تو اہلِ یمامہ پر ایسی ہولناک بربادی چھا جائے گی جو ان سے کبھی نہ ٹلے گی۔ اللہ کی قسم! تم سے یہ گھوڑے اس وقت تک نہیں مڑیں گے جب تک تم اہل حجر (قوم ثمود) یا قوم عاد کی طرح تباہ و برباد نہ ہو جاؤ۔''

اسی طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ عمیر بن صالح یشکری کے پاس بھی گئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے، انھوں نے اپنی قوم سے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا۔ وہ بڑے پختہ اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ حضرت خالد نے انھیں کہا: ''اپنی قوم کو جا کر سمجھاؤ'' وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور انھیں کہا: ''خالد رضی اللہ عنہ تمھارے پاس مہاجرین اور انصار کا لشکر لے آئے ہیں۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے کہ اگر تم ان پر غالب آنے کی کوشش کرو گے تو وہ مدد الٰہی سے تم پر غالب آ جائیں گے۔ اگر تم ان پر عددی فوقیت لے جانے کی کوشش کرو گے تو وہ تم پر اللہ کی امداد سے حاوی ہو جائیں گے۔ تم ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ اسلام ڈٹ کر مقابلہ

کرتا ہے اور شرک پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ ان کا صاحب سچا نبی ﷺ ہے اور تمھارا صاحب کذاب ہے۔ ان کے ساتھ ایمان و یقین اور تمھارے ساتھ فریب کاری ہے، لہٰذا ابھی موقع ہے سنبھل جاؤ۔ سمجھ جاؤ۔ ابھی تلوار میان میں اور تیر ترکش میں ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار سونت لی جائے اور تیر برسا دیے جائیں۔''①

بعدازاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نفسیاتی جنگ کی اس مہم میں خود بھی شریک ہو گئے۔ آپ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ان کی قوم کے پاس گئے۔ انھیں ہتھیار ڈالنے کی نصیحت کی۔ اور ان کے جنگی جنون کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

''بلاشبہ محمد ﷺ کے بعد یا آپ ﷺ کا شراکت دار کوئی نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمھاری طرف ایک ایسا آدمی بھیجا ہے جو اپنے اور اپنے باپ کے نام سے منسوب نہیں، اسے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ مزید بے شمار تلواریں چمک رہی ہیں، لہٰذا تم اپنے معاملے پر خوب اچھی طرح غور کر لو۔''②

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑی تیر بہدف جنگی تدبیر کی تھی۔ آپ دشمن کو کمزور نہیں سمجھتے تھے اور میدان جنگ میں مکمل تیاری اور احتیاط کے ساتھ اترتے تھے مبادا ان کا دشمن دھوکا دیتے ہوئے اچانک ان پر حملہ آور ہو جائے۔ حضرت خالد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خود نہیں سوتے تھے۔ دوسروں کو سلا دیتے تھے۔ وہ رات کے وقت مسلح رہتے تھے اور دشمن پر کڑی نظر رکھتے تھے۔③

مسیلمہ کذاب کے ساتھ مقام عقرباء پر جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے

① الحرب النفسية للدكتور أحمد نوفل، ص:145,144. ② الحرب النفسية للدكتور أحمد نوفل:145/2، وفن إدارة المعركة لمحمد فرج، ص:138-140. ③ حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:199.

ہراول دستے کا امیر مکنف بن زید کو مقرر کیا اور اس کے بھائی حریث کو معرکے کے بارے میں ضروری معلومات جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ کیونکہ معرکے کا وقت قریب تھا اور لشکر کو مرتب کرنا ضروری تھا۔ چونکہ یہ جنگ نہایت خطرناک تھی، اس لیے اس کے مطابق ضروری ترتیبات اور تیاریاں بھی نہایت اہم تھیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا علم عبداللہ بن حفص بن غانم کے پاس تھا، پھر ان کے بعد حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ کو ملا۔ [1] اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ جنگوں میں علم کا بلند اور اس کا سرنگوں ہونا فتح و شکست میں اہم کردار ادا کرتا ہے جیسا کہ عرب کہتے تھے: ''جب علم سرنگوں ہو جائے تو لشکر کو شکست ہو جاتی ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس معرکے میں حضرت شرحبیل بن حسنہ کو آگے بھیجا۔ اور لشکر کو پانچ دستوں میں تقسیم کر دیا۔ ہراول دستے کا امیر خالد مخزومی، میمنہ پر ابوحذیفہ، میسرہ پر شجاع، قلب پر زید بن خطاب اور گھڑ سوار دستے پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو امیر بنایا۔ سامان پیچھے رکھا۔ اسی دستے میں خیمے اور عورتیں بھی تھیں [2] یہی معرکے سے پہلے آخری ترتیب تھی۔

فیصلہ کن جنگ، معرکۂ یمامہ

دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو مسیلمہ نے اپنی قوم سے کہا: ''آج غیرت و شجاعت دکھانے کا دن ہے۔ اگر آج تم شکست کھا گئے تو تمھاری عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا جائے گا، ان سے نکاح کیا جائے گا اور ان سے بغیر کسی حق مہر کے نکاح ہوں گے، لہٰذا اپنے حسب و نسب اور عورتوں کی حفاظت کے لیے لڑو۔'' [3]

حضرت خالد اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھے۔ اہل لشکر کو بلند ٹیلے پر ٹھہرایا جہاں سے وہ یمامہ کی نگرانی کر سکتے تھے، انھوں نے وہیں اپنا معسکر قائم کیا۔ مہاجرین کا علم

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 200. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 200. [3] البداية والنهاية: 6/328.

پہلے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بعد میں ان کے علم بردار حضرت سالم بنے، جبکہ انصار کے علم بردار حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔ اور دیگر اعراب اپنے اپنے جھنڈوں تلے جمع تھے۔ اس وقت مجاعہ بن مرارہ حضرت خالد کی زوجہ ام تمیم کے خیمے میں مقید تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کا ٹکراؤ ہوا۔ اس حملے میں اعرابی شکست کھا گئے حتی کہ بنوحنیفہ کے افراد حضرت خالد کے خیمے میں آ گھسے اور ام تمیم کو قتل کرنے کے لیے بڑھے۔ لیکن مجاعہ بن مرارہ نے اسے پناہ دے دی اور کہا: ''یہ بہت اچھی خاتون ہے۔''

اس حملے میں حضرت زید بن خطاب نے رجال بن عنفوہ ملعون کو قتل کر دیا، پھر صحابۂ کرام نے ایک دوسرے کو جوش دلایا اور جرأت کا مظاہرہ کرنے پر زور دیا۔ حضرت ثابت بن قیس نے فرمایا: ''تم نے بہت برا مقابلہ کیا ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بری عادت ڈالی ہے۔'' پھر ہر جانب سے آوازیں آنے لگیں: ''اے خالد! ہمیں موقع دو تو انھوں نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو تیار کیا۔ حضرت براء بن مالک کا چہرہ غضبناک ہوگیا۔ وہ جب میدان جنگ میں آتے تھے تو غصے سے کانپنے لگ جاتے تھے، پھر شیر کی طرح دھاڑتے تھے اور دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔

بنوحنیفہ نے بڑی جوانمردی سے جنگ لڑی حتی کہ صحابۂ کرام ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے اور کہنے لگے: ''اے سورۃ البقرہ کو ماننے والو! آج جادو ختم ہوگیا۔'' حضرت ثابت بن قیس نے اپنے لیے نصف پنڈلیوں تک گڑھا کھودا۔ وہ انصار کے علمبردار تھے۔ انھوں نے خوشبو لگا کر کفن بھی پہن لیا، پھر وہ جوانمردی کے ساتھ ثابت قدم رہے حتی کہ وہیں شہید ہوگئے۔ مہاجرین نے اپنے علمبردار حضرت سالم مولی ابو حذیفہ سے عرض کیا: ''کیا آپ کو یہ خطرہ تو نہیں کہ ہم آپ کی طرف سے شکست کھا جائیں گے۔ انھوں نے فرمایا: ''اگر ایسا ہوا تو میں قرآن کا سب سے برا قاری ثابت ہوں گا۔''

حضرت زید بن خطاب نے فرمایا: ''اے لوگو! ڈٹ جاؤ۔ دشمن کو مزہ چکھا دو۔ آگے بڑھو۔ اللہ کی قسم! اب میں دشمن کی شکست تک کوئی بات نہیں کروں گا یا میں اللہ تعالیٰ سے جاملوں اور اس کے حضور اپنی حجت پیش کروں۔'' چنانچہ وہ بھی شہید ہوگئے۔

حضرت ابوحذیفہ نے فرمایا: ''اے اہل قرآن! قرآن مجید کو اپنے کارناموں سے مزین کرو۔'' پھر انھوں نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ انھیں دور تک دھکیل دیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دشمن پر حملہ کیا تو ان کی صفیں چیرتے ہوئے دوسری طرف جا نکلے۔ پھر مسیلمہ کے معسکر تک چلے گئے تاکہ مسیلمہ تک پہنچ کر اسے قتل کر سکیں، پھر واپس آگئے اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر مبارزت کے لیے للکارا: ''میں ابن الولید العود ہوں۔ میں عامر اور زید کا فرزند ہوں۔'' پھر مسلمانوں کا شعار (نشانِ امتیاز) پکارا۔ اس دن مسلمانوں کا شعار ''یا محمداہ'' تھا، پھر جو شخص بھی ان کے مقابلے میں آتا وہ اسے کاٹ ڈالتے۔ اور جو چیز بھی ان کے قریب ہوتی اسے فنا کر دیتے، اس طرح مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوگیا اور وہ مسیلمہ کذاب کے قریب پہنچ گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے نصف پیداوار ادا کرنے یا دین حق کی طرف رجوع کی پیشکش کی لیکن مسیلمہ کے شیطان نے انکار میں اس کی گردن مروڑنی شروع کر دی، لہٰذا اس نے کوئی پیشکش قبول نہ کی۔ جب بھی مسیلمہ کوئی بات قبول کرنا چاہتا، مسیلمہ کا شیطان اسے ادھر سے ہٹا دیتا، لہٰذا حضرت خالد اس کے پاس سے واپس چلے گئے، پھر انھوں نے انصار، مہاجرین، اعراب اور ہر ہر قبیلے کو الگ الگ علم تلے جمع کیا تاکہ لشکریوں کو معلوم ہو سکے کہ انھیں شکست کس جانب سے ہوتی ہے۔ اس موقع پر صحابۂ کرام نے بے مثال تاریخی صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا۔ وہ مسلسل دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح یاب کیا اور کافر پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، مسلمانوں

نے ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ حدیقۃ الموت، یعنی موت کے باغیچے میں پناہ گزین ہو گئے۔ انھیں اس باغیچے میں داخل ہونے کا مشورہ محکم بن طفیل نے دیا تھا، لہٰذا وہ اللہ کے دشمن ملعون مسیلمہ سمیت اس باغ میں داخل ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے محکم بن طفیل کو اس کی گردن میں تیر مار کر اس وقت واصل جہنم کیا جب وہ اپنے فوجیوں سے خطاب کر رہا تھا، پھر بنو حنیفہ نے باغ کے دروازے اندر سے بند کر لیے اور صحابۂ کرام نے ان کا محاصرہ کر لیا۔[1]

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا دلیرانہ اقدام

اس موقع پر جبکہ مسیلمہ کذاب اپنے لشکر سمیت باغیچے میں پناہ گزین ہو گیا تھا حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے مسلمانو! مجھے دیوار کے اوپر سے باغ کے اندر پھینک دو تاکہ میں تمھارے لیے اس باغ کے دروازے کھول سکوں۔'' مسلمانوں نے انھیں ڈھال پر بٹھا کر نیزوں کے ذریعے اوپر اٹھایا اور اندر پھینک دیا۔ انھوں نے دروازے پر مامور پہرے داروں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ مسلمان اس دروازے سے اندر گھس گئے۔ پھر انھوں نے دیگر دروازے بھی کھول دیے۔ مرتدوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اب مرتدوں کو یقین ہو گیا کہ ان کی موت آ گئی ہے۔ حق غالب آ گیا ہے اور ان کا باطل دم توڑ گیا ہے۔[2]

مسیلمہ کذاب کی ہلاکت

مسلمان مسیلمہ کذاب تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ ایک دیوار کے شگاف میں

[1] البداية والنهاية:6/329. [2] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص:92.

یوں کھڑا ہوا تھا جیسے وہ گندمی رنگ کا اونٹ ہو۔ وہ کسی ساتھی کی تلاش میں تھا تاکہ اس کا سہارا لے سکے۔ اس کے پاس جب اس کا شیطان آتا تھا تو اس کے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جاتا تھا۔ اس وقت وہ غصے کے مارے پاگل ہو رہا تھا۔ اور اس کی باچھوں سے جھاگ نکل رہا تھا۔ وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کے غلام تھے اور جنھوں نے زمانۂ کفر میں حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا وہ تیزی سے آگے بڑھے۔ انھوں نے تاک کر اپنا برچھا مارا اور مسیلمہ کے جسم کے آر پار کر دیا، پھر حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ آگے بڑھے۔ انھوں نے تلوار کے وار سے اسے بالکل ٹھنڈا کر دیا۔ وہ نیچے گرا تو ایک عورت نے محل کے اوپر سے آواز لگائی: ''ہائے! حسینوں کے امیر کو کالے غلام نے قتل کر دیا۔'' اس معرکے میں باغیچے کے اندر دس ہزار جنگجو قتل ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد اکیس ہزار تھی۔ مسلمانوں میں سے چھ سو یا پانچ سو مجاہدین شہید ہوئے۔ واللہ اعلم۔

شہداء میں کبار صحابۂ کرام اور قبائل کے سردار بھی شامل تھے جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔ حضرت خالد باہر نکلے تو مجاعہ بن مرارہ اپنی زنجیروں میں لڑکھڑاتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حضرت خالد اسے مقتول افراد دکھانے لگے تاکہ وہ مسیلمہ کو پہچانے۔ جب وہ رجال بن عنفوہ کے پاس سے گزرے تو حضرت خالد نے پوچھا: ''کیا یہی مسیلمہ ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''نہیں، اللہ کی قسم! یہ اس سے بہت بہتر تھا۔ یہ رَجال بن عنفوہ ہے۔'' سیف بن عمر کہتے ہیں: ''پھر وہ ایک زرد رو چپٹی ناک والے شخص کے پاس سے گزرے تو مجاعہ بولا: ''یہ ہے تمھارا مطلوبہ شخص۔'' حضرت خالد نے فرمایا: ''اچھا! اسی شخص کی پیروی کرنے کی وجہ سے اللہ نے تمھیں برباد کیا۔'' پھر حضرت خالد نے گھڑ سواروں کو یمامہ کے چاروں طرف بھیج دیا تاکہ وہ اردگرد کے علاقوں اور قلعوں میں موجود قیدی اور مال جمع کر کے لے آئیں۔ [1]

[1] البداية والنهاية: 330/6.

ابوعقیل عبد الرحمٰن بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی داستانِ شہادت

حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ والے دن سب سے پہلے زخمی ہونے والے مجاہد تھے۔ انھیں کندھوں اور دل کے درمیان ایک تیر آ لگا۔ وہ شدید زخمی ہو گئے۔ انھوں نے تیر نکال دیا لیکن اس طرح ان کی بائیں جانب کا بدن کمزور پڑ گیا۔ انھیں مسلمانوں کے معسکر میں پہنچایا گیا۔ جب جنگ بھڑک اٹھی اور مسلمان اپنے خیموں اور معسکر کی طرف لوٹے تو حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ اپنے زخم کی وجہ سے نڈھال پڑے تھے۔ اسی دوران انھوں نے حضرت معن بن عدی کی پکار سنی وہ کہہ رہے تھے: ''اے انصاریو! اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو!'' یہ کہہ کر حضرت معن قوم سے آگے بڑھ گئے۔ حضرت ابوعقیل بھی ساتھیوں کے ساتھ جانے کے لیے اٹھے تو ایک مسلمان مجاہد نے کہا: ''اے ابوعقیل! آپ میں جنگ لڑنے کی قوت نہیں ہے۔'' انھوں نے جواب دیا: ''اعلان کرنے والے نے میرا نام لے کر منادی کی ہے۔'' ان سے عرض کیا گیا: ''منادی نے ان انصار کو بلایا ہے جو زخمی نہیں ہیں۔'' اس پر حضرت ابوعقیل فرمانے لگے: ''میں انصار کا فرد ہوں، اس لیے میں ضرور جاؤں گا، چاہے مجھے گھٹنوں کے بل گھسٹ کر ہی جانا پڑے۔'' انھوں نے اپنی پٹی باندھی اور دائیں ہاتھ میں تلوار لے کر تیار ہو گئے، پھر منادی کرنے لگے: ''اے انصار کی جماعت! یوم حنین جیسا زور دار حملہ کرو۔'' تو وہ سب جمع ہو گئے اور زبردست مجاہدانہ جذبے کے ساتھ شہادت یا کامیابی کے میدان میں کود پڑے حتیٰ کہ انھوں نے دشمن کو باغیچے میں بند کر دیا۔ اس حملے میں حضرت ابوعقیل کا ہاتھ کندھے سے کٹ گیا اور ان کے جسم پر چودہ مہلک زخم پائے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس سے گزرے، جبکہ وہ شدید زخمی حالت میں گرے ہوئے تھے اور ان کی آخری ہچکیاں نکل رہی تھیں۔ انھوں نے آواز دی: ''ابوعقیل!'' حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا اور

بھاری آواز سے پوچھا: ''آخری فتح کس کی ہوئی؟'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''خوش ہوجائیے! اللہ کا دشمن مارا گیا ہے۔'' اس پر حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اللہ ابو عقیل پر رحم فرمائے، وہ زندگی بھر شہادت کی جستجو میں رہے۔ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین صحابہ میں سے ہیں۔''[1]

حضرت نسیبہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا کی شجاعت

حضرت نسیبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ یمامہ گئی تھیں۔ وہ جنگ میں براہ راست شریک ہوئیں۔ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ بنو حنیفہ کے دجال کے قتل ہونے تک اپنا اسلحہ نہیں اتاریں گی۔ اللہ کے فضل سے ان کی قسم پوری ہوگئی۔ مسیلمہ کذاب قتل ہوگیا اور وہ مدینہ منورہ لوٹ آئیں۔ ان کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے کے بارہ زخم لگے تھے۔ یہ سارے زخم اس جلیل القدر صحابیہ کے شرف ومنزلت کی دلیل ہیں جنھوں نے مسلمان خواتین کے لیے اپنے دین اور عقیدے کے دفاع میں شاندار مثال قائم کی۔ اگرچہ اس مقصد کے لیے انھیں ایسی ناقابل برداشت تکالیف بھی اٹھانی پڑیں جو عموماً پردہ نشین خواتین کے بس کی بات نہیں ہوتی۔[2]

اس معرکے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت نسیبہ کی خصوصی دیکھ بھال کی۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب جنگ ختم ہوگئی اور میں اپنے خیمے میں واپس آگئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ میرے پاس ایک طبیب لے کر آئے، اس نے گرم تیل سے میرا علاج کیا۔ اللہ کی قسم! اس سے مجھے اپنا بدن کٹنے سے بھی زیادہ تکلیف ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہمارا بہت خیال رکھا، میری تیمارداری کی۔ ہمارا حق خوب ادا کیا اور ہمارے بارے

[1] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص:94,93. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:309.

میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر خوب عمل کیا۔"[1]

معرکۂ یمامہ کے شہداء

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے۔ انھیں خطیب النبی بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی کنیت ابومحمد تھی۔ یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں جنت کی خوشخبری سنائی تھی۔[2] وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے دن وہ انصار کے علمبردار تھے۔ ایک مسلمان نے انھیں خواب میں دیکھا تو انھوں نے فرمایا: "کل میں شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا۔ اس نے میری قیمتی زرہ اتارلی۔ اس کا خیمہ معسکر کے آخری کنارے پر ہے۔ اس کے خیمے کے پاس ہی اس کا گھوڑا رسی سے بندھا چررہا ہے۔ اس نے زرہ کے اوپر ہنڈیا رکھ دی ہے اور ہنڈیا کے اوپر کجاوہ رکھ دیا

[1] الأنصار في العصر الراشدي للدكتور حامد محمد الخليفة، ص: 190. [2] اس خوشخبری کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی۔ جب سورۂ حجرات نازل ہوئی تو وہ کافی پریشان ہوئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کو نظر نہ آئے۔ ایک صحابی کہنے لگے: میں جاکر پتا کرتا ہوں کہ کیا معاملہ ہے۔ وہ آئے اور دیکھا کہ ثابت رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ پوچھا: خیر تو ہے؟ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "بہت برا حال ہے۔ میری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہو جاتی ہے۔ اس طرح میرے اعمال برباد ہو گئے ہیں اور اب تو میں اہل جہنم میں سے ہو جاؤں گا۔" صحابی نے آکر رسول اللہ ﷺ کو یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے انھیں بہت بڑی خوشخبری دے کر دوبارہ بھیجا اور فرمایا: «اِذْهَبْ إِلَيْهِ، فَقُلْ لَهُ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَ لٰكِنْ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ» "اس کے پاس جاؤ اور کہو: تو اہل جہنم میں سے نہیں ہے۔ تُو تو جنتی ہے۔" (صحیح البخاري: 3613، و مسند أحمد: 3/137)

ہے۔تم حضرت خالد کے پاس جاؤ کہ وہ آدمی بھیج کر میری زرہ منگوالیں۔ جب تم مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو تو انھیں کہنا کہ میرا قرضہ اتنا ہے اور میرا مال اتنا ہے۔ اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔خبردار! اس خواب کو جھوٹا سمجھ کر ضائع مت کرنا۔'' وہ کہتے ہیں: میں خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا خواب کہہ سنایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا تو اسے مذکورہ بالا خبر کے مطابق زرہ مل گئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر انھیں یہ واقعہ سنایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے مرنے کے بعد کی گئی ان کی وصیت کو عملی جامہ پہنانے کا حکم جاری کردیا۔موت کے بعد (خواب میں آکر) کی جانے والی وصیت کا عملاً اجرا صرف حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔[1]

زید بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاتی بھائی ہیں۔عمر میں ان سے بڑے تھے۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ جنگ بدر اور بعد والے غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے معن بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی مواخاۃ قائم کی تھی۔ یہ دونوں بھائی جنگ یمامہ میں اکٹھے شہید ہوگئے۔اس جنگ میں مہاجرین کے ایک علمبردار یہی تھے۔ وہ مسلسل پیش قدمی کرتے رہے حتی کہ شہید ہوگئے۔ چنانچہ علم ان کے ہاتھ سے گر گیا جسے حضرت سالم مولی ابو حذیفہ نے اٹھالیا۔ اس دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رجال بن عنفوہ کو بھی قتل کیا تھا۔رجال مسلمان ہوا تھا۔اس نے سورۂ بقرہ پڑھ لی تھی۔لیکن بعد میں مرتد ہوگیا اور واپس جاکر مسیلمہ کذاب کی تصدیق کردی اور اس کی رسالت کی گواہی دے دی جس سے بہت بڑا فتنہ برپا ہوا۔ وہ جنگِ یمامہ کے دن حضرت زید کے ہاتھوں قتل

[1] البداية والنهاية:6/339.

ہوگیا، پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ابو مریم حنفی نے شہید کر دیا۔ ابو مریم حنفی بعد میں مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کو میرے ہاتھوں عزت و اکرام سے نوازا اور مجھے ان کے ہاتھوں رسوائی سے بچا لیا۔''

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت زید کو ابو مریم کے چچا زاد سلمہ بن صبیح نے شہید کیا تھا۔ اس روایت کو ابن عبدالبر نے راجح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مریم کو قاضی بنایا تھا۔ اور اگر ابو مریم نے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں قاضی نہ بناتے۔ ①

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بڑے بھائی کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے فرمایا: ''میرے بھائی دو نیکیوں میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ وہ مجھ سے پہلے مسلمان ہوئے اور مجھ سے پہلے شرف شہادت پا گئے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متمم بن نویرہ سے اس وقت جبکہ وہ اپنے بھائی مالک کی موت پر مرثیہ کہہ رہا تھا، فرمایا: ''اگر میں بھی اچھے انداز سے شعر کہنے کی صلاحیت رکھتا تو میں بھی تیری طرح اپنے بھائی کی وفات پر شعر کہتا۔'' متمم نے کہا: ''اگر میرا بھائی آپ کے بھائی کی طرح دین برحق کے لیے جان دیتا تو میں اس کی وفات پر اس طرح غم کا اظہار نہ کرتا۔'' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نے جس طرح مجھ سے تعزیت کی ہے کسی اور نے نہیں کی۔'' اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''جب بھی باد صبا چلتی ہے مجھے میرے بھائی زید کی یاد دلا دیتی ہے۔'' ②

معن بن عدی بلوی رضی اللہ عنہ

حضرت معن بن عدی بن جعد بن عجلان بن ضبیعہ البلوی، بنو عمرو بن عوف کے حلیف اور عاصم بن عدی کے بھائی ہیں۔ انھوں نے بیعت عقبہ میں شرکت کر کے اسلام قبول کیا۔ جنگ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

① الاستیعاب لابن عبدالبر: 164/1. ② البدایۃ والنہایۃ: 340/6.

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی مواخات قائم کی تھی۔ دونوں بھائی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ کا کردار بہت ممتاز تھا۔ جب لوگ رسول اللہ کی وفات پر روتے ہوئے کہہ رہے تھے: ''اللہ کی قسم! ہماری خواہش تھی کہ ہم آپ سے پہلے فوت ہوجاتے۔ ہمیں ڈر ہے کہ آپ کے بعد کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہوجائیں۔'' اس موقع پر حضرت معن نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بات پسند نہیں کہ میں آپ سے پہلے وفات پاجاتا اس لیے کہ میں آپ کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی طرح تصدیق کروں جس طرح میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی تصدیق کی تھی۔''[1]

عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدِ وُد القرشی العامری قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ دوسرے کمزور مسلمانوں کی طرح یہ بھی مکہ میں قید رہے۔ جب غزوۂ بدر کا دن آیا تو وہ مشرکوں کے ساتھ نکلے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہ فرار ہوکر مسلمانوں سے آملے اور مسلمانوں کی طرف سے بدر میں شریک ہوئے۔ یہ بھی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حج کے لیے گئے تو انھوں نے ان کے والد بزرگوار سے تعزیت کی۔ ان کے والد حضرت سہیل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''شہید اپنے ستر رشتہ داروں کی سفارش کرے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ سفارش کی ابتدا مجھ ہی سے کرے گا۔''[2]

[1] البداية والنهاية: 344,343/6، وأسد الغابة: 36/3. [2] تاريخ الإسلام، الخلفاء الراشدون للذهبي: 61/3، اس واقعے میں مذکور فرمان نبوی کے لیے ملاحظہ کیجیے: سنن أبي داود، حديث: 2522، عن أبي الدرداء رضی اللہ عنہ.

رسول اللہ ﷺ کی وفات پر انھی عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کے والد حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں بہت عظیم کردار ادا کیا۔ آپ ﷺ کی وفات پر اکثر اہل مکہ نے مرتد ہونے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن مکہ مکرمہ کے گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے انھیں ڈرایا دھمکایا اور خود روپوش ہوگئے۔ اس موقع پر حضرت سہیل نے خطاب فرمایا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا اور فرمایا: ''حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے قوت وشوکت میں بڑھنا ہے۔ اس وقت جس شخص نے ہمارے ساتھ جھگڑنے کی کوشش کی ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔'' یہ سن کر لوگ واپس ہوگئے اور اپنے ارادے سے باز آگئے، پھر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ بھی منظر عام پر آگئے۔ سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یہی وہ کردار ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے قیدیوں میں شامل حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ دیا تھا کہ اس کے ثنایا دانت نکلوا دینے چاہییں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«إِنَّهُ عَسٰى أَنْ يَّقُومَ مَقَامًا لَّا تَذُمَّنَّهُ»

''قریب ہے کہ سہیل ایسا کردار ادا کرے کہ تم اس کی مذمت نہ کرسکو۔''[1]

ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابودجانہ اور عتبہ بن غزوان کے درمیان مواخات قائم کی تھی۔ غزوۂ بدر والے دن انھوں نے سرخ عمامہ باندھا تھا۔

غزوۂ احد والے دن حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر پوری پامردی سے جنگ کی اور آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ حضرت ابودجانہ مسیلمہ کو قتل کرنے والوں میں شامل ہیں۔ وہ خود بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

[1] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، خلافة أبي بكر للدكتور السلمي، ص: 82.

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”لوگ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کرنے گئے تو ان کا چہرہ دمک رہا تھا۔ ان سے پوچھا گیا: ”اتنے شدید بخار کے باوجود آپ کا چہرہ کیسے چمک دمک رہا ہے؟“ انھوں نے فرمایا: ”میرے نزدیک میرے دو اعمال سب سے زیادہ قوی ہیں (اور وہی اس نعمت کا سبب ہو سکتے ہیں): میں کبھی غیر متعلقہ معاملات میں نہیں بولا۔ اور میرا دل مسلمانوں کے بارے میں ہمیشہ صاف رہا ہے۔“

جنگ یمامہ میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہیرو کا کردار ادا کیا۔ انھوں نے مرتدوں کے باغیچے میں چھلانگ لگا دی۔ ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی لیکن وہ ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود مردانہ وار لڑتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔ [1]

عباد بن بشر رضی اللہ عنہ

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اجل صحابۂ کرام میں سے ہیں۔ 45 برس عمر پائی۔ یہی تھے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی لاٹھی کو اندھیری رات میں اس وقت روشن کر دیا جب وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضری کے بعد گھر واپس جا رہے تھے۔ [2]

حضرت عباد، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ حضرت عباد رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے والے صحابہ کے ساتھ بھی شامل تھے۔ [3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قبیلۂ بنو مزینہ اور بنو سلیم کے صدقات جمع کرنے کا عامل اور تبوک میں اپنا خصوصی محافظ مقرر کیا تھا۔ جنگ یمامہ میں ان کی خوب آزمائش ہوئی۔ آپ نہایت دلیر مجاہد تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”تین انصاری صحابہ سے کوئی افضل شمار نہیں ہوتا تھا، تینوں کا تعلق بنو عبد الاشہل سے ہے: حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم۔“ [4]

[1] تاریخ الإسلام، الخلفاء الراشدون للذهبي: 3/71،70. [2] صحيح البخاري، حديث: 3805.
[3] صحيح البخاري، حديث: 4037. [4] فتح الباري: 7/125.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں تہجد پڑھی۔ اس دوران آپ نے حضرت عباد کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا عَائِشَةُ! هٰذَا صَوْتُ عَبَّادٍ؟»

''عائشہ! کیا یہ آواز عباد کی ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''جی ہاں!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ» ''اے اللہ! عباد کو بخش دے۔''[1]

حضرت عباد رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''میں نے حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو جنگ بزاخہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ کہتے سنا: ''ابوسعید! آج رات میں نے خواب دیکھا کہ آسمان کا دروازہ میرے لیے کھولا گیا اور پھر مجھے اندر داخل کر کے بند کر دیا گیا۔ میرے خیال میں ان شاء اللہ یہ میری شہادت ہوگی۔'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔''[2]

جنگ یمامہ والے دن سیدنا عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے تاریخی کردار ادا کیا۔ وہ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہوئے، پھر بآواز بلند پکارا: ''لوگو! میں عباد بن بشر ہوں، اے انصار! اے انصار! میرے پاس آؤ، میرے پاس جمع ہو جاؤ۔'' چنانچہ تمام انصاری ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اکٹھے ہوگئے، پھر انھوں نے اپنی تلوار کی میان کاٹ کر پھینک دی۔ تمام انصاری صحابہ نے بھی اپنی اپنی میان کاٹ ڈالی، پھر حضرت عباد نے فرمایا: ''آؤ میرے ساتھ مل کر جوانمردوں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑو۔'' پھر انھوں نے بنوحنیفہ پر زوردار حملہ کیا حتی کہ وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے اور حدیقۃ الموت میں داخل ہو کر اندر سے دروازے بند کر لیے۔[3] جب مسلمان اس باغیچے میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے تو

[1] صحيح البخاري، حديث: 2655. [2] الطبقات لابن سعد: 234/2. [3] الغزوات لابن حبيش: 121/1.

حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ اتار کر دروازے پر ڈال دی اور تلوار سونت کر میدان میں کود پڑے حتیٰ کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ شہادت کے بعد انھیں جسم کی مخصوص علامت پہچانا جاسکا کیونکہ ان کا جسم زخموں سے چھلنی ہوگیا تھا۔① جنگ یمامہ میں حضرت عباد رضی اللہ عنہ کی بہادری کے کارنامے اتنے مشہور ہوئے کہ ضرب المثل بن گئے۔② بنوحنیفہ انھیں مدتوں یاد کرتے رہے۔ وہ جب بھی کسی شدید زخمی شخص کو دیکھتے تو کہتے: ''یہ تو عباد بن بشر کی طرح زخمی ہے جس کا تجربہ بنوحنیفہ کرچکے ہیں۔''③

مرتدوں کے خلاف انصاری مجاہدین کی بہادری کے واقعات بہت عظیم اور بے مثال تھے، خصوصًا جنگ یمامہ میں ان کے کردار کی مثال نہیں ملتی۔ اس جنگ میں ان کے صبر وثبات اور دشمن پر تابڑ توڑ حملوں کی گواہی مجاعہ بن مرارہ حنفی نے بھی دی۔ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کہا: ''اے خلیفۂ رسول! میں نے انصار سے بڑھ کر تلواروں کے مقابلے میں صبر وثبات اور بھرپور حملہ آور کسی قوم کو نہیں دیکھا......، جب میں مقتولین کی لاشوں سے گزرتا ہوا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنوحنیفہ کے مقتولین دکھا رہا تھا تو میں نے شہدائے انصار کو بھی دیکھا۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔④

طفیل بن عمرو دوسی ازدی رضی اللہ عنہ

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ یمامہ میں شہید ہوئے۔ یہ نہایت شریف النفس اور دانشمند شاعر بھی تھے۔ انھوں نے شہادت سے پہلے خواب دیکھا جو انھوں نے ان الفاظ میں بیان کیا: ''میں باہر نکلا۔ میرے ساتھ میرا بیٹا عمرو بھی تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرا سر مونڈ دیا گیا ہے۔ میرے منہ سے ایک پرندا نکلا ہے اور ایک عورت نے مجھے اپنی شرم گاہ

① الاكتفاء للكلاعي: 53/3. ② الأنصار في العهد الراشدي للدكتور حامد محمد الخليفة، ص: 186. ③ الاكتفاء للكلاعي: 53/3. ④ الاكتفاء للكلاعي: 65/3.

میں داخل کر لیا ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ سر مونڈنے سے مراد سر کٹنا ہے۔ پرندے سے میری روح مراد ہے، جبکہ عورت سے مراد وہ زمین ہے جس میں میری تدفین ہوگی۔'' چنانچہ آپ یمامہ کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ [1]

اس فیصلہ کن لڑائی میں بہت سے مہاجرین اور انصاری صحابہ شہید ہوئے۔ اہل مدینہ کو مرتدوں کے خلاف مسلمانوں کی فتح پر بڑی مسرت نصیب ہوئی لیکن وہ اپنے شہداء پر بہت روئے۔ صرف جنگ یمامہ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں کبار صحابۂ کرام کی ایک بڑی تعداد شامل تھی جن میں تقریباً چالیس قاری قرآن بھی تھے۔ اس صدمے سے اہل مدینہ کے جگر پاش پاش ہو گئے اور ساری خوشی غم کے آنسوؤں میں بہہ گئی۔ سینے غم کی وجہ سے تنگ ہو گئے۔ اور دل بوجھل ہو گئے اور حلق میں سسکیاں بھر گئیں۔ اس فتح سے مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ ایمان قوی اور اللہ پر یقین واعتماد بہت پکا ہو گیا۔ [2]

مجاعہ کا دھوکا اور خالد رضی اللہ عنہ کی اس کی بیٹی سے شادی

مجاعہ کا فریب

حدیقۃ الموت میں مسلمانوں کی فتح کے بعد حضرت خالد نے یمامہ کے اردگرد اپنے گھڑ سوار دوڑائے کہ وہ غلام اور مال غنیمت جمع کر کے قلعوں سے باہر لے آئیں، پھر ان قلعوں میں موجود افراد کے ساتھ جنگ کرنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن ان قلعوں میں صرف عورتیں، بچے اور بوڑھے باقی بچے تھے۔ اس موقع پر مجاعہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا اور کہا: یہ قلعے جنگجوؤں سے بھرے ہوئے ہیں، لہٰذا تم ان قلعوں کے بارے میں

[1] تاریخ الإسلام، الخلفاء الراشدون للذهبي، ص: 63,62/3. [2] الصدیق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 117.

میرے ساتھ صلح کرلو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی حالت کے پیش نظر ان سے صلح کرلی کیونکہ مسلمان جنگوں کی کثرت سے بے حد تھک چکے تھے، پھر مجاعہ نے کہا: ''مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں ان لوگوں کے پاس جاکر انھیں صلح پر رضامند کرسکوں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ مجاعہ ان کے پاس گیا تو اس نے قلعوں میں موجود عورتوں کو حکم دیا کہ وہ ہتھیار بند ہوکر قلعوں کی چھتوں پر چڑھ جائیں۔ جب حضرت خالد نے قلعوں پر سروں کا ہجوم دیکھا تو مجاعہ کے قول کے مطابق انھیں جنگجو سمجھا، لہٰذا انھوں نے صلح ہی میں بہتری محسوس کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے اور حق کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے کچھ قیدی بھی واپس کردیے اور باقی قیدیوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خرید لی۔ یہی لونڈی ان کے بیٹے محمد کی والدہ ہیں، اسی بنا پر انھیں محمد ابن حنفیہ کہا جاتا ہے۔[1]

جنگ یمامہ 11 ھ میں ہوئی، جبکہ بعض مؤرخین کے مطابق 12 ھ میں ہوئی۔ دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ مرتدین کے خلاف یہ جنگ 11 ھ میں شروع ہوئی اور 12 ھ میں مکمل ہوئی۔[2]

مجاعہ کی بیٹی سے خالد رضی اللہ عنہ کی شادی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خط کتابت

مجاعہ کے ساتھ صلح مکمل ہونے کے بعد حضرت خالد نے اس سے کہا کہ تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو۔ مجاعہ نے کہا: ''ذرا صبر کیجیے! آپ مجھے ساتھ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے والے ہیں۔'' حضرت خالد نے دوبارہ فرمایا: ''اے مجاعہ!

[1] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، خلافة أبي بكر الصديق للدكتور السلمي، ص: 115.
[2] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، خلافة أبي بكر الصديق للدكتور السلمي، ص: 115.

اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو۔'' لہٰذا مجاعہ نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کردی۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سلمہ بن وقش کو خط دے کر حضرت خالد کی خدمت میں بھیجا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں فتح نصیب کرے تو تم بنو حنیفہ کے بالغ جنگجوؤں کو تہ تیغ کردو۔ جب وہ حضرت خالد کے پاس پہنچے تو حضرت خالد ان لوگوں سے صلح کر چکے تھے۔ معاہدہ مکمل ہو چکا تھا۔ اور جو کچھ طے پایا تھا حضرت خالد اسے نمٹا چکے تھے۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یمامہ کی خبروں کے منتظر رہتے تھے۔ ایک روز شام کے وقت وہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ حرہ مقام پر آئے تو انھیں حضرت خالد کے پیغامبر حضرت ابوخیثمہ نجاری ملے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا تو پوچھا:

«مَا وَرَاءَكَ يَا أَبَا خَيْثَمَةَ!»

''ابوخیثمہ تمھارے پیچھے کیا حالات ہیں؟''

انھوں نے جواب دیا: ''اے خلیفۂ رسول! بہت اچھے حالات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یمامہ میں فتح دی ہے اور یہ خالد رضی اللہ عنہ کا خط ہے۔'' اس پر حضرت ابوبکر نے شکرانے کا سجدہ کیا، پھر ان سے کہا کہ مجھے بتاؤ جنگ کیسے ہوئی؟ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ نے انھیں تفصیلات بتانا شروع کیں اور بتایا کہ کس طرح حضرت خالد نے لشکر ترتیب دیا تھا اور کون کون سے صحابۂ کرام شہید ہوئے تھے، حضرت ابوخیثمہ کہنے لگے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ محترم! ہمیں بدوؤں کی وجہ سے ابتدائی شکست ہوئی، انھوں نے ہمیں پیچھے ہٹنے والی ایسی عادت ڈالی کہ جس کا ہمیں تجربہ ہی نہ تھا۔''[3]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تنبیہ

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شادی کی خبر ہوئی تو انھوں نے خط لکھا:

[1] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 110. [2] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 38/2.
[3] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص: 97.

«يَابْنَ أُمِّ خَالِدٍ! إِنَّكَ لَفَارِغٌ تَنْكِحُ النِّسَاءَ وَ بِفِنَاءِ بَيْتِكَ دَمُ أَلْفٍ وَّ مِائَتَيْ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَجِفَّ بَعْدُ، ثُمَّ خَدَعَكَ مُجَاعَةُ عَنْ رَّأْيِكَ فَصَالَحَكَ عَنْ قَوْمِهٖ وَ قَدْ أَمْكَنَ اللّٰهُ مِنْهُمْ»

''اے ام خالد کے بیٹے! تو شادی رچانے کے لیے فارغ ہوگیا ہے، حالانکہ تیرے گھر کے صحن میں بارہ سو مسلمانوں کا خون پھیلا ہوا ہے جو ابھی تک تازہ ہے، پھر مجاعہ نے تجھے فریب دیا ہے اور تجھ سے صلح کر لی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کی قوم پر غلبہ عطا فرما دیا تھا۔''[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس ڈانٹ کا جواب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے ذریعے حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں اپنے احوال کی وضاحت کی اور منطقی دلائل سے اپنا دفاع کیا۔[2]

اس خط میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے لکھا:

''اما بعد! میں نے اس وقت تک شادی نہیں کی جب تک میں فتح پا کر شادمان اور میرا گھر پرسکون نہیں ہوگیا۔ میں نے ایک ایسے شخص کی بیٹی سے شادی کی ہے کہ اگر میں مدینہ منورہ سے اس کی طرف پیغام نکاح بھیج دیتا تو بھی میں کوئی خطا نہ کرتا۔ آپ یہ معاملہ رہنے دیں، میں نے یہ منگنی اس وقت کی جبکہ وہ میرے قدموں میں ڈھیر ہو چکے تھے۔ اگر آپ اسے کسی دینی یا دنیوی غرض سے ناپسند کریں تو کوئی بات نہیں، میں اسے چھوڑ دوں گا۔ باقی رہا مسلمانوں کی شہادت پر میرے غم اور تعزیت کا مسئلہ تو اللہ کی قسم! اگر میرا املال کسی زندہ کو باقی رکھ سکتا یا کسی فوت ہونے والے کو واپس لاسکتا تو میرا شدید غم وحزن زندہ کو ضرور باقی رکھتا اور مردہ کو واپس لے آتا۔ میں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

[1] حروب الردة لشوقي أبي خليل: 97 بحواله الاكتفاء للكلاعي: 14/2. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 233.

جنگ میں شرکت کی اور موت میرے قریب سے گزر گئی۔

رہا مجاعہ کا مجھے دھوکا دینا تو میں نے اپنی رائے میں کوئی غلطی نہیں کھائی لیکن مجھے علم غیب بھی نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر و بھلائی عطا کی ہے۔ بنوحنیفہ کی زمینوں کا وارث مسلمانوں کو بنایا ہے اور انجام کار تو پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔''[1]

جب یہ جوابی خط حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو ان کا دل نرم ہوگیا۔ اور ان کا غصہ ختم ہوگیا، پھر قریش کی ایک جماعت نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عذر پیش کیا جن میں حضرت ابوبرزہ بھی شامل تھے۔ حضرت ابوبرزہ نے عرض کیا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! حضرت خالد بزدل یا بددیانت نہیں ہیں، یقیناً انھوں نے شہادت کی طلب میں گھمسان کی جنگ لڑی حتی کہ وہ معذور سمجھے گئے۔ انھوں نے ایسے صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا کہ وہ کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے بنوحنیفہ سے رضامندی کے ساتھ صلح کی ہے اور اس صلح میں ان کی رائے غلط نہیں تھی کیونکہ قلعوں میں موجود عورتوں کو وہ جنگجو سمجھ بیٹھے۔'' اس پر حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«صَدَقْتَ، لَكَلَامُكَ هٰذَا أَوْلٰى بِعُذْرِ خَالِدٍ مِّنْ كِتَابِهِ إِلَيَّ»

''تم نے سچ کہا۔ تمھاری یہ باتیں حضرت خالد کے عذر کے لیے ان کے خط سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔''[2]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خط میں درج ذیل باتیں قابل ذکر ہیں جن کے ذریعے انھوں نے اپنا دفاع کیا تھا:

- انھوں نے اس وقت تک شادی نہیں کی جب تک انھیں مکمل فتح حاصل نہیں ہوئی اور حالات پرسکون نہیں ہوگئے۔

[1] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص: 98 بحواله الاكتفاء للكلاعي: 15/2. [2] حروب الردة لشوقي أبي خليل، ص: 98.

- انھوں نے بنوحنیفہ کے سردار اور رئیس کی بیٹی سے شادی کی تھی۔
- اس شادی کے لیے انھوں نے کوئی مشقت نہیں اٹھائی اور سسرال والوں کا کوئی ناجائز مطالبہ نہیں مانا۔
- اس شادی سے کوئی دینی یا دنیوی نقصان نہیں ہوا۔
- مسلمانوں کی شہادت کے غم کی وجہ سے شادی نہ کرنا عظمت کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ رنج و ملال سے نہ کوئی زندہ، زندہ رہ سکتا ہے نہ کوئی مردہ واپس آسکتا ہے۔
- انھوں نے جہاد پر کسی معاملے کو فوقیت نہیں دی بلکہ انھوں نے میدان جہاد میں اپنی صلاحیتیں بھرپور طریقے سے صرف کیں حتی کہ موت ان کے قریب سے گزر گئی۔
- انھوں نے مجاعہ کے ساتھ صلح میں بھی مسلمانوں کے مفاد کو مدنظر رکھنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ اگر مجاعہ نے انھیں اپنی قوم کی حقیقی صورت حال سے بے خبر رکھا تو اس بارے میں ان کا عذر یہ ہے کہ وہ بہرحال ایک انسان تھے اور انھیں کوئی علم غیب نہیں تھا۔ بہرصورت اس صلح کا فائدہ مسلمانوں ہی کو ہوا کیونکہ بنوحنیفہ کا علاقہ ان کے قبضے میں آگیا، اسی وجہ سے باقی لوگ بغیر جنگ کیے مسلمان ہوگئے۔ اس بنا پر مجاعہ کی بیٹی سے شادی ایک طبعی امر ہے، اس میں حضرت خالد پر کوئی قدغن نہیں تھی۔

یہ بات بھی ٹھیک نہیں کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ کی قومی غیرت وحمیت سے متاثر ہوکر اس کی بیٹی سے شادی کی تاکہ ان کا دینی رشتہ اس رشتے کے ذریعے سے مضبوط ہو جائے۔[1] مؤلف العقاد نے اس بارے میں لکھا ہے: ''خالد رضی اللہ عنہ ایسے شخص نہیں تھے کہ کسی اور تعلق کو دینی تعلق پر ترجیح دیتے یا لوگوں کے ساتھ معاملات کو پس پشت ڈال کر

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 235.

بنت مجاعہ کو فوقیت دیتے۔،،[1]

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے جس طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے وہ بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ان کا دفاع اسلامی احکام کے منافی ہے۔ ہیکل لکھتے ہیں:

''فتح کے لمحات میں خالد رضی اللہ عنہ کو جس انداز سے خراج تحسین پیش کیا جانا چاہیے تھا اس میں بنت مجاعہ کی حیثیت کچھ نہیں! سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی زندگی میں آکر اس نے ان کی قدرافزائیوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا جو خالد رضی اللہ عنہ جیسے فاتح اور عبقری انسان کے قدموں پر بے دریغ نچھاور کر دی جاتیں۔ خالد رضی اللہ عنہ تو وہ سپوت تھے جنھوں نے ارض یمامہ کو لہو سے سیراب کیا تاکہ وہ سرزمین ارتداد کی گندگی سے پاک ہو جائے۔،،[2]

ڈاکٹر ہیکل کے یہ کلمات جلیل القدر صحابی رسول حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک متکبر ومغرور، لینڈ لارڈ اور جاہ پرست کمانڈر کے روپ میں پیش کرتے ہیں جو اس وقت تک جنگ میں شرکت نہیں کرتے تھے جب تک لوگوں کے پرزور اصرار پر ان کی نامزدگی نہ کی جاتی یا حسیناؤں کی قربت سے انھیں خوش نہ کر دیا جاتا تھا کیونکہ وہ صرف لیڈری اور منصب کے حصول ہی کے لیے لڑتے تھے۔ ہیکل کے ریمارکس سے یہ تاثر بھی اُبھرتا ہے کہ گویا حضرت خالد رضی اللہ عنہ دریائے نیل کے وہ الٰہ ہوں جس کے بارے میں مصریوں کا عقیدہ تھا کہ دریائے نیل اس وقت تک نہیں چلتا جب تک مصر کی سب سے خوبصورت دوشیزہ اس کی لہروں کے حوالے نہ کی جائے۔ معاذ اللہ! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایسے ہرگز نہیں تھے۔ ان کے بارے میں ایسی گھٹیا سوچ رکھنا سراسر غلط ہے۔ وہ موحّد مؤمن تھے اور صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی بندے سے کسی ستائش یا صلے کے طلبگار نہیں تھے۔

اسی طرح جنرل اکرم نے مرتدوں کے خلاف جنگوں کے دوران حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی

[1] عبقرية خالد للعقاد، ص: 922. [2] الصديق أبوبكر لمحمد حسين هيكل، ص: 157۔

شادی پر ہونے والی تنقید کا جو جواب دیا ہے وہ بھی قابل قبول نہیں۔ کیونکہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی جوانی، رعنائی اور جسمانی قوت ولیاقت کی وجہ سے جزیرۂ عرب کی حسیناؤں سے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔[1] گویا ان کے نزدیک حضرت خالد حسیناؤں کی زلفوں کے اسیر ہو گئے تھے۔

حضرت خالد جہاد فی سبیل اللہ کے ذوق سے سرشار تھے۔ وہ اس کے مقابلے میں ہر چیز کو ہیچ اور ناقابل توجہ سمجھتے تھے۔ لیکن جنرل اکرم اور دیگر مؤلفین تحقیقی شواہد، بنیادی حقائق اور طبعی حالات کے برعکس باطل تاویلات کرکے دور کی کوڑی لاتے ہیں۔[2]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف دین الٰہی کے دفاع کے لیے لڑتے تھے اور اس کے اجر وثواب کی امید اپنے اللہ سے رکھتے تھے۔ آپ خونریز جنگوں میں بذات خود شریک ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ مؤرخین نے ان کی ایک خوبی یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ ازحد حلیم وبردبار تھے مگر باطل کے لشکر پر شیر کی طرح جھپٹ پڑتے تھے۔[3] ان جنگوں میں انھوں نے کبھی اپنے آپ کو مسلمانوں سے پیچھے نہیں رکھا بلکہ مسلمان ہر معرکے میں انھیں اپنے آگے آگے پاتے تھے۔ جنگ بزاخہ میں انھوں نے ڈٹ کر لڑائی لڑی تھی۔ انھوں نے اپنا گھوڑا خطرناک جنگ کے گھیرے میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر ساتھی فوجی انھیں کہنے لگے: ''آپ اللہ سے ڈریں! آپ امیر لشکر ہیں، آپ کے لیے مناسب نہیں کہ اس طرح ہرچہ باداباد کہہ کر گھمسان کی جنگ میں کود پڑیں۔'' اس پر انھوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! تم جو کچھ کہہ رہے ہو میں اسے بخوبی سمجھتا ہوں لیکن اب مجھ سے صبر نہیں ہو رہا۔ میں مسلمانوں کی شکست کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔''[4]

معرکۂ یمامہ میں جب خونریز جنگ شروع ہو گئی اور بنو حنیفہ اپنے فوجیوں کے

[1] سيف الله خالد، ترجمة العميد الركن صبحي الجابي، ص:20. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:236. [3] تاريخ اليعقوبي:108/2. [4] خالد بن الوليد لصادق عرجون، ص:744.

کشتوں کے پشتے دیکھنے کے باوجود، دشمنی اور خونریزی میں بڑھتے ہی گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود سب سے آگے نکل آئے اور مقابلے کے لیے للکارا۔ انھوں نے اپنا نام و نسب لے کر مبارزت کی دعوت دی۔ اور مسلمانوں کے شعار ''یا محمداہ'' کی بلند آہنگ صدا سے فضا گونج اٹھی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے مقابلے میں آنے والے سورماؤں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگے۔ انھوں نے اپنے رستے میں آنے والے ہر دشمن کو تہس نہس کر دیا۔[1]

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ مسلمانوں کی فتح اور اپنی شہادت کے لیے کوشاں رہے۔ آیئے! مسیلمہ کذاب کے ایک ساتھی کے مقابلے میں حضرت خالد کی معرکہ آرائی کی داستان خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زبانی سنتے ہیں، یہ معرکہ جنگ کے دوران حدیقۃ الموت میں برپا ہوا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جنگ کے دوران ایک شخص نے میری گردن دبوچ لی۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ اس دست درازی میں ہم دونوں گھوڑوں سے گر گئے اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ میں اسے اپنی تلوار چبھوتا رہا اور وہ اپنی تلوار کی نوک سے مجھے زخمی کرتا رہا حتی کہ اس نے میرے بدن پر سات زخم لگا دیے۔ اسی دوران میں نے موقع پاتے ہی اس پر بھرپور وار کیا جس کی وہ تاب نہ لا سکا اور میرے ہاتھوں ہی میں ڈھیلا پڑ گیا۔ لیکن زخموں سے چور ہونے کی وجہ سے میں بھی ہلنے جلنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میرا خون بہت بہہ گیا تھا لیکن وہ مجھ سے پہلے ہی دم توڑ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔''[2]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنوحنیفہ کی قوت اور دلیری کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے: ''میں نے بیس زوردار حملے دیکھے لیکن میں نے یمامہ کے دن بنوحنیفہ جیسی ثابت قدم،

[1] البداية والنهاية: 329/6. [2] خالد بن الوليد لصادق عرجون، ص: 180.

تلواروں کی کاٹ کے وقت صبر کرنے والی اور لپک کر حملہ کرنے والی کوئی قوم نہیں دیکھی۔ میں زخموں سے نڈھال تھا۔ مجھ میں جنبش کرنے کی سکت بھی نہیں تھی اس کے باوجود میں نے بھرپور جنگ لڑی۔ اس دن میں زندگی سے مایوس ہو کر اپنی موت کا یقین کر بیٹھا تھا۔''[1]

خالد رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی کوشش اور وفدِ بنو حنیفہ کی مدینہ منورہ آمد

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی ناکام کوشش

جاہلیت باطل اور کھوٹی ہونے کے باوجود آسانی سے ختم نہیں ہوتی کیونکہ جہالت میں وحشیانہ زندگی پائی جاتی ہے، اسی لیے جیسے ہی اس کا واسطہ حق کے ساتھ پڑتا ہے، یہ بڑی شدت اور خونخواری سے اپنا دفاع کرتی ہے اور اس وقت تک ہتھیار نہیں ڈالتی جب تک اس سے بزورِ قوت ہتھیار ڈلوا نہ لیے جائیں۔[2]

ہتھیار ڈالنے کے بعد بھی جاہلیت حسبِ طاقت غداری اور بغاوت سے باز نہیں آتی۔ اس کی مثال سلمہ بن عمیر حنفی کا کردار ہے۔ اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بنو حنیفہ سے عام صلح کے بعد انھیں قتل کرنے کی کوشش کی۔ وہ مسلمانوں کے خلاف بغض و عداوت کے شعلوں میں سلگ رہا تھا۔ اس نے حضرت خالد کو قتل کرنے کی سازش کی۔ اس کا یہ پلان صلح نامے سے عدمِ اتفاق کی دلیل تھا۔ جب اسے گرفتار کر لیا گیا اور بنو حنیفہ نے وعدہ کیا کہ یہ دوبارہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا تو اس کی جان بخشی کر دی گئی لیکن کچھ عرصے بعد ہی اس نے یہ معاہدہ توڑ دیا اور زنجیروں سے آزاد ہو کر فرار ہو گیا۔ بنو حنیفہ نے اس کی غداری کے ڈر سے اسے باندھ رکھا تھا، چنانچہ یہ شخص حضرت خالد کے معسکر میں جا گھسا۔ سکیورٹی گارڈ نے اسے للکارا، جس پر بنو حنیفہ ڈر گئے۔ انھوں نے

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:292. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:292.

اسے پکڑنے کے لیے اس کا پیچھا کیا۔ اور اسے ایک باغ میں جالیا۔ اس نے ان پر تلوار سے حملہ کردیا۔ بنوحنیفہ نے اس پر چاروں طرف سے پتھر برسائے جس پر اس نے خود اپنی ہی تلوار سے اپنی شہ رگ کاٹ لی اور ایک کنویں میں گر کر مرگیا۔[1] یہ جاہلیت کے بغض وعداوت اور اپنے باطل نظریات کے دفاع کی ایک نمایاں مثال ہے۔[2]

وفد بنوحنیفہ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری

جب بنوحنیفہ کا وفد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: «أَسْمِعُونَا شَيْئًا مِّنْ قُرْآنِ مُسَيْلِمَةَ»

''مسیلمہ کے مزعومہ قرآن سے ہمیں کچھ سناؤ۔''

وفد نے عرض کیا: ''اے رسول اللہ کے خلیفہ! ہمیں معاف ہی رکھیں تو بہتر ہے۔''

آپ نے فرمایا: «لَا بُدَّ مِنْ ذٰلِكَ» ''تمھیں ضرور سنانا پڑے گا۔''

اس پر انھوں نے درج ذیل گھٹیا اور ردی کلام سنایا:

«يَا ضِفْدَعُ بِنْتُ ضِفْدَعَيْنِ! نِقِّي مَا تَنِقِّينَ، لَا الْمَاءَ تُكَدِّرِينَ وَلَا الشَّارِبَ تَمْنَعِينَ، رَأْسُكِ فِي الْمَاءِ وَذَنَبُكِ فِي الطِّينِ»

''اے دو مینڈکوں کی بیٹی مینڈکی! تو ٹرٹر کرتی رہ۔ تو نہ پانی گدلا کرتی ہے اور نہ پینے والے کو روکتی ہے۔ تیرا سر پانی میں ہے اور تیری دم کیچڑ میں ہے۔''

وفد نے یہ بھی بتایا کہ مسیلمہ کذاب یہ بھی پڑھا کرتا تھا:

«وَالْمُبْذِرَاتِ زَرْعًا وَّالْحَاصِدَاتِ حَصْدًا وَّالذَّارِيَاتِ قَمْحًا وَّالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا وَّالْخَابِزَاتِ خُبْزًا وَّالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا وَّاللَّاقِمَاتِ لَقْمًا، إِهَالَةً وَسَمْنًا»

[1] تاريخ الطبري: 4/117,118. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 292-295.

''کھیتی کا بیج بونے والی جماعتوں کی قسم! پکی کھیتی کو کاٹنے والے گروہوں کی قسم! گندم کو اڑانے والی ٹولیوں کی قسم! اناج کو پیسنے والیوں کی قسم! روٹی پکانے والی جماعتوں کی قسم! ثرید بنانے والیوں کی قسم! چربی اور گھی کے لقمے کھانے والیوں کی قسم۔''

اور مسیلمہ یہ بھی کہا کرتا تھا:

«لَقَدْ فُضِّلْتُمْ عَلٰی أَهْلِ الْوَبَرِ وَمَا سَبَقَكُمْ أَهْلُ الْمَدَرِ، رِيفَكُمْ فَامْنَعُوهُ وَالْمُعْتَرَّ فَآوُوهُ وَالنَّاعِيَ فَوَاسُوهُ»

''البتہ تمھیں دیہی لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے اور شہری بھی تم سے بڑھ کر نہیں۔ اپنے باشندے کی مدد کرو۔ فقیر کو پناہ دو اور موت کے منادی کے ساتھ ہمدردی کرو۔''[1]

وفد بنو حنیفہ نے اسی طرح کی مزید خرافات بھی سنائیں جنھیں کھیلنے والے بچے بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا:

«وَيْحَكُمْ! أَيْنَ كَانَ يَذْهَبُ بِعُقُولِكُمْ؟ إِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ إِلٍّ وَّ لَا بِرٍّ»

''تمھاری بربادی ہو! تمھاری عقلیں کہاں گھاس چرنے گئی ہوئی تھیں؟ یہ رکیک کلام، کلام الٰہی ہونا تو درکنار، کسی شریف آدمی کا کلام بھی نہیں ہو سکتا۔''[2]

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اسے یہ خبر پہنچی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں میں اپنا لعاب مبارک

[1] تاریخ طبری میں یہ الفاظ بھی ہیں: «وَالبَاغِيَ فَنَاوِئُوهُ» ''باغی کو دور بھگاؤ'' دیکھیے: 4/103,102. [2] تاريخ الطبري: 4/118، والبداية والنهاية: 6/331.

ڈالا تو وہ پانی سے لبریز ہوگیا، لہٰذا اس نے بھی ایک کنویں میں اپنا تھوک ڈالا مگر اس کا پانی بالکل خشک ہوگیا۔ ایک اور کنویں میں ڈالا تو اس کا پانی کڑوا ہوگیا۔ اس نے وضو کرکے بقیہ پانی کھجوروں کے ایک باغ میں گرایا تو وہ باغ سوکھ کر اُجڑ گیا۔ اس کے پاس بچے لائے گئے۔ اس نے برکت کے مظاہرے کے لیے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا تو ان میں سے کچھ گنجے ہوگئے اور کچھ کی زبانیں توتلی ہوگئیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک شخص کی آنکھوں میں تکلیف تھی، مسیلمہ کذاب نے دعا کرکے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ شخص مکمل طور پر اندھا ہوگیا۔[1]
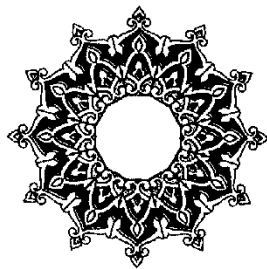
[1] البدایة والنهایة: 331/6.

8

مرتدین کے خلاف جنگ کے ثمرات اور فتنۂ ارتداد کے نتائج

- اقتدار و حکومت کی شرائط و اسباب اور شریعت کے آثار

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾

"جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی۔ اور ان کے لیے ضرور ان کا وہ دین جما دے گا جو اس نے ان کے لیے چنا اور یقیناً ان کی حالت خوف کو بدل کر ضرور انھیں امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ اور تم نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

(النور 56,55:24)

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾

"(اے نبی!) ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجیے (تاکہ) آپ اس کے ذریعے سے انھیں پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں اور ان کے لیے دعا کریں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے سکون (کا باعث) ہے، اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"

(التوبۃ 103:9)

اقتدار و حکومت کی شرائط و اسباب اور شریعت کے آثار

اقتدار و حکومت کی شرائط

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے وعدہ ہے کہ جب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی شرائط پوری کریں گے اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں خلافت، اپنے دین کو غلبہ اور مسلمانوں کو امن وسکون عطا فرمائے گا۔ قرآن مجید نے اقتدار کے حصول کی شرائط اور حکومت و غلبے کے استمرار کی شرائط بڑی صراحت سے بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ ﴾

”جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسے اس نے ان سے پہلے

لوگوں کو خلافت دی تھی۔ اور ان کے لیے ضرور ان کا وہ دین جما دے گا جو اس نے ان کے لیے چنا اور یقیناً ان کی حالت خوف کو بدل کر ضرور انھیں امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ اور تم نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' [1]

ان آیات میں اللہ نے اقتدار کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل شرائط بیان کی ہیں:

1. تمام ارکان اور شرائط کے مطابق ایمان لانا۔
2. ہر قسم کے نیک اعمال بجالانا اور ہر طرح کی نیکی اور بھلائی کی حرص کرنا۔
3. اپنے قول اور عمل سے مکمل عبودیت کا اظہار کرنا۔
4. شرک کی تمام انواع واقسام کا رد کرنا۔

اقتدار کے حصول کے لوازم یہ ہیں: اقامت نماز، ادائے زکاۃ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری۔ [2]

درج بالا تمام شرائط ولوازم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد والے خلفائے راشدین کے ادوار میں موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد یہ کریڈٹ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جاتا ہے کہ انھوں نے امت محمدیہ کو ان شرائط کی نصیحت کی، اسی لیے انھوں نے بدویوں کا یہ مطالبہ سختی سے مسترد کردیا کہ انھیں زکاۃ کی چھوٹ دی جائے۔ آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی پر بھی اصرار کیا، باوجودیکہ حالات سخت ناساز تھے۔ اس طرح انھوں نے مکمل شریعت کی پابندی کی اور کسی بھی چھوٹے یا بڑے حکم سے کنارہ کشی نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے بعد ہمیں ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

[1] النور 24:55,56. [2] فقه التمكين في القرآن الكريم للصلابي، ص: 157.

ذریعے اپنا فضل وکرم نہ کرتا تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ ہم سب کا اتفاق تھا کہ ہم بنت مخاض اور بنت لبون (ایک اور دو سال کی) اونٹنیوں کے لیے جنگ نہیں لڑیں گے۔ ہم کھائیں گے پییں گے اور موت آنے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو منکرین زکاۃ کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم عطا فرمایا۔ اللہ کی قسم! وہ منکرین سے ادائے زکاۃ یا کھلی جنگ کے سوا کسی شرط پر راضی نہ ہوئے۔''[1]

حصولِ اقتدار کے اسباب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾

''اور ان (کافروں کے مقابلے) کے لیے تم مقدور بھر قوت اور جنگی گھوڑے تیار رکھو، جن سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو ڈرائے رکھو جنھیں تم نہیں جانتے (مگر) اللہ انھیں جانتا ہے اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے، تمھیں (اس کا) پورا پورا ثواب دیا جائے گا۔ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''[2]

آپ یہ بات ملاحظہ کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فکری اور مادی ہر طرح کی مکمل تیاری کے ساتھ میدان عمل میں قدم رکھا تھا۔ انھوں نے مختلف لشکر تیار کیے۔ مرتدوں کے خلاف جہاد کے لیے قابل ترین قیادت کا انتخاب کیا۔ مرتدوں کے ساتھ خط کتابت کی، صحابۂ کرام کو جہاد کی ترغیب دلائی، اسلحہ، گھوڑے اور اونٹوں سے فوجیوں کو لیس کیا۔ بدعت، جہالت اور بری خواہشات کا قلع قمع کر کے شریعت کو نافذ کیا۔ انھوں

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 21/2. [2] الأنفال 60:8.

نے وحدت امت اور اتحاد و اتفاق کے اصول اپنائے۔ اپنے عمال کو فارغ کر کے ہر شعبے کے لیے ماہر افراد کی خدمات حاصل کیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فوج کی کمان سونپی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کی ذمہ داری دی، حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو جنگی محاذوں پر اطلاعات پہنچانے اور وہاں کے تازہ ترین حالات سے دارالحکومت کو آگاہ رکھنے کی اہم ذمہ داری دی، مزید برآں آپ نے امن وامان، ذرائع ابلاغ اور اس جیسے دیگر کئی اسباب اختیار کر کے حکومت کو مضبوط بنایا۔

نفاذِ شریعت کے اثرات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے نفاذ سے شاندار نتائج سامنے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو زمین میں حکومت واقتدار سے نوازا۔ صحابۂ کرام نے اپنے آپ پر، اپنے گھر والوں پر اور پورے معاشرے میں شریعت نافذ کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں مرتدوں کے مقابلے میں اپنی خصوصی مدد و نصرت سے نوازا اور انھیں امن وامان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، وہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“[1]

جب انھوں نے اللہ کے دین کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق انھیں بھی اللہ کی نصرت وحمایت حاصل ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنی مدد کی ضمانت دی ہے جو اس کی شریعت پر کاربند ہوتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے ٹکراتے ہیں۔

[1] الأنعام 82:6.

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾

''اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ بہت قوت والا غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام امور کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔''[1]

تاریخ عالم گواہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم اللہ کے دین پر کاربند ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ انجام کار اسے قوت وغلبہ اور سیاست وسیادت عطا فرماتا ہے۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نیکی اور بھلائی خوب پھلی پھولی اور بدیاں مٹ گئیں۔

مقتدر جماعت کی صفات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ؗ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

''اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو پس اللہ جلد

[1] الحج 22:40، 41. [2] تفسير في ظلال القرآن لسيد قطب: 4/270.

ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ مومنوں پر نرمی کرنے والے ہوں گے اور کافروں پر سختی کرنے والے ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔"[1]

اس آیت کریمہ میں جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں وہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور ان کے ہمنوا صحابۂ کرام پر صادق آتی ہیں جنھوں نے مرتدوں کے خلاف جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن کامل ترین صفات اور اعلیٰ ترین خوبیوں سے متصف کیا،[2] وہ درج ذیل ہیں:

اللہ سے محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ "اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب محبت کے بارے میں سلف صالحین کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بغیر کسی تاویل اور کیفیت کے اس طرح ثابت ہے جس طرح اس کی شان عالی کے لائق ہے۔ کسی مخلوق کی اس کی صفات میں مطلق کوئی شراکت نہیں۔[3]

اللہ رب العزت نے اس جماعت کو اپنا محبوب بنایا، جبکہ انھوں نے دینی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا تقرب اور حبِ رسول ﷺ حاصل ہو۔ انھوں نے مندوبات اور مستحبات پر بھی اس طرح عمل کیا جیسے وہ لازمی فرائض ہوں۔[4]

[1] المآئدة 5:54. [2] عقيدة أهل السنة والجماعة للدكتور ناصر بن علي: 2/534. [3] تفسير القاسمي: 6/253. [4] كيف نكتب التاريخ الإسلامي لمحمد قطب، ص: 90.

صحابۂ کرام کی یہ جماعت احسان، تقویٰ اور صبر وثبات جیسی عالی صفات کی حامل تھی اور یہی وہ صفات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ بہت محبوب رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

''وہ لوگ جو خوشحالی اور سختی کی حالت میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔ اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔''①

ان کی صفات کو اقبال نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

تم ہو آپس میں غضبناک ، وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطا بیں ، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

''ہاں، البتہ جو شخص اپنا عہد پورا کرے اور اللہ سے ڈرے تو بے شک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔''②

یقیناً صحابۂ کرام نے اللہ تعالیٰ سے بڑی شدید محبت کی، انھوں نے محبتِ الٰہی کے آگے بڑی سے بڑی متاع کو ہیچ اور ناقابلِ توجہ سمجھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں سے حد درجہ متنفر رہے۔ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں سے کامل محبت کی۔ اس کی ناپسندیدہ چیزوں سے دشمنی گانٹھ لی اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اتباع کی۔ صحابۂ کرام نے

① آل عمرٰن 3:134. ② آل عمرٰن 3:76.

اپنے رب، اپنے خالق اور رازق سے ٹوٹ کر محبت کی کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسنوں سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر محسن اعظم کون ہوسکتا ہے جس نے ایک خاص اندازے سے انسانوں کو پیدا کیا، انھیں آسان ترین شریعت عطا کی۔ انسان کو خوبصورت شکل میں پیدا فرمایا اور اپنے مطیع بندوں سے اُس جنت کا وعدہ کیا جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل و دماغ میں ان کا کوئی تصور گزرا۔

صحابۂ کرام کی اس جماعت نے اپنے رب سے بے مثال محبت کی۔ انھوں نے اپنی جانیں، اہل وعیال اور مال واسباب سب کچھ اللہ کی راہ میں بے دریغ قربان کردیا اور انھیں ذرہ برابر بھی تردد نہ ہوا۔ اور نہ کسی قسم کا کوئی احسان جتلایا بلکہ اسے بھی اللہ کا فضل وکرم شمار کیا کہ اس نے انھیں دین حنیف کے لیے ان قربانیوں کی توفیق عطا فرمائی اور ان کے لیے جہاد اور شہادت کی راہیں آسان فرمائیں جس کی وجہ سے انھوں نے اس فریضے کو کما حقہ ادا کیا۔[1]

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم......

ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾

''مومنوں پر نرمی کرنے والے، کافروں پر سختی کرنے والے ہوں گے۔''

یہ کامل مومنوں کی صفت ہے کہ وہ مومنوں کے ساتھ نرم گفتار اور متواضع کردار کے حامل ہوتے ہیں، جبکہ اپنے کافر دشمنوں کے لیے فولاد ہوتے ہیں۔[2]

اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر سمیت مسلمانوں کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوبکر صدیق بنفس نفیس مرتدوں کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ

[1] الإيمان و أثره في الحياة للقرضاوي، ص: 5-12. [2] تفسير القاسمي: 255/6.

نے گیارہ لشکر اس مقصد کے لیے ترتیب دیے تاکہ مسلمانوں کو ظلم وستم سے نجات دلائی جائے اور مرتدوں کی قوت کا سفینہ ڈبو دیا جائے۔ جن مرتدوں نے اپنے علاقوں میں مسلمانوں کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیا تھا، انھیں کسی قسم کی رعایت نہیں دی بلکہ مجرموں کو گرفتار کر کے شہید ہونے والے مسلمانوں کا پورا پورا بدلہ لیا گیا۔ آپ کے مقرر کردہ حکام نے بھی مرتدوں کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے عوام کی خوب دیکھ بھال کرتے تھے۔ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ کس طرح بے سہارا بچیوں اور بوڑھی عورتوں اور بوڑھے مردوں کے معاملات خود سنبھالتے تھے۔ یہ صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خوب پروان چڑھیں اور مسلمانوں کی زندگی اور کردار کا لازمی جز بن گئیں۔

جہاد فی سبیل اللہ کے دلدادہ

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ﴾

”وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔“

جب مسلمان مرتدوں کی قوت وشوکت کے بخیے اُدھیڑ رہے تھے اس وقت مسلمانوں کی صفت جہاد نمایاں ہوئی۔ مسلمانوں کی یہ صفت مرتدوں کے خلاف جنگوں کے بعد کفر کے خلاف آئندہ برپا ہونے والے معرکوں میں بھی خوب نمایاں ہوئی۔ جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

صحابۂ کرام نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کی سربلندی اور اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کو حق ثابت کرنے کے لیے کفار سے بھرپور جہاد کیا۔ انھوں نے یہ جہادی کارروائیاں اس لیے

کیں تاکہ زمین میں اسلامی نظام اور حکم الٰہی نافذ ہو، مرتدوں کی دشمنی کا خاتمہ ہو اور لوگوں کو ظلم سے بچایا جائے۔ جہاد ہی کی برکت سے مسلمانوں کو عزت وغلبہ نصیب ہوا۔ مرتد ذلیل ورسوا ہوئے اور گمراہ لوگ اللہ کے دین پر لوٹ آئے۔ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جزیرۂ عرب کو ایسا دارالحکومت بنادیا جو سارے عالم کو فتح کرنے کے لیے ایک ہیڈ کوارٹر بن گیا۔ جزیرہ نمائے عرب ایک ایسے مینارۂ نور کی شکل اختیار کر گیا جس سے اسلام کی روشنی پھوٹ کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئی۔ یہ روشنی ان جواں ہمت افراد کی بدولت پھیلی جنھیں زندگی کے کٹھن مراحل نے کندن بنادیا تھا اور وہ تعلیم وتربیت، جہاد فی سبیل اللہ اور شریعت کو نافذ کرنے کے ماہر ہو گئے تھے۔[1]

مرتدوں کے خلاف جہاد دراصل صحابۂ کرام کے لیے ربانی تربیت کا اہتمام تھا جو آئندہ اسلامی فتوحات کا باعث بنی۔ کیونکہ ان جنگوں میں صحابۂ کرام کی صلاحیتوں کو جِلا ملی، ان کی قوتوں میں نکھار آیا اور انھوں نے میدان جنگ میں حرب وضرب اور قیادت کے اسلوب سیکھے۔ اسی معرکۂ کارزار میں انھیں جنگی چالیں چلنے کا ہنر آیا اور جنگی حکمت عملی سے پلان ترتیب دینے کا فن نصیب ہوا۔

انھی جنگوں سے مسلمانوں کی فوجی مہارت اور پیشہ ورانہ صلاحیتیں نقطۂ عروج پر پہنچیں۔ انھی جنگوں کی بدولت اسلامی مملکت کی ایسی مخلص، وفادار، مطیع اور باصلاحیت فوجیں تیار ہوئیں جنھیں اپنی جنگوں کا مقصد بخوبی معلوم تھا۔ وہ اپنا تن من دھن قربان کرتے تھے تو انھیں خوب معلوم تھا کہ وہ یہ قربانیاں کیوں پیش کر رہے ہیں، اسی لیے ان کے فرائض کی ادائیگی بے مثال اور نتائج انتہائی عظیم الشان تھے۔[2]

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جری قیادت میں صحابۂ کرام کی

[1] فقه التمكين في القرآن الكريم للصلابي، ص: 491. [2] تاريخ صدر الإسلام للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 142, 143.

قربانیوں کی بدولت تاریخ میں پہلی مرتبہ جزیرہ نمائے عرب اسلام کے جھنڈے تلے یکسو اور متحد ہوگیا، ان کے چھوٹے موٹے قبائلی سرداروں کا صفایا ہوگیا اور وہ سب اسلامی حکومت کے ماتحت ہوگئے۔ اسلامی مملکت کے دارالخلافہ مدینہ منورہ نے اپنا اثر و رسوخ جزیرہ نمائے عرب کے تمام علاقوں پر قائم کرلیا اور پوری امتِ مسلمہ ایک مرکزی قیادت کے ماتحت ہوکر ایک ہی اصول اور نظریے کے تحت شاہراہِ زندگی پر چل پڑی۔ عصبیت اور گروہ بندی کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ وحدت امت کا تصور مستحکم ہوگیا اور اس طرح اسلامی دعوت کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔ اس حکومت نے یہ بھی ثابت کردیا کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہر قسم کے چیلنجوں کا بآسانی مقابلہ کرسکتی ہے۔[1]

صحابۂ کرام اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ کسی کی تنقید اور اعتراضات کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے تھے۔ یہ ناقابلِ تسخیر جذبہ انھیں دینی استحکام سے حاصل ہوا۔ وہ حق کو غالب کرنے اور باطل کو مٹانے کے لیے میدانِ جہاد میں سرفروشی کے جوہر دکھاتے تھے۔[2] اور جہاں جاتے تھے وہاں باطل فوجوں کی صفیں الٹ کر دین حنیف کا نظام نافذ کردیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کی کوئی قوت ان کی فتح مندیوں کے سیل رواں کو نہ روک سکی۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾

"یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔"

اس میں اللہ تعالیٰ کی مومنوں سے محبت اور مومنوں کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی طرف اشارہ ہے۔ مومنوں کی ان صفات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مومنوں کے لیے نرم اور کافروں کے لیے فولاد کے مانند ہیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اور کسی

[1] تاريخ الدعوة الإسلامية للدكتور جميل عبدالله المصري، ص: 256. [2] التفسير المنير للزحيلي: 233/6.

ملامت کرنے والے کی ملامت کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے۔

یہ تمام صفات محض اللہ تعالیٰ کے اُس فضل وکرم کی بدولت ہیں جو اس نے اپنے اولیاء پر فرمایا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنے زیادہ سے زیادہ فضل وکرم اور انعامات سے نوازتا ہے۔ وہ بڑی وسعت اور علم والا ہے۔[1] وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون اس کے فضل کا مستحق ہے اور کون نہیں ہے۔[2]

عہد صدیقی کے معاشرے کی خصوصیات

جب ہم خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں مسلم معاشرے کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ اعلیٰ صفات کے ایک مجموعے سے متصف نظر آتا ہے۔ ان شاندار خصوصیات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

مکمل اسلامی معاشرہ

عمومی طور پر وہ ایک مکمل اسلامی معاشرہ تھا۔ اس کا اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر گہرا ایمان تھا۔ وہ اسلامی تعلیمات پر پوری طرح واضح اور کلی طور پر عمل پیرا تھا۔ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ اس معاشرے میں جرائم کی شرح کم ترین تھی۔ ان کے نزدیک دین اسلام پر عمل کرنا ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ اسلام کوئی ثانوی نوعیت کی چیز نہیں تھی کہ جس کے پیروکار کبھی کبھار ہی اس سے رجوع یا رابطہ کرتے ہوں جیسا کہ دور حاضر میں ہو رہا ہے۔ آج کل کے مسلمان صرف عیدوں اور جمعے کے اجتماعات ہی میں نظر آتے ہیں۔ عہد صدیقی کے مسلمانوں کی قولی اور عملی حالت یہ تھی کہ دین حنیف ہی ان کی زندگی اور روحِ رواں تھا۔ دین سے مراد صرف عبادات نہیں تھیں کہ جنھیں وہ مکمل وابستگی سے صحیح طور پر ادا کرتے ہوں بلکہ دین سے مراد ان کے اخلاق، تصورات، محسوسات، عادات،

[1] التفسير القاسمي: 258/6. [2] التفسير المنير للزحيلي: 233/6.

اطوار، مزاج، معاشرتی روابط، خاندانی تعلقات، ہمسائے سے حسن سلوک، خرید وفروخت، سفری معاملات، رزق کی تلاش، امانت داری، معذوروں کی کفالت، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور حکمرانوں کے امور کی نگرانی سبھی کچھ شامل تھا۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ معاشرے کے سو فیصد افراد میں یہ ساری صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں کیونکہ یہ دنیا جس طرح اپنی اساس میں طرح طرح کے اختلافات کی آئینہ دار ہے، اسی طرح انسانی طبائع بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ اس لیے کسی بھی انسانی معاشرے میں فکر ونظر کی سو فیصد کامل یک رنگی ناممکنات میں سے ہے۔

حد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معاشرے میں بھی منافقین موجود تھے جو بظاہر مسلمان تھے لیکن اندر سے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے جیسا کہ قرآن مجید نے ان کا حال بیان کیا ہے۔ اس معاشرے میں کمزور ایمان والے، معذور، پیچھے رہ جانے والے، کدورت رکھنے والے اور خیانت کار بھی موجود تھے لیکن ان سب لوگوں کا معاشرے میں کوئی مقام اور کوئی حیثیت نہیں تھی۔ نہ وہ اس معاشرے میں کسی تبدیلی پر قادر تھے کیونکہ معاشرہ ان سچے مومنوں کا قائم کردہ تھا جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتے تھے اور دین اسلام کی تعلیمات پر پوری طرح کار بند تھے۔ [1]

امت کا حقیقی تصور

ایک امت کا حقیقی تصور عہد صدیقی ہی کے معاشرے میں نظر آتا ہے۔ امت سے مراد صرف یہ نہیں کہ انسانوں کا ایک ایسا جتھا جنھیں رنگ ونسل، زبان اور علاقائی یا باہمی مفادات نے اکٹھا کر دیا ہو۔ یہ تو وہ روابط ہیں جن کی بنیاد پر جاہلیت میں لوگ اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ اگر انھی عناصر پر کسی امت کی تشکیل ہوئی ہو تو ایسی امت جاہلی امت

[1] کیف نکتب التاریخ الإسلامي لمحمد قطب، ص: 100.

کہلائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امت سے مراد وہ امت ہے جو رنگ، نسل، زبان اور علاقائی نسبت و مفادات سے بالا تر ہو کر فقط صحیح عقیدے کی بنا پر تشکیل پائے۔ تاریخ انسانی میں ایسی امت صرف اسلامی امت ہی ہے۔ روئے زمین پر ان معنوں میں امت کہلانے کا اعزاز طویل ترین عرصے تک صرف امت مسلمہ ہی کو حاصل رہا۔ یہ ایسی امت تھی جو لسانی، علاقائی، خاندانی، رنگ، نسل یا جغرافیائی عصبیتوں سے بالا تر تھی۔ یہ صرف اور صرف عقیدے کی بنا پر قائم تھی۔ جس کی وجہ سے امیر، وزیر، فقیر، عربی، عجمی، حبشی، رومی اور فارسی سبھی متحد تھے۔ مفتوحہ علاقوں کے باشندوں اور فاتحین کے درمیان مکمل اسلامی اخوت کا رشتہ استوار تھا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ امت کے اس حقیقی تصور کے ساتھ امت اسلامیہ طویل عرصے تک روئے زمین پر موجود رہی تو ابتدائے اسلام کا عرصہ امت مسلمہ کا وہ سنہرا دور ہے جس میں اسلام کے وہ تمام معنوی کمالات اور صفات جلوہ گر تھیں جن کی انسانی تاریخ میں پیشتر یا مابعد کوئی مثال نہیں ملتی۔ [1]

اخلاقی اقدار کا حامل معاشرہ

یہ ایک اخلاقی معاشرہ تھا۔ اس کی اساس اس اخلاقی قاعدے پر تھی جو دینی احکام اور تعلیمات سے لیا گیا تھا۔ یہ ضابطہ صرف مرد و عورت کے تعلقات پر مشتمل نہ تھا ہر چند مرد و زن کا نکاحی بندھن اس معاشرے کی اعلیٰ ترین خصوصیات میں سے ایک تھا۔ اس معاشرے میں عریانی نہیں تھی۔ مرد و زن کا اختلاط نہیں تھا۔ ایسا کوئی قول و فعل نہ تھا جو حیا کے منافی ہو۔ بے حیائی نہ ہونے کے برابر تھی، جبکہ کوئی بھی معاشرہ اس مرض سے کلی طور پر محفوظ نہیں ہوسکتا۔ لیکن اخلاقی اصول مرد و زن کے تعلقات سے کہیں بڑھ کر بہت وسیع مفہوم رکھتے تھے۔ اس میں سیاست، اقتصادیات اور اجتماعی فکر و نظر شامل تھا۔

[1] كيف نكتب التاريخ الإسلامي لمحمد قطب، ص:101.

حکمرانی اسلامی اخلاقیات پر قائم تھی، اقتصادی معاملات، خرید وفروخت اور مالی لین دین اسلامی اخلاقیات کے عین مطابق تھا۔ معاشرے کے لوگوں کے باہمی تعلقات صدق و امانت، اخلاص، تعاون اور باہمی محبت پر قائم تھے جس میں ایک دوسرے پر الزامات، چغل خوری اور تہمت طرازی بالکل نہ تھی۔ ①

عزم و ہمت اور محنت سے مالا مال معاشرہ

یہ عالی ہمت اور محنتی معاشرہ تھا جو مقاصدِ جلیلہ اور اعلیٰ امور کی انجام دہی میں مشغول تھا۔ لایعنی کاموں سے بہت دور تھا۔ محنت و ہمت کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے چہروں پر خشونت اور پیشانیوں پر شکنیں طاری رہتی تھیں بلکہ اسلامی روح انھیں اعلیٰ امور کی انجام دہی پر مائل کرتی اور انھیں جستجو اور عمل کا درس دیتی تھی۔ اس معاشرے کے افراد کے ذوق اور دلچسپیاں بھی نہایت بلند پایہ تھیں۔ ان میں سست و کاہل اور بے کار لوگوں کی عادتیں ہرگز نہ تھیں کہ گھروں میں بے کار پڑے رہیں یا سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے رہیں اور اپنے وقت کو برباد کرنے کے بہانے ڈھونڈتے رہیں۔ ②

مستعدی کا عنصر

یہ ایسا معاشرہ تھا جس کے لوگ ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ ہر شعبے میں ان کی کارکردگی مجاہدانہ تھی۔ ان کی کوششیں صرف جہاد فی سبیل اللہ تک محدود نہ تھیں بلکہ شعبہ ہائے زندگی میں ان کی کوششیں قابل قدر تھیں۔ اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ ان کی زندگیوں کا اہم ترین جز تھا۔ معاشرے کا ہر فرد ہر وقت ہر قسم کی ڈیوٹی ادا کرنے کے لیے بالکل تیار نظر آتا تھا۔ اس لیے انھیں کسی خصوصی عسکری یا معاشرتی تربیت کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ اپنے دین

① كيف نكتب التاريخ الإسلامي لمحمد قطب، ص: 102. ② كيف نكتب التاريخ الإسلامي لمحمد قطب، ص: 102.

اورعقیدے کی بدولت ہر قسم کی قربانی اور ادائے فرض کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ [1]

عبادت کی اہمیت

یہ ایک عبادت گزار معاشرہ تھا۔ اس کے جمیع تصرفات میں عبادت کی روح موجزن تھی۔ صرف فرائض اور نوافل کی ادائیگی ہی میں نہیں بلکہ تمام قسم کے معاملات میں عبادت کی روح موجود تھی۔ عمل میں عبادت کی روح ہوتی تھی جسے ہر فرد عبادت سمجھ کر انجام دیتا تھا۔ حاکم اپنی رعایا کی خدمت عبادت کے جذبے سے کرتا تھا۔ استاذ لوگوں کو قرآن مجید اور دینی فہم کی تعلیم عبادت سمجھ کر دیتا تھا۔ تاجر اپنی خرید وفروخت میں اللہ کا ڈر اور عبادت کے جذبے کو مدِ نظر رکھتا تھا۔ خاوند اپنے گھریلو معاملات اسی جذبے کے تحت نبٹاتا تھا، جبکہ بیوی گھریلو خدمت گزاری، شوہر کے آرام اور بچوں کی تربیت کا کام عبادت سمجھ کر کرتی تھی۔ یہ سارے معاملات رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں ادا کیے جاتے:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَّسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ»

”تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر کسی سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

یہ خلافت راشدہ کے ابتدائی دور، یعنی خلافت صدیق کی اہم ترین خصوصیات تھیں۔ ان صفات کی بدولت اسلامی معاشرہ بلند ترین مقام پر فائز ہوگیا۔ انھی صفات کی وجہ سے یہ عہد اسلامی تاریخ کا مثالی دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں اسلامی دعوت نہایت تیزی کے ساتھ پھیلی اور فتوحات کا یہ سلسلہ تاریخ میں تیز ترین بے مثال سلسلہ قرار پاتا ہے کیونکہ پچاس برس سے بھی کم مدت میں دین اسلام دنیا کے نقشے پر مغرب میں بحرِ اوقیانوس سے

[1] كيف نكتب التاريخ الإسلامي لمحمد قطب، ص: 102.

لے کر مشرق میں ہندوستان تک پھیل گیا۔ یہ ریکارڈ ابھی تک تاریخ کی لازوال یادگار ہے جس پر لیل ونہار کی کوئی گردش اپنا غبار نہیں پھینک سکی۔ اسی طرح مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں لوگوں کا جوق در جوق اسلام قبول کرنا، جبکہ ان پر کوئی جبر واکراہ بھی نہ تھا، ایک شاندار ریکارڈ ہے۔ اور ان شاندار کامیابیوں کی اصل وجہ وہی اعلیٰ صفات تھیں جو اس معاشرے میں پائی جاتی تھیں۔ اس لیے جب لوگوں نے مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کو پوری طرح جلوہ نما دیکھا تو وہ اسلام کی محبت میں کھنچے چلے آئے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔[1]

غیر ملکی مداخلت کا سدِّ باب

جزیرۂ عرب میں مسلمانوں کی زبردست جنگی تحریک نے روم و فارس کے نواح میں موجود بہت سے قبائل کو اسلامی حکومت کو تسلیم کرنے پر مجبور کردیا تھا لیکن جیسے ہی انھوں نے رسول اکرم ﷺ کی وفات کی خبر سنی تو انھوں نے ان کافر حکومتوں سے رابطے بڑھانے شروع کردیے۔ رومیوں اور ایرانیوں نے ان قبائل کو مالی اور فوجی کمک بہم پہنچا کر اسلامی حکومت کے مدمقابل کھڑا کرنے پر برانگیختہ کیا۔[2] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بیرونی مداخلت کے سدباب کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پروگرام کے مطابق حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو شام کی فتوحات کے لیے روانہ کردیا۔ اس لشکر کی روانگی ہی ان مکار قبائل کو اسلامی حکومت پر شب خون مارنے سے باز رہنے کی ضمانت بنی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر شام کی حدود ''حمقتین'' کی جانب بھی بھیجا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تبوک اور دومۃ الجندل

[1] كيف نكتب التاريخ الإسلامي لمحمد قطب، ص: 103. [2] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 311.

روانہ کیا۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو خلیج عرب کے ساحل بحرین کی طرف روانہ کیا۔ پھر بحرین کے فتنۂ ارتداد کے خاتمے کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جنوبی عراق بھیجا۔

سجاح تمیمیہ عرب کے ان عیسائیوں میں سے تھی جو عراق کے ان علاقوں میں رہتے تھے جو ایرانیوں کے زیر تسلط تھے، سجاح نے جب اسلامی حکومت کی قوت دیکھی تو مسلمانوں سے ٹکرانے کا خیال دل سے نکال کر واپس عراق چلی گئی۔ مسلمان حضرت ابوبکر کی قیادت میں بہت بیدار مغز اور چوکس تھے۔ انھوں نے شمالی سرحدوں کی حفاظت کا خوب اہتمام کیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ روم اور ایران کی مشترکہ سرحد پر مشرق سے مغرب تک حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نجد کے شمال میں، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل کی جانب اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ مشارفِ شام یعنی جنوبی شام کے پہاڑی علاقے میں موجود تھے۔ ان پر حضرت اسامہ کا لشکر مستزاد تھا۔[1]

ایرانی حکومت اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتی تھی لیکن سانپ کی طرح کنڈلی مار کر دبکی رہتی تھی۔ جب ایرانی یہ دیکھتے کہ اسلامی فوج اپنے سامنے آنے والے ہر باطل لشکر کو جڑ سے ختم اور شر و فساد کے ہر لشکر کا قلع قمع کر رہی ہے تو ان کے دل میں حسد و عداوت کی آگ بھڑکنے لگتی تھی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض قبائل مرتد ہوگئے تو ایرانیوں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ قبیلہ بکر بن وائل کسریٰ کے پاس گیا تو کسریٰ نے اسے بحرین کی امارت کی پیشکش کی جو قبیلہ بکر بن وائل نے بڑی خوشی سے قبول کر لی۔ ان کے ساتھ منذر بن نعمان کو سات ہزار جنگجو دے کر روانہ کیا جن میں گھڑ سوار اور پیدل دستے شامل تھے۔ ایرانیوں نے مسلمانوں سے مقابلے کے لیے سو گھوڑے بھی خصوصی طور پر دیے۔[2]

دوسری طرف...... ایرانی حکمرانوں کی نظریں مسیلمہ کذاب پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ اسے

[1] حروب الردۃ لأحمد سعید، ص: 174، 175۔ [2] الاکتفاء للکلاعی: 3/318، 319.

اپنے لیے بہت مفید سمجھتے تھے۔[1] ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے: ''عراق سے سجاح نے ایرانیوں کی انگیخت پر اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ عرب کی طرف پیش قدمی کی تو اسے عراق میں تعینات ایرانی عمال کی پشت پناہی حاصل تھی تاکہ بلاد عرب میں خونریزی کی آگ بھڑکائی جاسکے۔''[2] یہ تو تھا ایرانیوں کا کردار۔

رومیوں کا کردار اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا کیونکہ رومیوں کا اسلام کے بارے میں موقف بڑا سخت اور معاندانہ تھا۔ وہ بذات خود ایک نظریے اورعقیدے کے لوگ تھے۔ ان کا نظام حکومت بڑا مضبوط اور جدید ترین تھا۔ اوران کے پاس افرادی اور جنگی قوت بھی بے حساب تھی۔ ان کے حلیف اور پیروکار بھی بے شمار تھے، یہی وجہ ہے کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات ابتدا ہی سے ناسازگار تھے۔[3]

رومی حکومت رسول اللہ ﷺ کا خط وصول کرتے ہی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی کوششوں میں لگ گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں غزوۂ موتہ اورغزوۂ تبوک کی نوبت آئی۔ ان دوجنگوں سے رومیوں پر واضح ہوگیا کہ اسلامی حکومت کوختم کرنا آسان کام ہے نہ اسلامی فوج کوخریدنا ممکن ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کوبھی معلوم ہوگیا کہ شام کے عیسائی قبائل اپنے ہم مذہب رومیوں کی کس قدر مخلصانہ حمایت کرتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے بعد رومیوں کے پیروکار شامی حکمرانوں سے صلح کے معاہدے کیے تھے۔ لیکن رومی مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ سے باز نہیں آتے تھے اوراسلامی حکومت کے پر کاٹنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے تاکہ مناسب وقت پر موقع پاتے ہی اسے ختم کرسکیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امر سے بخوبی واقف تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے شامی امراء کی سرکوبی

[1] الإسلام والحركات المضادة للدكتور الخربوطلي، ص: 146. [2] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 146. [3] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 146.

کے لیے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بہ اصرار روانہ کیا تھا۔

جزیرۂ عرب کے شمال میں مقیم عربی قبائل لخم، غسان، جذام، بلی، قضاعہ، عذرہ اور کلب نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے توڑ ڈالے۔ ان قبائل کو اسلامی حکومت کے ساتھ محاذ آرائی کے لیے اسلحہ، مال اور افرادی قوت رومی ہی فراہم کرتے تھے۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عملاً رومیوں سے کہہ رہے تھے: ”ہر چند قبائل نے ہم سے معاہدے توڑ ڈالے ہیں۔ لیکن اس سے ہماری قوت میں کوئی کمی نہیں آئی اور ہم مسلمان اپنی حکومت پر عالمی جارحیت کا دفاع کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں، چاہے حملہ آور تمھاری جیسی سپر پاور ہی ہو۔“ [1]

عرب قبائل کے مرتد ہونے سے ایرانیوں اور رومیوں کے مردہ جسموں میں پھر سے جان پڑ گئی کہ عنقریب عرب قبائل اسلامی حکومت کو ختم کر دیں گے۔ دونوں حکومتوں نے باغی قبائل کی بڑھ چڑھ کر مدد کی اور ان کے بھگوڑوں کو پناہ دی۔ ابھی مسلمان جزیرۂ عرب کو متحد کرنے میں بمشکل کامیاب ہوئے ہی تھے کہ انھیں شمالی سرحد پر ان دو بڑے دشمنوں کا سامنا کرنا پڑا جو ایک عرصے سے اسلام کے خلاف موقع کی تاک میں تھے۔ [2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ مدینہ منورہ سے اسلامی لشکر روانہ کیے اور دشمن پر ہیبت طاری کرنے کے لیے انھیں ہر قسم کے مروجہ جدید اسلحے اور افرادی قوت سے لیس کیا۔ انھوں نے کوشش کی کہ مدینہ منورہ سے جزیرۂ عرب کے ہر کونے میں خبر پہنچائی جائے اور ہر وہ چیز مہیا کی جائے جو عراق اور شام کی فتح کے لیے مدد و معاون ثابت ہو۔ اور یہ کام اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک جزیرۂ عرب اسلامی بنیادوں پر متحد و متفق نہ ہوتا۔ ان کا یہ ہیڈ کوارٹر تین طرح سے مکمل طور پر پُر امن تھا:

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 150. [2] موسوعة التاريخ الإسلامي للدكتور أحمد شاكر: 388/1.

* خلیفۃ المسلمین جہادی روح سے سرشار تھے۔ان کا ایمان پہاڑوں سے زیادہ مضبوط تھا اور ان کے صائب فکر ونظر کا کوئی ثانی نہ تھا۔
* مدینہ منورہ اسلامی تعلیمات کی جلوہ گاہ تھا۔ مدینہ منورہ کی اکثریت مہاجرین و انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔
* پورا عرب معاشرہ شرک کی نجاست سے پاک اور فتنۂ ارتداد کے مصائب سے محفوظ ہو گیا تھا۔

مذکورہ بالا امور کی وجہ سے اسلامی مملکت بڑی شاندار اور مستحکم ہو چکی تھی، اس لیے اب خلیفہ کے لیے ممکن تھا کہ وہ اس لشکر کے ساتھ شام اور عراق کی سرحدوں پر حملہ آور ہو کر رومیوں اور ایرانیوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر سکیں۔ اور یہ اس لیے ممکن ہوا کہ جزیرہ نمائے عرب سے روانہ ہونے والے لشکر متحد تھے، ان کی فکر اور ان کا پرچم ایک تھا۔ انھیں اپنے پیچھے سے کسی قسم کے حملے کا کوئی خطرہ نہیں تھا اور مراکز رسد بھی پوری طرح محفوظ تھے۔[1]

فتنۂ ارتداد کے نتائج

مرتدوں کے خلاف جنگوں کے بڑے دور رس نتائج برآمد ہوئے جو زمان و مکان تک محدود نہیں رہے بلکہ ان کے اثرات آنے والی نسلوں اور آنے والے زمانوں تک پھیلتے چلے گئے اور لوگوں کے نظریات اور افکار و احکام پر اثر انداز ہوتے رہے۔ ان نتائج میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

اسلام دشمن نظریات سے اسلام کا امتیاز

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد معاملات بگڑ گئے۔ عرب قبائل تیزی سے مرتد

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص:323.

ہونے لگے۔ ان میں سے کچھ وہ لوگ تھے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور اسلامی حکومت انھیں پکا مسلمان بنانے کے لیے ان پر سرمایہ خرچ کر رہی تھی۔ کچھ منافقین تھے۔ کچھ وہ لوگ تھے جو مغلوب ہو کر مارے باندھے مسلمان ہوئے تھے یا وہ لوگ تھے جو درحقیقت مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے۔ پہلے دو گروہوں کی مثال عیینہ بن حصن فزاری ہے۔ جس نے حسد و کینے کے ساتھ اسلام قبول کر لیا لیکن جیسے ہی ارتداد کی آگ بھڑکی اس نے فوراً اس فتنے کو لبیک کہا۔ اور اپنے دین کو دنیا کی خاطر طلیحہ اسدی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جب اسے گرفتار کر کے طوق پہنا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا گیا تو مدینہ منورہ کے بچے اُسے کھجور کی چھڑیوں سے کچوکے لگاتے رہے اور کہتے رہے: ''اے اللہ کے دشمن! تم ایمان لانے کے بعد منکر ہوگئے تھے؟'' وہ جواب دیتا: ''اللہ کی قسم! میں تو مسلمان ہوا ہی نہیں تھا۔''[1]

انھی لوگوں میں سے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے، ایک یمن کا قبیلہ عنس ہے۔ یہ باغی قبیلہ جھوٹے نبی اسود عنسی کا ہے۔ اس نے یمن میں نہایت گھناؤنے کرتوت کیے اور مسلمانوں کو شدید اذیتیں دیں، ان کی کج فہمی کی ایک مثال یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہ دلیل لی کہ زکاۃ کی ادائیگی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی۔ اب ان کی وفات کے بعد زکاۃ کا حکم ساقط ہو گیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

''(اے نبی!) ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجیے (تاکہ) آپ اس کے ذریعے سے انھیں پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں اور ان کے لیے دعا کریں،

[1] تاریخ الطبري: 260/3، وحركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 114.

بے شک آپ کی دعا ان کے لیے سکون (کا باعث) ہے، اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"①

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "بعض عرب قبائل نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ امام وقت کو زکاۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی۔ اس لیے انھوں نے زکاۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا، انھوں نے ان الفاظ: ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾ سے دلیل لی تھی۔

ان کے اس سوئے فہم کی تردید حضرت ابوبکر اور دیگر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کی، اسی لیے ان سے جنگ بھی کی یہاں تک کہ وہ خلیفۃ المسلمین کو اسی طرح زکاۃ ادا کرنے لگے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے۔"②

اسی دورِ فتن میں قبائلی عصبیت بھی زوروں پر تھی۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے قبیلے بنوحنیفہ کو اپنی اتباع کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:

"تم مجھے بتاؤ کہ آخر قریش کو تم پر امامت و نبوت کا حق کس بنا پر دیا گیا ہے؟ اللہ کی قسم! وہ تم سے تعداد میں زیادہ ہیں نہ مدد و اعانت میں تم سے بڑھ کر ہیں۔ تمھارا علاقہ ان سے زیادہ وسیع ہے اور تمھارے اموال بھی ان سے کہیں زیادہ ہیں۔"③

رَجال بن عنفوہ حنفی بھی ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اس نے قرآن مجید بھی پڑھا تھا اور دینی فقاہت بھی حاصل کی تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مقابلے میں مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کو لاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے: "یہ دو بکرے ہیں جو باہم ٹکرائے ہیں۔ ہمیں اپنا بکرا زیادہ محبوب ہے۔"④

① التوبة 103:9. ② تفسير ابن كثير: 386/2. ③ حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 124.
④ الإصابة: 539/2.

طلحہ نمری نے مسیلمہ کذاب کو دیکھنے، اس کا دعویٰ اور تبلیغ سننے کے بعد کہا تھا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو اور محمد (ﷺ) سچے ہیں۔ لیکن ہمیں اپنے قبیلے کا جھوٹا آدمی قریش کے سچے نبی سے زیادہ محبوب ہے۔''①

مسیلمہ کذاب بذات خود خوب جانتا تھا کہ وہ جھوٹا ہے، چنانچہ جب معرکۂ یمامہ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہوا تو اس کے قریبی ساتھیوں نے اس سے پوچھا: ''جس مدد اور معجزے کا تو ہم سے وعدہ کیا کرتا تھا وہ کب پورا ہوگا؟'' اس نے جواب دیا: ''اپنے خاندان کی عزت کے لیے لڑو، رہا میرا دین تو وہ کوئی دین نہیں ہے۔''②

اس طرح ان لوگوں کے نظریات وافکار بگڑ گئے اور انھوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے مسلمانوں کے خلاف بھرپور جنگ کی اور شر وفساد کے تمام لشکر اسلامی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن ان کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں اور ان کے لشکر اسلامی لشکر کے اتحاد کے سامنے پارہ پارہ ہو گئے۔ کیونکہ اسلامی لشکر کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ نے کی تھی۔ اسلامی لشکر وہ زبردست مقناطیسی کشش اختیار کر گیا جو ہر قابل شخص کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اس میں ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنانے کی عظیم قوت موجود تھی۔ اس اجتماع نے اسلامی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ یہ عظیم مظاہرہ کثرتِ افراد یا اسلحہ کی فراوانی کی بدولت نہ تھا بلکہ یہ ان کے صحیح عقیدے، عمدہ افکار ونظریات اور اعلیٰ اخلاقیات کی بنا پر تھا۔ یہ وہ بنیادی اینٹیں تھیں جن سے معاشرے کی عمارت تعمیر کی گئی۔ پھر شاندار تربیت نے اسے پروان چڑھایا۔ انھیں ہر قسم کے حالات کے بارے میں مکمل بصیرت حاصل تھی، جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت تمام مسلمانوں کے لیے بالکل واضح تھی کہ ''جو شخص محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ

① تاريخ الطبري: 4/104. ② تاريخ الطبري: 4/112.

کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ اسے کبھی موت نہ آئے گی۔''[1]

فتنۂ ارتداد کے نتائج میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے اسلامی تصور ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہوگیا۔ اسلامی لشکر قبائلی عصبیت سے ممتاز و ماورا اور ہر قسم کے شک و شبہے سے محفوظ ہوگیا۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ دین حنیف کسی قسم کی مداہنت کا روادار نہیں اگرچہ حالات سخت ناسازگار ہوں۔

ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اسلامی قوت کا سرچشمہ افرادی یا مادی وسائل نہیں بلکہ عقیدۂ توحید اور ایمان ہے اور اس کا اصل کام لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا ہے۔ ان کے ساتھ جنگ اصل مقصود نہیں، چنانچہ سب سے پہلے دین حنیف کی دعوت دی جائے گی اور لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی ہر چیز پر مقدم ہوگی۔[2]

مضبوط دارالحکومت کی ضرورت

فتنۂ ارتداد سے اسلامی حکومت کی اساس کی محکمی کے لیے قابل ترین جوہر نمودار ہوئے اور نہایت مضبوط عناصر سامنے آئے۔ یہ منتشر افراد نہ تھے بلکہ اس معاشرے کی اساس تھے۔ یہ اسلامی حکومت کی تشکیل کے ترکیبی عناصر تھے۔ اسلامی حکومت کمزور یا معمولی نہ تھی بلکہ ایک مضبوط اور خبردار حکومت تھی جو اپنی قوت اور دشمن کی طاقت سے بخوبی واقف تھی۔ اپنے اردگرد موجود خطرات سے آگاہ تھی۔ اور ہر مشکل کا سامنا کرنے کے لیے بڑی ہوش مندی سے منصوبہ بندی کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس حکومت کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق تھا، اسی لیے وہ ہر دشمن کے مقابلے میں فتحیاب ہوتی تھی اور اپنے رستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو بہالے جاتی تھی۔ اس اسلامی حکومت نے اسلام

[1] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 323.

[2] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص:324.

اور ملک کی حفاظت کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائی۔ مرتدوں کے قلع قمع کے لیے فوجیں جمع کیں اور اپنے عوام و خواص کو متحد کیا جس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس مضبوط حکومت کی کوششوں سے امت اسلام کی حفاظت یقینی اور اس کی ترقی اور بقا کی راہیں استوار ہو گئیں۔ [1]

فتوحات اسلامیہ کے لیے جزیرہ نمائے عرب ایک چھاؤنی

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے قبائل بکھر گئے۔ کئی ایک قبائل خلیفۃ المسلمین کے خلاف سرکشی پر اتر آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام کو لے کر ایک عظیم مگر مشکل ترین فریضہ کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے ان سرکش قبائل کو نیچا کر کے دم لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی سرپرستی میں تربیتی، تعلیمی اور جنگی و انتظامی پروگرام شروع کرائے اور شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ عرب قبائل اسلامی حکومت کے ساتھ متحد ہوتے گئے اور بالآخر جزیرہ نمائے عرب آئندہ کی فتوحات اسلامیہ کے لیے ایک عظیم الشان جہادی مرکز اور ایسا سرچشمہ بن گیا جس سے اسلام کی روشنی دنیا کے ہر کونے میں فاتح، معلم اور مربی کی شکل میں پہنچ گئی۔ [2]

جزیرۂ عرب فتوحات اسلامی کا مرکز تھا، اگر مضبوط مرکز اور ناقابل تسخیر عسکری قلعہ نہ ہوتو فتوحات کیسے ممکن ہوسکتی ہیں؟ یا اگر معسکر تو ہو مگر اسے استقرار حاصل نہ ہوتو فتوحات کا سلسلہ جاری رکھنا محال ہوتا ہے۔ لیکن اب جزیرہ نمائے عرب ایک مضبوط فوجی طاقت بن چکا تھا اور جزیرۂ عرب کے شیر دل مجاہدوں کو پورے اعتماد کے ساتھ جنگی مہموں پر روانہ کرنے کی راہ ہموار ہوگئی تھی۔ [3]

[1] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 325.
[2] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 326. [3] الطريق إلى المدائن لعادل كمال، ص: 182.

جہادی جرنیلوں کی تیاری

فتنۂ ارتداد کے دوران کھرے کھوٹے کی تمیز ہوگئی، قوتوں کی خوب آزمائش ہوئی اورامت کے وہ جوہر نکھر کر سامنے آگئے جو پہلے دبیز پردوں میں چھپے ہوئے تھے۔ گھٹیا عناصر بے نقاب ہوگئے۔ نہایت نفیس جوہر نئی آن اور نئی شان کے ساتھ منظر عام پر آنے لگے۔ یہی لوگ فتوحات میں امت کی قیادت کا تاج پہن کر جہاد کے میدانوں میں نکلے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے براہ راست قرآن مجید سے تربیت حاصل کی، پھر ارتداد کے فتنے نے ان کے جوہر چمکا کر انھیں دیگر لوگوں سے ممتاز کردیا تاکہ وہ فاتح لشکروں کے امیر بن سکیں۔ سب لوگوں نے ان کی فہم وفراست، دلیری، جاں نثاری اور سچے ایمان کی گواہی دی۔

مرکزی قیادت مدینہ منورہ میں موجود تھی، جبکہ میدانی قیادت کوسوں دور مصروف عمل تھی۔ لیکن دونوں قیادتوں میں مکمل تعاون، اتفاق اور مسلسل رابطہ موجود تھا اور دونوں میں شاندار توازن قائم تھا۔[1]

ارتداد سے متعلقہ فقہی احکام کا انطباق

متعدد قرآنی نصوص اور فرامین نبویہ میں ارتداد کے بارے میں شرعی راہنمائی دی گئی ہے۔ اور اسے ایک ایسی حالت کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو بعض انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ یہ تمام نصوص ایک وقت تک فرضی اور خیالی حیثیت رکھتی تھیں کیونکہ معاشرے میں ان کی عملی شکل ہی موجود نہ تھی۔ لیکن جب فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا اور مسلمانوں نے اسے عملی طور پر دیکھا تو انھی نصوص سے اس کے بارے میں احکام کا استنباط کیا اور یہی استنباط ان نصوص کو سمجھنے کے لیے نشان راہ بنا۔ یہ بات صحابۂ کرام

[1] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 328.

فتوحات اسلامیہ کے جزیرہ نمائے عرب ایک چھاؤنی
(613ء میں)
رومی سلطنت کی حدود
بازنطینی (رومی) سلطنت
بازنطینی سلطنت کی باجگزار غسانی ریاست
ساسانی سلطنت (فارس)
ایران کی باجگزار عرب ریاستیں
200
0
200
400
600
800
میل
روس
براعظم یورپ
فرانس
سپین
قرطاجنہ
جزائر بلیارک
کورسیکا
سارڈینیا
اٹلی
روم
روینا
یوکرین
بحیرہ اسود
قسطنطنیہ
یونان
اناطولیہ
انگورہ
قیصریہ
رومی
مراکش
(المغرب)
افریقیہ
الجزائر
(تونس)
مالٹا
صقلیہ
طرابلس
براعظم افریقہ
صحرائے اعظم
بحیرہ روم
(بحر متوسط)
کریٹ
قبرص
بیت المقدس
اسکندریہ
مصر
سوڈان
خرطوم
ترکستان
بحیرہ ارال
بخارا
سمرقند
خوارزم
ترکمانستان
بلخ
کابل
مرو
مشہد
نیشاپور
ہرات
کوہ قاف
آذربائیجان
آرمینیا
براعظم ایشیا
سلطنت فارس
(ایران)
قندھار
اصفہان
مدائن
شیراز
کرمان
حیرہ
سلطنت حیرہ
خلیج فارس
خلیج عمان
صحار
عمان
نجد
مدینہ منورہ
بدر
حجاز
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
صنعاء
یمن
خلیج عدن
سقوطرہ
بحیرہ عرب
صومالیہ
حبشہ
بحر ہند

کے باہمی مکالمات سے بخوبی واضح ہے۔ صحابۂ کرام مرتدوں کے بارے میں کوئی موقف اختیار کرنے سے پہلے انھی نصوص کی روشنی میں باہم گفتگو کرتے اور پھر ان کے بارے میں متفقہ فیصلہ کر لیتے کہ ان کے ساتھ معاملات کی کیا صورت ہوگی اور ان پر کون سا حکم لاگو ہوگا۔ فتنے کے موقع پر ان نصوص کی روشنی میں منعقد ہونے والی علمی مجالس سے تشریع اسلامی کی کتب میں متعدد نئے ابواب قائم ہوئے جن میں مرتدوں کے متعلق دقیق مسائل زیر بحث لائے گئے، چنانچہ صحابۂ کرام کا یہ طریقہ مسائل کے استنباط اور شرعی احکام کی تطبیق کے لیے ایک مثالی معیار بن گیا۔[1]

بری چال برا انجام

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾

''اور بری چال اس کے چلنے والے ہی کو گھیرتی ہے۔''[2]

دین اسلام کے خلاف بغاوت و سرکشی کی ہر کوشش، چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی، اس کا انجام خوفناک ہلاکت اور رسوا کن بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ اسلام کے خلاف سرکشی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف سرکشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام قرآن مجید کی شکل میں موجود ہیں اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہوئی ہے۔ اس قرآن کو ماننے والوں کی حفاظت بھی وہی کرتا ہے اور اسے لوگوں کے دلوں میں بساتا ہے۔ یہ تا قیامت باقی رہے گا۔ اور اللہ ہی کا یہ فیصلہ ہے کہ انجام کار متقین کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ کے دین کے خلاف کارستانیاں کرنے والوں کا انجام دنیا و آخرت میں ہلاکت و تباہی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

[1] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 329.
[2] فاطر 43:35.

كَنَاطِحٍ صَخْرَةً يَوْمًا لِّيُوهِنَهَا   فَلَمْ يَضُرَّهَا وَأَوْهٰى قَرْنَهُ الْوَعْلُ

''(بری تدبیریں کرنے والوں کا حال) اس پہاڑی بکرے جیسا ہے جو پہاڑ کو ٹکریں مارتا ہے تاکہ اسے کمزور کر دے لیکن وہ پہاڑ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا البتہ اپنے ہی سینگ توڑ بیٹھتا ہے۔''[1]

جزیرہ نمائے عرب کی ایڈمنسٹریشن

مرتدوں کے خلاف فتحیابی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے درج ذیل انتظامی ڈھانچہ تشکیل دیا:

- مکہ مکرمہ کا گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔
- طائف کا گورنر حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو بنایا۔
- صنعاء کے گورنر حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ بنائے گئے۔
- حضرموت کے گورنر حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔
- خولان[2] کا گورنر حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ (جنھیں یعلی بن منیہ بھی کہا جاتا تھا) کو بنایا۔
- زُبید اور رِمَعْ[3] دونوں علاقوں کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔
- جُند الیمن کے والی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔
- نجران کے گورنر حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔

[1] حركة الردة للدكتور علي العتوم، ص: 334.

[2] خولان: یہ یمن کا ایک ضلع ہے جو خولان بن عمرو قضاعی کی طرف منسوب ہے۔ خولان میں یمنی مجوسیوں نے ایک آتش کدہ بھی تعمیر کیا تھا۔ (معجم البلدان: 407/2)

[3] زُبَیْد: یہ ایک (یمنی) قبیلے کا نام ہے۔ عمرانی کہتے ہیں کہ اس قبیلے کے قصبے کا نام بھی زُبَیْد تھا۔ (معجم البلدان: 132/3)

رِمَعْ: یہ یمن میں ایک علاقے کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پہاڑ کا نام ہے۔ اور نصر کہتے ہیں یہ یمن میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی بستی کا نام ہے۔ (معجم البلدان: 68/3)

- جرش کا والی حضرت عبداللہ بن نور رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔
- بحرین کے گورنر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ تھے۔
- عمان کے گورنر حضرت حذیفہ غلفانی مقرر ہوئے۔
- یمامہ کا گورنر حضرت سلیط بن قیس کو بنایا گیا۔[1]
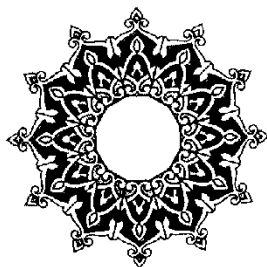
[1] الدولة العربية الإسلامية لمنصور أحمد الحرابي، ص: 97.

9
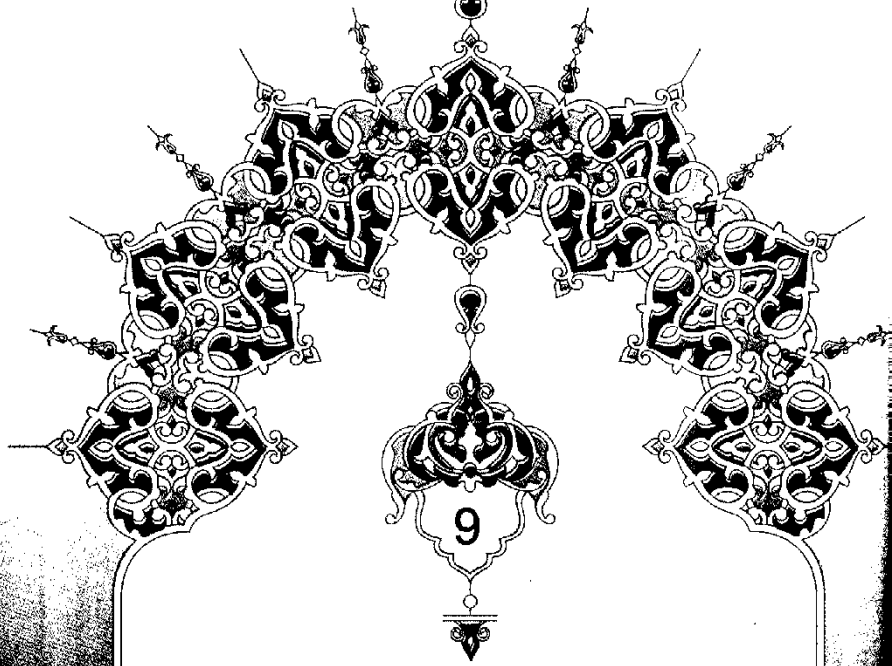
قرآن مجید کی تدوین

﴿ إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝ ﴾

"بے شک ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

(الحجر 15:9)

«إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، لَا نَتَّهِمُكَ وَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ»

"بے شک تم ایک جوان اور عقلمند آدمی ہو۔ ہم تمھیں کوئی اتہام بھی نہیں دیتے۔ تم اللہ کے رسول ﷺ کے عہد میں بھی وحی لکھا کرتے تھے، لہٰذا قرآن مجید کو تلاش کر کے یکجا کر دو۔"

(صحيح البخاري حديث: 4986 و 4679)

قرآن مجید کی تدوین

تدوینِ قرآنِ مجید کے اسباب

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مسلمانوں میں بہت سے حافظ قرآن بھی تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تدوین کا منصوبہ بنایا۔ انھوں نے چمڑے کے ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں پر لکھے ہوئے قرآن مجید اور حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عظیم دینی اور تاریخی پراجیکٹ کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے شہداء کی خبر ملنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، میں حاضر ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَ إِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ وَ إِنِّي أَرٰى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ، قُلْتُ

[1] حروب الردة لأحمد سعيد، ص: 145.

لِعُمَرَ: كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ عُمَرُ: هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ عُمَرَ وَ رَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأٰى عُمَرُ»

''میرے پاس عمر رضی اللہ عنہ آئے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے: ''جنگ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہوگئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسی طرح مختلف جنگوں میں حفاظِ قرآن اور قراء شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بڑا حصہ ان کے ساتھ ہی ختم ہوجائے گا، لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم جاری فرمائیں۔'' اس پر میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میں ایسا کام کیسے کرسکتا ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟''[1] حضرت عمر نے پھر کہا: ''اللہ کی قسم! یہ کام بہت بہتر ہے۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے مسلسل اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور عمر کی طرح میں بھی قائل ہوگیا۔''

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، لَانَتَّهِمُكَ وَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ»

''بے شک تم ایک جوان اور عقلمند آدمی ہو۔ ہم تمھیں کوئی اتہام بھی نہیں دیتے۔ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی وحی لکھا کرتے تھے، لہٰذا قرآن مجید کو

[1] ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو مصحف میں اس لیے یکجا نہ کیا ہو کہ آپ بعض آیات کی تلاوت اور احکام کے منسوخ ہونے کے منتظر رہتے تھے، پھر جب آپ کی وفات کے بعد نزول قرآن کا سلسلہ ختم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کو قرآن مجید کو مصحف کی شکل میں جمع کرنے کا الہام کیا۔ دیکھیے: (سيرة وحياة الصديق لمجدي فتحي السيد، ص:120)

تلاش کر کے یکجا کر دو۔"

حضرت زید فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے لیے قرآن مجید کو جمع کرنے سے زیادہ مشکل کام نہ ہوتا، چنانچہ میں نے قرآن مجید کو کھجور کی ٹہنیوں، پتھر کی سلیٹوں، چمڑے کے ٹکڑوں، اونٹوں کے شانوں کی ہڈیوں اور مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ قرآن ڈھونڈ ڈھونڈ کر لکھنا اور جمع کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مجھے سورۂ توبہ کا آخری حصہ حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملا۔ ان کے سوا کسی اور کے پاس وہ مجھے نہ ملا (اور وہ اس آیت سے لے کر سورۂ توبہ کے) اختتام تک تھا:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ .... ﴾

"(لوگو!) یقیناً تمھارے پاس تمھی میں سے ایک رسول آگئے ہیں، ان پر تمھارا تکلیف میں مبتلا ہونا گراں گزرتا ہے، وہ تمھاری بھلائی کے بہت حریص ہیں، مومنوں پر نہایت شفیق، بہت رحم کرنے والے ہیں......۔"[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک یہ صحیفے ان کے پاس محفوظ رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد یہ صحیفے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے۔"[2]

امام بغوی رحمہ اللہ اس حدیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس حدیث میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ جس قرآن کو اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا تھا، اسے صحابۂ کرام نے من وعن بغیر کسی کمی بیشی کے مکمل جمع کر دیا تھا اور صحابۂ کرام کا قرآن مجید کو جمع کرنے کا سبب حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ پہلے قرآن مجید کھجور کی

[1] التوبة 129,128:9. [2] صحيح البخاري، حديث: 4986 و 4679.

ٹہنیوں، پتھر کی سلیٹوں اور حفاظ کے سینوں میں بکھرا ہوا تھا۔ صحابۂ کرام کو خدشہ ہوا کہ حفاظ کرام کی شہادت سے قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے، لہٰذا وہ حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ کام سب صحابۂ کرام کے اتفاق سے ہوا، لہٰذا انھوں نے قرآن مجید کو بلا تقدیم و تاخیر جس طرح رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا ٹھیک اسی طرح مرتب کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابۂ کرام کو قرآن مجید سناتے تھے اور انھیں بالکل اسی ترتیب سے قرآن سکھاتے تھے جس طرح یہ اب ہمارے مصاحف میں موجود ہے۔ یہ ترتیب جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سکھائی تھی۔ وہ آپ کو ہر آیت کے نزول پر بتاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھوائیے۔"[1]

اس طرح یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مجید کو سب سے پہلے جمع کرنے کا سہرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ صعصعہ بن صوحان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سب سے پہلے قرآن مجید کو کتابی صورت میں جمع کرنے اور کلالہ[2] کو وارث بنانے کا فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔"

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر پر رحم فرمائے، وہی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو کتابی صورت میں محفوظ کیا تھا۔"[3]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عظیم منصوبے کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا

[1] شرح السنة للبغوي: 522/4. [2] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جس کی اولاد ہو نہ والدین۔ وہ اس بارے میں فرماتے ہیں: "کلالہ کے بارے میں میری ایک رائے ہے، اگر درست ہے تو یہ اللہ کے فضل و کرم سے ہے اور اگر یہ غلط ہوئی تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد اور والدین نہ ہوں، یعنی اس کے وارث بہن بھائی ہوں۔" دیکھیے: (موسوعة فقه أبي بكر الصديق، ص: 36) [3] المصنف لابن أبي شيبة: 196/7.

انتخاب فرمایا کیونکہ آپ نے ان کی شخصیت میں اس ذمہ داری کو بخوبی نبھانے کے ضروری لوازم ومطلوبات دیکھ لیے تھے۔ وہ ضروری اسباب ولوازم یہ تھے:

- حضرت زید نوجوان تھے اور جوانی میں یہ ذمہ داری کما حقہ پوری کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم رکھتے تھے۔ ان کی عمر اس وقت صرف اکیس سال تھی۔
- وہ اس کام کے لیے نہایت موزوں اور اہل تھے، اس لیے یہ کام احسن انداز میں پورا کرسکتے تھے کیونکہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے شاندار عقل وخرد سے نوازا ہو اس کے لیے خیر کے راستے آسان ہوجاتے ہیں۔
- حضرت زید نہایت معتبر شخص تھے، ان پر کسی قسم کا کوئی الزام نہ تھا، اس لیے ان کا عمل بھی مقبول ہونا چاہیے۔ ان کے انجام دیے ہوئے کام سے تمام صحابہ کے دل مطمئن تھے۔
- حضرت زید رضی اللہ عنہ کاتب وحی رہ چکے تھے، لہٰذا انھیں تدوین قرآن کا تجربہ بھی حاصل تھا، اس لیے یہ کام ان کے لیے نیا تھا نہ وہ اس کام سے نامانوس تھے۔[1]

درج بالا صفات کی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تدوین کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور وہ اس کام کے لیے انتہائی موزوں، ماہر اور تجربہ کار بھی تھے۔

- اس پر مستزاد یہ بھی ہے کہ وہ ان چار صحابۂ کرام میں سے ایک ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔ حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن مجید کو کس کس نے جمع کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ چار انصاری صحابہ نے جمع کیا تھا: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید

[1] التفوق والنجابة علٰی نهج الصحابة لحمد العجمي، ص:73

(قیس بن سکن) رضی اللہ عنہم ۔''[1]

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تدوین میں نہایت احتیاط برتی۔ آپ اس وقت تک کسی آیت کو مصحف میں درج نہیں کرتے تھے جب تک یہ ثابت نہ ہو جاتا کہ اس آیت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا گیا تھا اور صحابۂ کرام نے اسے محفوظ رکھا ہے، چنانچہ آپ کتابت کے بغیر صرف حفظ پر اعتماد نہیں کرتے تھے، اس ڈر سے مبادا حفظ میں کوئی غلطی یا وہم ہو گیا ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص قرآنی تحریر لاتا تو اسے وہ اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک دو گواہ یہ گواہی نہ دے دیتے کہ یہ تحریر رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی اور یہ انھی لہجوں کے مطابق ہے جن کے مطابق قرآن نازل ہوا تھا۔

اس طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تدوین میں انتہائی احتیاط، تحقیق اور جدوجہد سے کام لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لکھے جانے والے مصاحف کے کام کے سربراہ بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی تھے، اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

[1] صحيح البخاري، حديث:5003.

10
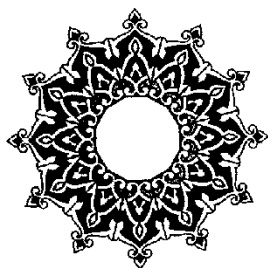
عہد صدیقی کی فتوحات

- عراقی فتوحات
- شامی فتوحات
- شام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾

”وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند ہی کریں۔“

(الصف 9:61)

ارشاد نبوی ﷺ:

«فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى تَخْرُجَ الظَّعِينَةُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتّٰى تَطُوفَ بِالْبَيْتِ فِي غَيْرِ جِوَارِ أَحَدٍ وَّ لَيُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ»

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کر کے رہے گا حتی کہ ایک اکیلی عورت حیرہ سے سفر کر کے بیت اللہ کا طواف کرے گی اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے ضرور فتح ہوں گے۔“

(مسند أحمد: 257/4)

عراقی فتوحات

تمہیدی کلمات

امت مسلمہ کے وجود کا مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی بندگی و اطاعت کا نظام نافذ کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''[1]

جب جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو پھر امت مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرے اور تمام لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری پوری تندہی سے ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دے، لوگوں کو دینی تعلیمات سے روشناس کرائے اور منہج الٰہی کے مطابق ان کی تربیت کرے۔ اس امانت کی ادائیگی میں ہر رکاوٹ اور مشکل کو دور کرے تاکہ تمام لوگوں تک یہ امانت پہنچ سکے۔ دعوت و تبلیغ ہی کے ذریعے سے تمام بنی نوع انسان تک اس پُرحکمت شریعت کا ابلاغ و نفاذ ہوسکتا ہے۔ اور تمام لوگ ایک اللہ کی مطلق حاکمیت کے پیروکار اور

[1] الذّٰریٰت 51:56.

اس کی شریعت کے تابع ہو سکتے ہیں۔ ①

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دین فطرت کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے جہاد فرض کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''...... قتال کی مشروعیت کا مقصد یہ ہے کہ ایسی جدوجہد کی جائے کہ دینِ الٰہی سارے کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے اور اللہ کا کلمہ سربلند ہو جائے، چنانچہ جس شخص نے اس مقصد سے روکا تو اس کے ساتھ مسلمانوں کے متفقہ فیصلے کے مطابق قتال کیا جائے گا۔'' ②

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کا فریضہ بدرجہ اتم انجام دیا۔ آپ نے مختلف قائدین، بادشاہوں اور رؤساء کو خط لکھے اور ان کے پاس سفیر بھیجے۔ دعوت اسلامی کی راہ میں حائل ہر قسم کی رکاوٹوں کا قلع قمع کرنے کے لیے بہت سے لشکر روانہ کیے اور خود آپ نے کئی غزوات میں بنفس نفیس قیادت فرمائی۔ ان غزوات میں سے آخری غزوۂ تبوک 9 ہجری میں ہوا۔ ان تمام غزوات اور معرکوں میں کفار کو تین اختیارات دیے جاتے تھے:

- وہ مسلمان ہو جائیں اور مسلمانوں کے بھائی بن جائیں۔
- اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہنا چاہیں تو مسلمانوں کو جزیہ ادا کریں۔
- اگر یہ دونوں تجاویز انھیں قبول نہ ہوں تو پھر ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ ③

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اس منہج پر چلے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن بشارتوں کی تکمیل کے لیے لشکر روانہ کرنے شروع کر دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ممالک کی فتوحات کے سلسلے میں دی تھیں، مثلاً: عراق اور ایران وغیرہ کی فتوحات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

① صفحات من تاريخ ليبيا الإسلامي للصلابي، ص: 167. ② السياسة الشرعية لابن تيمية، ص: 18. ③ صفحات من تاريخ ليبيا الإسلامي للصلابي، ص: 168.

«فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى تَخْرُجَ الظَّعِينَةُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتّٰى تَطُوفَ بِالْبَيْتِ فِي غَيْرِ جِوَارِ أَحَدٍ وَّ لَيُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ»

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کر کے رہے گا حتی کہ ایک اکیلی عورت حیرہ سے سفر کر کے بیت اللہ کا طواف کرے گی اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے ضرور فتح ہوں گے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے ان فتوحات کے لیے وسیع پلان بنائے تھے۔ ان مبشرات نے مسلمانوں کی مادی، حسی اور معنوی طاقتوں میں اضافہ کر دیا تھا۔

مستشرقین اور ان کے دم چھلے مولفین اور دشمنان اسلام نے ان فتوحات اسلامیہ کو اپنی اغراض کے لیے جانے بوجھے دعوت و تبلیغ، ربانی اہداف اور اعلیٰ مقاصد کے جواہر اوجھل کر کے اپنی مرضی کا رنگ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ انھوں نے اسلامی فتوحات پر ایسی باطل تہمتیں لگائی ہیں جو کسی دلیل و برہان یا حجت سے ثابت نہیں کی جا سکتیں۔

بلاشبہ فتوحات اسلامی کا اعلیٰ ترین مقصد لوگوں میں دین الٰہی کی نشر و اشاعت تھا۔ اس تحریک کی قیادت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور لوگوں کی گردنوں پر سوار طاغوت کو شکست فاش دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کیے گئے نصرت و غلبے کے وعدوں پر یقین کامل رکھتے تھے۔ اور یہی یقین و ایمان اس عہد کے لوگوں کا بنیادی کردار تھا۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات پر محکم یقین تھا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے

[1] صحيح البخاري، حديث:3595، ومسند أحمد:257/4.

تمام مذاہب پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند ہی کریں۔''[1]

﴿ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝ ﴾

''بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیاوی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور اس دن بھی (کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے۔''[2]

عراق کی فتح کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پلان اور اسباق

عراقی فتح کے لیے صدیقی پلان

جیسے ہی مرتدوں کے خلاف جنگ ختم ہوئی اور جزیرۂ عرب میں حالات معمول پر آئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان فتوحات کا آغاز کر دیا جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرما گئے تھے۔ حضرت ابوبکر نے عراق کی فتح کے لیے دو لشکر تیار کیے:

❶ ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیار کیا جو ان دنوں یمامہ میں تھے۔ آپ نے انھیں خط لکھا کہ وہ عراق پر جنوب مغرب کی طرف سے حملہ آور ہوں۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ عراق کی طرف پیش قدمی کرو۔ عراق میں داخل ہو جاؤ اور فرجِ ہند (خلیج فارس) کے ساحل کی طرف سے حملے کی ابتدا کرو جہاں ابلہ[3] آباد ہے۔ عراق میں زیریں جانب سے داخل ہونا۔ لوگوں کو اپنے قریب کرنا۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینا۔ اگر وہ یہ دعوت قبول کر لیں تو بہت بہتر ورنہ ان سے جزیہ لینا۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو ان سے جنگ کرنا۔ آپ نے انھیں یہ حکم بھی دیا کہ کسی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور نہ کریں۔ مرتد ہونے والا کوئی بھی شخص، اگرچہ دوبارہ

[1] الصف 9:61. [2] المؤمن 51:40. [3] ابلہ: یہ قدیم شہر خلیج فارس کے پاس شط العرب نامی دریا کے کنارے پر واقع تھا جہاں بعد میں بصرہ آباد ہوا۔ یہاں کسریٰ کی فوجی چھاؤنی تھی۔

فتح اسلامی کے وقت عراق
★ ساسانی سلطنت کا دارالحکومت
o اہم شہر
● فتح اسلامی کے بعد آباد ہونے والے شہر
جنوبی عراق میں ساحل خلیج کی قدیم حدود
ساسانی سلطنت
(فارس/ایران)
رومی سلطنت
شام
صحرائے شام
الجزیرہ
عراق
سواد
ایران
فارس
خلیج فارس
شط العرب
حلب
تدمر
دیرالزور
سنجار
موصل
اربل
زنجان
ہمدان
نہاوند
خرم آباد
قصر شیریں
خانقین
جلولاء
بغداد
مدائن
انبار
کوفہ
قادسیہ
اہواز
رامہرمز
بصرہ
اُبلّہ
دریائے فرات
دریائے دجلہ
دریائے خابور
دریائے کارون
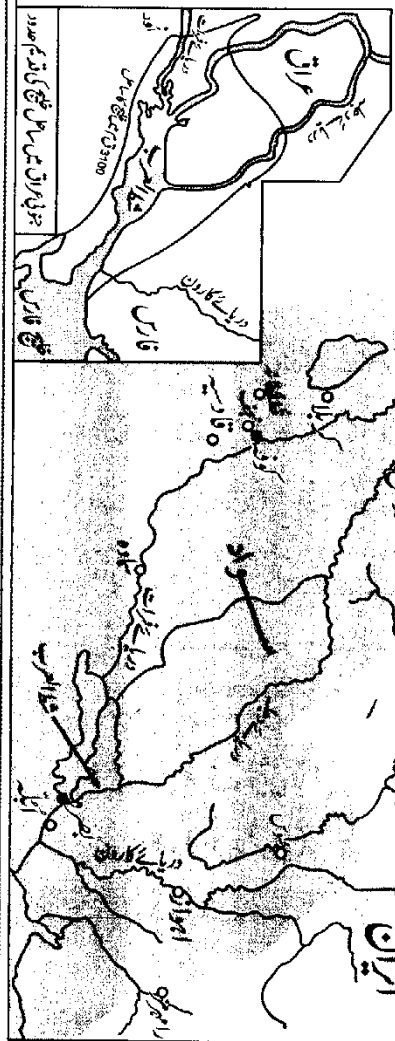
مسلمان ہو چکا ہو، اس سے کوئی مدد نہ لینا۔ رستے میں ملنے والے ہر مسلمان کو اپنے ساتھ جانے کی دعوت دینا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف فرائض انجام دینے والی جہادی ٹیمیں، لشکر اور فوجی دستے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے تیار کرنے شروع کر دیے۔[1]

❷ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دوسرا لشکر حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیار کیا۔ وہ اس وقت نباج[2] اور حجاز کے درمیان موجود تھے۔ حضرت ابو بکر نے انھیں خط لکھا کہ وہ عراق پر شمال مشرقی جانب سے مصیخ نامی[3] جگہ سے حملہ شروع کریں۔ پھر عراق کی بالائی جانب سے داخل ہو جائیں حتی کہ حضرت خالد سے جا ملیں۔ آپ نے انھیں یہ حکم بھی دیا کہ جو فوجی واپسی کی اجازت چاہتا ہو اسے اجازت دے دینا۔ کسی کو زبردستی ساتھ مت لے جانا۔[4]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد اور عیاض رضی اللہ عنہما کو تحریری حکم بھیجا:

«ثُمَّ يَسْتَبِقَا إِلَى الْحِيرَةِ، فَأَيُّهُمَا سَبَقَ إِلَى الْحِيرَةِ فَهُوَ أَمِيرٌ عَلٰى صَاحِبِهِ، (قَالَ:) إِذَا اجْتَمَعْتُمَا بِالْحِيرَةِ وَقَدْ فَضَضْتُمَا مَسَالِحَ فَارِسَ وَ أَمِنْتُمَا أَنْ يُؤْتَى الْمُسْلِمُونَ مِنْ خَلْفِهِمْ، فَلْيَكُنْ أَحَدُكُمَا رِدْءً لِّلْمُسْلِمِينَ وَ لِصَاحِبِهِ بِالْحِيرَةِ وَلْيَقْتَحِمِ الْآخَرُ عَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ وَعَدُوِّكُمْ مِّنْ أَهْلِ فَارِسَ دَارَهُمْ وَمُسْتَقَرَّ عِزِّهِمُ الْمَدَائِنَ»

”حیرہ کی طرف پیش قدمی کرو، تم میں سے جو پہلے پہنچ جائے وہ اپنے ساتھی کا امیر ہوگا۔ (مزید فرمایا): ”جب تم حیرہ میں اکٹھے ہو جاؤ اور ایرانیوں کی سرحدی

① [illegible] ② [illegible] بصرہ کے رستے پر [illegible] ③ [illegible] ④ الفن العسکری [illegible]

چوکیاں فتح کر چکو اور تمھیں عقب سے مسلمانوں پر حملے کا کوئی اندیشہ لاحق نہ رہے تو پھر تم میں سے ایک حیرہ رک جائے تا کہ وہ اپنے ساتھی اور مسلمانوں کے لیے پشت پناہ بن سکے اور دوسرا ساتھی اللہ کے دشمن ایرانیوں کے دارالحکومت مدائن پر حملہ کر دے۔''[1]

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے خالد رضی اللہ عنہ کی روانگی سے قبل آپ کو ایرانیوں کے خلاف جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے عرض کیا: ''مجھے میری قوم کا امیر بنا کر بھیج دیں۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں ان کی قوم کا امیر بنا دیا اور حضرت مثنیٰ عراقی جہاد میں شریک ہو گئے، پھر انھوں نے اپنے بھائی مسعود بن حارثہ کو کمک لینے کے لیے حضرت ابوبکر کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت ابوبکر نے انھیں خط دے کر روانہ کیا جس میں لکھا تھا:

«أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلٰى أَرْضِ الْعِرَاقِ فَاسْتَقْبِلْهُ بِمَنْ مَّعَكَ مِنْ قَوْمِكَ، ثُمَّ سَاعِدْهُ وَآزِرْهُ وَ كَانِفْهُ وَ لَا تَعْصِيَنَّ لَهُ أَمْرًا وَّ لَا تُخَالِفَنَّ لَهُ رَأْيًا، فَإِنَّهُ مِنَ الَّذِينَ وَصَفَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِي كِتَابِهِ:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾

فَمَا أَقَامَ مَعَكَ فَهُوَ الْأَمِيرُ، فَإِنْ شَخَصَ عَنْكَ فَأَنْتَ عَلٰى مَا كُنْتَ عَلَيْهِ»

''میں نے خالد بن ولید کو عراق بھیجا ہے تم اپنی قوم سمیت ان سے جا ملو اور ان

[1] تاريخ الطبري: 163/4.

کی پوری مدد کرو، خالد کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرنا۔ نہ اس کی رائے سے اختلاف کرنا کیونکہ خالد ان لوگوں میں سے ہے جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح فرمایا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت مہربان ہیں، آپ انھیں رکوع و سجود کرتے دیکھیں گے۔''[1]

جب تک وہ تمھارے ساتھ رہیں وہی تمھارے امیر ہوں گے، جب وہ تم سے جدا ہوں تو تم اپنی قوم کے امیر ہو گے۔''[2]

حضرت مثنیٰ کی قوم کا مذعور بن عدی نامی ایک شخص حضرت مثنیٰ سے الگ ہوگیا۔ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: ''میں بنی عجل کا شاہ سوار ہوں اور صبح سویرے زوردار حملہ کرنے کا ماہر ہوں۔ میرے ساتھ میرے کنبے کے لوگ ہیں۔ ان میں سے ہر شخص سو آدمیوں پر بھاری ہے۔ میں اس علاقے سے بخوبی واقف ہوں اور جنگی جرأت اور زمینی حقائق کا بخوبی ادراک رکھتا ہوں، آپ مجھے سواد کا امیر مقرر کردیں۔ ان شاء اللہ میں اسے فتح کرلوں گا۔''[3]

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی مذعور بن عدی کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر یہ اطلاع دی: ''میں خلیفۂ رسول کو اطلاع دے رہا ہوں کہ میری قوم کا ایک شخص مذعور بن عدی ہے۔ وہ بنو عجل کنبے کا ایک فرد ہے۔ اس کے ساتھ اس کے چند ساتھی بھی ہیں، وہ میری مخالفت کر رہا ہے اور امارت کے بارے میں جھگڑ رہا ہے۔ میں آپ کو اطلاع دینا

[1] الفتح 48:29. [2] مجموعة الوثائق السياسية لمحمد حميد الله، ص:371. [3] مجموعة الوثائق السياسية لمحمد حميد الله، ص:372.

مناسب سمجھتا ہوں تاکہ آپ اس کے بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیں۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذعور بن عدی کو جوابی خط بھیجا:

«أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ، فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ وَ أَنْتَ كَمَا وَصَفْتَ نَفْسَكَ وَ عَشِيرَتُكَ نِعْمَ الْعَشِيرَةُ وَ قَدْ رَأَيْتُ لَكَ أَنْ تَنْضَمَّ إِلٰى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَتَكُونَ مَعَهُ وَ تُقِيمَ مَعَهُ مَا أَقَامَ بِالْعِرَاقِ وَ تَشْخَصَ مَعَهُ إِذَا شَخَصَ»

"تمھارا خط مل گیا۔ میں تمھارا مقصود سمجھ گیا۔ بلاشبہ تم ویسے ہی ہو جیسا کہ تم نے لکھا ہے۔ تمھارا کنبہ بھی بلاشبہ بہترین کنبہ ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جاؤ اور انھی کے ساتھ رہو۔ جب تک وہ عراق میں ہیں انھی کے ساتھ رہنا۔ جب وہ عراق سے روانہ ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ روانہ ہو جانا۔"[1]

آپ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا:

«فَإِنَّ صَاحِبَكَ الْعِجْلِيَّ كَتَبَ إِلَيَّ يَسْأَلُنِي أُمُورًا، فَكَتَبْتُ إِلَيْهِ آمُرُهُ بِلُزُومِ خَالِدٍ حَتّٰى أَرٰى رَأْيِي وَ هٰذَا كِتَابِي إِلَيْكَ آمُرُكَ أَنْ لَّا تَبْرَحَ الْعِرَاقَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَإِذَا خَرَجَ مِنْهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَالْزَمْ مَكَانَكَ الَّذِي كُنْتَ بِهِ وَ أَنْتَ أَهْلٌ لِّكُلِّ زِيَادَةٍ وَّ جَدِيرٌ بِكُلِّ فَضْلٍ»

"تمھارے عجلی ساتھی نے مجھے خط لکھا۔ اور کچھ اختیارات مانگے۔ میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جائے۔ اب یہ خط تمھیں

[1] مجموعة الوثائق السياسية لمحمد حميد الله، ص:372.

لکھ رہا ہوں کہ تم حضرت خالد کے عراق سے چلے جانے تک عراق ہی میں رہنا۔ جب حضرت خالد عراق سے روانہ ہو جائیں تو تم اپنا عہدہ سنبھال لینا۔ یقیناً تم ہر اعزازی اضافے کے قابل ہو اور ہر فضل کے مستحق ہو۔''[1]

عراقی فتوحات کے پلان سے ماخوذ نکات

گزشتہ صفحات سے ہم درج ذیل سبق، عبرتیں اور فوائد اخذ کر سکتے ہیں:

حضرت خالد کو عراق بھیجنے کی تاریخ ماہ رجب یا محرم 12 ھ ہے۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جغرافیائی مہارت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کمانڈروں حضرت خالد اور عیاض رضی اللہ عنہما کو جو احکام دیے وہ حضرت ابوبکر کی جغرافیائی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انھوں نے اپنے کمانڈروں کو عسکری، جغرافیائی اور تکنیکی معلومات مہیا کیں۔ انھوں نے ہر کمانڈر کے لیے علاقے کا تعین کیا کہ اسے عراق میں کہاں سے داخل ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان ہدایات کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتِ مسلمہ کا یہ سب سے بڑا لیڈر حجاز کے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر دور تک دیکھ رہا تھا، اس کے سامنے عراق کا نقشہ کھلا پڑا تھا۔ اور عراق کے طول وعرض کی ہر شاہراہ پر اس کی محتاط کڑی نگاہ کام کر رہی تھی۔ اسی جغرافیائی مہارت کو برسرِ کار لا کر انھوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عراق میں جنوب مغربی شہر ابلہ کے زیریں علاقے سے داخل ہوں۔ اور دوسرے کمانڈر عیاض کو حکم دیا کہ وہ شمال مشرقی علاقے مُصَیَّخ کی بالائی جانب سے عراق میں داخل ہوں۔ اور دونوں کو حکم دیا کہ عراق کے وسط میں جمع ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خلیفۃ المسلمین یہ نصیحت کرنا بھی نہیں بھولے کہ تم دونوں کسی شخص کو زبردستی اپنے لشکر میں شامل

[1] مجموعة الوثائق السياسية لمحمد حميد الله، ص:373. [2] البداية والنهاية:347/6.

نہ کرنا۔ نہ انھیں مجبور کر کے جنگ میں شریک کرنا۔ یعنی ان کی نظر میں اس لشکر میں بھرتی لازمی نہ تھی بلکہ اپنے اختیار اور خوش دِلی پر منحصر تھی۔ ①

جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر حیرہ کا انتخاب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حیرہ پر قبضہ کرنے کا جو حکم دیا تھا، اس کا سبب اس کی جغرافیائی اہمیت تھی کیونکہ حیرہ موجودہ کوفہ کے جنوب میں صرف تین میل دُور تھا اور نجف کے جنوب مشرق میں صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع تھا۔ نقشہ دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں اس مقام کی جغرافیائی اہمیت سمجھ لیتا ہے۔ حیرہ تمام مواصلات کا مرکزی مقام تھا۔ تمام اطراف کے راستے اس مقام پر آ کر مل جاتے تھے۔ یہ شہر دریائے فرات کے ذریعے سے مشرق میں مدائن سے ملا ہوا تھا۔ شمالی جانب سے ''ہیت'' سے منسلک تھا۔ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ سفر کرنے والے خاصا اوپر جا کر جسرِ انبار عبور کر کے انبار شہر جا پہنچتے تھے۔ مغربی جانب حیرہ شام کے ساتھ متصل تھا اور اس کے جنوب مشرق میں مشہور شہر اُبُلّہ موجودہ بصرہ کے قریب واقع تھا۔ مشرق میں وہ علاقہ سواد کے شہر کسکر کے ساتھ مربوط تھا اور دریائے دجلہ پر نعمانیہ کے ساتھ بھی متصل تھا۔ اس تفصیل سے اس مقام کی جغرافیائی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس علاقے کی فتح کے لیے حضرت خالد اور عیاض رضی اللہ عنہما کی قیادت میں دو لشکر بھیجنے کا فیصلہ بالکل درست تھا۔ کیونکہ حیرہ عراق کا دل تھا اور مدائن کے قریب ترین وہ نہایت اہم مقام تھا جو ایرانی شہنشاہیت کا دارالحکومت تھا۔ ایرانیوں کو بھی اس مقام کی جغرافیائی اہمیت کا بخوبی اندازہ تھا، اس لیے وہ مسلسل لشکر کشی کے ذریعے اس پر دوبارہ قبضے کی کوششیں کرتے رہے کیونکہ حیرہ پر قبضہ دریائے فرات کے تمام مغربی علاقے کی حفاظت کا ضامن تھا۔ اس کے علاوہ اسلامی فوج کے لیے یہ علاقہ اس لیے بھی نہایت اہم تھا کہ یہ شام میں رومیوں سے جنگ کے لیے

① الفن العسكري الإسلامي للدكتور يٰسين سويد، ص: 84,83.

مسلمانوں کا اہم فوجی اڈا بن سکتا تھا۔ [1]

حیرہ پہنچنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکنیک آج کے جدید جنگی فنون میں گھیراؤ کی پالیسی کہلاتی ہے، یعنی دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لینا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس جنگی حکمت عملی سے یہ حقیقت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ عراق فتح اور جزیرہ نمائے عرب کے اطراف کو جہاد کے ذریعے فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کرنا کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ زبردست فوجی پلاننگ کا نتیجہ تھا۔ [2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جہادی پلان بناتے وقت ایسے امور پر خصوصی توجہ دیتے تھے جو لشکروں کی تنظیم، ان کی راہنمائی، ان کی ضروریات اور اہداف کو متعین کرنے میں مدد دیتے ہوں۔ وہ ان باتوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے جو لشکروں کے مابین تعاون اور میدان کارزار میں توازن قائم رکھ سکیں، البتہ آپ امیر لشکر کو یہ آزادی ضرور دیتے تھے کہ وہ میدان قتال میں موقع محل کی مناسبت سے جو مناسب جنگی چال اختیار کرنا چاہے بلا تاخیر اختیار کرلے اور محاذ جنگ میں فتح مندی کے لیے جو حربہ بھی کارگر ہو اسے فوراً بروئے کار لائے۔ [3]

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بے لوث جاں نثاری

عراقی جہاد میں ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے والے واقعات میں سے ایک واقعہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بے لوث جاں نثاری بھی ہے۔ وہ اپنی قوم کے دوش بدوش جہاد عراق میں مصروف تھے۔ جب حضرت ابوبکر کو اس کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور حضرت مثنیٰ کو ان کی قوم کا قائد مقرر کردیا۔ یہ واقعہ حضرت خالد کی عراق آمد سے پہلے کا

[1] معارك خالد بن الوليد ضد الفرس لعبدالجبار السامرائي، ص: 35. [2] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 45. [3] مشاهير الخلفاء والأمراء للبسام العسلي، ص: 127.

حیرہ کی جغرافیائی اہمیت
الجزیرہ
ساسانی سلطنت
فارس
(ایران)
شام
انبار
مدائن
(طیسفون)
رُومی سلطنت
عراق
دریائے دجلہ
صحرائے شام
سواد
سماوہ
حیرہ
دریائے فرات
صحرائے
سماوہ
شط العرب
دُومۃ الجندل
عرب
خلافتِ اسلامیہ
کویت
نقشہ: 06
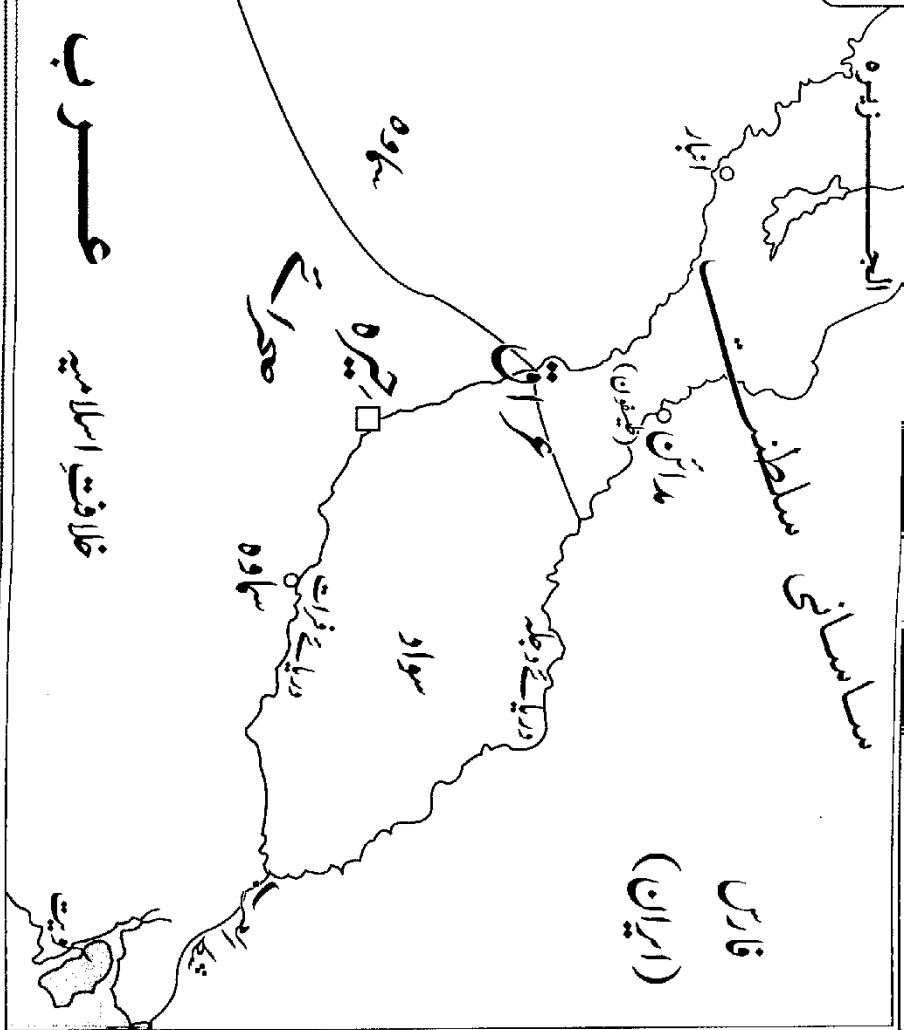
ہے، پھر جب حضرت ابوبکر نے عراق کی فتح کا باقاعدہ پلان بنایا تو انھوں نے حضرت خالد کو اس مہم کا امیر بنانا زیادہ مناسب سمجھا، چنانچہ آپ نے حضرت مثنیٰ کو ایک خط لکھا اور انھیں حکم دیا کہ وہ حضرت خالد کے لشکر میں شامل ہو جائیں اور ان کی اطاعت کریں۔ یہ خط ملتے ہی حضرت مثنیٰ اپنے لشکر سمیت ماتحتی کی حالت میں خوشی خوشی حضرت خالد کی کمانڈ میں چلے گئے۔ حضرت مثنیٰ کا یہ کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انھیں ان کے لشکر کی کثرت یا اس حقیقت نے حضرت خالد کی اطاعت سے باز نہیں رکھا کہ وہ عراق میں پہلے آئے تھے اور حضرت خالد سے بڑھ کر کمانڈر انچیف بننے کے مستحق تھے۔ انھوں نے شانِ اطاعت دکھائی اور خلیفۂ رسول ﷺ کے حکم پر فوراً سرنگوں ہو گئے۔[1]

جہاد فی سبیل اللہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد اور عیاض رضی اللہ عنہما کو خط میں لکھا تھا کہ وہ ان فوجیوں کو ساتھ لے کر جائیں جو مرتدوں کے خلاف جہاد میں شرکت کر چکے تھے یا ان مسلمانوں کو ترجیح دیں جو اس فتنے میں ثابت قدم رہے تھے اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے ان میں سے کسی بھی شخص کو ساتھ لے کر نہ جائیں حتی کہ میں ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لوں، چنانچہ ان جنگوں کی ابتدا میں کوئی سابق مرتد شریک نہ ہو سکا، البتہ جب ان کی استقامت ثابت ہو گئی تو بعد میں وہ بھی شریک ہو گئے۔[2] اس کا بیان آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ موقف بڑی احتیاط اور دور بینی پر مبنی تھا تاکہ جہاد فی سبیل اللہ میں کوئی ایسا آدمی شریک نہ ہو جائے جو دنیوی مال و متاع کا خواہش مند ہو اور مجاہدین کی صفوں میں خلل ڈال کر ان کی ناکامی کا سبب بنے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ تربیتی سبق نبی کریم ﷺ کے گراں مایہ اسباق سے حاصل کیا

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 130/9. [2] تاريخ الطبري: 163/4.

تھا اور یہ اقدام مجاہدین کی صفوں کو ہر قسم کے شکوک اور آلودگیوں سے پاک رکھ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اٹھایا گیا تھا۔ اس طرح کی احتیاطی تدابیر سے خطرناک ناکامیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے اس شاندار اصول کی زبردست حمایت کی، حالانکہ اس وقت افرادی قوت کی اشد ضرورت تھی۔ مرتد ہوکر دوبارہ مسلمان ہو جانے والوں سے محتاط اور بے نیاز رہنا آپ کی مکمل قناعت کی دلیل ہونے کے علاوہ قادر مطلق پر آپ کے ناقابل تسخیر ایمان کا زبردست مظاہرہ ہے کیونکہ جنگیں مقاصدِ جلیلہ کی لگن اور اخلاص کی بدولت جیتی جاتی ہیں۔ اعلیٰ مقاصد سے محروم کثرت افواج محض ایک بھیڑ ہے جو کوئی کارِ نمایاں انجام نہیں دے سکتی۔[1]

اہل عراق سے نرمی اور کسانوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا:

«تَأَلَّفْ أَهْلَ فَارِسَ وَ مَنْ كَانَ فِي مُلْكِهِمْ مِّنَ الْأُمَمِ»

''ایرانیوں کے ساتھ نرمی کرنا اور جو قومیں ان کے ملک میں آباد ہیں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔''[2]

حضرت ابوبکر کے اس فرمان سے بیرونی ممالک میں جہاد اسلامی کا مقصد خوب روشن ہو جاتا ہے کہ جہاد کا مقصد لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا دین پہنچانا ہے اور جب اس دعوت کی راہ میں حکومتیں حائل ہوں تو انھیں ختم کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آجائیں۔ یہ عظیم مقصد صحابۂ کرام کے تمام معرکوں میں روزِ روشن کی طرح واضح نظر آتا ہے۔ وہ سب سے پہلے دشمن کو اسلام کی دعوت دیتے تھے تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں تو انھیں مسلمانوں جیسے حقوق حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ان

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 131/9. [2] تاريخ الطبري: 159/4.

پر مسلمانوں جیسے ہی فرائض لاگو ہوں۔ اگر وہ یہ بات نہ مانیں تو پھر اسلامی حکومت کے تابع ہوجائیں، اسلامی حکومت ان کا دفاع کرے گی اور جزیہ کی شکل میں ان سے ٹیکس وصول کرے گی۔ اگر وہ یہ بات بھی نہ مانیں تو پھر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد ضروری ہوجاتا ہے۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہادی کمانڈروں کو اہل سواد اور کسانوں سے خصوصی ہمدردی کا حکم دیا۔ ان کی تڑپ اور طلب یہ تھی کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہوجائیں اور ذرائع پیداوار محفوظ ہوجائیں۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بغیر کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ کاشتکاری نہایت اہم پیشہ اور لوگوں کی گزران اور معیشت کا بڑا اہم ذریعہ ہے۔[2]

جس لشکر میں اس جیسے جوانمرد ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھاتا

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فوجی کمک طلب کی تو انھوں نے حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ آپ سے کہا گیا: ''کیا آپ صرف ایک شخص کو ایسے آدمی کے لیے بطور کمک بھیج رہے ہیں جس کا لشکر پسپا ہوچکا ہے؟''

آپ نے فرمایا: «لَا يُهْزَمُ جَيْشٌ فِيهِمْ مِّثْلُ هٰذَا»

''جس لشکر میں قعقاع جیسے جری ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔''[3]

یہ حضرت ابوبکر کی فراست تھی جو آنے والے واقعات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوئی۔ یقیناً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علم الرجال کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ انھیں بیشتر لوگوں کی مختلف صفات اور مہارتوں کا بخوبی علم تھا۔[4]

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 130/9. [2] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 342. [3] تاريخ الطبري: 163/4. [4] التاريخ الإسلامي للحميدي: 129/9.

عراق میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے معرکے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جلد ہی عراق پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھ مرتدوں کے خلاف جہاد کرنے والے دو ہزار مجاہدین تھے۔ آپ نے ربیعہ قبائل کے آٹھ ہزار مجاہدین بھی ساتھ لے لیے۔ آپ نے عراق میں موجود تین کمانڈروں کو بھی خط لکھے جو جہاد کے لیے لشکر سمیت پہلے ہی موجود تھے۔ یہ تینوں کمانڈر حضرت مذعور بن عدی عجلی، سلمٰی بن قین تمیمی اور حرملہ بن مریطہ تمیمی تھے۔ ان تینوں کمانڈروں اور حضرت مثنیٰ کے لشکر، حضرت خالد کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ حضرت مثنیٰ کا لشکر آٹھ ہزار مجاہدوں پر مشتمل تھا۔ اس طرح اسلامی لشکر اٹھارہ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔[1] ان سب نے اتفاق کیا کہ تمام لشکر ابلہ میں جمع ہوں گے۔[2] حضرت خالد نے عراق روانہ ہونے سے پہلے ہی ابلہ کے سرحدی کمانڈر ہرمز کو دھمکی آمیز خط لکھ بھیجا۔ اس میں تحریر تھا:

> ''مسلمان ہو جاؤ۔ بچ جاؤ گے، یا اپنی اور اپنی قوم کی سلامتی کے لیے معاہدہ کرلو۔ ہمیں جزیہ ادا کرو، بصورت دیگر خود اپنے آپ ہی کو ملامت کرنا۔ کیونکہ میں ایسی جنگجو قوم کے ساتھ تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں جو موت کو اسی طرح محبوب رکھتی ہے جس طرح تمھیں زندگی عزیز ہے۔''[3]

حضرت خالد نے یہ دھمکی آمیز اسلوب اس لیے اختیار کیا تاکہ دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ کا کارگر وار کریں اور ہرمز اور اس کے لشکر کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ جائے، ان کی قوت کمزور پڑ جائے اور یوں ان کا مورال ہی گر جائے۔ جب حضرت خالد دشمن کے قریب پہنچے تو آپ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور انھیں تین مختلف

[1] تاريخ الطبري: 163/4. [2] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 46. [3] تاريخ الطبري: 164/4.

راستوں پر چلنے کا حکم دیا کیونکہ یہ بھی ایک اہم جنگی اصول اور دفاعی تدبیر ہے جس کے ذریعے اپنی فوج کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے ایک گروہ کا امیر حضرت مثنیٰ کو بنایا۔ یہ ہراول دستہ تھا۔ اس کے پیچھے حضرت عدی بن حاتم کا لشکر تھا۔ آخر میں حضرت خالد روانہ ہوئے اور ماتحت لشکروں کو حفیر [1] میں جمع ہو کر دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہونے کا حکم دے دیا۔ [2]

معرکۂ ذات السلاسل (زنجیروں والا معرکہ)

ہرمز کو جونہی یہ خبر ملی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ روانہ ہو چکے ہیں اور مسلمانوں نے ''حفیر'' میں جمع ہونے کا پروگرام بنایا ہے تو اس نے بڑی تیزی دکھائی۔ وہ مسلمانوں سے پہلے ہی حفیر پہنچ گیا۔ اس کی فوج کے ہراول دستے کی کمان اس کے دو کمانڈر قباد اور انوشجان کر رہے تھے۔ حضرت خالد کو ہرمز کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو انھوں نے حفیر کے بجائے کاظمہ کا قصد کیا۔ ادھر ہرمز بھی بڑا چوکنا تھا، اس لیے وہ اس جگہ بھی مسلمانوں سے پہلے جا پہنچا۔ اس نے پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیا اور اپنی فوج کے لیے مناسب پوزیشن بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر وہاں پہنچا تو انھیں ایسی جگہ میسر آئی جہاں پانی نہیں تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو حکم دیا: ''اپنا سامان سواریوں سے اتارو اور دشمن سے پانی کے حصول کے لیے ٹکرا جاؤ۔ پانی اسی لشکر کو نصیب ہو گا جو زیادہ صبر والا اور اللہ کے نزدیک معزز و مکرم ہو گا۔'' [3] چنانچہ مسلمانوں نے اپنا سامان اتارا۔ جنگی گھوڑے تیار کھڑے تھے مگر پیدل دستے نے پیش قدمی کی اور دشمنوں سے ٹکرا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مسلمانوں کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے نوازا۔ میدان کارزار کو باران رحمت

[1] الحضير: بصرہ سے چار میل کے فاصلے پر باہلی قبیلے کا مسکن ہے۔ دیکھیے: معجم البلدان: 2/277.
[2] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 46. [3] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 2/51، وتاريخ الطبري: 4/165.

سے جل تھل کر دیا۔ مسلمانوں نے پانی جمع کر لیا۔ جس سے مسلمانوں کو تقویت پہنچی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد کے بے شمار واقعات میں یہ واقعہ بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی خوب مدد فرمائی۔ مسلمانوں نے ہرمز کی فوج کا سامنا کیا۔ ہرمز اپنی خباثت اور بدباطنی میں بڑا مشہور تھا۔ اس نے حضرت خالد کے خلاف ایک خفیہ چال چلی۔ وہ یہ کہ اس نے اپنے باڈی گارڈز کے ساتھ مل کر پروگرام بنایا کہ وہ خالد کو مقابلے کا چیلنج دے گا اور چیلنج دیتے ہی اس کے محافظ حضرت خالد پر دھوکے سے حملہ کر دیں گے، لہٰذا ہرمز آگے بڑھا۔ اس نے حضرت خالد کو مقابلے کے لیے للکارا۔ حضرت خالد نے اس کا چیلنج قبول کر لیا۔ وہ مقابلے کے لیے فوراً میدان میں اتر آئے۔ دونوں کا مقابلہ ہوا حضرت خالد نے اسے اپنی شمشیرِ تابدار کی زد میں لے لیا۔ اس دوران ہرمز کے باڈی گارڈز حضرت خالد پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے حضرت خالد کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت خالد ہرمز کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو خود کو کشتی طوفان میں پایا۔ اب ان کے چاروں طرف ہرمز کے باڈی گارڈز کی تلواریں چمک رہی تھیں۔ لیکن وہ ذرا بھی ہراساں نہیں ہوئے۔ اسی دوران شیر دل مجاہد قعقاع بن عمرو نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے ساتھی گھڑ سواروں کے ساتھ ہرمز کے باڈی گارڈز پر ٹوٹ پڑے۔ اُدھر حضرت خالد بھی ان لوگوں سے خوب نبٹ رہے تھے، اب قعقاع اور حضرت خالد نے مل کر ہرمز کے تمام باڈی گارڈز کو قتل کر دیا۔[1] ادھر حضرت قعقاع کے پیچھے مسلمانوں نے ہرمز کی فوج پر ایسا حملہ کیا کہ ایرانی فوج شکست کھا گئی۔ یہ پہلا موقع تھا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی ہوئی بات سچ ثابت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا تھا: «لَا يُهْزَمُ جَيْشٌ فِيهِمْ مِّثْلُ هٰذَا»

''جس لشکر میں قعقاع جیسے جوانمرد ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔''[2]

[1] تاريخ الطبري: 4/165. [2] تاريخ الطبري: 4/163.

اس موقع پر حضرت خالد نے بہادری اور حوصلہ مندی کی بے مثال نظیر پیش کی۔ انھوں نے ایرانیوں کے کمانڈر کو اس کے محافظوں کے حفاظتی گھیرے میں قتل کر ڈالا اور وہ ہرمز کو نہ بچا سکے۔ اس کے قتل کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ تنہا ہرمز کے باڈی گارڈز سے نبرد آزما رہے حتی کہ آپ کے ساتھ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی شامل ہو گئے۔ یوں ہرمز اور اس کے سارے باڈی گارڈز موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اس جنگ میں ایرانی فوج نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ کے شیروں کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ انھی زنجیروں کی وجہ سے اس معرکے کا نام ذات السلاسل پڑ گیا، یعنی زنجیروں والا معرکہ۔[1]

مسلمانوں کو اس جنگ میں ایک ہزار اونٹوں کے سامانِ حمل کے برابر مال غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ کے نواح میں موجود قلعوں کو فتح کرنے کے لیے فوجی دستے روانہ کیے تو وہ بہت سا مال غنیمت لے کر لوٹے۔ حضرت خالد نے خلیفۃ المسلمین کی نصیحت کے مطابق جنگ نہ کرنے والے کسانوں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا۔ ان کی زمینیں کاشت کاری کے لیے انھی کو بخش دیں، ان کی پیداوار بھی انھی کے حوالے کر دی اور ان کی محنت کے ثمرات انھی میں تقسیم کیے۔ جو شخص مسلمان ہو گیا اس کو ادائے زکاۃ کا پابند بنایا اور جو اپنے دین پر قائم رہا اس پر جزیہ لاگو کیا۔ لیکن کمال یہ تھا کہ اس جزیہ کی شرح اس ٹیکس سے بہت کم تھی جو ایرانی حکمران ان سے زبردستی لُوٹتے تھے۔ آپ نے ایرانیوں سے ان کی زمینیں بھی نہیں چھینیں بلکہ ان کے ساتھ انصاف کے ساتھ معاملہ کیا۔ یوں ایرانیوں نے محسوس کر لیا کہ اس شاندار فتح کے نتیجے میں ان پر انسانی اخوت رکھنے والا ایک نیا عادلانہ نظام نافذ ہوا ہے اور پرانا گلا سڑا مشرکانہ نظام موت کے گھاٹ اتر گیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا خمس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارسال کر کے بقیہ مجاہدین

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 133/9، وتاريخ الطبري: 165/4.

میں تقسیم کردیا۔ اس مال غنیمت میں ہرمز کی شاہی ٹوپی بھی تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ ٹوپی حضرت خالد کی حسن کارکردگی پر انھیں بطور انعام مرحمت فرمائی۔[1] اس کی قیمت ایک لاکھ درہم کے برابر تھی۔ اس میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ ایرانی اپنے کمانڈروں کے مقام و مرتبے کے مطابق ان کی ٹوپیاں تیار کرتے تھے۔ جو کمال درجے کے شرف و مقام تک پہنچ جاتا اسے ایک لاکھ درہم کی ٹوپی پہناتے تھے۔ ہرمز بھی ان کے اعلیٰ ترین کمانڈروں میں سے تھا۔[2]

معرکۂ مذار (الثني)

ہرمز نے کسریٰ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خط کے بارے میں لکھ بھیجا تھا اور کسریٰ نے اس کے جواب میں قارن کی قیادت میں ہرمز کے لیے ایک امدادی لشکر روانہ کیا۔ لیکن ہرمز نے قارن کا لشکر آنے سے پہلے ہی مسلمانوں کے لشکر کو معمولی سمجھتے ہوئے حملہ کردیا۔ یوں وہ خود بھی مارا گیا اور اس کا لشکر بھی عبرت ناک ہزیمت سے دوچار ہوا اور شکست خوردہ فوجی دستے فرار ہوگئے۔ وہ قارن کے لشکر سے ملے تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر اُکسانے لگے، چنانچہ وہ مذار نامی جگہ پر جمع ہوگئے۔ حضرت خالد نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ اور ان کے بھائی مُعنّٰی کو بھگوڑوں کا پیچھا کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ انھوں نے کچھ قلعے فتح کیے۔ پھر ایرانیوں کے نئے لشکر کی خبر پاکر حضرت خالد کو اطلاع دے دی۔ حضرت خالد نے حضرت ابوبکر کو اطلاع بھیج دی کہ وہ اس نئے لشکر کے مقابلے کے لیے جارہے ہیں اور پھر خود خوب تیاری کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہوگئے تاکہ مسلمانوں پر اچانک حملہ نہ ہونے پائے، چنانچہ مذار مقام پر مسلمانوں کا ایرانیوں سے آمنا سامنا ہوا۔

ایرانیوں کو گزشتہ شکست کا غم وغصہ بھی تھا اور بدلہ لینے کا جنون بھی سوار تھا، لہٰذا ان کا

[1] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 131. [2] تاريخ الطبري: 166/4

لیڈر قارن سامنے آیا۔ اس نے مبارزت کے لیے پکارا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے آ نکلے۔ لیکن ان سے پہلے ہی حضرت معقل بن اعمش بن نباش نے اس کا مقابلہ کر کے اسے جہنم رسید کر دیا۔ قارن نے اپنی فوج کے میمنہ پر قباد اور میسرہ پر انوشجان کو کمانڈر مقرر کیا تھا۔ یہ دونوں کمانڈر پہلی جنگ میں بھی شرکت کر چکے تھے اور میدانِ کارزار سے بھاگ گئے تھے۔ ان کے مقابلے کے لیے دو شیر دل مجاہد نکلے۔ ان میں سے حضرت عاصم بن عمرو تمیمی نے قباد کو قتل کر دیا۔ فریقین میں شدید جنگ ہوئی لیکن ایرانی لیڈروں کے قتل کے بعد ان کی فوج شکست کھا گئی۔ ان کے تیس ہزار فوجی مارے گئے اور باقی ماندہ کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ گئے اور مسلمان دریا کی موجوں کی وجہ سے ان کو پکڑ نہ سکے۔

حضرت خالد مذار میں رک گئے۔ آپ نے کافروں کو قتل کرنے والے مجاہدین کو مقتول کافروں کا سامان دیا۔ مال غنیمت بھی تقسیم کیا اور خصوصی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے غازیوں کو خمس میں سے اعزازی انعامات سے بھی نوازا اور بقیہ مال مدینہ منورہ بھیج دیا۔[1]

معرکۂ ولجہ

مذار میں ایرانی فوج کی شکست کی خبر کسریٰ کو پہنچی تو اس نے اندرزگر کی قیادت میں بھاری لشکر بھیجا اور اس کے پیچھے بہمن جادویہ کی قیادت میں ایک اور اضافی لشکر بھی روانہ کیا۔ اندرزگر مدائن سے چل کر کسکر پہنچا۔ وہاں سے ولجہ گیا۔ اُدھر بہمن جادویہ سواد کے وسط سے نکل کر مسلمانوں کو اندرزگر اور اپنے لشکر کے مابین گھیرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے رستے میں بھی بہت سے کسان اور مددگار ساتھ ملا لیے۔ ایرانی فوج ولجہ میں جمع ہوگئی۔ جب اندرزگر کو اپنی فوج کی کثرت کا یقین ہوگیا تو اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی

[1] تاریخ الطبري: 4/168، والتاریخ الإسلامي للحمیدي: 9/134.

فوج کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ جب حضرت خالد کو ان کی پیش قدمی کا علم ہوا تو اس وقت وہ بصرہ کے قریب ''الثنی'' مقام پر تھے۔ انھوں نے مناسب سمجھا کہ دشمن کے اس ٹڈی دل لشکر کو تین طرف سے حملہ کر کے منتشر کیا جائے اور اچانک حملہ کر کے ایرانی فوج کو مشکل میں ڈال دیا جائے۔ انھوں نے اس پلان کو حتمی شکل دینے کے لیے تیاری شروع کردی۔ عقب کو محفوظ رکھنے کے لیے انھوں نے حضرت سوید بن مقرن کو حکم دیا کہ وہ حفیر ہی میں رکیں اور خود لشکر کو لے کر ولجہ پہنچ گئے۔ آپ نے علاقے کا بغور معائنہ کر کے محسوس کیا کہ میدان جنگ ایک ہموار زمین ہے اور جنگ کے لیے مناسب ہے جس میں لشکر پوری آزادی سے حرکت کرسکتا ہے۔ حضرت خالد نے یہ پلان بنایا کہ دشمن پر تین اطراف سے حملہ کیا جائے۔ انھوں نے اس منصوبے کو عملی شکل دیتے ہوئے دو لشکر روانہ کیے اور انھیں ایرانیوں کی دونوں جانب اور پیچھے سے حملہ آور ہونے کا سگنل دیا۔ جب معرکہ شروع ہوا تو دونوں فوجیں خوب بہادری سے لڑیں۔ حضرت خالد نے سامنے سے بھرپور حملہ کیا۔ پھر مناسب وقت پر پیچھے چھپے ہوئے دونوں لشکروں نے دشمن پر پچھلی طرف سے حملہ کر دیا۔ اس طرح دشمن بدترین شکست سے دوچار ہوا۔ اندرُزگر اپنے کچھ ساتھیوں سمیت نکل بھاگا لیکن وہ سب پیاس کی شدت سے مر گئے۔ [1]

اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجاہدین سے خطاب کیا اور انھیں بلاد عرب کے بجائے بلاد عجم فتح کرنے کی ترغیب دی۔ انھوں نے فرمایا: ''تم ان علاقوں میں موجود کھانے پینے کی چیزیں دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر جہاد فی سبیل اللہ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا مقصد نہ بھی ہوتا، صرف حصول معاش ہی کے لیے جنگ لڑنا مقصود ہوتا تب بھی ہمیں اس پرآسائش علاقے کے حصول کے لیے جنگ کرنی چاہیے تھی تاکہ ہم اس علاقے کے مالک بن جاتے اور بھوک اور تنگدستی ان لوگوں کے لیے چھوڑ دیتے جو

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 52/2.

ہمارے ساتھ نکلنے کے لیے راضی نہیں ہوئے۔‘‘

پھر انھوں نے مال غنیمت کے پانچ حصے کیے۔ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے اور پانچواں حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ دشمن فوج کے اہل و عیال کو قیدی بنا لیا اور کسانوں سے جزیہ لے کر ان کی اراضی انھی کو بخش دی گئی۔[1]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مذکورہ خطاب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب عرب دورِ جاہلیت میں تھے اور ان کا مطمحِ نظر آخرت کے بجائے دنیا کا حصول تھا تب بھی وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ ان کے باہمی اختلافات تھے، چنانچہ انھوں نے فرمایا: ’’ہم آخرت کے طلبگار ہیں۔ ہم ایک اعلیٰ مقصد کے لیے کوشاں ہیں۔ ہم اسی مقصد کے لیے دعوت دیتے ہیں اور اسی کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ ہم اس مقصد کے حامی نہیں اور نہ ہم اس کے لیے جہاد کر رہے ہیں تب بھی عقل کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنی معیشت کو بہتر بنانے کے لیے ان لوگوں سے جنگ کریں۔

حضرت خالد نے جب یہ بات کی تو ان کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہم اس معاشی مقصد کو اپنے اعلیٰ ترین مقصد کے ساتھ جوڑتے ہیں بلکہ یہ بات تو انھوں نے بطور مثال کہی کہ اگر ہمارا اعلیٰ ترین مقصد ہمارے پیش نظر نہ ہوتا تب بھی اسباب معیشت کے حصول کے لیے ہم ایسی جنگ کے لیے نکل پڑتے۔ گویا وہ یہ کہہ رہے تھے: ’’اگر ہم ان لوگوں سے دنیوی مقصد کے لیے جنگ کرتے تو اُخروی مقصد اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے آخر جنگ کیوں نہیں لڑیں گے؟‘‘

حضرت خالد کے اس خطاب نے ہمتوں کو جوان کر دیا، عزائم کو مضبوط بنا دیا، دلوں کو گرما دیا اور قوتوں کو بھڑکا دیا۔ پھر مجاہدینِ اسلام نے پوری قوت کے ساتھ اللہ کی راہ

[1] البداية والنهاية:6/350.

میں جہاد کیا۔[1]

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: ''معرکۂ ولجہ والے دن حضرت خالد نے ایک ایسے ایرانی شخص کا مقابلہ کیا جو ایک ہزار آدمیوں کے برابر شمار کیا جاتا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے قتل کر کے فارغ ہوئے تو اُسی کی لاش سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، پھر اپنا دوپہر کا کھانا منگوایا۔''[2]

اللہ کی تلوار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ جرأت مندانہ اقدام ایرانیوں کے غرور کو خاک میں ملانے، ان کے جبر و غلبے کو ملیا میٹ کرنے اور ان کے عزائم کو پامال کرنے کے لیے تھا۔[3]

معرکۂ الیس اور فتح امغیشیا

معرکۂ ولجہ کے بعد ہوا یوں کہ بعض عرب عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایرانیوں کا ساتھ دیا۔ ان کا کمانڈر عبدالاسود عجلی تھا اور ایرانیوں کا کمانڈر جابان تھا۔ بہمن جادویہ نے اسے حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں جلدی نہ کرے الا یہ کہ مسلمان اسے جلدی کرنے پر مجبور کر دیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عرب عیسائیوں اور اہل حیرہ کے نواحی عربوں کے گٹھ جوڑ کی خبر ملی تو وہ ان کے مقابلے کے لیے نکل پڑے۔ انھیں عربوں کے ساتھ ایرانیوں کے اتحاد کا علم نہیں تھا۔ جب اسلامی لشکر سامنے آیا تو جابان نے اپنی فوج کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن جابان کی فوج نے حضرت خالد کی کچھ پروا نہ کی اور ان کے لشکر کو معمولی سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کو کھانا کھانے کے لیے بلانا شروع کر دیا۔ حضرت خالد نے انھیں ان کے مرغن کھانوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہ دیا اور شدید جنگ چھیڑ دی۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ دشمنوں کی پریشانی

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 139/9. [2] البداية والنهاية: 350/6. [3] التاريخ الإسلامي للحميدي: 138/9.

اور مصیبت اس لیے اور زیادہ ہوگئی کہ انھیں توقع تھی کہ بہمن جادویہ ایک بڑے لشکر سمیت ان کی مدد کے لیے آئے گا۔ اس شدید جنگ میں مسلمانوں نے نہایت صبرو استقامت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت خالد نے فرمایا: ''اگر ہم ان پر غالب آگئے تو میں ان میں سے قابو آنے والے ہر شخص کو قتل کر دوں گا اور ان کے خون سے دریا بہادوں گا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دے دی اور دشمنوں پر غلبہ عطا کر دیا۔ حضرت خالد نے اپنے منادی کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں اعلان کیا: ''دشمنوں کو قیدی بناؤ۔ صرف اسے قتل کرو جو مزاحمت کرے۔'' چنانچہ مسلمان گھڑ سوار انھیں جانوروں کی طرح ہانک کر لے آئے۔ حضرت خالد نے کچھ لوگوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ انھیں دریا میں ڈبو کر قتل کریں۔ یہ سلسلہ ایک دن اور ایک رات تک جاری رہا، پھر اگلے دو دن انھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جاتا رہا حتی کہ مسلمان تعاقب کرتے کرتے نہرین تک پہنچ گئے اور اتنی ہی مسافت تک ''الیس'' کی ہر جانب سے انھیں قتل کیا گیا۔ حضرت قعقاع وغیرہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا: ''اگر آپ روئے زمین کے تمام کافروں کو بھی قتل کر دیں تب بھی خون کا دریا نہیں بہے گا کیونکہ جب سے آپ نے دریا کا پانی بند کیا ہے خون جمتا جا رہا ہے اور زمین بھی خون کو جذب نہیں کرتی۔ لیکن اگر آپ خون پر دریا کا پانی چھوڑ دیں تو بہنے لگے گا اور آپ کی نذر پوری ہوجائے گی۔'' اس سے قبل حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریا کا پانی روک دیا تھا، چنانچہ پانی چھوڑا گیا تو خون روانی کے ساتھ بہنے لگا۔ اسی وجہ سے اس دریا کو ''نہر الدم'' دریائے خون کا نام دے دیا گیا۔[1]

جب دشمن کو شکست فاش ہوگئی، وہ اپنے معسکر سے نکال دیے گئے اور مسلمان ان کی تلاش کی مہم سے واپس آ کر ان کے معسکر میں داخل ہوئے تو حضرت خالد ان کے تیار کردہ مرغن کھانوں کے پاس کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ''میں یہ کھانا تمھیں اضافی طور پر

[1] تاریخ الطبري: 173/4.

معرکہ ذات السلاسل اور مذار، ولجہ، اُلّیس اور امغیشیا کی فتح
ایرانیوں کی لشکرکشی
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی لشکرکشی
قادسیہ
دریائے فرات
امغیشیا
اُلّیس
ولجہ
بہمن جادویہ
دریائے دجلہ
قارن بن قریانس
زندورد
ہرمزگرد
مذار
عراق
فارس
(ایران)
دریائے کارون
حفیر
خندق شاپور
اُبلہ
شط العرب
کویت
کاظمہ
خلیج فارس
عرب
صحرائے
سماوہ
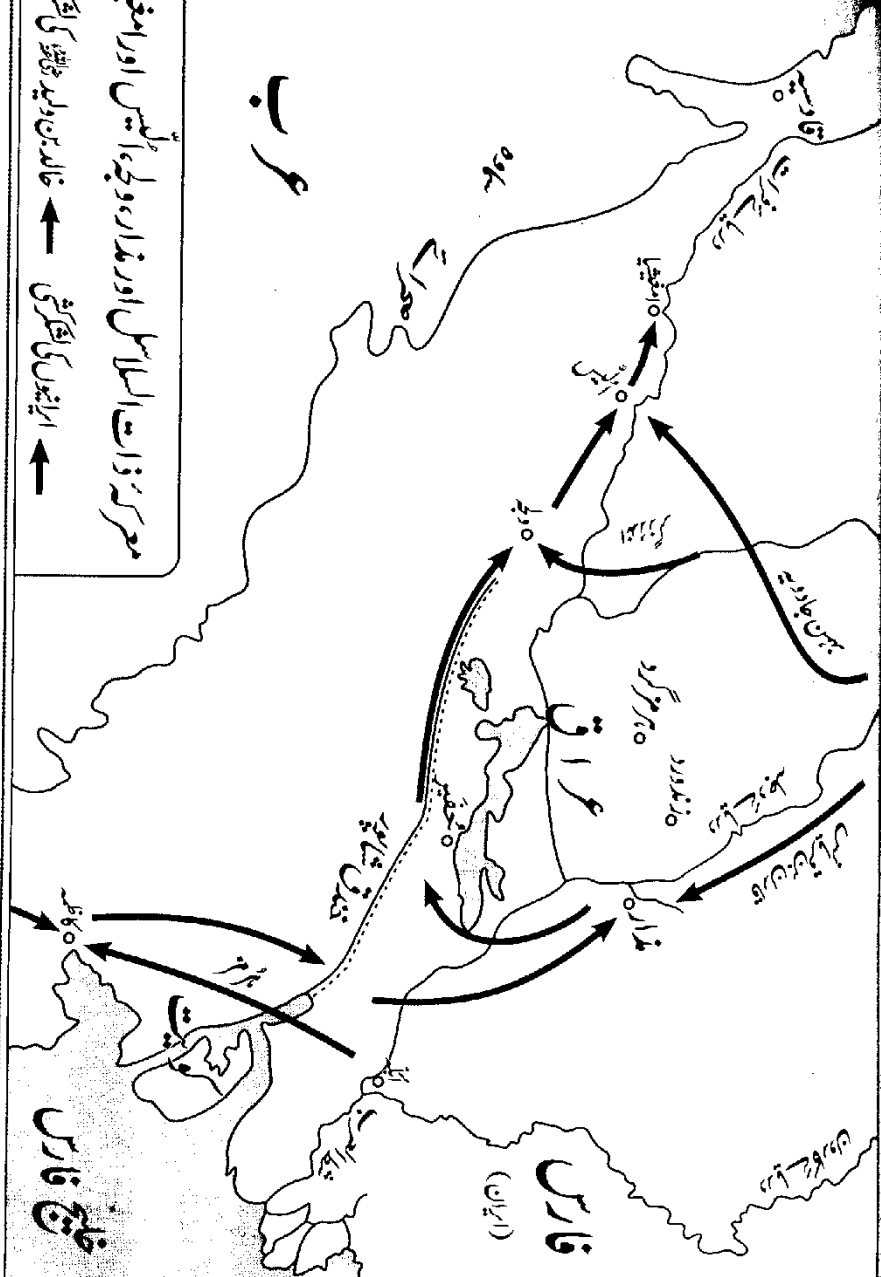
دے رہا ہوں۔'' پھر فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ جب تیار شدہ کھانا پاتے تھے تو اسے تقسیم کر دیتے تھے۔'' مسلمان رات کا کھانا کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ جن لوگوں نے ایسی نرم و نازک اور باریک آٹے کی روٹیاں کبھی نہیں دیکھی تھیں وہ پوچھنے لگے: ''یہ سفید باریک چیز کیا ہے؟'' جن لوگوں کو ان کا پتہ تھا وہ ان کے ساتھ مزاح کرتے ہوئے کہنے لگے: ''کیا تم نے ''رقیق العیش'' (خوشحالی اور آسودگی) کے بارے میں کچھ سنا ہے؟'' وہ کہتے: ''ہاں، سنا ہے۔'' تو وہ کہتے: ''یہ وہی رقیق العیش ہے۔'' چنانچہ باریک آٹے کی پکی ہوئی انھی روٹیوں کو رقاق کا نام دے دیا گیا، جبکہ عرب اس سے پہلے انھیں ''قری'' کہتے تھے۔

الیس کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد نے پیش قدمی کرتے ہوئے امغیشیا کا رخ کیا۔ وہاں کے لوگ پہلے ہی سے علاقہ خالی کر کے سواد میں بکھر چکے تھے۔ حضرت خالد نے اس علاقے کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کو اس علاقے سے بے حساب مال غنیمت ملا۔ ایسی غنیمت کسی اور علاقے سے نہ ملی تھی۔ ایک ایک گھڑسوار کو پندرہ سو درہم ملے اور خصوصی کارکردگی دکھانے والوں کو اعزازات سے نوازا گیا۔ جب فتح کی خبر اور خمس کا مال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو انھوں نے حضرت خالد اور اس کے لشکر کے کارنامے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! عَدَا أَسَدُكُمْ عَلَى الْأَسَدِ فَغَلَبَهُ عَلَى خَرَاذِيلِهِ، أَعْجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَنْسِلْنَ مِثْلَ خَالِدٍ»

''اے قریش کی جماعت! تمھارے شیر نے دشمن کے شیر پر حملہ کر کے اسے زیر کر لیا ہے اور اس کے منہ سے گوشت کے ٹکڑے بھی چھین لیے ہیں۔ عورتیں خالد جیسے جوانمرد پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔''[1]

[1] تاريخ الطبري: 175/4.

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فتح کی خبر بنو عجل کے جندل نامی ایک شخص کے ہاتھ بھیجی تھی۔ وہ ایک ماہر گائیڈ اور مضبوط و توانا آدمی تھے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اُلیس اور امغیشیا کی فتح، مال فے، متعدد غلام، خمس کا مال اور اعلیٰ کارکردگی کے حامل مسلمانوں کی خبر لے کر حاضر ہوئے تھے۔ جب وہ حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ان کی مضبوط جسامت اور ثابت قدمی دیکھ کر پوچھا:

«مَا اسْمُكَ؟» ''تمھارا نام کیا ہے؟''

انھوں نے عرض کیا: ''جندل۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «وَيْهًا جَنْدَلُ» ''جندل تمھارا بھلا ہو!''

نَفْسُ عِصَامٍ سَوَّدَتْ عِصَامًا   وَعَوَّدَتْهُ الْكَرَّ وَالْإِقْدَامَا

''کیسا مضبوط آدمی ہے جس نے تنومند لوگوں کی سرداری کی اور انھیں دشمن پر بڑھ چڑھ کر دھاوا بولنے کا عادی بنا دیا۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک لونڈی عطا کی۔ اس لونڈی سے ان کی اولاد بھی ہوئی۔[1]

حضرت ابوبکر کا یہ ارشاد فرمانا:

«عَدَا أَسَدُكُمْ عَلَى الْأَسَدِ فَغَلَبَهُ عَلٰى خَرَاذِيلِهِ، أَعْجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَّنْسِلْنَ مِثْلَ خَالِدٍ»

''تمھارے شیر نے حملہ کر کے دشمن کے شیر کو زیر کر لیا ہے اور اس کے منہ سے گوشت کے ٹکڑے بھی چھین لیے ہیں۔ عورتیں خالد جیسا بہادر جننے سے قاصر ہیں۔''

اس قول میں درحقیقت حضرت خالد کے بلند مقام و مرتبے کا اعتراف اور ان کے لیے زبردست خراج تحسین کی گونج موجود ہے، اسی طرح اس فرمان میں اعلیٰ کارکردگی دکھانے

[1] تاريخ الطبري: 4/174.

والوں کی عزت و توقیر جھلکتی ہے۔ مزید برآں اس میں کمزور ہمت والوں کے لیے ترغیب بھی ہے کہ وہ بھی محنت اور جدو جہد کر کے حقیقی طور پر اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش کریں۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کا مذکورہ بالا ارشاد گرامی کسی بھی مجاہد کے لیے اعلیٰ ترین تمغۂ عظمت ہے۔ مسلمانوں کے خلیفۂ اعظم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کے بارے میں وقتاً فوقتاً جو ریمارکس دیے وہ ان کی حیرت انگیز عسکری صلاحیتوں کے لیے اتنا بڑا خراج تحسین ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس خراجِ تحسین کے آگے دنیا کی بڑی سے بڑی فوجی اکیڈمیوں کی کاغذی ڈگریاں اور اعزازی تمغے ہیچ ہیں۔ جنگی منصوبہ بندی، گھات لگا کر حملے کرنے اور دفاعی چالیں چلنے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جو زبردست مہارت اور یدطولیٰ حاصل تھا، تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔[2]

سلطنتِ حیرہ کی فتح اور فوائد

حیرہ کی فتح

حیرہ کے مرزبان یعنی ایرانی کمانڈر کو اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے امغیشیا کا کیا بنایا ہے۔ اسے یقین تھا کہ حضرت خالد اس کے علاقے میں بھی ضرور آئیں گے، لہٰذا اس نے جنگی تیاری کی اور اپنے بیٹے کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کر دیا اور پھر خود بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اس نے مسلمانوں کی بحری پیش قدمی روکنے کے لیے اپنے بیٹے کو دریائے فرات کا پانی بند کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کو اس واقعے کی خبر اچانک ملی۔ انھیں بڑا ملال ہوا۔ انھوں نے کسانوں کو بھیجا تو انھوں نے رپورٹ دی کہ

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 144/9. [2] خالد بن الوليد لصادق عرجون، ص: 216.

نہروں کو بند کرنا ضروری ہے تاکہ دریا کا پانی جاری رہ سکے۔ اس پر حضرت خالد نے یہ کیا کہ وہ ایک گھڑسوار دستہ لے کر مرزبان کے بیٹے کے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں ابن مرزبان کے گھڑسوار دستے سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مجاہدوں نے اسے شکست دی، پھر مرزبان تک شکست کی خبر پہنچنے سے پہلے ہی حضرت خالد دریائے فرات کے دہانے پر مرزبان کے بیٹے کے لشکر تک جا پہنچے۔ انھوں نے آناً فاناً اس لشکر پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ مرزبان کے بیٹے سمیت ایرانی فوج کے بے شمار افسر اور جوان مارے گئے، جو باقی بچے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ حضرت خالد نے نہریں بند کردیں اور دریا میں پانی چلنا شروع ہوگیا۔

بعد ازاں حضرت خالد نے اپنی بقیہ فوج کو طلب کیا اور حیرہ روانہ ہوگئے۔ مرزبان کو اپنے بیٹے اور ازدشیر کی موت کے علاوہ دیگر ایرانیوں کی ہلاکت کی خبر ملی تو اس پر ایسا ہراس طاری ہوا کہ وہ جنگ کیے بغیر ہی دریائے فرات عبور کر کے بھاگ گیا۔ اب حضرت خالد نے اس کے علاقے کو اپنا معسکر بنا لیا، جبکہ اہل حیرہ قلعہ بند تھے۔ حضرت خالد نے اپنے معسکر سے ایک گھڑسوار دستہ حیرہ کے اندرونی علاقے میں بھیج دیا۔ پھر آپ نے حیرہ کے اردگرد کے محلات کا محاصرہ کرلیا اور درج ذیل کمانڈروں کو مختلف پوزیشنوں پر مامور کیا:

- قصرِ ابیض کے محاصرے کے لیے حضرت ضرار بن ازور کو بھیجا۔ اس محل میں ایاس بن قبیصہ طائی موجود تھا۔
- ضرار بن خطاب کو قصر عدسیین کے محاصرے کے لیے روانہ کیا۔ اس محل میں عدی بن عدی عبادی محصور تھا۔
- ضرار بن مقرن نے بنو مازن کے محل کا گھیراؤ کیا۔ اس محل پر ابن اکال کا قبضہ تھا۔
- حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ابن بقیلہ کے محل کا محاصرہ کیا۔ اس پر ابن بقیلہ، یعنی عمرو بن عبدالمسیح قابض تھا۔

حضرت خالد نے اپنے کمانڈروں کو حکم دیا کہ وہ کفار کو اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ دعوت اسلام قبول کر لیں تو ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا جائے۔ اگر وہ انکار کریں تو انھیں ایک دن کی مہلت دے دی جائے۔ اور ادائے جزیہ کی شرط قبول کرنے پر انھیں امان دے دی جائے۔ دشمنوں نے سوائے جنگ کے بقیہ تجاویز رد کر دیں اور مسلمانوں پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ جواباً مسلمانوں نے ان پر تیر برسائے اور زوردار حملہ کر کے بہت سے اہم علاقے فتح کر لیے۔ لڑائی جاری رہی حتی کہ عیسائی راہبوں نے پکارنا شروع کر دیا: ''اے محلات والو! تم لوگ ہی ہمیں قتل کر رہے ہو۔'' چنانچہ دشمن نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کو مخاطب کر کے اعلان کیا: ''اے عربوں کی جماعت! ہم نے تین اختیارات میں سے ایک قبول کر لیا ہے، لہٰذا ہم سے جنگ روک دو۔'' پھر ہر محل کا رئیس باہر نکل آیا اور حضرت خالد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت خالد نے ان رئیسوں سے الگ الگ ملاقات کی۔ انھیں خوب ڈانٹ پلائی اور ملامت کی۔ انھوں نے حضرت خالد سے ایک لاکھ نوے ہزار (190000) درہم بطور جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ حضرت خالد نے فتح کی خبر اور تحائف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیے۔ انھوں نے تحائف قبول کر لیے اور ان تحائف کو اہل حیرہ کے جزیے کی رقم میں شمار کر لیا تاکہ کسی قوم کا مال ناجائز کھانے سے بچا جا سکے اور عجمیوں کی اس عادت کو ختم کیا جا سکے کہ وہ موقع پاتے ہی لوگوں کا مال ناحق چھین لیتے تھے۔[1]

حضرت خالد نے اہل حیرہ کے ساتھ صلح نامے میں لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ صلح نامہ ہے جو خالد بن ولید نے عدی، عمر بن عدی، عمرو بن عبدالمسیح، ایاس بن قبیصہ اور حیری بن اکال وغیرہ اہل حیرہ کے رؤساء سے کیا ہے۔ اہل حیرہ اس معاہدے پر رضامند ہیں اور اس کے پابند ہیں۔ ان

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:348.

فتح حیرہ (12ھ/633ء)
عراق عرب
سواد
جھیل نجف
(الجوف)
صحرائے سماوہ
مشخاب
نجف
خندق شاپور
نہر بُوَیب
دیر اعور
دیر ہند الصغریٰ
سدیر
غریین
خالد بن ولید
ضرار بن خطاب
قصر عدسیین
ضرار بن ازور
قصر ابیض
حیرہ
قصر بنی بقیلہ
مثنیٰ بن حارثہ
قصر بنی مازن
ضرار بن مقرن
صنین
خورنق
دریائے فرات

نقشہ: 08
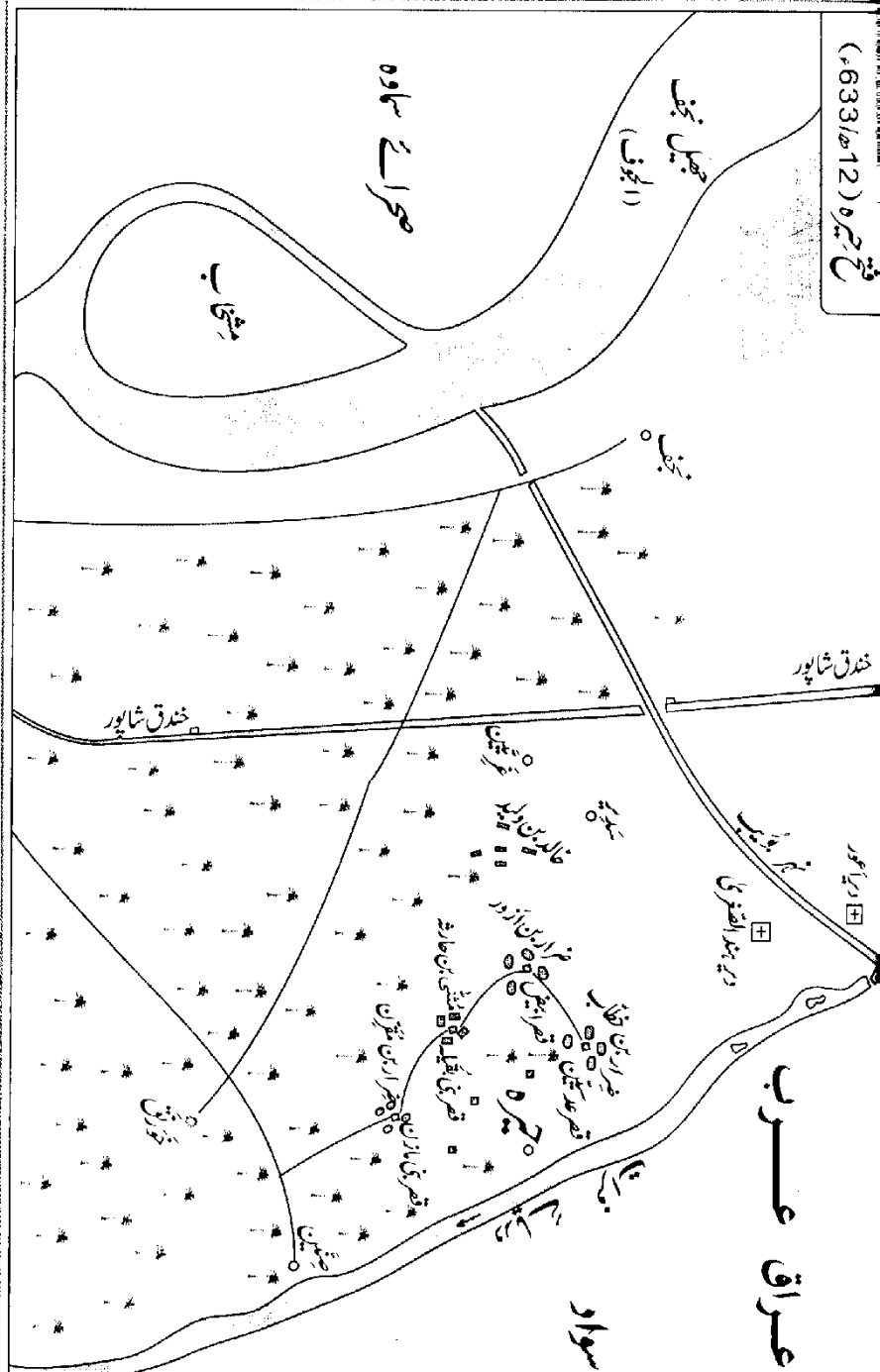
سے ہر سال ایک لاکھ نوے ہزار درہم جزیہ لیا جائے گا۔ یہ دنیا میں ان کی ذلت ہے۔ اس میں ان کے راہب بھی شامل ہیں، تاہم وہ راہب جو دنیا سے کٹ کر عبادت میں مصروف ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس معاہدے کی رو سے ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمے ہے۔ اگر وہ ان کی حفاظت نہ کریں تو پھر ان سے کوئی جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اگر ان لوگوں نے اپنے کسی قول وفعل سے غداری کی تو یہ صلح نامہ کالعدم ہو جائے گا۔ یہ صلح نامہ ربیع الاول 12 ھ میں تحریر کیا گیا۔'' ①

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت خالد نے اہل حیرہ کو تین میں سے ایک بات اختیار کرنے کی پیشکش کی: ''تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، تمھیں ہمارے حقوق جیسے حقوق ملیں گے اور ہمارے فرائض جیسے فرائض تم پر لاگو ہوں گے۔ اس صورت میں یہ تمھاری مرضی پر موقوف ہے کہ چاہے تم ہجرت کر کے مدینہ آجاؤ یا اپنے ہی علاقے میں سکونت رکھو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جزیہ دے کر اپنے دین پر قائم رہو۔ تیسری اور حتمی صورت یہ ہے کہ جنگ و جدال کے لیے تیار ہو جاؤ، اللہ کی قسم! میں تمھارے پاس ایسے لشکر لایا ہوں جو موت کو زندگی سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں، جبکہ تمھیں ہر قیمت پر زندگی ہی عزیز ہے۔'' انھوں نے وعدہ کیا کہ ہم آپ کو جزیہ دیں گے۔ اس پر حضرت خالد نے فرمایا: ''تمھاری بربادی ہو، کفر گمراہی کا میدان ہے، اس میدان میں جانے والا عربوں کا احمق ترین شخص ہے۔'' ②

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے ان ایمانی صفات کی وضاحت ہوتی ہے جو عراق فتح کرنے والے لشکر کی بنیادی صفات بن چکی تھیں۔ اس لشکر کا ایک اعلیٰ ترین مقصد لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اور ہدایت ربانی کی تبلیغ کرنا تھا۔ ان کا مقصد ممالک فتح کرنا، ان پر حکمرانی مسلط کرنا اور دنیاوی عیش و عشرت ہرگز نہ تھا جیسا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ

① تاریخ الطبري: 4/181. ② تاریخ الطبري: 4/178.

نے ان جنگوں میں مسلمانوں کی کامیابی کے اہم ترین محرکات بیان کیے ہیں، یعنی ان کا مقصد محض اللہ کی راہ میں شہادت کی تڑپ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا حصول تھا۔

اسی پس منظر میں صحابۂ کرام کی اتباعِ سنت کی دُھن بھی سامنے آتی ہے اور وہ یہ تھی کہ ہر بشر کو راہ ہدایت دکھائی جائے۔ اسی تمنا کے پیش نظر حضرت خالد نے انھیں جزیہ دے کر کفر پر قائم رہنے پر شدید ملامت کی تھی، حالانکہ ان کے جزیہ دینے میں مسلمانوں کا مالی فائدہ تھا۔ لیکن حضرت خالد اس قوم کے چشم و چراغ تھے جس کے نزدیک دنیا کی زندگی کی حیثیت بالکل بے وقعت تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اخروی انعامات کو ترجیح دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو بڑا شاندار سبق سکھایا تھا۔[1] آپ نے فرمایا تھا:

«فَوَاللّٰهِ! لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ يَّكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ»

''اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمھاری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔''[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کے تحائف قبول کر کے انھیں جزیے کی رقم میں شامل کیا تھا۔ آپ کا یہ عمل عدل و انصاف کی شاندار مثال ہے۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا تاکہ کسی شخص پر ظلم نہ ہو اور اس کا مال ناحق نہ کھایا جائے، حالانکہ انھوں نے یہ تحائف خود اپنی خوشی سے دیے تھے۔

شیخ علی طنطاوی نے یورپ کی سامراجی فتوحات اور مسلمانوں کی فتوحات میں بڑا شاندار موازنہ کیا ہے، پھر شاعر کے اس قول سے دلیل لی ہے۔ شاعر کہتا ہے:

مَلَكْنَا فَكَانَ الْعَفْوُ مِنَّا سَجِيَّةً　　فَلَمَّا مَلَكْتُمْ سَالَ بِالدَّمِ أَبْطَحُ

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 148/9. [2] صحيح البخاري، حديث: 4210.

وَحَلَلْتُمْ قَتْلَ الْأُسَارٰی وَطَالَمَا   غَدَوْنَا عَلَی الْأُسَارٰی نَمُنُّ وَ نَصْفَحُ

فَحَسْبُکُمْ هٰذَا التَّفَاوُتُ بَیْنَنَا   فَکُلُّ إِنَاءٍ بِالَّذِي فِیهِ یَنْضَحُ

”جب ہم حکمران بنے تو عفو و درگزر ہماری صفت تھی، جب تم حکمران ہوئے تو وادیاں خون سے رنگین ہو گئیں۔تم نے قیدیوں کے قتل کو روا رکھا۔ ہم نے بے شمار قیدیوں پر احسان کرتے ہوئے انھیں آزاد کر دیا۔تمھارے اور ہمارے درمیان یہی امتیازی فرق ہے۔ ہر برتن سے وہی چیز باہر نکلتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے۔“[1]

حیرہ اسلامی لشکر کا معسکر

حیرہ کی فتح بہت بڑی اور نہایت اہم جنگی فتح تھی۔ اس سے مسلمانوں کو ایرانی سلطنت فتح کرنے کا راستہ مل گیا۔ کیونکہ اس علاقے کو عراق اور ایرانی حکومت میں بڑی اہم جغرافیائی اور ادبی اہمیت وحیثیت حاصل تھی۔مسلمانوں کے کمانڈر انچیف نے اس جگہ کو مرکزی قیادت کا ہیڈ آفس اور اسلامی لشکر کا مرکزی اڈا بنا دیا۔یہیں سے اسلامی لشکر کی تیاری، دفاع اور انتظامی احکام جاری ہوتے تھے۔مفتوحہ علاقوں کا انتظام و انصرام بھی یہی مرکز کرتا تھا۔

حضرت خالد نے اپنے عمال کو مختلف اضلاع میں زکاۃ، جزیہ اور خراج وغیرہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ اور اپنے ماتحت کمانڈروں کو سرحدی حفاظت کے لیے روانہ کیا۔ جبکہ وہ خود معاملات کے انتظام و اہتمام کے لیے پیچھے رک گئے۔ اس عرصے میں دیگر علاقوں کے رئیسوں اور کسانوں کو ان کی خبریں مل گئیں اور وہ صلح کرنے کے لیے آنے لگے حتی کہ سوادِ عراق کی بستیوں میں کوئی ایسا شخص نہ رہا جس نے مسلمانوں کے ساتھ صلح یا معاہدہ نہ کر لیا ہو۔[2]

[1] أبوبکر الصدیق للطنطاوي، ص: 33. [2] خالد بن الولید لصادق عرجون، ص: 222.

حضرت خالد کے کمانڈروں اور ان کے ماتحت علاقوں کے نام درج ذیل ہیں:

- عبداللہ بن وثیمہ نصری، فلالیج کے والی تھے۔
- جریر بن عبداللہ، بانقیا پر تعینات تھے۔
- بشیر بن خصاصیہ، نہرین کے امیر تھے۔
- سوید بن مقرن مزنی، تستر کے گورنر تھے۔
- اُط بن ابی اُط، رُودستان کے نگرانِ اعلیٰ تھے۔

سرحدی علاقوں میں آپ کے نامزد کردہ ایڈمنسٹریٹر یہ تھے:

- ضرار بن ازور
- مثنیٰ بن حارثہ شیبانی
- ضرار بن خطاب
- ضرار بن مقرن
- قعقاع بن عمرو
- بسر بن ابی رہم
- قتیبہ بن نہاس [1]

ایرانی عوام اور حکام کے نام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خطوط

جب عراق میں حالات سازگار ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں سے انھی کے ملک میں جنگ کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ دجلہ اور حیرہ کے درمیان عرب عیسائیوں اور ایرانیوں کے گٹھ جوڑ کے خاتمے کی وجہ سے یہ علاقہ محفوظ ہو گیا۔ اس عرصے میں اردشیر کسریٰ ایران کی موت کے بعد اہل فارس بھی اپنے حکمرانوں کے شدید خلاف ہو گئے۔ حضرت خالد نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایرانی حکام کو یہ خط لکھا:

[1] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 52,51.

''خالد بن ولید کی طرف سے ایرانی حکمرانوں کے نام

اما بعد! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے تمھاری حکومت ختم کر دی، تمھاری چالیں بے کار کر دیں، تمھارا اتحاد پارہ پارہ کر دیا، تمھاری جنگی قوت گھٹا دی، تمھارے اموال چھین لیے اور تمھاری عزت خاک میں ملا دی۔ میرا خط ملتے ہی مسلمان ہو جاؤ، بچ جاؤ گے۔ ورنہ ہمیں جزیہ ادا کرو، بصورت دیگر اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! میں تمھارے مقابلے کے لیے ایسے لشکر لا رہا ہوں جو موت کو اسی طرح پسند کرتے ہیں جس طرح تم زندگی کو محبوب سمجھتے ہو۔ وہ آخرت کے اس قدر مشتاق ہیں جس قدر تم دنیا کے حریص ہو۔''[1]

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ایرانی عوام کو درج ذیل خط لکھا:

''خالد بن ولید کی طرف سے ایرانی عوام کے نام

تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تمھاری حکومت توڑ دی۔ تمھاری جمعیت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ تمھاری جنگی قوت مضمحل کر دی، تمھارا مال چھین لیا اور تمھاری عزت خاک میں ملا دی۔ جونہی تمھیں یہ خط ملے فوراً فرمانبردار بن جاؤ، بچ جاؤ گے۔ ورنہ ہمارے ماتحت ہو جاؤ اور جزیہ ادا کرنا شروع کر دو، بصورتِ دیگر اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں! میں تمھارے سر پر ایسے مجاہد لے کر آؤں گا جو موت کو اس طرح محبوب رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی کے فدائی ہو، وہ آخرت کا اسی طرح اشتیاق رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی کے دیوانے ہو۔''[2]

حیرہ کی فتح کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آدھی خواہش پوری ہوگئی۔ کیونکہ وہ ایرانیوں کے گھر میں گھس کر انھیں شکست دینے کے خواہش مند تھے اور اس مقصد کے لیے

[1] تاریخ الطبري: 4/186، [2] تاریخ الطبري: 4/186.

عراق فتح کر کے اسے اپنا فوجی اڈا بنانا چاہتے تھے۔ حضرت خالد نے اپنی ذمہ داری نہایت احسن طریقے سے نبھائی اور حیرہ میں بر وقت پہنچ گئے، جبکہ دشمن کے ساتھ ان کی معرکہ آرائی 12 ھ ماہ محرم میں معرکۂ کاظمہ سے شروع ہوئی۔ اسی سال ربیع الاول میں وہ حیرہ کی فتح سے فارغ ہوگئے۔ [1]

حیرہ کی فتح اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کرامت

امام طبری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ..... ابن بقیلہ عمرو بن عبدالمسیح کے ساتھ اس کا ایک خادم بھی تھا۔ اس کی کمر میں اس نے ایک تھیلی لٹکائی ہوئی تھی۔ حضرت خالد نے وہ تھیلی لے کر اپنی ہتھیلی پر انڈیلی، پھر ابن بقیلہ عمرو بن عبدالمسیح سے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''اللہ کی امانت کی قسم! یہ نہایت خطرناک زہر ہے۔'' آپ نے پوچھا: ''تم یہ زہر ساتھ کیوں لیے پھرتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''مجھے ڈر تھا کہ آپ میرے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے۔ میں نے سوچا کہ اس صورت میں میں اپنی قوم کی ذلت و رسوائی کا باعث بنوں گا، اس سے بہتر ہے کہ میں خود ہی موت کو گلے لگالوں، لہٰذا میں نے یہ زہر بوقت ضرورت اپنا خاتمہ کرنے کے لیے رکھا ہوا تھا۔ مگر میں نے اپنی توقع کے خلاف آپ کا سلوک بہت اچھا پایا ہے۔'' اس پر حضرت خالد نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنی عمر پوری کیے بغیر ہرگز نہیں مرسکتا۔'' پھر فرمایا: ''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کا نام بہترین نام ہے۔ وہ زمین و آسمان کا رب ہے جس کے نام کی برکت سے کوئی بیماری نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' ساتھیوں نے آگے بڑھ کر انھیں یہ زہر کھانے سے روکنا چاہا لیکن انھوں نے جلدی سے اسے منہ میں ڈال لیا۔ یہ ایمان افروز منظر دیکھ کر عمرو بول اٹھا: ''اے عرب کی جماعت! اللہ کی قسم! جب تک تم میں اس جیسا ایک شخص بھی باقی ہے تم اپنا مقصود حاصل کر کے رہو گے۔'' پھر اہل حیرہ کو

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 150/9.

مخاطب کر کے کہنے لگا: ''میں نے آج کے دن جیسا مکمل برتری والا دن کبھی نہیں دیکھا۔''[1] یہ روایت حافظ ابن کثیر نے بھی بیان کی ہے اور اسے ضعیف قرار نہیں دیا۔[2] حافظ ابن حجر نے اسے بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''اسے امام ابو یعلی اور ابن سعد رحمہم اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف نہیں کہا۔''[3]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے کرامات اولیاء میں بطور مثال بیان کیا ہے۔[4]

بعض معاصر مؤلفین نے اس قصے کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔ انھوں نے اسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں راویوں کا خود ساختہ قصہ قرار دیا ہے۔ یہ واقعہ سند کے اعتبار سے صحیح ثابت ہے اور امام طبری، ابن سعد، ابن کثیر، ابن حجر اور ابن تیمیہ نے اسے بیان کیا ہے اور اس کی سند کو ضعیف قرار نہیں دیا اور یہ علمائے کرام معاصر مؤلفین سے کہیں زیادہ علم رکھنے والے اور تاریخ اسلامی پر ان سے زیادہ عبور رکھتے تھے۔

یقیناً جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر پینے کا اقدام کیا تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان ویقین کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ وہ کامل یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز اور اس کے خواص پیدا کیے ہیں اور وہ کسی بڑی حکمت اور عظیم مقصد کے لیے ان اشیاء کے خواص کو زائل کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دی تھی۔ یہی مقام انبیائے کرام کے علاوہ اللہ کے دیگر مقرب بندوں کو بھی حاصل ہوا ہے جیسا کہ حضرت ابو مسلم خولانی کو اسود عنسی نے اپنی نبوت کے انکار پر آگ میں ڈال دیا تھا۔ لیکن مرتدوں نے دیکھا کہ حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ آگ کے شعلوں میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، آگ نے ان کا بال بھی بیکا نہیں کیا۔[5]

حضرت خالد نے جب زہر پیا تو ان کے دل میں اپنا ذاتی کمال دکھانے کا کوئی گمان

[1] البداية والنهاية: 251/6. [2] تاريخ الطبري: 180/4. [3] الإصابة : 218/2. البتہ یہاں مکمل تفصیل بیان نہیں ہوئی۔ [4] الفتاویٰ لابن تيمية: 154/11. [5] التاريخ الإسلامي للحميدي: 153/9.

تک نہ تھا۔ وہ دکھلاوے کا کوئی پارٹ ادا نہیں کر رہے تھے۔ انھیں اپنے لیے کسی واہ واہ کی کوئی طلب نہیں تھی کیونکہ انھیں خوب معلوم تھا کہ اگر وہ ان چیزوں کی نیت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت ان سے الگ ہو جائے گی۔ حضرت خالد کو زہر کا اثر ختم کرنے کی کوئی قوت یا کمال حاصل نہ تھا۔ نہ ان میں اس کے مضر اثرات سے بچنے کی طاقت تھی۔ یہ ایک نادر تجربہ تھا۔ اب کسی بھی مسلمان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے، چاہے اس کا مقصد حضرت خالد کے مقصد جیسا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ایمان جیسا ناقابلِ تسخیر ایمان اور اللہ تعالیٰ پر ان کے زبردست اعتماد جیسا بھروسا کسی کے لیے ممکن نہیں۔

حضرت خالد نے حیرہ کی فتح پر ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات ادا کی تھیں۔[1]

عراقی فتوحات پر کہے جانے والے اشعار

حیرہ کی فتح پر حضرت قعقاع بن عمرو نے درج ذیل اشعار کہے:

سَقَى اللّٰهُ قَتْلٰى بِالْفُرَاتِ مُقِيمَةً ۔۔۔ وَّأُخْرٰى بِأَثْبَاجِ النَّجَافِ الْكَوَانِفِ

وَنَحْنُ وَطِئْنَا بِالْكَوَاظِمِ هُرْمُزًا ۔۔۔ وَّبِالثِّنِي قَرْنَيْ قَارِنَ بِالْجَوَارِفِ

وَيَوْمٌ أَحَطْنَا بِالْقُصُورِ تَتَابَعَتْ ۔۔۔ عَلَى الْحِيرَةِ الرَّوْحَاءِ إِحْدَى الْمَصَارِفِ

حَطَطْنَاهُمْ مِّنْهَا وَقَدْ كَانَ عَرْشُهُمْ ۔۔۔ يَمِيلُ بِهِمْ فِعْلَ الْجُبَانِ الْمُخَالِفِ

رَمَيْنَا عَلَيْهِمْ بِالْقَبُولِ وَقَدْ رَأَوْا ۔۔۔ غُبُوقَ الْمَنَايَا حَوْلَ تِلْكَ الْمُحَارِفِ

صَبِيحَةَ قَالُوا نَحْنُ قَوْمٌ تَنَزَّلُوا ۔۔۔ إِلَى الرِّيفِ مِنْ أَرْضِ الْعَرِيبِ الْمُقَانِفِ

’’اللہ تعالیٰ فرات میں مقیم مقتولین اور نجاف کے ٹیلوں میں بسیرا کرنے والوں کو شاداب کرے، ہم نے معرکۂ کاظمہ میں ہرمز کو روند ڈالا۔ ’’ثنی‘‘ میں قارن

[1] البداية والنهاية: 4/352.

کے دو کمانڈروں کو گڑھوں میں دفن کر دیا۔ جس دن ہم نے ایوانوں کا گھیراؤ کیا تو حیرۂ روحاء پر دم بہ دم مصیبت آتی چلی گئی۔ ہم انھیں ان کے بلند ایوانوں سے اتار لائے۔ ان کا تخت انھیں بزدل دشمن کی طرح لے کر ڈولتا رہا۔ ہم نے ان سے اپنی شرطیں زبردستی منوائیں۔ اس صبح انھوں نے تسلیم کر لیا کہ ہم وہ لوگ ہیں جو عربوں کی سخت پتھریلی زمین سے نکل کر سبزہ زاروں کی طرف چلے آئے ہیں۔''

فتح انبار

جب حیرہ اور اس کے گردونواح پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مکمل قبضہ ہوگیا تو انھوں نے حیرہ پر حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی کو امیر مقرر کیا اور خود عیاض بن غنم کی مدد کے لیے روانہ ہوگئے۔ عیاض رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شمالی عراق فتح کرنے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جا ملنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ انبار پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ لوگوں نے حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے قلعہ کے گرد خندقیں کھود کر اپنا تحفظ کر رکھا ہے۔ اور وہ اپنے قلعوں کی بلند جگہوں سے مسلمانوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔[1] مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ دشمن کی آنکھوں کو نشانہ بناؤ، چنانچہ جب محاذ جنگ گرم ہوا تو مسلمانوں نے پہلی ہی بوچھاڑ میں دشمن کی ایک ہزار آنکھیں پھوڑ دیں۔ اسی وجہ سے اس معرکے کا نام ذات العیون، یعنی آنکھوں والا معرکہ پڑ گیا۔[2]

انبار کے گرد خندق کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی ذہانت، بصیرت اور جرأت کے بل بوتے پر عبور کر لیا۔ وہ اس طرح کہ حضرت خالد نے لاغر اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کی ایک تنگ جگہ کو پر کر دیا، اس طرح مسلمان، اونٹوں کے اس پل سے گزر کر خندق عبور

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 350. [2] البداية والنهاية: 353/6.

الجزیرہ
دریائے فرات
عکبرا
دریائے دجلہ
بعقوبہ
عراق عجم
بردان
انبار
بغداد
کلواذی
مدائن
پل
حصید
مصیخ
ثنی
بردان
جناب
دومہ
عین التمر
ساباط
کوثی
نہر کوثی
بابل
کیش
برس
کوفہ
نخیلہ
عراق عرب
صحرائے شام
عیون رہبان
قطقطانہ
نجف
جبل نجف
حیرہ
قادسیہ
منارۃ القرون
دریائے فرات
سماوہ
صحرا
فتح انبار (12ھ/633ء)

نقشہ: 09
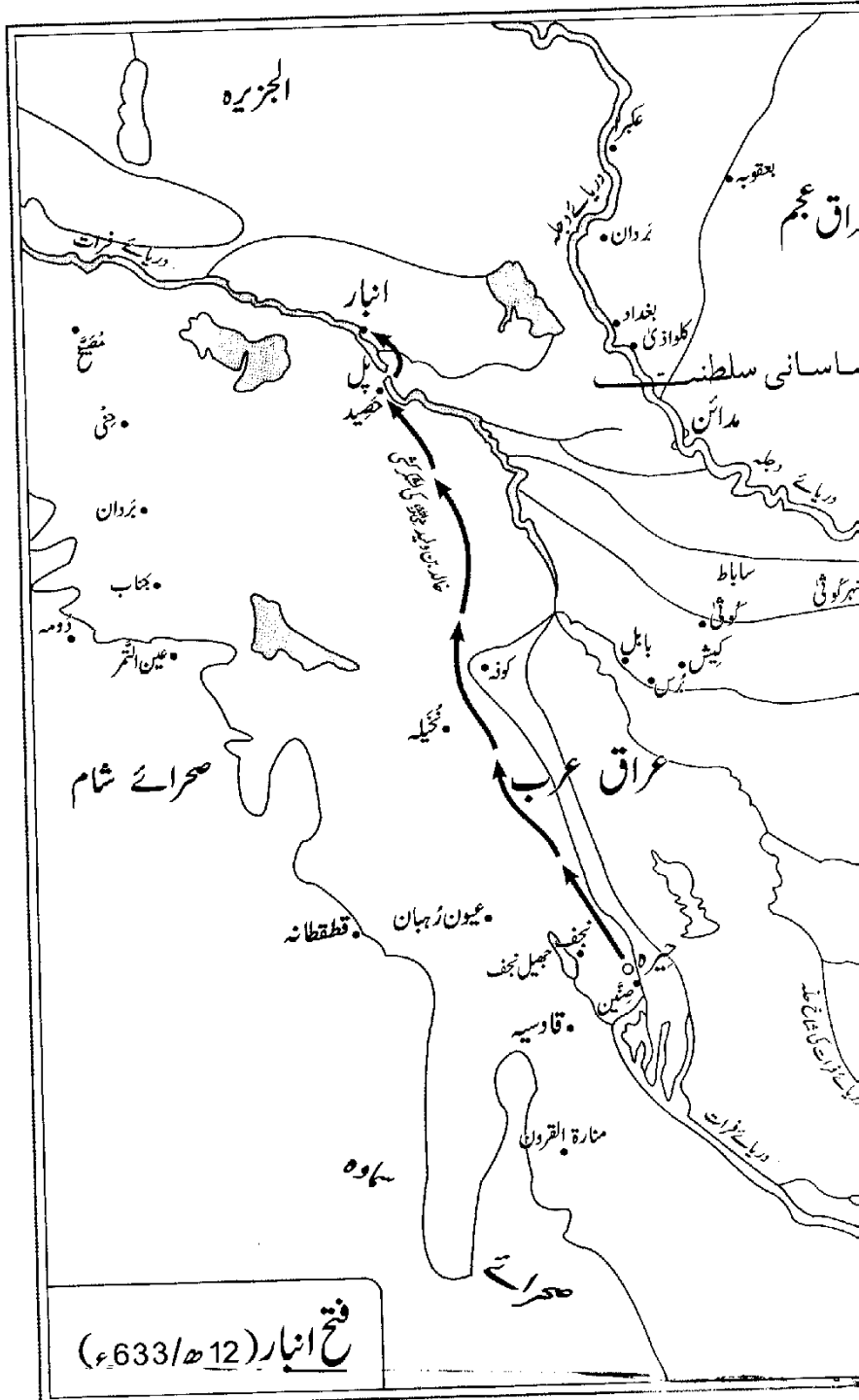
کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ دشمن نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لے لی۔[1] اور ایرانیوں کے قائد شیراز نے مجبور ہو کر حضرت خالد سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ چند گھڑ سوار محافظوں کے ساتھ انبار سے نکل جائے گا۔ حضرت خالد نے یہ صلح اس شرط پر قبول کر لی کہ وہ اپنے ساتھ کوئی مال و متاع لے کر نہیں جائے گا۔[2]

صحابۂ کرام نے وہاں موجود عربوں سے عربی کتابت سیکھی۔ ان عربوں نے اپنے سے پہلے کے عرب بنو ایاد سے کتابت سیکھی تھی۔ یہ لوگ بخت نصر کے دور سے یہاں مقیم تھے، بخت نصر نے عربوں کو عراق میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ انھوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک ایادی شخص کے یہ شعر سنائے، جن میں اس نے اپنی قوم کی تعریف کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

قَوْمِي إِيَادٌ لَّوْ أَنَّهُمْ أُمَمٌ أَوْ لَوْ أَقَامُوا فَتَهْزَلَ النَّعَمْ
قَوْمٌ لَّهُمْ بَاحَةُ الْعِرَاقِ إِذَا سَارُوا جَمِيعًا وَّاللَّوْحُ وَالْقَلَمْ

”میری قوم ایاد ہے۔ اگر وہ جمع ہو جائیں یا اگر وہ کہیں اقامت اختیار کریں تو اونٹ لاغر ہو جاتے ہیں۔ میری قوم کے لوگ ایسے ہیں کہ جب یہ چل پڑتے ہیں تو عراق کے سارے نخلستان اور لوح و قلم بس انھی کے ہو جاتے ہیں۔“[3]

معرکہ عین التمر

جب انبار میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے غلبہ اور خود مختاری حاصل کر لی تو زبرقان بن بدر کو وہاں اپنا جانشین بنایا اور خود عین التمر کا قصد کیا جہاں مہران بن بہرام جوبین عربوں کی ایک بڑی تعداد جمع کیے بیٹھا تھا۔ ان کے ارد گرد اعرابیوں کا جم غفیر بھی تھا جو تمر، تغلب، ایاد اور دیگر قبیلوں سے آ کر جمع ہو گئے تھے۔ ان کا سربراہ عقہ بن ابی عقہ تھا۔ جب

① تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:350. ② تاريخ الطبري: 191/4. ③ البداية والنهاية: 353/6.

حضرت خالد ان کے قریب پہنچے تو عقہ مہران سے کہنے لگا: ''عرب لوگ عربوں سے جنگ کرنے کا تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں، لہٰذا تم ہمیں خالد سے مقابلہ کرنے دو۔'' اس نے کہا: ''ٹھیک ہے، تم جانو اور تمھارا کام۔ اگر تمھیں ہماری ضرورت پیش آئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔'' اس پر عجمیوں نے اپنے امیر کو خوب لتاڑا۔ چنانچہ اس نے کہا: ''انھیں لڑنے دو، اگر یہ خالد پر غالب آگئے تو یہ تمھاری ہی فتح ہوگی اور اگر یہ ہار گئے تو ہم خالد سے جنگ کریں گے۔ اس وقت تک خالد کمزور ہو چکے ہوں گے، جبکہ ہم طاقتور ہوں گے۔'' یہ بات سن کر عجمی اپنے امیر کی عمدہ رائے کی تعریف کرنے لگے۔

حضرت خالد عقہ کی طرف چل دیے۔ جلد ہی آمنا سامنا ہو گیا۔ انھوں نے اپنے دائیں اور بائیں دستوں سے کہا: ''اپنی اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا، میں حملہ کرنے لگا ہوں۔'' پھر اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ تم میرے پیچھے پیچھے رہو، پھر حضرت خالد نے عقہ پر حملہ کر دیا، جبکہ وہ صف بندی کر رہا تھا۔ حضرت خالد نے اسے گھیر کر قید کر لیا۔ یہ حالت دیکھ کر عقہ کے لشکر پر ایسی سراسیمگی طاری ہوئی کہ وہ جنگ لڑے بغیر ہی شکست کھا گیا۔ مسلمانوں نے بڑی تعداد میں قیدی بنائے۔

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عین التمر کی طرف پیش قدمی کی۔ جب مہران کو عقہ اور اس کے لشکر کی شکست کا علم ہوا تو وہ اپنے قلعہ سے نکل بھاگا۔ عرب عیسائی دستے قلعے کے قریب پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ قلعہ کا دروازہ کھلا پڑا ہے، وہ اس میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت خالد نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے سے تنگ آکر انھوں نے حضرت خالد کو صلح کی پیشکش کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ پیشکش اس شرط پر قبول کی کہ وہ نیچے اُتر آئیں اور جو فیصلہ ہم کریں اُسے قبول کر لیں، چنانچہ وہ قلعہ سے اتر آئے۔ انھیں زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور قلعہ مسلمانوں کے قبضے میں آگیا، حضرت خالد کے حکم پر عقہ اور اس کے ساتھی قیدیوں کی گردنیں اڑا دی گئیں اور جوان

کے حکم پر قلعے سے اترے تھے سب قتل کر دیے گئے۔ قلعہ میں موجود بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

اس قلعہ کے گرجا گھر میں چالیس بچے بند تھے۔ وہ انجیل سیکھ رہے تھے۔ حضرت خالد نے گرجا گھر تباہ کر دیا اور یہ بچے اپنے کمانڈروں میں تقسیم کر دیے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا غلام حمران انھی بچوں میں سے تھا۔ امام محمد بن سیرین کے والد سیرین بھی انھی میں سے تھے۔ وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئے تھے۔ ان کے علاوہ مشہور غلاموں کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان کے ساتھ اور ان کی اولاد کے ساتھ مثالی حسن سلوک کیا گیا۔

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خمس کا مال لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے انھیں عیاض بن غنم کی مدد کے لیے بھیج دیا جو دومۃ الجندل کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ جب ولید بن عقبہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ عراق کی ایک جانب ایک قوم کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔ اور دشمن نے بھی ان کے راستے بند کر کے ان کا گھیراؤ کر رکھا ہے۔ حضرت عیاض نے ولید سے کہا: ''بلاشبہ اچھی رائے بڑے لشکر سے کہیں زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے، اس مشکل سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟'' اس پر حضرت ولید نے انھیں مشورہ دیا کہ حضرت خالد کو خط لکھ کر ان سے مدد طلب کرو، چنانچہ انھوں نے حضرت خالد کو مدد کی درخواست لکھ بھیجی۔ حضرت خالد کو یہ خط واقعہ عین التمر کے بعد ملا۔ انھوں نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

''خالد کی طرف سے عیاض کے نام

میں پابہ رکاب ہوں اور تمھاری طرف ہی آ رہا ہوں، تھوڑا سا انتظار کرو، دودھ دینے والی اونٹنیاں شیروں کو اٹھا کر تمھارے پاس پہنچنے والی ہیں۔ ان شیروں نے زہر میں بجھی ہوئی تلواریں سونت رکھی ہیں۔ اب تمھارے پاس پے در پے لشکر

الجزیرہ
ہیت
دریائے فرات
انبار
سیلَحِین
بغداد
کلواذی
دجلہ
مدائن
حُصید
خنافس
خندق شاپور
مُصَیَّخ
حَی
بَردان
سماوہ
صحرا
جَناب
عین التمر
عراق
سواد
کربلا
بابل
معرکۂ عین التمر (12ھ/633ء)
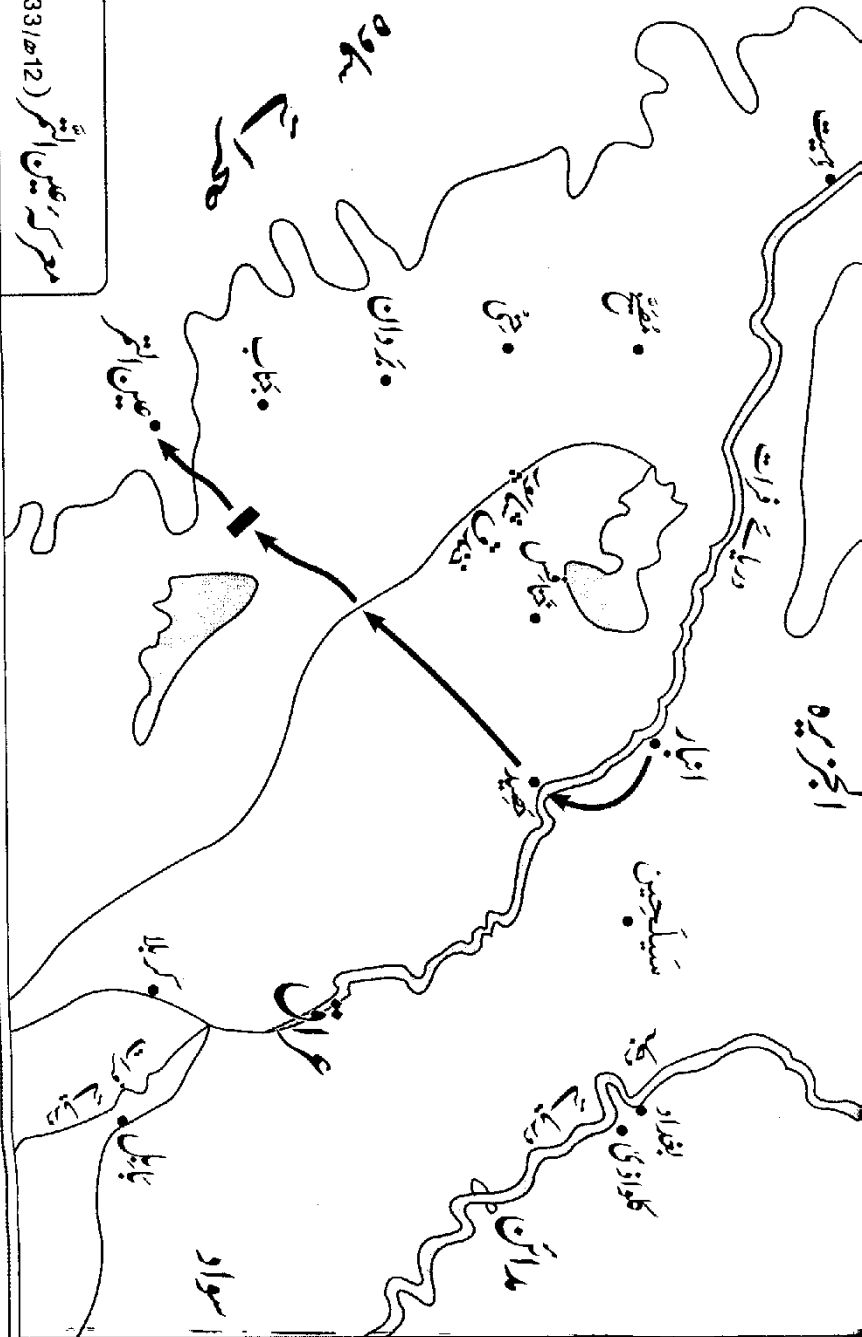
پہنچنے والے ہیں۔‘‘[1]

معرکۂ دومۃ الجندل

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عین التمر کے معاملات سے فارغ ہو گئے تو عین التمر پر عویمر بن کاہن اسلمی کو امیر مقرر کر کے دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اہل دومۃ الجندل کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے حلیف بہراء، تنوخ، کلب، غسان اور ضجاعم کو مدد کے لیے بلایا۔ وہ اپنے لشکر سمیت آ گئے، غسان اور تنوخ کا کمانڈر ابن الایہم تھا، جبکہ ضجاعم کا کمانڈر ابن حدرجان تھا۔ دومۃ الجندل کے تمام لوگ دو کمانڈروں اکیدر بن عبدالملک اور جودی بن ربیعہ کے ماتحت تھے۔ ان دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اکیدر کہنے لگا: ’’میں خالد کو سب سے زیادہ جانتا ہوں، اس سے زیادہ خوش بخت کوئی نہیں۔ نہ کوئی اس سے زیادہ جنگجو ہو سکتا ہے اور جس قوم کے لوگوں نے بھی خالد سے جنگ کی ہے وہ تعداد میں تھوڑے تھے یا زیادہ، سب شکست کھا گئے، لہٰذا میری بات مانو اور مسلمانوں سے صلح کر لو۔‘‘ لیکن اس کی قوم نے انکار کر دیا، تو اس نے کہا: ’’میں خالد کے ساتھ جنگ کے لیے تمھارے موقف سے اتفاق نہیں کرتا۔‘‘ پھر وہ ان سے جدا ہو گیا۔[2]

حضرت خالد کے بارے میں یہ ایک دشمن کی گواہی ہے اور حق وہی ہے جسے دشمن بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ حضرت خالد اس سے پہلے بھی اکیدر کو گرفتار کر چکے تھے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں غزوۂ تبوک میں اس کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت خالد نے اُسے گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کرتے ہوئے اُسے چھوڑ دیا تھا اور ایک عہد نامہ لکھ کر دیا تھا۔ لیکن اس نے بعد میں بدعہدی کی اور معاہدہ توڑ دیا، تاہم اُسی دن سے اس کے دل میں حضرت خالد کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اب وہ عرب و عجم کے مقابلے میں حضرت خالد کی عظیم ترین فتوحات کی

[1] البداية والنهاية:6/354. [2] البداية والنهاية:6/355، وتاريخ الطبري:4/195.

صحرائے شام

عین التمر

کربلا

نجف

حیرہ

سواد (عراق)

دریائے فرات

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی یلغار

صحرائے سماوہ

عراق

دومۃ الجندل

عرب

معرکۂ دُومۃ الجندل (12ھ/633ء) اوراس کی جغرافیائی اہمیت

44

43

ہیت

دریائے فرات

الجزیرہ

ساسانی سلطنت

انبار

بغداد

دریائے دجلہ

بغداد سے روزمہر کی پیش قدمی

مدائن

خنافس

روزمہر

حصید

روزبہ

مُصَیَّح

حِنّی

ذوقار

بَردان

عراق

حیرہ

دریائے فرات

سواد

عین التمر

شاشہ

دومۃ الجندل

44

اسلامی صفیں

ایرانی صفیں
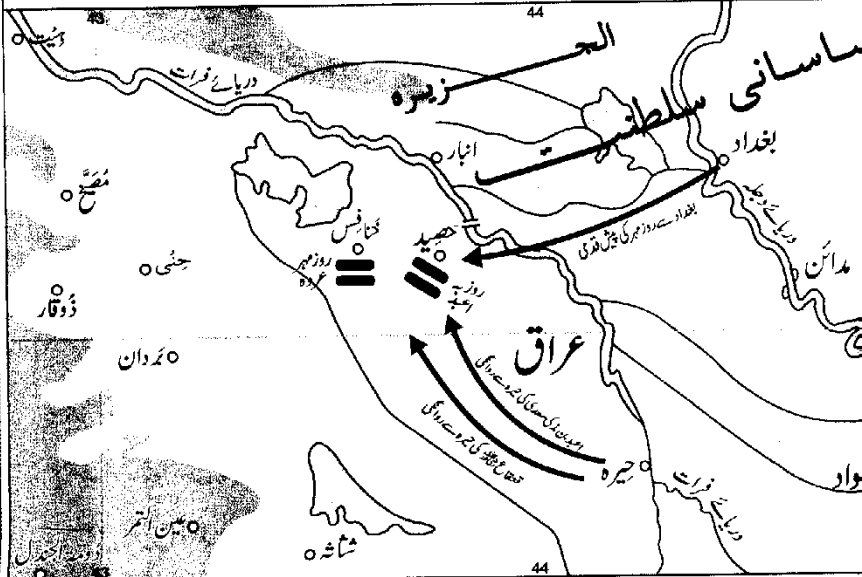
معرکۂ حصید وخنافس (12ھ/633ء)

داستانیں بھی سن چکا تھا، لہٰذا وہ ڈر گیا اور اپنی قوم کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت خالد کو اکیدر کے بارے میں اطلاع اس وقت ملی جب وہ دومۃ الجندل کی طرف آرہے تھے۔ انھوں نے عاصم بن عمرو کو اکیدر کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے اسے گرفتار کیا تو وہ کہنے لگا: میں تو امیر خالد ہی سے ملنے جا رہا تھا۔ لیکن اس کی سابقہ خیانت اور بدعہدی کی وجہ سے حضرت خالد نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح اللہ کا یہ دشمن اپنی بدعہدی اور خیانت کی وجہ سے مارا گیا۔ جب تقدیر کا فیصلہ سامنے آجاتا ہے تو کوئی احتیاط کام نہیں آتی۔[1]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل پہنچے۔ انھوں نے دومۃ الجندل کے باشندوں اور ان کے مددگار بہراء، تنوخ اور کلب وغیرہ کو گھیر لیا۔ ایک طرف ان کا اپنا لشکر تھا تو دوسری طرف حضرت عیاض بن غنم کا لشکر تھا۔[2] جودی بن ربیعہ نے اپنے لشکر کے ساتھ حضرت خالد کی طرف پیش قدمی کی، جبکہ ابن حدرجان اور ابن الایہم نے اپنے لشکروں سمیت حضرت عیاض بن غنم کے لشکر کا رخ کیا۔ معرکہ گرم ہوا تو حضرت خالد نے جودی اور اس کے حلیفوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا، جبکہ حضرت عیاض بن غنم نے ابن حدرجان اور اس کے ساتھیوں سے بڑی مشکل سے کامیابی حاصل کی۔ شکست خوردہ دستوں نے ایک قلعہ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن قلعہ بھر چکا تھا، چنانچہ اندر موجود لوگوں نے شور برپا کر دیا۔ اندر سے قلعہ بند کر دیا اور انھیں کھلی فضا میں چھوڑ دیا۔ حضرت خالد نے قلعے کے باہر موجود لوگوں کو قتل کر کے تھوڑی ہی دیر میں قلعے کا دروازہ اکھاڑ پھینکا اور قلعہ بند لوگوں پر حملہ کر کے انھیں بہت بڑی تعداد میں واصلِ جہنم کر دیا۔[3]

اس طرح دومۃ الجندل کی فتح کے باعث مسلمانوں کو ایک نہایت اہم جغرافیائی پوائنٹ

[1] التاریخ الإسلامي للحمیدي: 163/9. [2] خالد بن الولید لصادق عرجون، ص:231.
[3] تاریخ الطبري: 196/4، وأبوبکر الصدیق للدکتور خالد الجنابي، ص:54.

حاصل ہو گیا کیونکہ دومۃ الجندل تین جہات سے تین راستوں کے سنگم پر واقع تھا۔ جنوب سے جزیرہ نمائے عرب، شمال مشرق سے عراق اور شمال مغرب سے شام کے رستے اس جگہ ملتے تھے۔ اسی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شہر کو خصوصی اہمیت دی تھی اور اسے فتح کرنے کا پلان اس وقت بنایا تھا جب ان کے لشکر عراق میں لڑ رہے تھے اور شام کی سرحدوں پر کھڑے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیاض بن غنم مسلسل اس علاقے میں مقیم رہے حتی کہ حضرت خالد آئے اور اسے فتح کیا۔ اور اگر دومۃ الجندل مسلمانوں کے ہاتھ نہ آتا تو عراق میں ان کا غلبہ ہر وقت خطرات کی زد میں رہتا۔ (1)

اس طرح حضرت خالد نے دومۃ الجندل کی فتح میں حضرت عیاض کی بھرپور مدد کی۔ بلاشبہ جنوبی عراق میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے معرکے اور تیز رفتار حملے، موقع سے فائدہ اٹھانے اور دشمن کے دل میں رعب ڈالنے کی شاندار مثالیں ہیں۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کا اتنی طویل مدت تک دشمن کے سامنے ڈٹے رہنا، جبکہ دشمن چاروں طرف سے ان پر حملے کر رہا تھا، اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی لشکر صبر و ثبات، جزا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پر پختہ یقین رکھتا تھا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ جلیل القدر مہاجرین اور قریشی سرداروں میں سے تھے۔ آپ نہایت نرم مزاج اور سخی تھے۔ حضرت ابوبکر اور ان کے بعد آنے والے خلفاء اور امراء کو ان پر مکمل اعتماد تھا۔ وہ جنگ یرموک میں ایک جرنیل کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ آپ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہراول دستے کے کمانڈر تھے، آپ نے شام و عراق کے درمیان واقع ''الجزیرہ'' کو مکمل طور پر فتح کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو ملک شام میں اپنا جانشین مقرر کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں شام کی گورنری پر برقرار رکھا حتی کہ دیگر علاقوں کی فتوحات میں ان کی ضرورت پیش آئی تو انھیں اُدھر روانہ کیا گیا۔ (2)

(1) أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 54. (2) التاريخ الإسلامي للحميدي: 164/9.

معرکۂ حصید و خنافس

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت اقرع بن حابس کو انبار جانے کا حکم دیا اور خود دومۃ الجندل میں مقیم ہوگئے۔ یہ دیکھ کر عجمیوں نے پھر سے پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ علاقے کے عربوں نے بھی موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عجمیوں کے ساتھ خط کتابت شروع کر دی تاکہ وہ سب مل کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کریں اور عقہ کا بدلہ لیں جس کا قتل انھیں ابھی تک بھولا نہ تھا، لہٰذا روزمہر[1] بغداد سے نکلا اور اس کے ساتھ روزبہ بھی تھا۔ ان دونوں کا ارادہ انبار پہنچنے کا تھا۔ انھوں نے طے کیا کہ وہ حصید[2] اور خنافس میں اکٹھے ہوں گے۔ ان کی اطلاع زبرقان بن بدر کو مل گئی جو انبار کے امیر تھے۔ انھوں نے حیرہ میں حضرت خالد کے جانشین قعقاع بن عمرو سے مدد طلب کی تو انھوں نے اعبد بن فدکی سعدی کو ان کی مدد کے لیے حصید جانے کا حکم دیا اور عروہ بن جعد بارقی کو خنافس پہنچنے کی تاکید کی۔ جب حضرت خالد کو علم ہوا کہ بعض قبائل حصید پہنچ کر روزبہ کے لشکر میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو انھوں نے حضرت قعقاع بن عمرو کو حصید میں لوگوں کا امیر مقرر کر دیا، جبکہ ان کی جگہ حضرت عیاض بن غنم کو حیرہ کا امیر بنا دیا۔ روزبہ کو حضرت قعقاع کی آمد کی خبر ملی تو اس نے روزمہر سے مدد طلب کی اور وہ اس کے لشکر سے آملا۔ مسلمانوں کا ایرانی فوج کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تو بے شمار ایرانی قتل ہوئے جن میں روزمہر اور روزبہ بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔[3] حضرت قعقاع بن عمرو نے اس معرکے پر یہ شعر کہے:

[1] امام طبری اور امام ابن اثیر نے ''روزمہر'' کے بجائے ''زرمہر'' بیان کیا ہے۔ (تاریخ الطبري: 325/2، والکامل في التاریخ لابن الأثیر: 387/1) [2] حصید: عراق کے نواح میں الجزیرہ کی جانب ایک جگہ ہے۔ [3] البدایة والنهایة: 355/6.

أَلَا أَبْلِغَا أَسْمَاءَ أَنَّ حَلِيلَهَا قَضَى وَطَرًا مِّنْ رُّوزَمِهْرِ الْأَعَاجِمِ

غَدَاةَ صَبَحْنَا فِي حَصِيدٍ جُمُوعَهُمْ لِهِنْدِيَّةٍ تَفْرِي فِرَاخَ الْجَمَاجِمِ

''ہاں ہاں! اسماء کو اطلاع دے دو کہ اس کے خاوند نے عجمی روزمہر کو قتل کر دیا ہے۔ صبح سویرے ہم نے اہل حصید پر حملہ کیا۔ پھر ہندی تلواریں ان کی کھوپڑیاں اڑا رہی تھیں۔''[1]

معرکۂ مُصَیَّخ

جب حصید میں موجود مسلمانوں کی خبریں حضرت خالد رضی اللہ عنہ تک پہنچیں تو انھوں نے اپنے لشکر کے کمانڈروں کو رات کے ایک حصے میں ''حورات'' کے قریب مصیخ کے مقام پر پہنچنے کا حکم دیا۔ جب وہ وہاں اکٹھے ہوئے تو انھوں نے بعض قبائل اور ان کے حواریوں پر تین اطراف سے زوردار حملہ کر دیا جس سے انھیں زبردست نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔[2] پھر حضرت خالد کو بعض قبائل کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ ''رقہ'' کے قریب ''ثنی'' اور ''زمیل'' کے مقامات پر جمع ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت خالد نے ثنی میں ان پر متعدد جہات سے حملہ کر دیا اور ان کی جمعیت کو مار بھگایا۔ اسی طرح زمیل میں جمع شدہ لشکر پر حملہ کر کے اُسے بھی بھاری نقصان پہنچایا۔[3]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اس حملے میں ہم ایک شخص کے پاس پہنچے۔ اُسے حرقوص بن نعمان نمری کہا جاتا تھا۔ وہ اپنے گرد اپنے بیٹوں، بیٹیوں اور بیوی کو لیے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے بال بچوں کے لیے شراب کا بڑا پیالہ رکھا ہوا تھا اور وہ اس سے کہہ رہے تھے: کیا ایسی نازک گھڑی میں بھی کوئی شراب پی سکتا ہے، جبکہ خالد کے لشکر

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 59/2. [2] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 55.
[3] تاريخ الطبري: 200,199/4.

سر پر آپہنچے ہیں؟ تو اس نے ان سے کہا: الوداعی شراب سمجھ کر پی لو کیونکہ مجھے امید نہیں کہ اس کے بعد تم کبھی شراب پی سکو گے، لہٰذا انھوں نے شراب پی لی تو اس نے یہ شعر پڑھے:

أَلَا فَاشْرَبُوا مِنْ قَبْلِ قَاصِمَةِ الظَّهْرِ بَعِيدٌ انْتِفَاخُ الْقَوْمِ بِالْعَكْرِ الدَّثْرِ

وَقَبْلَ مَنَايَانَا الْمُصِيبَةِ بِالْقَدْرِ لَحِينٌ لَعَمْرِي لَا يَزِيدُ وَلَا يَحْرِي

''خبردار! بڑی مصیبت آرہی ہے۔ اس کے آنے سے پہلے شراب پی لو، اس ہولناک مصیبت سے قوم کی نجات محال ہے۔ ہمارے مقدر کی مصیبتیں نازل ہونے سے پہلے پی لو۔ میری عمر کی قسم! یہ وقت آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔''[1]

وہ اسی طرح شعر پڑھ رہا تھا کہ ایک گھڑسوار اس تک آپہنچا۔ اس نے تلوار کے ایک ہی وار سے اُس کی گردن اڑا دی جو اس کے پیالے میں جاگری۔ ہم نے اس کے بیٹے قتل کردیے اور بیٹیوں کو قیدی بنالیا۔''[2]

اس جنگ میں دو ایسے آدمی بھی قتل ہوگئے جو مسلمان ہوچکے تھے اور ان کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا امان نامہ بھی موجود تھا۔ لیکن مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا۔ ان میں سے ایک عبدالعزیٰ بن ابی رہم بن قرواش تھا۔ اسے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور دوسرا شخص لبید بن جریر تھا۔ اسے کسی اور مسلمان نے قتل کردیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی ہلاکت کی خبر ملی تو انھوں نے ان کی دیت ادا کی اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت لکھ بھیجی۔ حضرت ابوبکر نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا:

«كَذٰلِكَ يَلْقٰى مَنْ يُّسَاكِنُ أَهْلَ الْحَرْبِ فِي دِيَارِهِمْ»

''جو مسلمان اہل حرب کے علاقے میں ان کے ساتھ رہائش رکھتے ہیں ان کا یہی انجام ہوتا ہے۔''[3] یعنی مشرکوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے غلطی انھی کی تھی۔

[1] تاريخ الطبري: 199/4. [2] تاريخ الطبري: 199/4. [3] البداية والنهاية: 356/6.

معرکۂ مُصَیَّخ (12ھ/633ء)
الجزیرہ
جھیل ثرثار
ساسانی سلطنت
عراق
صحرائے سماوہ
دریائے فرات
دریائے دجلہ
ہِیت
مُصَیَّخ
انبار
بغداد
پُل
حُصید
خنافس
حُنی
ذُوقار
بُردان
جناب
عین التمر
ثاثہ
مدائن
حیرہ
سواد
43
44
33

نقشہ: 12

معرکۂ فراض

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عراق پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا اور عرب قبائل مطیع ہو گئے تو انھوں نے فراض کا قصد کیا۔ یہ علاقہ شام، عراق اور الجزیرہ کی ملحقہ سرحد پر واقع تھا۔ ادھر حضرت خالد کی آمد کا مقصد اپنی پشت کے علاقے کو محفوظ و مامون بنانا تھا تاکہ جب وہ سواد سے گزر کر فارس میں داخل ہوں تو ان کے پیچھے کوئی ایسا کمزور پوائنٹ نہ ہو جہاں سے دشمن فائدہ اٹھا سکے۔ جب مسلمان فراض میں جمع ہوئے تو رومی سخت برہم ہوئے۔ وہ غصے کی آگ میں سلگنے لگے۔ انھوں نے سرحدی ایرانی افواج کو اپنی مدد کے لیے بلایا تو وہ تیزی سے آ گئیں۔ کیونکہ انھیں بھی ان مسلمانوں کے خلاف شدید غم و غصہ تھا جنھوں نے ایرانیوں کی ساری طاقت اور شان و شوکت خاک میں ملا دی تھی، اسی طرح انھوں نے عرب قبائل ایاد، تغلب اور نمر وغیرہ سے بھی مدد طلب کی تو وہ بھی ان کی مدد کو چلے آئے کیونکہ وہ بھی اپنے رؤساء اور شرفاء کا انجام ابھی تک بھولے نہ تھے۔ اس طرح اس معرکے میں رومی، ایرانی اور عرب قبائل کے لشکر مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔

جب یہ اتحادی دریائے فرات پر پہنچے تو مسلمانوں سے کہنے لگے: ''یا تو تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ یا ہم آتے ہیں۔'' حضرت خالد نے فرمایا: ''تم عبور کر کے آجاؤ۔'' وہ کہنے لگے: ''تو پھر تم دریا سے دور چلے جاؤ تاکہ ہم دریا عبور کر کے آجائیں۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم ایسا نہیں کریں گے۔ تم ہماری نچلی جانب سے دریا عبور کر لو۔'' یہ واقعہ نصف ذوالقعدہ 12ھ کا ہے۔ رومی اور ایرانی ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''اپنے ملک کو بچا لو، یہ شخص دین کے لیے لڑنے آیا ہے۔ بڑا ماہر ہے۔ نہایت ذہین ہے۔ اللہ کی قسم! یہ ضرور غالب آئے گا اور ہمیں شکست ہو کر رہے گی۔'' وہ حضرت خالد کی فوج کی طرف سے ہٹ کر نچلی طرف سے دریا عبور کر کے آ گئے۔ اب رومیوں نے اپنے اتحادیوں

ثنی اور فِراض کے معرکے
اسلامی لشکر
روم، فارس اور عرب قبائل کے لشکر
رقہ
رضاب
ثنی
زُمَیل
جزیرہ
دریائے فرات
دیرالزور
دریائے خابور
قرقیسیا
شام
صحرائے شام
رومی لشکر
عرب قبائل
ایرانی لشکر
فِراض
جزیرہ
وادی ثرثار
عراق
حدیثہ
وادی حوران
دریائے فرات
ہیت
عراق

نقشہ: 13
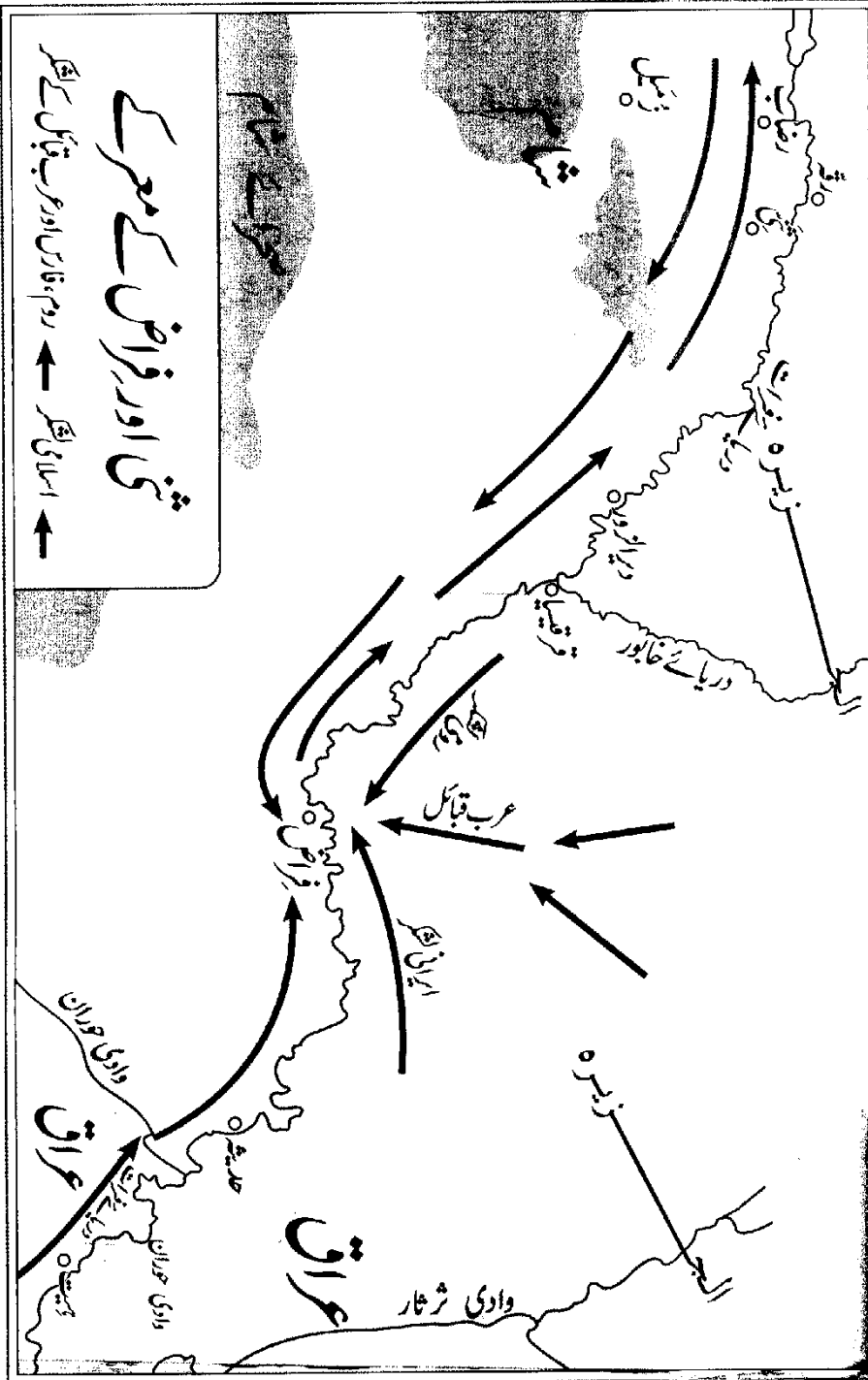
سے کہا: ’’الگ الگ ہو جاؤ تا کہ آج معلوم ہو سکے کہ کون سا لشکر جرأت سے لڑتا ہے اور کون بزدلی دکھاتا ہے۔‘‘ لہٰذا وہ الگ الگ ہوگئے۔ پھر انھوں نے بڑی طویل اور شدید جنگ لڑی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست سے دوچار کیا۔ حضرت خالد نے مسلمانوں سے فرمایا: ’’ان پر پریشر برقرار رکھو۔ ڈھیل مت دو۔‘‘ اس لیے گھڑسوار ان میں سے ایک گروہ کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے نیزوں سے گھیر لاتا اور انھیں جمع کر کے قتل کر دیتا۔ اس طرح ہزاروں دشمن تہ تیغ کر دیے گئے۔ حضرت خالد فراض میں دس دن تک ٹھہرے۔ پھر انھوں نے حیرہ واپسی کا حکم دیا۔[1]

اس طرح مسلمانوں نے پہلی دفعہ ایرانی، رومی اور عرب فوج کے متحدہ جتھوں سے جنگ لڑی، جبکہ یہ اپنے دور کی مشرقی اور مغربی سپر پاورز تھیں اور عرب ان کے اتحادی تھے۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے شاندار فتح حاصل کی۔ بلاشبہ یہ معرکہ فیصلہ کن تاریخی معرکوں میں سے ایک ہے کیونکہ اس معرکے نے مختلف کفار کا جنگی مورال تباہ کر دیا تھا، تاہم اسے دیگر عظیم معرکوں جیسی شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ یہ معرکہ سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا عراق میں آخری معرکہ شمار ہوتا ہے۔[2] اس معرکے کے بعد ایرانیوں کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ دوبارہ کبھی مسلمانوں کے لیے خطرہ بننے کے قابل نہ رہے۔[3]

حضرت قعقاع بن عمرو نے اس معرکے کے بارے میں درج ذیل اشعار کہے:

لَقِينَا بِالْفِرَاضِ جُمُوعَ رُومٍ وَفُرْسٍ غَمَّهَا طُولُ السَّلَامِ

أَبَدْنَا جَمْعَهُمْ لَمَّا الْتَقَيْنَا وَبَيَّتْنَا بِجَمْعِ بَنِي رِزَامِ

فَمَا فَتِئَتْ جُنُودُ السِّلْمِ حَتَّى رَأَيْنَا الْقَوْمَ كَالْغَنَمِ السَّوَامِ

[1] تاريخ الطبري: 4/201. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي: 9/173. [3] خالد بن الوليد لصادق عرجون، ص: 36.

''ہم نے فراض میں رومی اور ایرانی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ انھیں اسلام کی پیش قدمیوں نے ہلکان کر دیا تھا۔ ہمارا ان سے ٹکراؤ ہوا تو ہم نے ان کا اتحاد جڑ سے اُکھاڑ پھینکا۔ ہم نے بنی رزام پر بھی شب خون مارے، پھر اسلامی لشکر وہاں ڈٹ گئے۔ اور اس وقت تک نہیں ٹلے جب تک ہم نے دشمنوں کو جنگل میں چرنے چگنے والی بکریوں کی طرح سرپٹ بھاگتے ہوئے نہیں دیکھ لیا۔''[1]

خالد رضی اللہ عنہ کا حج، شام روانگی اور عراق میں اسلامی لشکر مثنیٰ کے سپرد
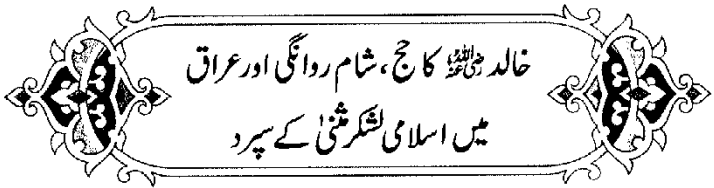
حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حج اور شام روانگی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فراض میں دس دن ٹھہرے، پھر انھوں نے 25 ذوالقعدہ کو حیرہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ آپ نے عاصم بن عمرو کو تاکید کی کہ وہ لشکر کے ہراول دستے کے ساتھ روانہ ہوں۔ شجرہ بن الاعز کو ساقہ، یعنی پچھلے دستے کے ساتھ روانگی کا حکم دیا۔ اور خود یہ ظاہر کیا جیسے وہ پچھلے دستے کے ساتھ سفر کریں گے۔ لیکن بعد ازاں وہ اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر حجِ بیت اللہ کے لیے چلے گئے۔ آپ مکہ مکرمہ جانے کے لیے ایک ایسے راستے پر چلے جو پہلے کبھی استعمال نہیں ہوا تھا۔ انھیں یہ راستہ بڑا راس آیا۔ معروف راستے سے ہٹ کر چلتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ یوں 12 ھ میں حج کر لیا، پھر واپس آئے تو حیرہ پہنچنے سے پہلے ہی پچھلے دستے کو پا لیا۔ جب حاجی مدینہ منورہ واپس چلے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اس واقعے کی خبر مل گئی۔[2] آپ نے اسلامی لشکر کو اکیلا چھوڑنے پر حضرت خالد کو ڈانٹ پلائی اور انھیں شام جانے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت خالد کے نام خط میں لکھا:

[1] معارك خالد بن الوليد ضد الفرس لعبد الجبار السامرائي، ص: 123. [2] البداية والنهاية: 357/6.

«سِرْ حَتّٰی تَأْتِيَ جُمُوعَ الْمُسْلِمِينَ بِالْيَرْمُوكِ، فَإِنَّهُمْ قَدْ شَجَوْا وَ أَشْجَوْا وَ إِيَّاكَ أَنْ تَعُودَ لِمِثْلِ مَا فَعَلْتَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَشْجُ الْجُمُوعَ مِنَ النَّاسِ بِعَوْنِ اللّٰهِ شَجَاكَ وَ لَمْ يَنْزِعِ الشَّجٰی مِنَ النَّاسِ نَزْعَكَ، فَلْيَهْنِئْكَ أَبَا سُلَيْمَانَ النِّيَّةُ وَالْحُظْوَةُ، فَأَتْمِمْ يُتَمِّمِ اللّٰهُ لَكَ وَ لَا يَدْخُلَنَّكَ عُجْبٌ فَتَخْسِرَ وَ تَخْذُلَ وَ إِيَّاكَ أَنْ تَدِلَّ بِعَمَلٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَهُ الْمَنُّ وَ هُوَ وَلِيُّ الْجَزَاءِ»

''فوراً روانہ ہوجاؤ۔ یرموک پہنچو اور اسلامی لشکر سے جاملو کیونکہ وہ مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔اور خبردار! آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اللہ کی مہربانی ہے، وہ تمھاری طرح نہیں پھنسے ہوئے لیکن وہ تمھاری طرح مشکلات پر قابو نہیں پاسکتے۔ ابوسلیمان! تمھیں تمھاری نیت اور نصیب مبارک ہو، اپنی ذمہ داری پوری کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھارا اجروثواب پورا کرے گا۔ اپنے دل میں غرور نہ آنے دینا۔خبردار! اپنے کارناموں پر ناز نہ کرنا کیونکہ اصل احسان اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور وہی جزا دینے والا ہے۔''[1]

خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطاب سے پتا چلتا ہے کہ آپ اپنے فتح مند کمانڈروں پر کتنی کڑی نظر رکھتے تھے۔ ان کی کتنی دل سوزی سے تربیت فرماتے تھے اور انھیں موقع محل کی مناسبت سے کتنے قیمتی مشوروں اور پندونصائح سے نوازتے تھے۔ ایسی نصیحتیں انھیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیابی اور فتوحات سے ہمکنار کرتی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خط سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق چھوڑ کر شام پہنچنے

[1] تاریخ الطبري: 202/4.

مصیخ کی فتح کے بعد خالد رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ لشکر کشی کرتے ہوئے ثنی (شام) پہنچے۔ وہاں دشمن کا صفایا کر کے جنوب میں زُمیل میں بدوی عربوں کے خلاف کارروائی کی اور پھر رضاب سے ان کی واپسی پر فراض کا معرکہ پیش آیا جہاں ایرانیوں، رومیوں اور مقامی عربوں کے متحدہ لشکر کو شکست دی۔ اس کے بعد وہ حج کے لیے مکہ روانہ ہو گئے۔

کا حکم دیا کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں ملک شام فتح کرا دے۔

- آپ نے انھیں نصیحت کی کہ آئندہ خلیفۃ المسلمین کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں جیسے انھوں نے بغیر اجازت حج کر لیا اور لشکر کو بلا قیادت چھوڑ گئے۔
- انھیں حکم دیا کہ وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے خالص نیت سے کام کریں اور اپنی طاقت کے مطابق امکان بھر اچھے سے اچھا کام کرنے کی کوشش کریں۔
- آپ نے انھیں اللہ رب العزت سے ڈرایا اور زور دیا کہ کبھی غرور کا شکار نہ ہوں کیونکہ اس سے عمل ضائع ہو جاتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں رہتا، اسی طرح آپ نے حضرت خالد کو اپنے کارناموں پر ناز کرنے سے بھی ڈرایا کیونکہ ان کارناموں کے پس پشت اصل احسان تو اللہ تعالیٰ کا تھا جس نے انھیں اپنی نصرت سے نوازا۔[1]

اس کے ساتھ ساتھ عراقی معرکوں میں اسلامی لشکر کی جنگی مہارت اور جنگی اصولوں کی تطبیق کھل کر سامنے آئی کہ اسلامی لشکر نے دشمن پر یکا یک حملہ کرنے، دشمن کا حملہ روکنے، دشمن کا محاصرہ کرنے، اپنی قوت کے شاندار اظہار، اپنا مورال بلند رکھنے، میدان جنگ کی معلومات اکٹھی کرنے، جنگی پلان بنانے اور انھیں مہارت سے عملی جامہ پہنانے کا ایسا ولولہ انگیز مظاہرہ کیا جس کی تاریخ عالم میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومیوں سے جنگ کے لیے اس وقت تک شام روانہ نہیں ہوئے جب تک انھوں نے عراقی فتوحات میں وسیع تجربہ حاصل نہیں کر لیا۔ حضرت خالد کے جانے کے بعد عراق میں اسلامی لشکر کی کمان حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی کیونکہ انھیں عراق کے طول و عرض سے بھرپور واقفیت اور ایرانیوں کے ساتھ جنگ کی شاندار مہارت بھی حاصل تھی۔

[1] تاریخ الدعوۃ إلی الإسلام للدکتور یسري محمد ھاني، ص:295.

حضرت خالد کی فتوحات کے بارے میں تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالد کی پلاننگ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کے بعد اہم جنگی معلومات پر مبنی ہوتی تھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی لشکر کا انٹیلی جنس کا شعبہ بڑا متحرک اور فعال تھا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مخبری اور جاسوسی کا شعبہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ کے پاس تھا جو نہ صرف ایک قابل ترین جرنیل تھے بلکہ انتظامی امور کے بھی ماہر تھے۔ وہ اس علاقے کے رہائشی ہونے کی وجہ سے بھی اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے اہل تھے۔ ان کا تعلق بنوشیبان سے تھا جو بکر بن وائل قبیلے کی شاخ ہے۔ ان کے گھر عراقی سرحد اور فرات کے اس کنارے پر واقع تھے جو شمال میں ''ہیت'' تک پھیلا ہوا تھا، اسی لیے وہ شعبۂ انٹیلی جنس کے لیے نہایت موزوں تھے، جونہی کوئی ایرانی لشکر حرکت میں آتا یا ایرانی علاقے میں کوئی واقعہ پیش آتا، اس کی خبر حضرت مثنیٰ کو اسی وقت مل جاتی تھی۔ ①

حضرت خالد کے نام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم نامے میں کہا گیا:

«دَعِ الْعِرَاقَ وَ أَخْلِفْ فِيهِ أَهْلَهُ الَّذِي قَدِمْتَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ امْضِ مُخَفَّفًا فِي أَهْلِ قُوَّةٍ مِّنْ أَصْحَابِنَا الَّذِينَ قَدِمُوا مَعَكَ الْعِرَاقَ مِنَ الْيَمَامَةِ وَصَحِبُوكَ فِي الطَّرِيقِ وَ قَدِمُوا عَلَيْكَ مِنَ الْحِجَازِ ثُمَّ تَأْتِي الشَّامَ فَتَلْقٰى أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَ مَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَ إِذَا الْتَقَيْتُمْ فَأَنْتَ أَمِيرُ الْجَمَاعَةِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ»

''عراق چھوڑ دو۔ عراق میں اسی علاقے کا جانشین مقرر کردو، پھر لشکر میں سے ان لوگوں کو ساتھ لے کر شام پہنچ جاؤ جنھوں نے تمھارے ساتھ یمامہ پیش قدمی کی تھی یا راستے میں شامل ہوئے یا پھر حجاز سے تمھارے ساتھ تھے۔ وہاں جا کر ابوعبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھیوں سے ملو، جب تم ان سے جا ملو تو پھر تمھی جماعت کے امیر

① معارك خالد بن الوليد ضد الفرس لعبد الجبار السامرائي، ص: 143.

ہو گئے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔" [1]

حضرت خالد نے شام روانگی کی تیاری کی تو لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تا کہ ایک حصہ ان کے ساتھ شام جائے اور دوسرا حضرت مثنیٰ کے ساتھ رہے۔ لیکن انھوں نے تمام صحابۂ کرام اپنے لشکر میں شامل کر لیے۔ اس پر حضرت مثنیٰ نے کہا: "اللہ کی قسم! میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ہی عراق میں رہوں گا، یعنی نصف صحابۂ کرام آپ کے ساتھ جائیں گے اور باقی نصف میرے ساتھ رہیں گے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو انھی کے سبب فتح ونصرت کی امید ہے لیکن آپ مجھے ان سے محروم کر رہے ہیں۔" حضرت خالد کو سفر سے پہلے حضرت ابوبکر کا خط مل چکا تھا جس میں انھوں نے فرمایا تھا:

«يَا خَالِدُ! لَا تَأْخُذْ مُجِدًّا إِلَّا خَلَّفْتَ لَهُمْ مُّجِدًّا، فَإِذَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَارْدُدْهُمْ إِلَى الْعِرَاقِ وَ أَنْتَ مَعَهُمْ ثُمَّ أَنْتَ عَلٰى عَمَلِكَ»

"اے خالد! اگر تم ایک متحرک وسرگرم مجاہد ساتھ لے کر جاؤ تو ایسا ہی سرگرم مجاہد پیچھے بھی چھوڑ کر جانا، پھر جب اللہ تعالیٰ تمھیں فتح یاب کرے تو تم ان کے ساتھ عراق واپس آنا، انھیں واپس کر کے پھر اپنے کام پر چلے جانا۔" [2]

حضرت خالد حضرت مثنیٰ کو صحابۂ کرام کے عوض مختلف خاندانوں کے رؤساء جو بہادری اور جنگی مہارت میں معروف تھے، دے کر مسلسل راضی کرتے رہے، بالآخر حضرت مثنیٰ راضی ہو گئے۔ [3] حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا لشکر تیار کیا اور شام پہنچنے کے لیے ایک انتہائی خطرناک ریگستان عبور کرنے لگے۔ یہ ریگستان افق در افق پھیلا ہوا تھا۔ دور دور تک کوئی کنارہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ بہت وسیع وعریض چٹیل میدان تھا۔ آپ نے گائیڈ حضرات سے پوچھا: "مجھے کوئی ایسا راستہ بتاؤ جس پر چل کر میں رومیوں کے لشکر کے عقب

[1] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 169. [2] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 170.
[3] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 170.

میں پہنچ جاؤں کیونکہ اگر میں ان کے سامنے گیا تو وہ مجھے مسلمانوں کی مدد سے روک دیں گے۔''

انھوں نے جواب دیا: ''ہمیں صرف ایک راستے کا علم ہے لیکن وہ لشکر کے لیے مناسب نہیں، اللہ کی قسم! اس راستے پر اکیلا مسافر بھی جانے سے خوف کھاتا ہے۔ آپ اس رستے پر گھوڑوں اور اونٹوں پر سامان لاد کر نہیں جاسکتے، کیونکہ پانچ دن کے اس طویل سفر میں پانی کی ایک بوند بھی نہیں ملتی۔''

حضرت خالد نے فرمایا: رومی لشکر کے عقب میں پہنچنے کے لیے اس راستے پر چلنا بہت ضروری ہے، لہٰذا انھوں نے قادر مطلق کے بھروسے پر ہرچہ بادا باد کہہ کر اسی راستے پر چلنے کا عزم کرلیا۔

حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو مشورہ دیا کہ پانی کی زیادہ سے زیادہ مقدار ساتھ لے لیں کیونکہ یہ راستہ عبور کرنے تک پانی نہیں ملے گا، لہٰذا حضرت خالد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ پیاسے اونٹوں کے پیٹ میں پانی سٹور کرلو، پھر ان کے ہونٹ باندھ دو تاکہ وہ جگالی کر کے پانی ضائع نہ کریں۔[1] پھر اپنے جوانوں سے فرمایا: ''کسی مسلمان شخص کو زیبا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے ہوتے ہوئے کسی آزمائش کی وجہ سے اس پر خوف و ہراس طاری ہو۔''[2]

حضرت خالد کے گائیڈ حضرت رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ انھیں لے کر ایسے راستے پر چل پڑے جو اپنی وحشت، پانی کی قلت، راستوں کی عدم نشاندہی اور ویرانی میں مشہور تھا خصوصاً قراقر اور سوی[3] کا وسطی علاقہ تو ہو کا میدان تھا۔ علاقے میں دور دور تک کوئی

[1] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص:171. [2] الحرب النفسية للدكتور أحمد نوفل: 155/2.
[3] قراقر: کلب قبیلے کا مسکن ہے۔ سوی: ہراء قبیلے کا مسکن ہے۔ یہ دونوں ''سماوہ'' میں ہیں۔ دیکھیے: (معجم البلدان: 317/4)

متنفس نظر نہیں آتا تھا، تاہم یہ مختصر ترین راستہ تھا۔

حضرت خالد نے اپنے لشکر کے سامنے اس راستے پر چلنے کی وجوہ کی صراحت فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ یہ راستہ خفیہ طور پر برق رفتاری سے دشمن کے سر پر جا پہنچنے کا راستہ ہے۔ اس لیے فوراً کمر باندھ لو۔ حضرت رافع نے حضرت خالد سے بیس بڑی عمر کی اونٹنیاں طلب کیں جو انھیں فراہم کر دی گئیں۔ انھوں نے انھیں کئی دن تک پیاسا رکھا۔ جب وہ شدید پیاسی ہوگئیں تو انھیں خوب پانی پلایا، پھر ان کے ہونٹ باندھ دیے اور ان کے منہ پر چھینکے چڑھا دیے تاکہ وہ جگالی نہ کرسکیں، پھر حضرت خالد سے عرض کیا: اب آپ اپنے گھوڑوں اور سامان سمیت سفر کریں۔ جس منزل پر رکیں وہاں ان اونٹنیوں میں سے چند اونٹنیاں ذبح کریں۔ لوگ خود بھی پانی پی لیں اور ان اونٹنیوں کی اوجھڑی نچوڑ کر اپنے گھوڑوں کو بھی پانی پلائیں، چنانچہ لشکر قراقر سے سویٰ کی طرف چل پڑا۔ قراقر عراق کا آخری صحرائی علاقہ ہے اور سویٰ شام کا ابتدائی قریہ ہے۔ ان دونوں علاقوں کے درمیان پانچ دن کی مسافت ہے۔ وہ رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام کرتے۔ حضرت خالد نے رافع بن عمیرہ کو بطور راہنما ساتھ لے لیا کیونکہ وہ ماہر گائیڈ تھے۔ ستاروں کے ذریعے سے راستہ معلوم کرنے میں محرز محاربی ماہر تھے، اسی لیے انھیں بھی ساتھ لے لیا۔ وہ رات کے وقت صبح سورج بلند ہونے تک سفر کرتے اور پھر آرام کرتے۔ اس طرح وہ ایک دن میں دو مرحلے طے کر لیتے تھے۔ حضرت خالد نے اپنے کسی مجاہد کو پیدل نہیں چلنے دیا بلکہ تمام مجاہدین کو اونٹوں پر سوار کیا تاکہ وہ جسمانی لحاظ سے فٹ رہیں۔ حضرت خالد اسی راستے پر بے تکان چلتے رہے وہ جب کسی منزل پر رکتے تو ان اونٹنیوں میں سے کچھ ذبح کر لیتے۔ ان کی اوجھڑیوں میں موجود پانی گھوڑوں کو پلاتے اور اپنے پاس موجود پانی مجاہدین پی لیتے، جب پانچواں دن ہوا تو پانی ختم ہوگیا۔ حضرت خالد اپنے مجاہدین کے بارے میں فکر مند ہو گئے۔ وہ پیاس کی وجہ سے ہلاکت سے ڈرنے لگے۔ اس موقع پر

خالد رضی اللہ عنہ کا عراق سے شام تک صحرائی سفر
رومی سلطنت
ساسانی سلطنت
(فارس)
شام
صحرائے شام
صحرائے سماوہ
عراق
اردن
حمص
دمشق
بصریٰ الشام
حیرہ
حماۃ
قسطل
غذیب
سلمیہ
نبہیا
شمسین
قارا
نبک
بعلبک
ثنیۃ العقاب
مرج راہط
عذراء
قطیفہ
جرود
قریتین
حواریں
تدمر
قصم
ارک
سوی
گواثل
قرقیسیا
دریائے فرات
دریائے دجلہ
وادی حوران
ابیض
مصیخ
ثنی
زمیل
ذوقار
بردان
جناب
قراقر
عین التمر
دومہ
قطقطانہ
جابیہ
اذرعات

حضرت رافع آشوب چشم میں مبتلا ہو گئے۔ بہر حال حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: اب تمھارا کیا مشورہ ہے؟ انھوں نے کہا: اس علاقے میں عوسج کا پودا ہوتا ہے۔ اس کا کوئی چھوٹا سا پودا تلاش کرو۔ تلاش کرنے پر انھیں عوسج کا صرف ایک تنا ملا۔ حضرت رافع نے کہا: اس جگہ کو کھودو۔ اس جگہ کو کھودا گیا تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ سب لوگوں نے اس نصرت ربانی پر رب ذوالجلال کا شکر ادا کیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہیں رکے بغیر منازل طے کرتے چلے گئے۔[1]

اس سفر میں بعض عربیوں نے حضرت خالد سے کہا: ''اگر تم صبح کے وقت فلاں درخت تک پہنچ گئے تو تم اپنے لشکر سمیت بچ جاؤ گے، بصورت دیگر اپنے لشکر سمیت ہلاک ہو جاؤ گے۔ حضرت خالد نے اپنے لشکر کے ساتھ راتوں رات طویل ترین نہایت تیز رفتاری سے سفر کیا حتی کہ صبح کے وقت اس درخت تک پہنچ گئے۔'' یہاں حضرت خالد نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: «عِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرٰى» ''صبح کے وقت قوم اپنے رات کے سفر پر رشک کرتی ہے۔'' ان کا یہ ارشاد ایک ضرب المثل بن گیا۔[2]

حضرت خالد کے ایک ساتھی نے اس سفر میں درج ذیل شعر کہے:

لِلّٰهِ عَيْنَا رَافِعٍ أَنّٰى اهْتَدٰى   فَوَّزَ مِنْ قُرَاقِرٍ إِلٰى سُوٰى

خَمْسًا إِذَا مَا سَارَهَا الْجَيْشُ بَكٰى   مَا سَارَهَا قَبْلَكَ إِنْسِيٌّ أَرٰى

''اللہ رافع کی آنکھوں کو منور کرے۔ وہ کیسا شاندار گائیڈ ہے، اس نے قراقر سے سفر شروع کیا اور سوئ تک جا پہنچا۔ مسلسل پانچ دن جب لشکر نے اس راستے پر سفر کیا تو رو دیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ سے پہلے شاید ہی کوئی بشر اس ویرانے سے گزرا ہو گا۔''[3]

یہ قصہ اس بات کی دلیل ہے کہ بہادر اور عقلمند کمانڈر خطرات کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

① أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 68. ② البداية والنهاية: 7/7. ③ البداية والنهاية: 7/7.

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ریگستان کو عبور کرنے کے لیے پانی سٹور کرنے کا عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا حتی کہ وہ پانچویں دن شام کی سرحد پر پہنچ گئے، جبکہ وہ رومیوں کے سکیورٹی دستوں کو عراق جانے والے عام مرکزی راستوں پر چھوڑ آئے۔ اس پر وحشت ناک ریگستان کو انھوں نے پانچ دنوں میں عبور کیا جو بجائے خود عجائبات روزگار میں سے ایک محیر العقول یادگار واقعہ ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلامی لشکر کے کمانڈر نے قادر مطلق پر بھروسا کر کے یہ ہولناک بیاباں عبور کیا اور منزل پر پہنچنے کا حق ادا کر دیا۔ یقیناً اللہ رب العزت پر بھروسا کرنے والے کبھی نامراد نہیں رہتے۔ [1]

حضرت خالد ''اُرَک'' پہنچ گئے جو شامی حدود میں ہے، آپ نے اہل اُرَک پر حملہ کر کے ان کا محاصرہ کر لیا۔ پھر ان کے ساتھ صلح نامہ طے ہو گیا، پھر آپ ''تدمر'' میں داخل ہوئے۔ وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ بعد میں انھوں نے امان طلب کی اور پھر صلح کر لی۔ حضرت خالد نے اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے ''قریتین'' کا رخ کیا۔ وہاں کے باشندوں سے لڑائی کے بعد فتح پائی، پھر ''حوارین'' روانہ ہو گئے اور ''ثنیہ'' نامی جگہ پر اپنا جھنڈا لہرایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔ اس کا نام ''العقاب'' تھا۔ اسی مناسبت سے اس جگہ کو ''ثنیۃ العقاب'' کا نام دیا گیا۔ [2]

پھر جب خالد رضی اللہ عنہ ''عذراء'' سے گزرے تو اہل علاقہ سے جنگ کی اور غسان قبیلے سے بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا، پھر دمشق کے مشرقی علاقے سے نکلے حتی کہ بصریٰ کی نہر پر پہنچ گئے۔ وہاں صحابۂ کرام مصروف جہاد تھے۔ وہاں کے رئیس نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور علاقہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اس طرح بصریٰ شام کا پہلا شہر ہے جو مسلمانوں نے فتح کیا۔

[1] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 67. [2] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 68.

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے غسان قبیلے سے حاصل ہونے والی غنیمت کا خمس بلال بن حارث مزنی کو دے کر حضرت ابوبکر کی خدمت میں روانہ کیا اور خود ابوعبیدہ، مرثد اور شرحبیل رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے روانہ ہو گئے جن کے مقابلے کے لیے رومی فوج العربا پہنچ چکی تھی، یہیں معرکۂ اجنادین پیش آیا۔ [1]

حضرت خالد بن ولید نے عسکری مہم جوئی اور فوجی پیش قدمی کی جو حیرت انگیز مثال قائم کی اور اسلامی لشکروں کی مدد کے لیے جس بے باکی، جوانمردی اور برق رفتاری سے شام پہنچ گئے، وہ ایسی بے مثل عسکری مہم جوئی ہے جس کی کوئی نظیر معلومہ انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

میجر جنرل محمود شیت خطاب اس بارے میں کہتے ہیں: ''حضرت خالد کا صحرا کو پر خطر راستے سے عبور کرنا عسکری تاریخ کا نادر واقعہ ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی اور میرا خیال ہے کہ ہنی بال کا کوہستان الپس کو عبور کرنا یا نپولین کا الپس سے گزرنا یا نپولین کا صحرائے سینا کو عبور کرنا یا برطانوی لشکر کا پہلی عالمی جنگ میں صحرائے سینا کو پار کرنا حضرت خالد کے کارنامے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ صحرا کی نسبت پہاڑوں کو عبور کرنا آسان ہے کیونکہ پہاڑوں میں پانی بآسانی میسر ہوتا ہے، جبکہ صحرا میں میسر نہیں ہوتا۔ اور صحرائے سینا کو عبور کرنا اس لیے آسان ہے کہ اس میں جگہ جگہ بکثرت کنویں اور آبادی موجود ہے جبکہ یہ دونوں چیزیں اس صحرا میں مفقود تھیں جو حضرت خالد نے عبور کیا تھا۔

حضرت خالد کا اس صحرا کو عبور کرنا رومیوں کے لیے بڑا چونکا دینے والا واقعہ تھا کیونکہ انھیں اس کا سان گمان تک نہ تھا۔ اسی لیے عراق سے شام کے راستے میں آنے والے شہر اور بستیاں معمولی لڑائی یا لڑائی کیے بغیر ہی حضرت خالد کی قوت کے سامنے سرنگوں ہوتی چلی گئیں۔ کیونکہ یہ بات ان کے حاشیۂ خیال سے بھی ماورا تھی کہ مسلمان اتنے کٹھن اور

[1] البدایۃ والنہایۃ: 6,7/7.

طویل صحرا سے گزر کر اس علاقے میں اتنی بڑی قوت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہونے کے لیے آدھمکیں گے۔ ①

صدیاں گزر جانے کے باوجود آجکل کے بڑے بڑے فیلڈ مارشل بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی عسکری عبقریت سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ایک جرمن جنرل فنڈر گالٹیس جو "مسلح امت" نامی کتاب کا مولف اور پہلی جنگ عظیم میں ترکی جرمن افواج کا کمانڈر تھا، وہ حضرت خالد کی عسکری مہارت اور فوجی عبقریت کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہے بغیر نہ رہ سکا:

"خالد بن ولید فنون حرب میں میرے استاذ ہیں۔" ②

خالد رضی اللہ عنہ کی شام روانگی کے وقت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نہایت، دلیر، پروقار اور غیور شخص تھے۔ ان کا مشورہ بابرکت اور رائے شاندار تھی۔ صائب فیصلے کرنے کی خداداد صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ نہایت قوی ارادے کے مالک اور خطرناک ترین حالات میں کامل ذمہ داری کی اہلیت رکھتے تھے۔ اپنی فوج پر مکمل اعتماد کرنے والے تھے، جبکہ ان کی فوج کو ان پر بلا کا اعتماد تھا۔ ان کی باہمی محبت بھی بے مثال تھی۔ آپ کی شخصیت بہت مضبوط، مربوط اور فیصلہ کن تھی۔ آپ واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کے مصداق تھے: "مثنیٰ بن حارثہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے بل بوتے پر اپنے آپ کو امیر منوا لیتے ہیں۔" آپ لائق فائق شخصیت کے مالک تھے۔ جنگی ذمہ داریاں خوب نبھاتے تھے۔ ان کا ماضی روشن تھا۔ ہمیشہ سب سے پہلے حملہ آور ہوتے اور سب سے آخر میں میدان سے واپس آتے تھے۔ آپ عراقی علاقوں کا جغرافیہ بخوبی جانتے تھے۔ ایرانیوں پر حملہ کرنے کی زبردست جرات کے مالک تھے، نہایت تیز نقل و حرکت کرتے تھے۔ جنگی چالوں کے ماہر تھے۔

① الحرب النفسية للدكتور أحمد نوفل: 163,162/2۔ ② معارك خالد بن الوليد ضد الفرس لعبد الجبار السامرائي، ص: 167۔

آپ ہی نے سب سے پہلے ایرانیوں کے خلاف جرأت کا مظاہرہ کیا۔ عراقی جنگوں میں ان کے کارناموں جیسے کارنامے کوئی نہ دکھا سکا۔ وہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کا مورال بلند کیا اور ایرانی فوج کا مورال ختم کر دیا۔[1]

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اسلامی لشکر کے رُو برو ایرانی لشکر کی حالت ان الفاظ میں بیان کی: ''میں نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام میں عرب وعجم کے ساتھ جنگیں لڑی ہیں۔ اللہ کی قسم! زمانۂ جاہلیت میں سو عجمی میرے نزدیک ایک ہزار عربوں سے زیادہ بھاری تھے۔ اور آج (اسلام میں) ایک سو عربی میرے نزدیک ایک ہزار عجمیوں سے بھاری ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے عجمیوں کی جنگی قوت مٹا دی اور ان کی تدبیروں کو کمزور کر دیا۔ پس تمھیں ان کی تعداد، اسلحہ کی فراوانی، مضبوط کمان اور طویل نیزوں سے خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب ان سے اسلحہ چھین لیا جائے یا وہ اس سے محروم ہو جائیں تو وہ جانوروں کی طرح ٹاپتے پھرتے ہیں، تم انھیں جہاں چاہو ہانک کر لے جاؤ۔''[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت مثنیٰ کو عراق کا امیر مقرر کرنا نہایت مناسب اقدام تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی فوج اور اس کی خصوصیات کو بخوبی جانتے تھے۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر شام روانہ ہونے لگے تو حضرت مثنیٰ انھیں الوداع کرنے کے لیے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ جدائی کا لمحہ قریب آیا تو حضرت خالد نے ان سے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے، آپ اپنی امارت کی طرف بلا تاخیر واپس چلے جائیں۔''[3] اس طرح حضرت خالد کے بعد عراق میں قیادت حضرت مثنیٰ نے سنبھال لی۔ جیسے ہی کسریٰ کو حضرت خالد کی روانگی کا علم ہوا، اس نے ہرمز جادویہ کی

[1] الحرب النفسية للدكتور أحمد نوفل: 2/164. [2] الحرب النفسية للدكتور أحمد نوفل: 2/168.
[3] عصر الصحابة لعبد المنعم الهاشمي، ص: 189.

قیادت میں ہزاروں کا لشکر جمع کرلیا اور حضرت مثنیٰ کو دھمکیاں دیتے ہوئے خط لکھا: ''میں تمھارے پاس ایرانی وحشیوں کا لشکر بھیج رہا ہوں۔ وہ مرغیاں اور خنزیر پالنے والے ہیں۔ میں انھی کو لے کر تم سے جنگ کرنے آ رہا ہوں۔''

حضرت مثنیٰ بن حارثہ نے کمال ذہانت اور عقلمندی سے اس مجوسی کو بڑا جرأت مندانہ جواب دیا۔ انھوں نے کسریٰ کو خط میں لکھا: ''یقیناً تم دو افراد میں سے ایک ہو۔ یا تو باغی ہو اور تمھارا باغی ہونا تمھارے حق میں بہت برا ہے۔ مگر ہمارے لیے بہتر ہے۔ یا تم جھوٹے ہو اور اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک جھوٹوں میں سب سے زیادہ مہلک سزا جھوٹے بادشاہ کو ملتی ہے۔ ہمارا خیال ہے، تم ان وحشیوں کی مدد پر مجبور ہو گئے ہو، لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے تمھارے مکر و فریب کو مرغیاں اور خنزیر پالنے والوں کا محتاج کر دیا ہے۔''[1]

حضرت مثنیٰ کے اس منہ توڑ جواب سے ایرانی بہت مرعوب ہوئے۔ انھوں نے اپنے بادشاہ کو اس کے خط پر بڑی ملامت کی اور اس کی رائے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ حضرت مثنیٰ حیرہ سے بابل گئے۔ جب حضرت مثنیٰ کا لشکر نہر صراۃ کی بالائی جانب ایرانیوں سے نبرد آزما ہوا تو بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ ایرانیوں نے ایک ہاتھی گھوڑوں کی صفوں میں گھسا دیا تاکہ مسلمانوں کے گھوڑے بدک کر بھاگ جائیں لیکن مسلمانوں کے امیر حضرت مثنیٰ بن حارثہ نے اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا اور مسلمانوں کو زور دار حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ایرانیوں کو عبرتناک شکست ہوئی۔ ان کے ہزاروں لوگ قتل ہو گئے اور مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت نصیب ہوا۔ ایرانی بدترین حالت میں فرار ہو کر مدائن پہنچے تو ان کا بادشاہ مر چکا تھا۔[2] اس طرح ملک فارس میں پریشانی اور طرح طرح کی مصیبتوں کا دور دورہ شروع ہو گیا۔

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 73/2. [2] البداية والنهاية: 18/7.

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دشمنوں کو دھتکار دیا۔ وہ مدائن کے دروازوں تک پہنچ گئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں پر اپنی فتح کی خوش خبری لکھ بھیجی اور اجازت طلب کی کہ مرتدوں میں سے تائب ہونے والوں کو لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے۔ لیکن انتظار کی گھڑیاں لمبی ہوگئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اہل شام کے ساتھ جنگوں کے معاملات میں مشغول تھے، اس لیے جواب نہ دے سکے، لہٰذا حضرت مثنیٰ بذات خود حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے عراق میں حضرت بشیر بن خصاصیہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور سرحدی چوکی پر سعید بن مرہ عجلی کو مقرر فرمایا۔[1] جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قریب الوفات تھے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت مثنیٰ کا استقبال کیا۔ ان کا مدعا سنا۔ اور ان کی رائے قبول فرمائی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا، وہ آگئے تو فرمایا:

«اِسْمَعْ يَا عُمَرُ مَا أَقُولُ لَكَ ثُمَّ اعْمَلْ بِهِ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَمُوتَ مِنْ يَّوْمِي هٰذَا، فَإِنْ أَنَا مِتُّ فَلَا تُمْسِيَنَّ حَتّٰى تَنْدُبَ النَّاسَ مَعَ الْمُثَنّٰى وَلَا تَشْغَلَنَّكُمْ مُّصِيبَةٌ وَّ إِنْ عَظُمَتْ عَنْ أَمْرِ دِينِكُمْ وَ وَصِيَّةِ رَبِّكُمْ وَ قَدْ رَأَيْتُنِي مُتَوَفّٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ مَا صَنَعْتُ وَ لَمْ يُصَبِ الْخَلْقُ بِمِثْلِهِ ...... وَ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى أُمَرَاءِ الشَّامِ فَارْدُدْ أَصْحَابَ خَالِدٍ إِلَى الْعِرَاقِ، فَإِنَّهُمْ أَهْلُهُ وَ وُلَاةُ أَمْرِهِ وَ هُمْ أَهْلُ الضَّرَاوَةِ بِهِمْ وَالْجُرَاءَةِ عَلَيْهِمْ»

’’اے عمر! میری بات غور سے سنو اور اس پر عمل کرو، ایسا لگتا ہے کہ میں آج فوت ہوجاؤں گا۔ اگر میں فوت ہوگیا تو شام ہونے سے پہلے پہلے حضرت مثنیٰ

[1] البداية والنهاية: 18/7.

کے ساتھ لشکر تیار کر دینا، تمھیں تمھارے دینی فریضے اور تمھارے رب کے حکم کی تعمیل میں کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی مانع نہیں ہونی چاہیے۔ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کا موقع دیکھا تھا اور مسلمانوں کو ایسا زبردست صدمہ کبھی نہیں ہوا تھا، اس کے باوجود میں نے اپنا فریضہ ادا کیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ شام کے مجاہدین کو فتح یاب کر دے تو حضرت خالد کے ساتھیوں کو واپس عراق بھیج دینا کیونکہ وہی عراق کے باشندے اور ان کے امراء ہیں۔ وہی ان کو کنٹرول کرنے کے لیے مناسب سختی اور جرأت کے اقدامات کر سکتے ہیں۔'' [1]

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 74/2.
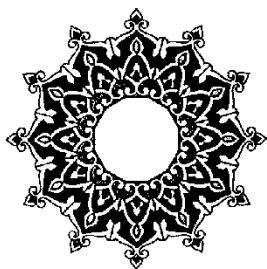
شامی فتوحات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شام میں فتوحات

شام کے بارے میں مسلمانوں کی پیش قدمی کا اہتمام عہد نبوی ہی سے اس وقت شروع ہو گیا تھا جب نبی ﷺ نے رومی بادشاہ ہرقل کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپ ﷺ نے حارث بن ابی شمر غسانی کو بھی خط لکھا تھا جو کہ بلقاء[1] کا غسانی حکمران تھا اور قیصر کی طرف سے عربوں کا گورنر تھا۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ غرور کی وجہ سے آمادۂ فساد ہو گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اسے قیصر کی طرف سے ممانعت کا خط آ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا جس کی مقام موتہ پر دشمن سے محاذ آرائی ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت زید، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد

① بلقاء: دمشق کا صوبہ ہے جو شام اور وادی الغری کے درمیان واقع ہے۔ اس کا دارالحکومت عمان ہے۔

لشکر کی قیادت حضرت خالد بن ولید نے سنبھال لی جن کے کامیاب جنگی معرکوں نے ان علاقوں کے باشندوں پر گہرے اثرات چھوڑے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس غزوے کے ذریعے سے جابر رومی سلطنت کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی تھی اور شام میں واقع اس حکومت کی ہیبت کو عرب مسلمانوں کے دلوں سے نکال پھینکا تھا۔ اور مسلمانوں کو ان کے اصل مقصد، یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کی تکمیل کے لیے معنوی اور مادی تیاری پر آمادہ کیا بلکہ آپ ﷺ نے غزوۂ تبوک میں بنفس نفیس مجاہدین اسلام کی قیادت فرمائی۔ رومی فوج کے ساتھ ٹکراؤ سے مسلمانوں کو ان کی قوت اور ان کے جنگی حربوں سے واقفیت ہوئی۔ اُدھر ان غزوات سے اہل شام کو دین اسلام کے اصول وضوابط اور اس کے اہداف پرکھنے کا موقع ملا، اس طرح بہت سے لوگ مسلمان بھی ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وضع کردہ منہج پر کاربند رہے، اسی لیے انھوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنے پر شدت سے اصرار کیا اور جب ذی القصہ سے لشکر روانہ کیے تو حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر شام کے بالائی علاقوں کی طرف بھی بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی مدد کے لیے ''تیماء''[1] کے مقام پر رک جائیں اور ان کے حکم کے بغیر وہاں سے نہ ہلیں۔ صرف ان لوگوں سے جنگ کریں جو ان پر حملہ آور ہوں۔ اس لشکر کی خبر رومی بادشاہ ہرقل کو ملی تو اس نے اپنے ماتحت عرب قبائل بہراء، سلیح، کلب، لخم، جذام اور غسان پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا۔ حضرت خالد بن سعید ان کی طرف لپکے اور انھیں ان کے قبائل ہی میں منتشر کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی اطلاع دی۔ آپ نے جوابی خط میں انھیں پیش قدمی کا حکم دیا۔[2] اور انھیں رومی فوجوں کی صف بندی سے پہلے ہی ان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور نصیحت کی کہ اپنی واپسی کا راستہ محفوظ بنائیں اور

[1] تیماء: وادی القری اور شام کے درمیان شامی علاقے میں ایک ٹھنڈا علاقہ ہے۔ [2] إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء لمحمد الخضري، ص:54.

رومی علاقے میں زیادہ اندر تک نہ گھسیں۔ خلیفہ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ پیش قدمی کرو۔ ہرگز نہ رکو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ پیش قدمی کرتے ہوئے بحر مردار کے رستے ''قسطل'' تک پہنچ گئے اور مشرقی ساحل سمندر پر رومی فوج کو شکست دے کر اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔ اس موقع پر رومی غضبناک ہوگئے۔ انھوں نے ''تیماء'' پر جمع کردہ لشکر سے بڑا لشکر تیار کیا۔ حضرت خالد بن سعید نے ان کا اجتماع دیکھا تو خلیفۃ المسلمین کو امداد کے لیے خط لکھا تاکہ وہ اپنی پیش قدمی جاری رکھ سکیں، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک زبردست متبادل لشکر روانہ کیا۔[1] مزید برآں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک اور لشکر بھی ان کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ جب یہ حضرت خالد بن سعید کے پاس پہنچے تو انھوں نے رومی فوج پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور مرج الصفر کا راستہ اختیار کیا۔ رومی کمانڈر ماہان بھی اپنا لشکر لے کر میدان میں آگیا اور بحر مردار کے جنوب میں آنے والے اسلامی لشکر کے قریب ہوتا گیا۔ ابھی اسلامی لشکر بحیرۂ طبریہ کے مشرق میں مرج الصفر پہنچا تھا کہ رومیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں پر حملہ کر کے انھیں شکست سے دوچار کردیا۔ اور ماہان نے سعید بن خالد بن سعید کے دستے پر حملہ کرکے انھیں شہید کردیا۔ حضرت خالد کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی اور معلوم ہوا کہ خود انھیں بھی چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے تو وہ گھڑ سوار دستے کے ساتھ گھیراؤ سے نکلنے

[1] حضرت عکرمہ یمن اور مکہ کے راستے سے کندہ اور حضرموت کی کارروائیوں سے واپس آئے تھے۔ وہ مدینہ منورہ پہنچے تو خلیفۂ راشد نے انھیں حضرت خالد بن سعید کی مدد کے لیے روانہ کردیا۔ حضرت عکرمہ نے ان نوجوانوں کو، جو اُن کے ساتھ جزیرہ نمائے عرب میں مرتدوں کے خلاف معرکہ آرائی کرکے آئے تھے، چھٹیاں دی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں بدل کر دیگر مجاہدین کو ان کی قیادت میں شام روانہ ہونے کا حکم دیا، اس لیے اس لشکر کو ''متبادل لشکر'' کا نام دیا گیا۔

رومیوں کے خلاف ابتدائی کارروائیاں
صحرائے شام
شام
اردن
لبنان
فلسطین
سیناء
عرب
نجد
حجاز
مدینہ منورہ
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
مصر
دمشق
مرج الصفر
جابیہ
اذرعات
بصریٰ
بلقاء
مواب
موتہ
القدس
(بیت المقدس)
قیساریہ
حیفا
عکا
صور
صیدا
بترا
معان
دومۃ الجندل
عقبہ
ایلہ
یلدح
تبوک
مدین
ذات منار
تیماء
اقرع
مدائن صالح
(حجر)
العلا
وادی القریٰ
بواط
مروہ
منحوس
حوبید
نقشہ: 16
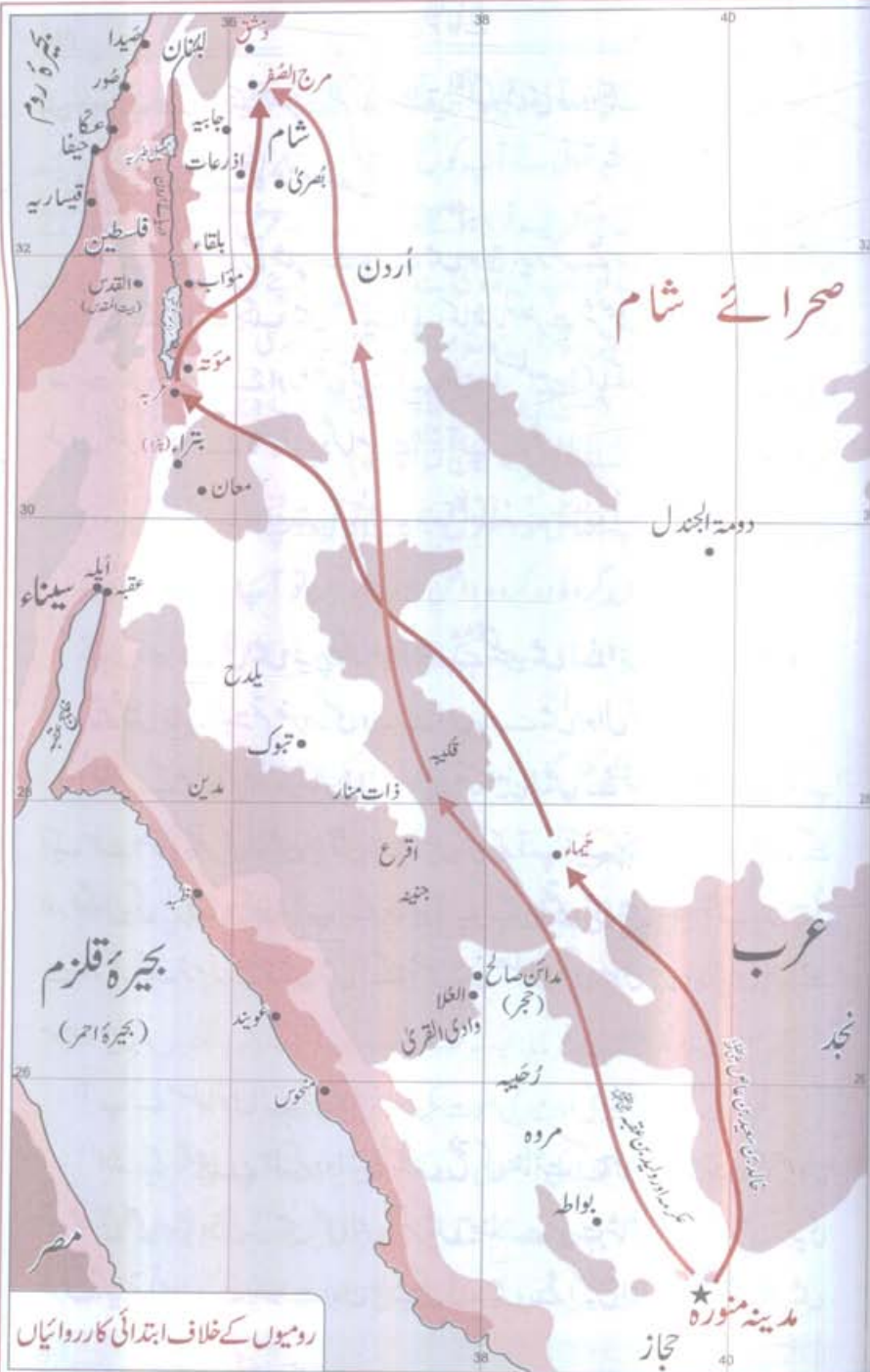
میں کامیاب ہو گئے، جبکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بقیہ لشکر کو شامی حدود تک لے گئے۔[1]

رومیوں سے جنگ کا عزم صدیقی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فتح شام کے بارے میں سوچ بچار کرتے رہتے تھے۔ اسی اثنا میں مرتدوں کے خلاف جنگ میں شریک ایک کمانڈر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اے خلیفۃ المسلمین! کیا آپ کے دل میں شام کی طرف لشکر روانہ کرنے کا کوئی پروگرام ہے؟'' آپ نے فرمایا:

«نَعَمْ قَدْ حَدَّثْتُ نَفْسِي بِذٰلِكَ وَمَا أَطْلَعْتُ عَلَيْهِ أَحَدًا وَّمَا سَأَلْتَنِي عَنْهُ إِلَّا لِشَيْءٍ»

''ہاں، میرے دل میں یہ پروگرام موجود ہے لیکن میں نے اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ البتہ تم ضرور کسی وجہ سے اس بارے میں سوال کر رہے ہو؟''

انھوں نے عرض کیا: ''جی ہاں! اے خلیفۃ المسلمین! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ ایک سخت دشوار پتھریلی زمین پر چل رہے ہیں حتی کہ آپ ایک پہاڑی چوٹی پر چڑھ گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی ہیں، پھر آپ اس چوٹی سے اتر کر ایک نرم زرخیز زمین میں آگئے جس میں فصلیں اُگی ہوئی ہیں، بستیاں اور قلعے موجود ہیں۔

آپ نے مسلمانوں سے فرمایا:

''اللہ کے دشمنوں پر حملہ کردو! میں تمھیں فتح کی ضمانت دیتا ہوں۔ غنیمت کے حصول کی گارنٹی بھی دیتا ہوں۔'' میں بھی اس لشکر میں جھنڈے سمیت شامل تھا، میں اہل قریہ کی طرف گیا تو انھوں نے مجھ سے امان طلب کر لی۔ میں نے انھیں امان دے دی، پھر میں

[1] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 58.

آپ کے پاس واپس پہنچا تو آپ ایک عظیم قلعے تک پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے آپ سے صلح کرلی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح یاب کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک تخت عطا کیا۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوگئے، پھر آپ سے عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح سے نوازا ہے اور آپ کی مدد کی ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کا شکر ادا کریں اور اس کی اطاعت کرتے رہیں، پھر اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کی گئی:

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۗ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ ﴾

''(اے نبی!) جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ درگروہ داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش مانگیے، بلاشبہ وہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا ہے۔''[1]

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔'' اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«نَامَتْ عَيْنَاكَ! خَيْرًا رَأَيْتَ وَ خَيْرًا يَكُونُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»

''تیری آنکھیں پرسکون رہیں! تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے اور یہ بہت بہتر ہوگا، ان شاء اللہ۔''

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «بَشَّرْتَ بِالْفَتْحِ وَ نَعَيْتَ إِلٰى نَفْسِي»

''تم نے فتح کی خوشخبری اور میری موت کی اطلاع دی ہے۔''

یہ بات کہتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ آپ نے فرمایا:

''رہا وہ پتھریلا علاقہ جہاں سے ہم نے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر لوگوں کو جھانک کر دیکھا تھا تو بے شک ہمیں دشمن کے معاملے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور

[1] النصر 110: 1-3.

دشمن کو بھی مصیبت جھیلنی پڑے گی، پھر ہم دشمن پر غالب آ جائیں گے۔ وہاں ہمارا پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر زرخیز زمین کی طرف جانا جس میں سرسبز و شاداب فصلیں، بستیاں اور قلعے تھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ آسانی پائیں گے اور ہمیں پہلے سے زیادہ زرخیز زمین میسر آئے گی۔ میرا مسلمانوں کو یہ حکم دینا کہ دشمن پر حملہ آور ہو جاؤ میں تمھیں فتح اور غنیمت کی ضمانت دیتا ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان عنقریب مشرکین کے ملک پہنچ جائیں گے اور میں انھیں جہاد، اجر و ثواب اور غنیمت کی ترغیب دیتا ہوں جو ان میں تقسیم کی جائے گی۔ وہ اسے قبول کریں گے۔ اور تمھارے ہاتھ میں موجود جھنڈا جسے لے کر تم دشمن کی بستی میں داخل ہوئے، انھوں نے تم سے امان طلب کی اور تم نے انھیں امان دے دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس علاقے کو فتح کرنے والے کمانڈروں میں سے ایک ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمھارے ہاتھوں فتح دے گا۔ اور رہا وہ قلعہ جسے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے فتح کرایا تو یہ وہ علاقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ میرے لیے فتحیاب کرائے گا۔ وہ تخت جس پر میں بیٹھا تھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اعزاز سے نوازے گا اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾

''اور (حضرت یوسف نے) اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا۔''[1]

اور مجھے اللہ کا شکر اور اطاعت کرنے کا جو حکم دیا گیا اور مجھے سورۃ النصر کی تلاوت سنائی گئی تو اس امر میں مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کر کے خود اپنے نبی کو ان کی موت کی خبر دی تھی اور آپ ﷺ کو علم ہو گیا تھا کہ اس سورت کے ذریعے آپ کو آپ کی موت کی خبر دی جا رہی ہے۔''

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا:

[1] یوسف 12:100.

''میں ضرور نیکی کا حکم دوں گا۔ برائی سے منع کروں گا۔ اللہ کی شریعت کے تارکین سے جہاد کروں گا۔ میں مشرکین کی طرف مشرق و مغرب میں لشکر روانہ کروں گا حتی کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں یا ذلیل و رسوا ہو کر جزیہ دینے لگیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا طریقہ ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ مجھے اس دنیا سے اٹھا لے گا تو مجھے عاجز، سست اور مجاہدین کے ثواب میں بے رغبتی کرنے والا نہیں پائے گا۔''[1]

یہ نیک خواب ان خوشخبریوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: «لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالُوا: وَ مَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ»

''نبوت میں سے صرف خوشخبریاں باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: ''خوشخبریاں کیا ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے خواب۔''[2]

یہ خواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کے دلی ارادوں کو عملی شکل دینے کے لیے مہمیز کا باعث بنا، لہٰذا انھوں نے شام کی جنگ کے لیے خصوصی مجلس مشاورت منعقد کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی عزیمت، حسنِ عمل اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے یہ کام شروع کر دیا اور اس اچھے خواب سے نیک شگون لیا۔

رومیوں سے جنگ کے مشورے اور اہل یمن کو نفیر کا حکم

رومیوں سے جنگ کے لیے مشاورت

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی فتح کے لیے لشکر روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں

[1] تاريخ دمشق لابن عساكر: 62,61/2، وفتوح الشام للأزدي، ص: 14. [2] صحيح البخاري، حديث: 6990.

نے مشورے کے لیے حضرت عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو طلب کیا، جب یہ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"بے شک ہم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور ہمارے اعمال ان کا بدلہ نہیں اتار سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے جس نے تمھیں متحد و متفق کیا، تمھاری ذاتی رنجشیں ختم کیں، تمھیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور تم سے شیطان کو دور کیا۔ اب شیطان کو تمھاری طرف سے شرک میں مبتلا ہونے کی امید نہیں رہی۔ نہ تم کوئی اور معبود بناؤ گے۔ آج عرب ایک متحد امت ہیں جو ایک باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ میں نے تمھیں رومیوں سے جنگ کے لیے شام بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ جو اس میں مارا گیا، وہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک کام کرنے والوں کے لیے بہترین بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ جو زندہ رہا، وہ دین اسلام کا دفاع کرتے ہوئے زندہ رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ پر مجاہدین کا اجر وثواب واجب کرنے والا ہوگا۔ یہ میری رائے ہے۔ اب آپ میں سے ہر شخص اپنی رائے بیان کرے۔"

اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے خیر و برکت سے نوازتا ہے۔ اللہ کی قسم! جس معاملے میں بھی ہم نے آپ کے ساتھ مقابلہ کیا، آپ اس میں ہمیشہ سبقت لے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اسے نواز دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں آپ سے اسی مقصد کے لیے ملاقات کرنا چاہتا تھا جو آپ نے ابھی ابھی بیان کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ میں یہ بات آپ سے کر نہ سکا حتی کہ آپ نے ابھی ابھی خود ہی اس کا تذکرہ کر دیا۔ یقیناً آپ کی رائے صحیح ہے، اللہ آپ کو ہدایت کے

دستوں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ رومیوں پر پے در پے لشکر بھیجیے۔ ان پر پیدل اور گھڑ سوار لشکروں کے ذریعے مسلسل حملے کیجیے، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا، اسلام اور مسلمانوں کو عزت دے گا اور اپنے رسول سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔''

اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی:

''اے خلیفۂ رسول! بے شک رومی بڑی مضبوط قوت اور بھرپور جنگی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اللہ کی قسم! میری رائے یہ ہے کہ آپ گھڑ سوار دستوں کے ذریعے حملہ کرنے کے بجائے چھوٹے لشکر روانہ کریں جو ان کے قریبی علاقوں میں اچانک حملہ کرکے واپس آجائیں، پھر آپ دوسرا لشکر بھیجیں۔ وہ بھی حملہ کرکے لوٹ آئے۔ جب ان پر اس طرح کے کئی حملے ہوجائیں گے تو انھیں یقیناً نقصان پہنچے گا اور مسلمانوں کو مال غنیمت ملے گا جس سے انھیں جنگی قوت حاصل ہوگی، پھر آپ دور دراز کے یمنی قبائل، مضر اور ربیعہ کو جمع کریں۔ پھر بذات خود لشکر کی قیادت فرمائیں یا کسی اور کی قیادت میں لشکر روانہ کریں اور ان پر پوری قوت سے بھرپور حملہ کردیں۔''

پھر وہ بیٹھ گئے۔ اب حضرت ابوبکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: «مَاذَا تَرَوْنَ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ؟» ''آپ کی کیا رائے ہے؟ اللہ آپ پر رحم و کرم فرمائے۔''

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور عرض کیا:

''میری رائے یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ ان پر نہایت شفیق ہیں۔ جب آپ کوئی بہتر، خیر خواہی اور رشد و ہدایت والی رائے اختیار کریں تو آپ

اس پر پورے عزم کے ساتھ عمل پیرا ہوں، ہمیں آپ کے اخلاص اور خیر خواہی پر مکمل بھروسا ہے۔"

یہ سن کر حضرت طلحہ، زبیر، سعد، ابوعبیدہ، سعید بن زید اور دیگر حاضرین مجلس مہاجرین اور انصاری رؤساء نے عرض کیا:

"حضرت عثمان نے بالکل سچ فرمایا ہے، بے شک آپ اپنی رائے پر عمل کر گزریں، ہم آپ کی فرماں برداری کریں گے۔ آپ کا حکم سنیں گے۔ آپ کی حکم عدولی نہیں کریں گے۔ نہ آپ کی رائے کو رد کریں گے۔"

اسی طرح کی باتیں تمام حضرات نے یکے بعد دیگرے کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس اثنا میں خاموش بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«مَاذَا تَرٰى يَا أَبَا الْحَسَنِ؟» "ابوالحسن! آپ کی رائے کیا ہے؟"

انھوں نے عرض کیا:

"میری رائے یہ ہے کہ آپ کا ہر فیصلہ مبارک ہے۔ آپ کی رائے بڑی بابرکت ہے۔ آپ اپنی قیادت میں لشکر لے کر جائیں یا کسی کی قیادت میں لشکر روانہ کریں، ان شاء اللہ، آپ کو فتح ملے گی۔"

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «بَشَّرَكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ، فَمِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ هٰذَا؟» "اللہ آپ کو خیر کی خوشخبری دے، آپ کو یہ کیسے علم ہوا کہ ہمیں ہی فتح ہوگی؟"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

«لَايَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ»

"میری امت کا ایک گروہ قیامت تک غالب رہے گا۔"

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا أَحْسَنَ هٰذَا الْحَدِيثُ، لَقَدْ سَرَرْتَنِي سَرَّكَ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ»

”سبحان اللہ! یہ کیسی شاندار حدیث ہے، آپ نے مجھے خوش کر دیا، اللہ آپ کو دنیا اور آخرت میں خوش وخرم رکھے۔“

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خطاب عام کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا، پھر فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَنْعَمَ عَلَيْكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَ أَعَزَّكُمْ بِالْجِهَادِ وَ فَضَّلَكُمْ بِهٰذَا الدِّينِ عَلٰى أَهْلِ كُلِّ دِينٍ، فَتَجَهَّزُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِلٰى غَزْوِ الرُّومِ بِالشَّامِ، فَإِنِّي مُؤَمِّرٌ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءَ وَ عَاقِدٌ لَّهُمْ عَلَيْكُمْ، فَأَطِيعُوا رَبَّكُمْ وَ لَا تُخَالِفُوا أُمَرَاءَكُمْ وَ لِتَحْسُنْ نِيَّتُكُمْ وَ سِيرَتُكُمْ وَ طُعْمَتُكُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ»

”اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اسلام کی نعمت دے کر تم پر بڑا احسان کیا، تمھیں جہاد کے ذریعے سے معزز کیا۔ تمھیں دین اسلام کے ذریعے دوسرے ادیان پر فضیلت دی، لہٰذا اللہ کے بندو! رومیوں سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ شام کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کرو۔ اب میں تمھارے امراء مقرر کرنے والا ہوں اور انھیں تمھارا کمانڈر بنانے لگا ہوں۔ تم اپنے رب کی اطاعت کرنا۔ اپنے امراء کی خلاف ورزی نہ کرنا اور اپنی نیت رضائے الٰہی کے لیے خالص رکھنا، سیرت وکردار بہتر سے بہتر بنانا اور کھانا پینا صحیح رکھنا اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں ہی کی مدد کرتا ہے۔ اور احسان کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ”لوگوں میں اعلان کر دیجیے کہ وہ رومی دشمنوں سے جنگ کے لیے شام روانہ ہونے کی تیاری کریں۔“[1]

[1] تاريخ دمشق لابن عساكر: 2/63-65. اس واقعے میں مذکور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی فرمان نبوی کے لیے ملاحظہ کیجیے: صحيح البخاري، حديث: 7311، وصحيح مسلم، حديث: 1921، عن ◄◄

اس مشورے سے ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منہج کا علم ہوتا ہے کہ وہ اہم ترین معاملات پر اہل بصیرت سے مشاورت کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرتے تھے۔ وہ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ٹھونستے تھے بلکہ اپنی شوریٰ سے مشورے کے بعد کسی مناسب رائے پر عمل کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ مبارک بھی یہی تھا۔ جب ہم اس مجلس مشاورت کی رُوداد پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام نے رومیوں کے ساتھ جنگ کے مسئلے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے موقف کی مکمل موافقت کی، البتہ اس جنگ کے طریقۂ کار پر ان کی آراء مختلف تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ پے در پے لشکر روانہ کیے جائیں حتی کہ شام میں ایک طاقتور فوج جمع ہوجائے اور پھر دشمن سے مقابلہ کیا جائے، جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ چھوٹے چھوٹے لشکروں کے ساتھ شام پر حملہ آور ہوا جائے، پھر یہ لشکر مدینہ منورہ لوٹ آئیں حتی کہ جب دشمن کمزور پڑ جائے اور اس کے دل پر رعب چھا جائے تو پھر بڑے لشکر کے ساتھ اس پر دھاوا بول دیا جائے۔ حضرت ابوبکر نے اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو اختیار کیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق عرب قبائل سے اپنے لشکروں کے لیے مدد طلب کی۔ خصوصاً اہل یمن کو اس جنگ کے لیے تیار کیا۔[1]

اہل یمن کو جہاد کی ترغیب

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمن کو خط لکھا اور انھیں جہاد فی سبیل اللہ کی یوں دعوت دی:

«بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ: مِنْ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ إِلٰى مَنْ قُرِئَ عَلَيْهِ كِتَابِي هٰذَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ. فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكُمُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ

◀◀ المغيرة بن شعبة رضی اللہ عنہ۔ [1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 188/9.

اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الْجِهَادَ وَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّنْفِرُوا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْجِهَادُ فَرِيضَةٌ مَّفْرُوضَةٌ وَّالثَّوَابُ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ وَّ قَدِ اسْتَنْفَرْنَا الْمُسْلِمِينَ إِلٰى جِهَادِ الرُّومِ بِالشَّامِ وَ قَدْ سَارَعُوا إِلٰى ذٰلِكَ وَ قَدْ حَسُنَتْ بِذٰلِكَ نِيَّتُهُمْ وَ عَظُمَتْ حَسَنَتُهُمْ، فَسَارِعُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِلٰى مَا سَارَعُوا إِلَيْهِ وَ لِتَحْسُنَ نِيَّتُكُمْ فِيهِ فَإِنَّكُمْ إِلٰى إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ إِمَّا الشَّهَادَةِ وَ إِمَّا الْفَتْحِ وَالْغَنِيمَةِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لَمْ يَرْضَ مِنْ عِبَادِهٖ بِالْقَوْلِ دُونَ الْعَمَلِ وَ لَا يَزَالُ الْجِهَادُ لِأَهْلِ عَدَاوَتِهٖ حَتّٰى يَدِينُوا بِدِينِ الْحَقِّ وَ يُقِرُّوا لِحُكْمِ الْكِتَابِ، حَفِظَ اللّٰهُ دِينَكُمْ وَ هَدٰى قُلُوبَكُمْ وَ زَكّٰى أَعْمَالَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ أَجْرَ الْمُجَاهِدِينَ الصَّابِرِينَ»

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''خلیفۂ رسول کی طرف سے یمن کے ہر اس مومن اور مسلم کے نام جسے یہ خط پڑھ کر سنایا جائے، السلام علیکم، میں تمھارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

امّا بعد! بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جہاد فرض کیا ہے اورانھیں حکم دیا ہے کہ وہ ہلکے ہوں یا بوجھل، جہاد کے لیے نکلیں اور اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ جہاد اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا ثواب بہت عظیم الشان ہے۔ ہم نے مسلمانوں کو رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا ہے اور وہ برق رفتاری سے تیار ہوگئے ہیں۔ ان کی نیت خالص ہے اور ان کی یہ نیکی بہت عظیم ہے، لہٰذا اے اللہ کے بندو! تم بھی اپنی

نیتوں کو خالص کر لو اور اس عظیم مقصد کے لیے تیزی سے تیار ہو جاؤ جس کے لیے مسلمان تیاری کر چکے ہیں۔ یقیناً تمھیں دو خوبیوں میں سے ایک ملنے والی ہے۔ یا شہادت ملے گی یا فتح اور غنیمت حاصل ہو گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال بغیر اعمال کے قبول نہیں کرتا۔ اور جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ کے دشمن دین حق کو قبول نہ کر لیں اور کتاب اللہ کے فیصلے کا اقرار نہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ تمھارے دین کی حفاظت فرمائے، تمھارے دلوں کو ہدایت یافتہ بنائے، تمھارے اعمال کا تزکیہ کرے اور تمھیں صبر کرنے والے مجاہدین کا اجروثواب عطا فرمائے۔''[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خط حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس خط سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے اور انھیں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اکٹھا کرنے کے کردار اور کاوشوں کا علم ہوتا ہے۔ ان کے اس عمل کو ''جنگی تیاری'' قرار دیا جا سکتا ہے۔[2]

اہل یمن کے نام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خط سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد کے دو بنیادی مقاصد ہیں:

- مسلمانوں کے اسلام کی تحقیق و تصدیق کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اعمال کے بغیر محض اقوال قبول نہیں کرتا۔
- غیر مسلموں سے جنگ کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ دین حق قبول کر لیں اور کتاب اللہ کے قانون کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں۔

یہی وہ سبب تھا جس نے اہل یمن کو یمن کے تمام اطراف و اکناف سے بھاری تعداد

[1] فتوح الشام للأزدي، ص: 8، وتهذيب تاريخ دمشق: 129/1. [2] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 294.

میں اکٹھا کر کے میدان جہاد میں لا کھڑا کیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں کوئی شخص مجبوراً جہاد کے لیے نکلا ہو بلکہ یہ سب لوگ اپنی خوشی سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلے۔ یہ تمام قبائل اپنی عورتوں اور بچوں سمیت آگئے اور یہ لوگ جہاد کے شوق اور محبت سے سرشار تھے اور باطل کے خلاف بہت تیزی سے جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خط لے کر اہل یمن کے پاس پہنچنے والے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب ایک ایک قبیلے میں جا کر یہ خط پڑھ کر لوگوں کو سنایا تو ان کا طرزِ عمل بڑا ایمان افروز تھا۔ وہ فرماتے ہیں:

''میں نے جس کو بھی یہ خط پڑھ کر سنایا وہ اسے سنتے ہی بہت اچھا جواب دیتا اور کہتا: ''بس ہم چلنے ہی والے ہیں۔ یوں سمجھیے کہ ہم جہاد کے لیے نکل چکے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ذوالکلاع حمیری کے پاس پہنچا۔ اسے خط پڑھ کر سنایا اور اسے جہاد کی ترغیب دی تو وہ اسی وقت اپنا گھوڑا اور اسلحہ منگوا کر سوار ہوا اور اپنی قوم میں جہاد کا اعلان کرنے کے لیے چلا گیا۔ اس نے اس کام میں ذرا بھی دیر نہیں کی اور فوری طور پر معسکر قائم کرنے کا حکم دے دیا۔ ہم ابھی ادھر ہی تھے کہ اہل یمن کی بہت بڑی فوج اس کے معسکر میں جمع ہوگئی۔ اس نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا: ''تمھارے بھائیوں نے تمھیں مشرکوں سے جہاد کرنے اور اجر عظیم حاصل کرنے کی دعوت دی ہے، لہٰذا جو شخص جہاد کے لیے جانا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ ابھی روانہ ہو جائے۔''[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ 11 رجب 12 ھ کو واپس آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی آمد کی خوشخبری سنائی اور عرض کیا: ''اہل یمن کے بہادر شاہسوار آپ کے پاس پراگندہ حالت میں اپنے بیوی، بچوں اور اموال سمیت حاضر ہو رہے ہیں۔''[2]

چند ہی دن بعد 16 رجب 12 ھ کو ذوالکلاع حمیری اپنی قوم سمیت مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اہل حمیر ہی فوری طور پر مدینہ منورہ نہیں پہنچے بلکہ تمام اہل یمن نے اسی جذبے کا مظاہرہ کیا

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 46/2، واليمن في صدر الإسلام للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 302,301. [2] اليمن في صدر الإسلام للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 302.

تھا، مثلاً: ہمدان قبیلہ حمزہ بن مالک ہمدانی کی قیادت میں دو ہزار جوانوں کے ساتھ پہنچا۔[1]
جب اہل یمن مدینہ منورہ آگئے اور انھوں نے مسجد میں داخل ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سنی تو خشیت الٰہی سے کانپ اٹھے۔ ان کے دل دہل گئے اور وہ زاروقطار رونے لگے۔ اس پر حضرت ابوبکر بھی رو دیے۔[2]

ذوالکلاع حمیری نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر ایک دبلے پتلے بزرگ ہیں۔ انھوں نے سادہ ترین کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی ہیرے جواہرات نہیں جڑے ہوئے۔ ان کے خوبصورت سفید چہرے پر صرف ورع اور تقویٰ چھایا ہوا تھا، جبکہ ذوالکلاع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یمن سے اس شان سے حاضر ہوا تھا کہ اس کے ارد گرد ایک ہزار شاہسوار تھے اور اس کے سر پر تاج چمک رہا تھا۔ اس کے لباس پر جواہر ٹکے ہوئے تھے۔ اس کی چادر پر سنہری کڑھائی تھی اور موتی چمک رہے تھے اور یاقوت و مرجان اپنی آب و تاب دکھا رہے تھے۔

ذوالکلاع نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سادگی، زہد اور تواضع دیکھی اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا وقار اور ہیبت دیکھی تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ذوالکلاع اور اس کے ساتھی سرداروں نے اپنی زیب و زینت ترک کر کے حضرت ابوبکر جیسی سادگی اختیار کر لی۔[3]

ذوالکلاع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا لباس پہننا شروع کر دیا حتی کہ ایک دن انھیں مدینہ منورہ کے بازار میں اس حال میں دیکھا گیا کہ انھوں نے اپنے کندھوں پر بکری کی کھال رکھی ہوئی تھی۔ اس پر ان کا خاندان پریشان ہو گیا اور ان سے کہا: ”آپ نے ہمیں انصار و مہاجرین کے مابین رسوا کر دیا ہے۔“ اس پر انھوں نے جواب دیا: ”تم چاہتے ہو کہ میں جاہلیت کی طرح مسلمان ہونے کے بعد بھی جبار بن کر رہوں؟ نہیں، اللہ کی قسم! اللہ کی

[1] اليمن في صدر الإسلام للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص:302. [2] الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 114، وأبوبكر الصديق للطنطاوي، ص: 218. [3] مروج الذهب للمسعودي: 305/2.

اطاعت تواضع اور اس دنیا میں زہد ہی سے کی جا سکتی ہے۔''①

یمن کے تمام سرداروں نے ذوالکلاع کی سیرت اپنائی۔ انھوں نے جواہرات سے لدے ہوئے تاج اتار دیے، ہیرے، جواہرات، موتیوں اور سنہری دھاگوں سے بنے ملبوسات ترک کر دیے اور مدینہ منورہ کے بازار سے کھردرے لباس خرید کر زیب تن کر لیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے قیمتی ملبوسات اور جواہرات بیت المال میں جمع کر دیے۔②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی اسلام کی بہترین عملی تصویر تھی۔ ان کی زندگی زبان حال سے دعوت الی اللہ دیتی تھی۔ اور کامیاب ترین نصیحت وہی ہوتی ہے جسے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور بہترین ناصح وہ ہوتا ہے جو اپنا کردار پیش کرے نہ کہ گفتار، چنانچہ جب یمنی سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جزیرۂ عرب کے حکمران کو دیکھا کہ وہ بازاروں میں تجارت کرنے میں عیب محسوس نہیں کرتا، عام لوگوں کی طرح عباء پہنتا ہے اور سر پر پگڑی رکھتا ہے تو وہ سمجھ گئے کہ سونے اور جواہرات سے مزین لباس سے بڑھ کر بھی ایک چیز ہے اور وہ ہے انسان کا عظیم کردار، اس لیے انھوں نے بھی یہ مزین لباس ترک کر کے صدیق اکبر کی سیرت اپنا لی۔ انھیں اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے حیا آگئی کہ وہ تو سنہرے تاج اور ہیرے موتیوں سے لدے پھرتے رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ سادہ سی عباء زیب تن کیے ہو۔ یہ دیکھ کر ان کے نفس تائب ہوگئے اور ان کی شاہانہ شان وشوکت اور امیرانہ جوش وخروش یوں ماند پڑ گیا جس طرح سورج کے آگے ننھے ننھے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنا خصوصی رحم وکرم فرمائے، وہ تواضع اور انکسار میں بہت عظیم اور اپنی عظمت ومرتبت میں نہایت متواضع تھے۔③

① مروج الذهب للمسعودي: 305/2. ② الصديق أول الخلفاء للشرقاوي، ص: 138,137.
③ أبوبكر الصديق للطنطاوي، ص: 219.

جہادی کمانڈروں کا تقرر اور لشکروں کو ہدایات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرنے کا عزم کیا تو مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلایا اور پھر فتح شام کے لیے چار لشکر تیار کیے جن کی قیادت درج ذیل کمانڈروں کو سونپی:

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا لشکر

یہ پہلا لشکر تھا جو بلاد شام کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا ہدف دمشق فتح کرنا اور بقیہ تین لشکروں کی معاونت کرنا تھا۔ ابتدا میں حضرت یزید رضی اللہ عنہ کا لشکر تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ لیکن پھر خلیفۃ المسلمین نے امداد دے کر اس کی نفری سات ہزار تک پہنچا دی۔ لشکر کی روانگی سے پہلے حضرت ابوبکر نے یزید کو نہایت قیمتی نصیحت فرمائی جو صلح اور جنگ کے معاملات طے کرنے کے لیے چراغ راہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ نے انھیں پیدل چل کر الوداع کیا اور انھیں درج ذیل ارشادات سے نوازا:

«إِنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ لِأَبْلُوكَ وَ أُجَرِّبَكَ وَ أُخَرِّجَكَ، فَإِنْ أَحْسَنْتَ رَدَدْتُّكَ إِلٰى عَمَلِكَ وَ زِدْتُّكَ وَ إِنْ أَسَأْتَ عَزَلْتُكَ، فَعَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهٗ يَرٰى مِنْ بَاطِنِكَ مِثْلَ الَّذِي مِنْ ظَاهِرِكَ وَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ أَشَدُّهُمْ تَوَلِّيًا لَّهٗ وَ أَقْرَبُ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ أَشَدُّهُمْ تَقَرُّبًا بِعَمَلِهٖ وَ قَدْ وَلَّيْتُكَ عَمَلَ خَالِدٍ، فَإِيَّاكَ وَعُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُهَا وَ يُبْغِضُ أَهْلَهَا وَ إِذَا قَدِمْتَ عَلٰى جُنْدِكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمْ وَابْدَأْهُمْ بِالْخَيْرِ وَ عِدْهُمْ إِيَّاهُ وَ إِذَا وَعَظْتَهُمْ فَأَوْجِزْ فَإِنَّ كَثِيرَ الْكَلَامِ يُنْسِي بَعْضُهٗ بَعْضًا وَّ أَصْلِحْ نَفْسَكَ يَصْلُحْ لَكَ النَّاسُ وَ

صَلِّ الصَّلَوَاتِ لِأَوْقَاتِهَا بِإِتْمَامِ رُكُوعِهَا وَ سُجُودِهَا وَالتَّخَشُّعِ فِيهَا وَ إِذَا قَدِمَ عَلَيْكَ رُسُلُ عَدُوِّكَ فَأَكْرِمْهُمْ وَ أَقْلِلْ لُبْثَهُمْ حَتّٰى يَخْرُجُوا مِنْ عَسْكَرِكَ وَ هُمْ جَاهِلُونَ بِهٖ وَ لَا تُرِيَنَّهُمْ فَيَرَوْا خَلَلَكَ وَ يَعْلَمُوا عِلْمَكَ وَ أَنْزِلْهُمْ فِي ثَرْوَةِ عَسْكَرِكَ وَامْنَعْ مِنْ قِبَلِكَ مِنْ مُحَادَثَتِهِمْ وَكُنْ أَنْتَ الْمُتَوَلِّي لِكَلَامِهِمْ وَلَاتَجْعَلْ سِرَّكَ لِعَلَانِيَتِكَ فَيَخْلُطَ أَمْرُكَ وَ إِذَا اسْتَشَرْتَ فَاصْدُقِ الْحَدِيثَ تُصْدَقِ الْمَشْوَرَةَ وَلَا تَخْزُنْ عَنِ الْمُشِيرِ خَبَرَكَ فَتُؤْتٰى مِنْ قِبَلِ نَفْسِكَ وَاسْمُرْ بِاللَّيْلِ فِي أَصْحَابِكَ تَأْتِكَ الْأَخْبَارُ وَ تَنْكَشِفَ عِنْدَكَ الْأَسْتَارُ وَ أَكْثِرْ حَرَسَكَ وَ بَدِّدْهُمْ فِي عَسْكَرِكَ وَ أَكْثِرْ مُفَاجَأَتَهُمْ فِي مَحَارِسِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ مِّنْهُمْ بِكَ، فَمَنْ وَّجَدْتَّهٗ غَفَلَ عَنْ مَّحْرَسِهٖ فَأَحْسِنْ أَدَبَهٗ وَ عَاقِبْهُ فِي غَيْرِ إِفْرَاطٍ وَّ أَعْقِبْ بَيْنَهُمْ بِاللَّيْلِ وَاجْعَلِ النَّوْبَةَ الْأُولٰى أَطْوَلَ مِنَ الْأَخِيرَةِ فَإِنَّهَا أَيْسَرُهُمَا لِقُرْبِهِمَا مِنَ النَّهَارِ وَ لَا تَخَفْ مِنْ عُقُوبَةِ الْمُسْتَحِقِّ وَلَا تَلَجَّنَّ فِيهَا وَلَا تَسْرَعْ إِلَيْهَا وَلَا تَتَّخِذْ لَهَا مَدْفَعًا وَّلَا تَغْفُلْ عَنْ أَهْلِ عَسْكَرِكَ فَتُفْسِدَهٗ وَلَا تُجَسِّسْ عَلَيْهِمْ فَتَفْضَحَهُمْ وَلَا تَكْشِفِ النَّاسَ عَنْ أَسْرَارِهِمْ وَاكْتَفِ بِعَلَانِيَتِهِمْ وَلَا تُجَالِسِ الْعَبَّاثِينَ وَ جَالِسْ أَهْلَ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ وَاصْدُقِ اللِّقَاءَ وَلَا تَجْبُنْ فَيَجْبُنُ النَّاسُ وَاجْتَنِبِ الْغُلُولَ فَإِنَّهٗ يُقَرِّبُ الْفَقْرَ وَ يَدْفَعُ النَّصْرَ وَ سَتَجِدُونَ أَقْوَامًا حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ فَدَعْهُمْ وَمَا حَبَسُوا

أَنْفُسَهُمْ لَهُ»

''بے شک میں نے تمھاری صلاحیتوں کو پرکھنے اور تمھیں آزمانے کے لیے کمانڈر مقرر کیا ہے۔ اگر تم نے عمدہ کارکردگی دکھائی تو میں تمھیں اس اعلیٰ منصب پر برقرار رکھوں گا۔ اگر تمھاری کارکردگی اچھی نہ ہوئی تو تمھیں معزول کر دوں گا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا کیونکہ وہ تمھارے ظاہر کی طرح باطن سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب وہی شخص ہوتا ہے جو اس سے سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ اور اللہ کا زیادہ محبوب وہی ہے جو اپنے اعمال سے اس کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ میں نے تمھیں خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی جگہ کمانڈر مقرر کیا ہے (حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر سے معذرت کی تھی کہ انھیں کمانڈر نہ بنایا جائے)۔ جاہلیت کے تعصب سے بچنا کیونکہ اللہ تعالیٰ جاہلیت اور جاہلوں سے نفرت کرتا ہے۔ جب تم اپنے لشکر کی کمان سنبھال لو تو اہل لشکر سے اچھا سلوک کرنا اور انھیں خیر و بھلائی کی امید دلانا اور خیر ہی سے ابتدا کرنا۔ جب تم انھیں نصیحت کرو تو مختصر کلام کرنا کیونکہ طویل کلام بعض باتیں بھلا دیتا ہے۔ اپنی اصلاح کرنا۔ لوگ تمھاری بات مانیں گے۔ تمام نمازیں وقت پر پورے خشوع و خضوع اور رکوع و سجود کے اتمام کے ساتھ ادا کرنا۔ جب دشمن کا سفیر تمھارے پاس آئے تو اس کی عزت کرنا۔ اسے اپنے معسکر میں زیادہ دیر رکنے کی اجازت نہ دینا تاکہ وہ تمھاری جنگی قوت کا اندازہ نہ لگا سکے۔ انھیں اپنی خامیوں سے مطلع نہ ہونے دینا تاکہ وہ تمھاری اہم معلومات حاصل نہ کر سکیں۔ انھیں اپنی عسکری قوت کے سامنے بٹھانا اور اپنے مجاہدین کو ان سے مخاطب ہونے سے روکنا۔ ان سے تم خود گفتگو کرنا۔ اپنے راز سرِ مجلس ظاہر نہ کرنا، اس طرح تمھارے معاملات بگڑ جائیں گے۔ جب مشورہ کرو تو کوئی بات

چھپا کر مت رکھنا بلکہ ساری صورت حال واضح کر کے مشورہ طلب کرنا، اس سے تمھیں بہترین مشورہ ملے گا ورنہ نقصان کے تم خود ہی ذمہ دار ہو گے۔ اپنے ساتھیوں سے رات کو گفتگو کرنا۔ تمھیں خبریں مل جائیں گی اور پردے فاش ہو جائیں گے۔ اپنی سکیورٹی میں اضافہ کرنا اور سکیورٹی گارڈز کو لشکر میں بکھیر دینا، پھر خفیہ طور پر گاہے بگاہے خود چھاپہ مار کر انھیں چیک کرنا۔ جو گارڈ غفلت کا شکار ملے اسے اچھے طریقے سے ادب سکھانا اور مناسب سزا دینا۔ رات کو باری باری پہریدار مقرر کرنا۔ جس کی پہلے باری ہو اس کا وقت زیادہ مقرر کرنا کیونکہ پہلی باری دن سے متصل ہونے کی وجہ سے آسان ہوتی ہے۔ مستحق کو سزا دینے سے مت ڈرنا۔ نہ اس میں زیادتی کرنا۔ نہ جلد بازی کا مظاہرہ کرنا۔ نہ کسی کا دفاع قبول کرنا۔ اہلِ لشکر سے غفلت نہ برتنا ورنہ وہ بگڑ جائیں گے۔ ان کی جاسوسی مت کرنا، اس سے وہ رسوا ہو جائیں گے۔ لوگوں کے راز تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ بس ان کے ظاہر پر اکتفا کرنا۔ فضول باتیں کرنے والے لوگوں کی مجلس میں مت بیٹھنا۔ اہل وفا اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ دشمن سے ٹکراؤ کے وقت بہادری دکھانا۔ بزدلی مت دکھانا۔ ورنہ لشکری بھی بزدل ہو جائیں گے۔ خیانت سے بچنا کیونکہ یہ فقر و فاقے کو قریب اور فتح کو دور کر دیتی ہے۔ عنقریب تمھیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو اپنے عبادت خانوں میں مصروف ہوں گے۔ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا اور ان سے کوئی تعرض نہ کرنا۔''

امام ابن اثیر فرماتے ہیں: ''یہ نصیحت حکمرانوں کے لیے سب سے زیادہ نافع اور مفید ہے۔''[1]

اس نصیحت میں درج ذیل فوائد ہیں:

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 2/65,64.

- اسلامی مناصب اور عہدے افراد کا دائمی حق نہیں بلکہ مناصب پر فائز رہنا افراد کی اعلیٰ کارکردگی پر منحصر ہے، لہٰذا سربراہِ مملکت کا فرض ہے کہ ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے حکام کو معزول کردے۔ یہ چیز حکام کو اعلیٰ کارکردگی دکھانے اور اپنی صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لانے کا سبب بنے گی اور وہ اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائیں گے۔ لیکن اگر اسے اس کے منصب پر قائم رہنے کی ضمانت دے دی جائے تو وہ سُستی کا شکار اور دنیوی مشاغل میں مصروف ہوسکتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرے گا اور اس کی ڈیوٹی میں طرح طرح کے بگاڑ اور اختلافات پیدا ہوجائیں گے۔
- کسی بھی ڈیوٹی میں کامیابی کے لیے اللہ کا تقویٰ اہم ترین عامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظاہری اور باطنی تمام اعمال پر مطلع ہے، لہٰذا جب وہ باطن میں اس کا تقویٰ اختیار کریں گے تو یقیناً ظاہر میں بھی اس سے ڈریں گے۔ اس طرح ایک حاکم ہر قسم کے فساد و بگاڑ سے بچ جائے گا جو عموماً ان لوگوں میں ہوتا ہے جو تقویٰ سے خالی ہوتے ہیں۔
- آباء و اجداد پر غرور اور قومی تعصب سے بچنا کیونکہ تعصب کی بنا پر انسان صراط مستقیم سے ہٹ سکتا ہے۔ مزید برآں اس تعصب سے اسلام کے بے مثال نظام، یعنی اخوت فی اللہ میں کمزوری آتی ہے۔
- وعظ و نصیحت میں اختصار ملحوظ رکھنا چاہیے کیونکہ طویل کلام سے بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں اور مقصود فوت ہوجاتا ہے۔ اگر واعظ فصیح و بلیغ ہو تو سامع اس کے ساحرانہ کلام میں کھو جاتا ہے اور نصیحت کو صحیح طور پر یاد نہیں کرپاتا اور اگر واعظ فصیح و بلیغ نہ ہو تو سامع طویل کلام سے اکتا جاتا ہے اور واعظ کی بات سے مستفید نہیں ہو پاتا۔ نہ اسے یاد رکھ سکتا ہے۔

* جب مسئول اپنی اصلاح کر لے، اپنے عیوب کو معلوم کر کے اپنی خامیاں دور کر لے اور دوسروں کے لیے اچھی مثال بن جائے تو یہ اس کی رعایا کی اصلاح کا اہم سبب بن جاتا ہے۔
* نماز مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ حضور قلب کے ساتھ تمام اقوال و افعال ادا کرنے سے نماز کامل کہلائے گی جس سے زمین میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مہک پھیلتی ہے۔ یہ نماز سیرت و کردار کی تہذیب کرتی ہے، دلوں کو مضبوط بناتی ہے، نفوس کو راحت پہنچاتی ہے اور مصائب و شدائد میں مسلمان کے لیے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔
* دشمنوں کے سفیر جب مسلمانوں کے پاس آئیں تو ان کی عزت کرنا ضروری ہے۔ مگر ان کی سخت نگرانی بھی ہونی چاہیے تاکہ اسلامی لشکر کی کوئی اہم اطلاع ان تک پہنچنے نہ پائے۔ ان کی عزت و تکریم ایک طرح سے انھیں اسلام کی دعوت دینا ہے۔ کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے اخلاق حسنہ کا مظاہرہ دیکھیں گے تو انھیں اسلام کی رغبت ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا خیال بھی رکھنا چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے راز سے واقف نہ ہوسکیں۔ انھیں اسلامی لشکر کی قوت دکھانی چاہیے تاکہ وہ مرعوب ہوجائیں۔[1]
* رازوں کی حفاظت کرنا اوران کے افشا ہونے کے امکانات سے محتاط رہنا نہایت ضروری ہے، خصوصاً عام مسلمانوں سے متعلقہ امور کے رازوں کی حفاظت پورے التزام سے کرنی چاہیے۔ کیونکہ دانا شخص اس وقت تک معاملات کو سنبھال لیتا ہے جب تک اس کا راز اس کے سینے میں محفوظ ہو لیکن جب وہ اپنا راز افشا کر بیٹھے تو پھر معاملات پر اس کی گرفت ممکن نہیں رہتی۔

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 194/9.

- بھرپور توجہ سے مشورہ کرنا نتائج پر غور وفکر کرنے سے زیادہ اہم ہے کیونکہ مشورہ طلب کرنے والا ہر چند بڑا دانا اور حاضر دماغ ہو لیکن اگر وہ مشورہ طلب کرتے وقت معاملہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کرتا اور مشیر سے کچھ معاملات چھپا لیتا ہے تو وہ اس مشورے سے نقصان اٹھائے گا اور اس کا ذمہ دار خود ہوگا۔
- قائد اور مسئول کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ہر طبقے سے تعلق رکھے تاکہ اسے معاملات کی کامل اطلاع ہو سکے۔ اس طرح وہ مشکلات کو بآسانی سمجھ لے گا اور ان کا حل تلاش کرے گا۔ مگر وہ قائد جو الگ تھلگ رہتا ہے اور صرف خاص لوگوں ہی سے تعلق رکھتا ہے تو اسے ضروری معلومات صرف انھی لوگوں کے ذریعے سے ملیں گی، جبکہ وہ اسے تمام تفصیلات مہیا نہ کریں گے اور کبھی وہ اسے غلط طریقے سے معاملات کا حل بتائیں گے۔
- مسلمانوں کی سکیورٹی کا اہتمام کرنا لازم ہے، خصوصاً خطرناک مقامات پر حفاظتی اقدامات نہایت ضروری ہیں۔ سکیورٹی کے لیے چوکس اور امانت دار افراد کو متعین کرنا چاہیے۔ ان پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کی چیکنگ بھی ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کو ان کی غفلت کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔
- قائد اور مسئول کو چاہیے کہ وہ غلطی کرنے والے کو سزا دیتے وقت اعتدال کی راہ اختیار کرے۔ مستحق کی سزا معاف نہ کرے کیونکہ اس کا یہ عمل اُسے مزید مخالفت پر جری بنائے گا اور دیگر لوگوں کو بھی ڈسپلن کی خلاف ورزی کرنے پر اکسانے کا باعث بنے گا۔ اس سے نظام بگڑ جائے گا اور اس کا تسلط کمزور ہو جائے گا۔ سزا اتنی سخت بھی نہیں ہونی چاہیے کہ رعایا متنفر ہو جائے اور حاکم سے ناراض ہو کر گروہ بندیوں میں لگ جائے۔ اس لیے سزا دیتے وقت پوری طرح غور وفکر اور حکمت و دانائی سے کام لیا جائے تاکہ مستحق شخص کی تربیت ہو جائے اور کسی قسم کی بے چینی، تنقید اور

ناراضی کا باعث نہ بنے۔[1]

❁ قائد کو بیدار مغز اور چوکنا ہونا چاہیے تاکہ اسے اپنے ماتحت افراد کی ہر پل خبر رہے اور عوام میں یہ شعور موجود ہو کہ ان کے معاملات کی نگرانی کرنے والا قائد ہوشیار ہے تاکہ اچھے کردار کے حامل افراد اچھائی میں آگے بڑھیں اور برے کردار کے حامل برائی سے رک جائیں۔ لیکن اس مقصد کے لیے ان کی جاسوسی کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس طرح وہ شرمندہ ہوں گے اور اس طرح حکام اور عوام کے درمیان رابطہ منقطع ہو جائے گا۔ ان کی باہمی مودت و محبت، عمدہ کارکردگی اور شکر گزاری کے جذبات مجروح ہوں گے۔ جب تک یہ تعلق باقی رہتا ہے اس وقت تک مجاہدین ڈسپلن کی ہر قسم کی مخالفت سے بچتے ہیں، لہٰذا اگر تقویٰ نہ ہو تو نفس پرستی سے روکنے والا اہم ترین مانع ختم ہو جاتا ہے، پھر اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے لیے مانع قوت کا ہونا بہت ضروری ہے جو تقوے کی عدم موجودگی سے ختم ہو جاتی ہے اور اس کے نقصانات بے شمار ہیں۔

❁ قائد کو اہل صدق و وفا اور عقلمند لوگوں کی مجلس اختیار کرنی چاہیے۔ چاہے اسے بعض اوقات ان کی طرف سے تنقید کا ہدف بھی بننا پڑے کیونکہ اس کا فائدہ اسے اور اس کی رعایا کو ہوگا۔ اسے لہو ولعب اور دنیوی مفادات کے اسیر افراد کی مجلس میں نہیں جانا چاہیے کیونکہ حاکم ان لوگوں کی باتوں اور خوشامد سے خوش ہوگا۔ اس طرح وہ اہم معاملات میں غور و فکر سے محروم کر دیں گے اور پھر اسے ہوش آنے تک مشکلات اسے اور اس کی قوم کو چاروں طرف سے گھیر چکی ہوں گی۔

❁ قائد کو دشمن کے مقابلے میں جرأت و شجاعت کا اظہار کرنا چاہیے۔ اگر اس نے بزدلی دکھائی تو اس کے اثرات اس کی فوج پر پڑیں گے جس کا نتیجہ شکست ہوگا۔

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 195/9.

حاکم کو جنگ کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی شجاعت و بسالت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اسے کمزوری نہیں دکھانی چاہیے، ورنہ یہ کمزوری اس کے ماتحتوں میں سرایت کر جائے گی جس سے ان کی کارکردگی متاثر ہوگی اور وہ مطلوبہ نتائج نہیں دے سکیں گے۔

- قائد کو خیانت سے بھی بچنا چاہیے۔ خیانت سے مراد مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے ہی اس میں سے کوئی چیز لے لینا ہے۔ یہ تو جنگی معاملات کی بات ہے۔ زمانۂ امن میں بھی حاکم کو اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی ایسا دنیوی فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے جو شرعاً اس کے لیے حلال نہ ہو، مثلاً: وہ تحائف جن کا مقصد حاکم کی حمایت حاصل کر کے ناجائز فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے، انھیں قبول کر لینا بھی ایک خیانت ہے۔ خیانت فقر و فاقہ کو قریب کرتی ہے اور نصرت و فتح کو دور کر دیتی ہے۔
- ان فوائد سے ہمیں اس نصیحت کی عظمت کا پتا چلتا ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک کمانڈر کو کی تھی۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے معاملات میں ہر وقت غور و فکر میں مشغول رہتے تھے اور بروقت اندازہ کر لیتے تھے کہ ان کا کمانڈر کن مشکلات کا شکار ہو سکتا ہے، لہٰذا آپ انھیں مناسب ہدایات سے نوازتے تاکہ وہ مشکلات کے حل میں ان سے مدد لے سکیں۔

یہ نصیحت نامہ اور اس جیسی دیگر توجیہات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متنوع کردار میں ایک شاندار اضافہ کرتی ہیں۔ ان کے اندازِ حکمرانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امور سیاست کے کس قدر ماہر تھے۔ اگر ان کی اپنے کمانڈروں کو کی گئی نصیحتوں پر غور کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ ان کے ساتھ میدانِ جنگ میں مصروفِ عمل ہوں۔ دوسری طرف جب ان کی شفقت اور نرم دلی کو دیکھیں تو وہ دعوت الی اللہ کے کتنے اونچے درجے پر فائز نظر آتے ہیں۔ وہ مومنوں کے لیے نہایت رحم دل تھے۔ اعلیٰ کارکردگی دکھانے والے جرأت مند مجاہدوں کے قدر دان تھے۔ مقام و مرتبہ رکھنے والوں سے باخبر

اور اللہ کے دشمنوں منافقین اور کافروں کے مقابلے میں نہایت مضبوط اور قوی تھے۔ [1]

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا لشکر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت شرحبیل کو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کے لشکر کی روانگی کے تین دن بعد روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب تیسرا دن پورا ہوگیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو الوداع کیا اور فرمایا:

«يَا شُرَحْبِيلُ! أَلَمْ تَسْمَعْ وَ صِيَّتِي لِيَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ؟»

''اے شرحبیل! کیا تم نے یزید بن ابی سفیان کو کی گئی میری نصیحت سنی ہے؟''

انھوں نے عرض کیا: ''جی ہاں، سنی ہے۔''

اس پر فرمایا:

«فَإِنِّي أُوصِيكَ بِمِثْلِهَا وَ أُوصِيكَ بِخِصَالٍ أَغْفَلْتُ ذِكْرَهُنَّ لِيَزِيدَ، أُوصِيكَ بِالصَّلَاةِ فِي وَقْتِهَا وَ بِالصَّبْرِ يَوْمَ الْبَأْسِ حَتّٰى تَظْفَرَ أَوْ تُقْتَلَ وَ بِعِيَادَةِ الْمَرْضٰى وَ بِحُضُورِ الْجَنَائِزِ وَاذْكُرِ اللّٰهَ كَثِيرًا عَلٰى كُلِّ حَالٍ»

''میں تمھیں بھی وہی نصیحت کرتا ہوں اور چند ضروری باتیں جو میں یزید کو نصیحت کرتے وقت بھول گیا تھا، وہ تمھیں بتاتا ہوں۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ نماز وقت پر ادا کرنا، جنگ کے دن صبر و ثبات کا مظاہرہ کرنا حتی کہ تمھیں کامیابی یا شہادت نصیب ہو۔ بیماروں کی عیادت کرنا۔ جنازوں میں شرکت کرنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔''

حضرت شرحبیل نے یہ نصیحت سننے کے بعد کہا: ''اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کی درخواست

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 9/196، 197.

ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔‘‘[1]

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا لشکر تین سے چار ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ تبوک اور بلقاء جائیں، پھر بصریٰ پہنچیں جو آخری مرحلہ ہے۔ حضرت شرحبیل نے بلقاء کی طرف پیش قدمی کی تو کسی قابل ذکر مزاحمت کا سامنا نہیں ہوا۔ آپ کا لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی بائیں جانب اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لشکر کی دائیں جانب چل رہا تھا۔ وہ بلقاء میں بڑی دور تک نکل گئے حتی کہ بصریٰ پہنچ گئے اور اس کا محاصرہ کرلیا لیکن اسے فتح نہ کر سکے کیونکہ وہ رومیوں کے بڑے محفوظ مراکز میں سے ایک تھا۔[2]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا لشکر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر روانہ کرنے کا عزم کیا تو انھیں بلایا اور فرمایا:

«اِسْمَعْ سِمَاعَ مَنْ يُرِيدُ أَنْ يَّفْهَمَ مَا قِيلَ لَهُ، ثُمَّ يَعْمَلُ بِمَا أُمِرَ بِهِ، إِنَّكَ تَخْرُجُ فِي أَشْرَافِ النَّاسِ وَ بُيُوتَاتِ الْعَرَبِ وَ صُلَحَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَ فُرْسَانِ الْجَاهِلِيَّةِ، كَانُوا يُقَاتِلُونَ إِذْ ذَاكَ عَلَى الْحَمِيَّةِ وَهُمُ الْيَوْمَ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَسَبَةِ وَالنِّيَّةِ الْحَسَنَةِ، أَحْسِنْ صُحْبَةَ مَنْ صَحِبَكَ وَلْيَكُنِ النَّاسُ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً وَّاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ مُعِينًا وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا، اُخْرُجْ مِنْ غَدٍ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»

’’ابوعبیدہ! غور سے سنو، اس شخص کی طرح سنو جو بات سمجھنے کے بعد اس پر عمل

[1] فتوح الشام للأزدي، ص: 15. [2] أبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص: 62.

اسلامی لشکروں کی شام پر چڑھائی

نقشہ: 17
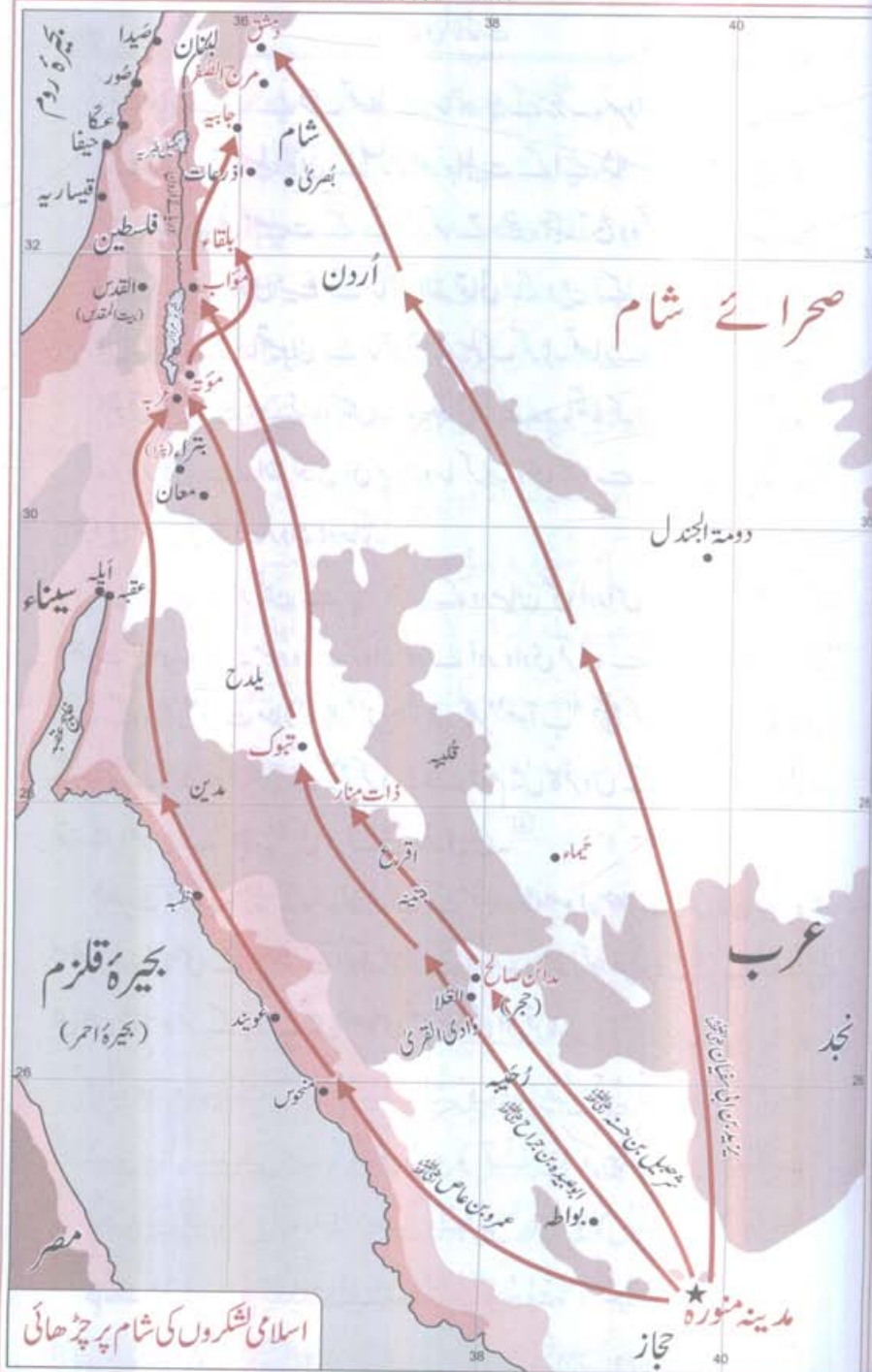
کرنا چاہتا ہے۔ بے شک تمھارے ساتھ بڑے بڑے سردار لوگ، عرب کے مشہور گھرانے، مسلمانوں کے صلحاء اور جاہلیت کے ایسے شاہسوار جا رہے ہیں جو اُس وقت جاہلی عصبیت کے لیے لڑا کرتے تھے، جبکہ آج وہ تمھاری معیت میں اجر وثواب اور اچھی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے لڑنے جا رہے ہیں، لہٰذا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ تمھارے نزدیک تمام لوگ حقوق میں برابر ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا کہ وہی وحدہ لاشریک مددگار کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرو۔ وہی بھروسے کے لائق ہے۔ کل اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجانا۔'' ①

اس لشکر کی تعداد تین سے چار ہزار کے درمیان تھی اور اس کا ہدف ''حمص'' تھا۔ حضرت ابوعبیدہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور وادی قریٰ سے گزرتے ہوئے ''حجر'' تک گئے، پھر ''ذات منار''، پھر ''زیزا'' اور پھر ''موآب'' پہنچ کر دشمن سے جنگ کی۔ دشمنوں نے مجبور ہو کر ان سے صلح کر لی۔ ملک شام میں کافروں کے ساتھ یہ پہلا صلح نامہ تھا، پھر انھوں نے ''جابیہ'' کی طرف پیش قدمی کی۔ ②

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرب کے مشہور شاہسوار حضرت قیس بن ہبیرہ بن مسعود مرادی بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سفر شروع کرنے سے پہلے ہی اس شاہسوار کے بارے میں خصوصی نصیحت کی اور فرمایا:

«إِنَّهٗ قَدْ صَحِبَكَ رَجُلٌ عَظِيمُ الشَّرَفِ، فَارِسٌ مِّنْ فُرْسَانِ الْعَرَبِ، لَيْسَ بِالْمُسْلِمِينَ غِنَاءٌ عَنْ رَأْيِهٖ وَ مَشْوَرَتِهٖ وَ بَأْسِهٖ فِي الْحَرْبِ فَأَدْنِهٖ وَ أَلْطِفْهُ وَأَرِهٖ أَنَّكَ غَيْرُ مُسْتَغْنٍ عَنْهُ وَلَا مُسْتَهِينٍ بِأَمْرِهٖ، فَإِنَّكَ تَسْتَخْرِجُ بِذٰلِكَ نَصِيحَتَهٗ لَكَ وَجُهْدَهٗ وَ جِدَّهٗ عَلٰى عَدُوِّكَ»

① فتوح الشام للأزدي، ص: 17. ② الكامل في التاريخ لابن الأثير: 66/2.

”بلاشبہ تمھارے ساتھ ایک عظیم المرتبت عربوں کا شاہسوار موجود ہے۔ مسلمان اس کی رائے، مشورے اور جنگی تجربے اور قوت سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ تم اسے اپنے قریب رکھنا، اس سے شفقت بھرا سلوک کرنا اور اسے یہ باور کرانا کہ تم اس سے مستغنی ہو نہ اس کی رائے اور مشورے کو معمولی سمجھتے ہو۔ اس طرح تم اس کی خیر خواہی اور دشمنوں کے خلاف اس کی جدوجہد اور جوانمردی حاصل کرلو گے۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیس بن ہبیرہ کو بھی بلایا اور اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

«إِنِّي بَعَثْتُكَ مَعَ أَبِي عُبَيْدَةَ الْأَمِينِ الَّذِي إِذَا ظُلِمَ لَمْ يَظْلِمْ وَ إِذَا أُسِيءَ إِلَيْهِ غَفَرَ وَ إِذَا قُطِعَ وَصَلَ، رَحِيمٌ بِالْمُؤْمِنِينَ، شَدِيدٌ عَلَى الْكَافِرِينَ، فَلَا تَعْصِيَنَّ لَهُ أَمْرًا وَّ لَا تُخَالِفَنَّ لَهُ رَأْيًا، فَإِنَّهُ لَنْ يَّأْمُرَكَ إِلَّا بِخَيْرٍ وَّ قَدْ أَمَرْتُهُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنْكَ، فَلَا تَأْمُرْهُ إِلَّا بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ أَنَّكَ شَرِيفٌ، ذُو بَأْسٍ، سَيِّدٌ، مُّجَرَّبٌ فِي زَمَانِ الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءِ؛ إِذْ لَيْسَ فِيهِمْ إِلَّا الْإِثْمُ، فَاجْعَلْ بَأْسَكَ وَ شِدَّتَكَ وَ نَجْدَتَكَ فِي الْإِسْلَامِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ وَ عَلٰى مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ وَ عَبَدَ مَعَهُ غَيْرَهُ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ الْأَجْرَ الْعَظِيمَ وَالثَّوَابَ الْجَزِيلَ وَالْعِزَّ لِلْمُسْلِمِينَ»

”میں تمھیں اس امت کے امین ابوعبیدہ کے ساتھ بھیج رہا ہوں، وہ امین جو اپنے اوپر ظلم کا بدلہ نہیں لیتا، اپنی نافرمانی کرنے والے کو معاف کرنے والا ہے۔ قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ تعلق جوڑنے والا اور مومنوں کے لیے بڑا رحیم ہے، کافروں کے لیے بڑا سخت ہے، تم اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ نہ اس کی رائے کی مخالفت کرنا، بلاشبہ وہ تمھیں خیر ہی کا حکم دے گا، میں نے اسے بھی حکم دیا ہے کہ

وہ تمھاری رائے سنے، لہٰذا تم بھی اسے اللہ کے تقویٰ ہی کا مشورہ دینا۔ ہم سنا کرتے تھے کہ تم بڑے معزز، جنگجو، سردار اور زمانۂ جاہلیت میں تجربہ کار شخص تھے۔ جاہلیت میں سوائے گناہ کے کچھ نہ تھا، اس لیے اب مسلمان ہونے کے بعد تم اپنی جنگی قوت اور تجربہ اسلام کے لیے مشرکوں کے خلاف استعمال کرو۔ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک اور معبود بنانے والوں کے خلاف اپنی عسکری مہارت بروئے کار لاؤ، اللہ تعالیٰ تمھیں اجرِ عظیم عطا کرے گا اور مسلمانوں کو عزت نصیب ہوگی۔''

حضرت قیس بن ہبیرہ نے عرض کیا: ''اگر اللہ نے میری اور آپ کی زندگی رکھی تو آپ کو میری طرف سے یہی خبر ملے گی کہ میں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کی اور کافروں کے خلاف اپنی پوری طاقت استعمال کی ہے۔ یہی بات آپ کو پسند ہے اور اسی بات سے آپ کو خوشی ہوگی۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «أَفْعَلُ ذٰلِكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ»

''تم جیسے بہادر سے یہی امید ہے، اللہ تم پر اپنی رحمتیں نچھاور فرمائے۔''

پھر جب حضرت ابوبکر کو یہ خبر ملی کہ حضرت قیس بن ہبیرہ نے جابیہ میں دو رومی کمانڈر مبارزت میں قتل کیے ہیں تو فرمایا:

«صَدَقَ قَيْسٌ وَّ بَرَّ وَ وَفٰى» ''قیس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔''[1]

اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیس بن ہبیرہ کی ہمت افزائی کر کے ان کی چھپی ہوئی قوتوں کو آشکار کیا اور ان سے زبردست فائدہ اٹھایا۔ ان کی پوشیدہ طاقت سے اسلام کی حفاظت اور جہاد فی سبیل اللہ میں مدد لی۔ یقیناً عظیم اور بہادر لوگوں کے کارنامے اور فضائل بیان کرنے سے ان کی کارکردگی میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح انھیں ایسی روحانی قوت میسر آتی ہے جس کی بدولت وہ ہر قسم کی قربانی اور جاں نثاری کے لیے

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 206/9.

تیار ہو جاتے ہیں۔[1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا لشکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر فلسطین روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو انھیں اختیار دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سونپی ہوئی ذمہ داری پر برقرار رہیں یا میری مقرر کردہ ذمہ داری سنبھال لیں، جو بھی آپ کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا باعث بنے۔ بہرحال جسے بھی آپ اختیار کریں آپ کی مرضی پر موقوف ہوگا۔
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انھیں جواب لکھا:

«إِنِّي سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْإِسْلَامِ وَ أَنْتَ بَعْدَ اللّٰهِ الرَّامِي بِهَا وَ الْجَامِعُ لَهَا فَانْظُرْ أَشَدَّهَا وَ أَخْشَاهَا وَ أَفْضَلَهَا فَارْمِ بِهِ»

"میں اسلامی تیروں میں سے ایک تیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ان تیروں کو جمع کرنے اور چلانے والے ہیں، لہٰذا آپ ان میں سے مضبوط، خوفناک اور بہترین تیر کا انتخاب کر کے دشمن کی طرف چلادیں۔"[2] چنانچہ جب وہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں حکم دیا کہ مدینہ کے باہر معسکر قائم کریں حتی کہ لوگ ان کے لشکر میں جمع ہو جائیں۔ ان کے ساتھ متعدد قریشی رؤساء بھی تھے جن میں حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔
جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ ہونے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انھیں الوداع کرنے گئے، اس موقع پر آپ نے فرمایا:

«يَا عَمْرُو! إِنَّكَ ذُو رَأْيٍ وَّ تَجْرِبَةٍ بِالْأُمُورِ وَ بَصَرٍ بِالْحَرْبِ وَ قَدْ خَرَجْتَ مَعَ أَشْرَافِ قَوْمِكَ وَ رِجَالٍ مِّنْ صُلَحَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَ أَنْتَ

[1] فتوح الشام للأزدي، ص:27,26. [2] إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء لمحمد الخضري، ص:55.

قَادِمٌ عَلٰى إِخْوَانِكَ فَلَا تَأْلُهُمْ نَصِيحَةً وَّ لَا تُدْخِرْ عَنْهُمْ صَالِحَ مَشْوَرَةٍ، فَرُبَّ رَأْيٍ لَّكَ مَحْمُودٌ فِي الْحَرْبِ مُبَارَكٌ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ»

''اے عمرو! تم یقیناً تجربہ کار، صاحبِ رائے اور جنگی معاملات کے ماہر ہو۔ تمھارے ساتھ تمھاری قوم کے سردار اور مسلمانوں کے صلحاء شامل ہیں۔ تم اپنے بھائیوں کے پاس جارہے ہو تو تم ان کی خیر خواہی میں کوئی کسر باقی نہ رکھنا۔ نہ ان سے مشورہ کرنے میں کوتاہی کرنا۔ کیونکہ بہت سے مشورے تمھارے لیے جنگ میں مفید اور بالآخر مبارک ثابت ہوں گے۔''

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا: ''میں آپ کا یہ گمان سچ کر دکھاؤں گا اور اپنے بارے میں آپ کی رائے کو ناکام نہیں ہونے دوں گا۔''

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر فلسطین روانہ ہوئے تو ان کا لشکر چھ سے سات ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ یہ لشکر بحر احمر کے ساحل پر چلتا ہوا بحر مردار کی وادی عربہ پہنچا۔ حضرت عمرو نے دشمن کی قوت کا اندازہ لگانے کے لیے ایک ہزار مجاہدین کا دستہ ترتیب دیا اور اسے رومیوں کے مرکز کی طرف روانہ کیا۔ اس کی قیادت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سپرد کی۔ یہ لشکر رومی فوج سے ٹکرایا اور انھیں شکست دے کر دشمن کے چند قیدیوں سمیت واپس آ گیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے قیدیوں سے معلومات حاصل کیں تو انھیں علم ہوا کہ رومی اپنے کمانڈر رولیس کی قیادت میں مسلمانوں پر اچانک حملے کی تیاری کر رہے تھے۔ ان نئی معلومات کی روشنی میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کی تنظیم نو کی۔ رومیوں نے مسلمانوں پر زور دار حملہ کیا لیکن مسلمانوں نے جوابی حملہ کر کے ان کی قوت کو تباہ کر دیا۔ وہ فرار ہونے پر مجبور ہو گئے اور میدان معرکہ چھوڑ گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے گھڑ سوار دستے بھی بھاگ گئے اور معرکہ ختم ہو گیا۔ اس دوران ہزاروں رومی واصل جہنم ہوئے۔[1]

[1] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 143.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام کمانڈروں کو حکم دیا کہ وہ الگ الگ راستہ اختیار کریں کیونکہ مصلحت کا تقاضا یہی تھا۔ حضرت ابوبکر نے اس بارے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اقتدا کی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا تھا:

﴿ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ ﴾

''اور اس (یعقوب علیہ السلام) نے کہا: اے میرے بیٹو! تم ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا اور میں تمھیں اللہ (کے حکم) سے ذرا بھی نہیں بچا سکتا، حکم تو اللہ ہی کا ہے، اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیے۔''[1]

شام میں بحرانی حالات

اسلامی لشکروں کو شام کی فتح میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور انھیں اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں بہت سی رکاوٹیں پیش آئیں۔ ان کے سامنے قوت و تعداد کے لحاظ سے بڑی مضبوط رومی فوجیں تھیں۔ انھوں نے اپنے شہروں کی حفاظت کے لیے مضبوط قلعے تعمیر کیے ہوئے تھے۔ اپنی فوج کو مختلف دستوں میں تقسیم کر کے تنظیم سازی کی تھی۔ شام میں رومیوں کے دو بڑے لشکر تھے۔ ایک فلسطین میں اور دوسرا انطاکیہ میں۔ ان دو لشکروں نے درج ذیل چھ مقامات پر اپنی فوجی قوت جمع کی ہوئی تھی:

- انطاکیہ: یہ عہد رومی میں شام کا دارالحکومت تھا۔
- قنسرین: یہ حلب سے 25 کلومیٹر دور حماۃ اور حلب کے درمیان واقع ہے۔

[1] یوسف 67:12.

- حمص: اس مقام کے فوجی اثرات تدمر اور صحرائے شام تک پھیلے ہوئے تھے۔
- عمان: یہ بلقاء کا ہیڈ کوارٹر اور مضبوط قلعہ تھا۔
- اجنادین: فلسطین کے جنوب میں رومی فوج کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ یہ بلاد عرب کی شمالی سرحد اور مصر کی سرحد پر واقع تھا۔
- قیساریہ: یہ حیفا سے 13 کلومیٹر دور شمالی فلسطین میں تھا۔ اس کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں۔

مرکزی ہیڈ کوارٹر انطاکیہ یا حمص تھا۔ جب رومی کمانڈر ہرقل نے، جو ایلیا میں بذات خود اس معرکے کی قیادت کر رہا تھا، دیکھا کہ مسلمان اس کے علاقے میں دور تک پیش قدمی کر رہے ہیں تو اس نے اپنی فوجوں کو اسلامی لشکروں کو تباہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کی طرف سے اسلامی لشکروں سے ٹکرانے کا پلان درج ذیل تھا:

- رومی فوجیں پیچھے ہٹتے ہوئے مسلمانوں کے لیے شامی حجازی سرحد خالی کر دیں گی۔
- پہلا لشکر سرجون کی قیادت میں فلسطین میں جمع ہوگا۔
- دوسرا لشکر تھیوڈور کی قیادت میں انطاکیہ میں جمع ہوگا۔
- یہ لشکر اسلامی لشکروں پر یکے بعد دیگرے حملہ آور ہوں گے کیونکہ ایک ایک لشکر کے ساتھ نبٹنا آسان ہوگا۔

ہرقل کے اس پلان کے مطابق رومی لشکر درج ذیل ترتیب کے ساتھ حرکت میں آئے:[1]

- ہرقل نے اپنے بھائی تذارق کو نوے ہزار فوجیوں کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔
- ابن توذر کو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے مقابلے کے لیے بھیجا۔
- حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے قبقار بن نسطوس کو ساٹھ ہزار

[1] معارك خالد بن الوليد للدكتور يٰسين سويد، ص:78,77.

فوجی دے کر بھیجا۔

* دارقص کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ کیا۔ [1]

مسلمان اس لشکر کے متعلق اہم معلومات اور اس پلان کی جزئیات سے باخبر ہو گئے جو ہرقل نے اسلامی لشکروں کو علیحدہ علیحدہ ختم کرنے کے لیے بنایا تھا۔ اسلامی کمانڈروں نے خلیفۂ رسول کو خط لکھ کر اطلاع دی۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر کو خط لکھ کر ہرقل کی فوج کی کثیر تعداد کی خبر دی جو اس نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے جمع کی تھی۔ امت کے امین ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خط کا مضمون درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام: خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

از: ابوعبیدہ بن جراح

"السلام علیکم۔ بے شک میں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

امّا بعد! ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائے اور بآسانی غلبہ اور فتح نصیب کرے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہرقل ایک شامی بستی میں پڑاؤ کیے بیٹھا ہے۔ اسے انطاکیہ کہا جاتا ہے۔ اس نے اپنے ملک سے فوجیں بلوائی ہیں۔ جم غفیر اکٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ کو اس کی اطلاع دے دوں تاکہ آپ اس بارے میں اپنا فیصلہ جاری کر سکیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ جواب لکھا:

[1] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 147.

«بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ: أَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ وَ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ فِيهِ مِنْ أَمْرِ هِرَقْلَ مَلِكِ الرُّومِ، فَأَمَّا مَنْزِلُهُ بِأَنْطَاكِيَةَ فَهَزِيمَةٌ لَّهُ وَ لِأَصْحَابِهِ وَ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ حَشْرِهِ لَكُمْ أَهْلَ مَمْلَكَتِهِ وَ جَمْعِهِ لَكُمُ الْجُمُوعَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مَا قَدْ كُنَّا وَ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ سَيَكُونُ مِنْهُمْ وَ مَا كَانَ قَوْمٌ لِّيَدَعُوا سُلْطَانَهُمْ وَ يَخْرُجُوا مِنْ مُّلْكِهِمْ بِغَيْرِ قِتَالٍ وَّ قَدْ عَلِمْتَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَدْ غَزَاهُمْ رِجَالٌ كَثِيرٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يُحِبُّونَ الْمَوْتَ حُبَّ عَدُوِّهِمْ لِلْحَيَاةِ وَ يَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ فِي قِتَالِهِمُ الْأَجْرَ الْعَظِيمَ وَ يُحِبُّونَ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَشَدَّ مِنْ حُبِّهِمْ أَبْكَارَ نِسَائِهِمْ وَ عَقَائِلَ أَمْوَالِهِمْ، اَلرَّجُلُ مِنْهُمْ عِنْدَ الْفَتْحِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ فَالْقَهُمْ بِجُنُودِكَ وَلَا تَسْتَوْحِشْ لِمَنْ غَابَ عَنْكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَكَ وَ أَنَا مَعَ ذٰلِكَ مُمِدُّكَ بِالرِّجَالِ حَتّٰى تَكْتَفِيَ وَ لَا تُرِيدُ أَنْ تَزْدَادَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ»

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''امّا بعد! تمھارا خط مل گیا ہے۔ میں رومی بادشاہ ہرقل کے معاملے کو سمجھ گیا ہوں۔ انطاکیہ میں اس کا آنا اس کی اور اس کی فوج کی ہزیمت کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اور مسلمانوں کو فتح یاب کرے گا۔ رہا اس کا اپنے ملک کی فوج جمع کرنا تو اس بات کا ہمیں اور تمھیں پہلے ہی اندازہ تھا کہ ایسا ہی ہوگا کیونکہ کوئی بھی قوم بغیر جنگ لڑے اپنا ملک اور سلطنت نہیں چھوڑتی۔ اور سب تعریفیں اللہ

ہی کے لیے ہیں۔ تمھیں علم ہے کہ تمھارے ساتھ بے شمار مسلمانوں کا لشکر ہے جو موت کو اس طرح پسند کرتے ہیں جیسے ان کا دشمن زندگی سے پیار کرتا ہے۔ انھیں ان کے ساتھ جنگ کرنے میں اجر عظیم کی امید ہے۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت کرتے ہیں جتنی محبت یہ کافر اپنی کنواری عورتوں اور مال سے کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر آدمی فتح کے وقت ہزار مشرکوں پر بھاری ہوگا۔ تم اپنے لشکر لے کر ان لوگوں پر ٹوٹ پڑو۔ جو مسلمان تمھارے ساتھ شامل نہیں ہیں ان کی کمی محسوس نہ کرنا کیونکہ اللہ کی نصرت تمھارے ساتھ ہے۔ میں تمھیں مزید فوجی کمک بھیج رہا ہوں۔ اس کے بعد تمھیں مزید کمک کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی، ان شاء اللہ۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"[1]

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت ابوعبیدہ کے خط سے ملتا جلتا مکتوب بھیجا اور حضرت ابوبکر نے انھیں یہ جواب دیا:

«بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ: أَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيهِ تَحَوُّلَ مَلِكِ الرُّومِ إِلٰى أَنْطَاكِيَةَ وَ أَنَّ اللّٰهَ أَلْقَى الرُّعْبَ فِي قَلْبِهٖ مِنْ جُمُوعِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّ اللّٰهَ۔ وَ لَهُ الْحَمْدُ۔ قَدْ نَصَرَنَا وَ نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ بِالرُّعْبِ وَ أَمَدَّنَا بِمَلَائِكَتِهِ الْكِرَامِ وَ إِنَّ ذٰلِكَ الدِّينُ الَّذِي نَصَرَنَا اللّٰهُ بِهٖ بِالرُّعْبِ هُوَ هٰذَا الدِّينُ الَّذِي نَدْعُوا النَّاسَ إِلَيْهِ الْيَوْمَ، فَوَرَبِّكَ لَا يَجْعَلُ اللّٰهُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ وَ لَا مَنْ يَّشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَمَنْ يَّعْبُدُ مَعَهٗ آلِهَةً آخَرِينَ وَ يَدِينُ بِعِبَادَةٍ شَتّٰى، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَانْهَدْ إِلَيْهِمْ بِمَنْ مَّعَكَ وَ قَاتِلْهُمْ،

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 213/9.

فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّخْذُلَكَ وَ قَدْ نَبَّأَنَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى أَنَّ الْفِئَةَ الْقَلِيلَةَ مِمَّا تَغْلِبُ الْفِئَةَ الْكَثِيرَةَ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَ أَنَا مَعَ ذٰلِكَ مُمِدُّكَ بِالرِّجَالِ فِي إِثْرِ الرِّجَالِ، حَتّٰى تَكْتَفُوا وَ لَا تَحْتَاجُوا إِلَى زِيَادَةِ إِنْسَانٍ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ»

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''امّا بعد! تمھارا خط ملا۔ تم نے رومی بادشاہ ہرقل کے انطاکیہ پہنچنے کی خبر دی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلامی لشکر کا رعب ڈال دیا ہے۔ والحمدللہ۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے تو اس وقت بھی دشمن کے دل میں رعب ڈال کر ہماری مدد اور معزز فرشتوں سے ہماری معاونت کی جاتی تھی۔ بلاشبہ وہ دین جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال کر ہماری مدد کی تھی، وہ وہی دین ہے جس کی دعوت ہم آج دے رہے ہیں۔ رب کی قسم! اللہ کبھی مسلمانوں کو مجرموں کی طرح نہیں کرے گا۔ نہ کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کے پیروکاروں کو مشرکین جیسا کرے گا جو ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کے پجاری اور مختلف ادیان کے پیروکار ہیں، اس لیے جب دشمن سے تمھارا سامنا ہو تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر ٹوٹ پڑو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ قلیل جماعت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بہت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں تمھیں پے درپے مجاہدین کی کمک بھیج رہا ہوں حتی کہ تمھارے لیے وہ تعداد کافی ہو جائے گی اور تمھیں مزید کسی فوجی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ان شاء اللہ۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خط عبداللہ بن قرط ثمالی کو دے کر روانہ کیا۔ انھوں نے حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر یہ خط مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا جس سے مسلمانوں کو بے حد مسرت نصیب ہوئی۔ ①

اسی طرح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی خط لکھ کر رومی لشکر کے جم غفیر کی اطلاع کی تو حضرت ابوبکر نے انھیں جواب لکھا:

«سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ...... فَقَدْ جَاءَ نِي كِتَابُكَ تَذْكُرُ مَا جَمَعَتِ الرُّومُ مِنَ الْجُمُوعِ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَنْصُرْنَا مَعَ نَبِيِّهِ ﷺ بِكَثْرَةِ جُنُودٍ وَّقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ مَا مَعَنَا إِلَّا فَرَسَانِ وَ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا نَتَعَاقَبُ الْإِبِلَ وَ كُنَّا يَوْمَ أُحُدٍ مَّعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ مَا مَعَنَا إِلَّا فَرَسٌ وَّاحِدٌ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَرْكَبُهُ وَ لَقَدْ كَانَ يُظْهِرُنَا وَ يُعِينُنَا عَلٰى مَنْ خَالَفَنَا وَاعْلَمْ يَا عَمْرُو أَنَّ أَطْوَعَ النَّاسِ لِلّٰهِ أَشَدُّهُمْ بُغْضًا لِّلْمَعَاصِي، فَأَطِعِ اللّٰهَ وَ مُرْ أَصْحَابَكَ بِطَاعَتِهِ»

''السلام علیکم، امّا بعد! تمھارا خط ملا۔ تم نے رومی فوجوں کے جمع ہونے کی خبر دی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی ﷺ کی معیت میں کثرت افواج سے فتح یاب نہیں کیا تھا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے تو ہمارے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور ہم اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جنگ احد والے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تو ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔ ② جس پر رسول اللہ ﷺ سوار تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ

① فتوح الشام للأزدي، ص:30-33. ② بعض تاریخی مصادر میں دو گھوڑوں کا تذکرہ ہے اور ان میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ایک گھوڑا نبی ﷺ کا تھا اور دوسرا ابو بردہ بن نیار حارثی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ (تاریخ الطبري: 60/2)

ہمیں غلبہ دیتا تھا اور مخالفین کے مقابلے میں ہماری مدد فرماتا تھا۔ اے عمرو! جان لو!! اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو گناہوں سے شدید نفرت کرتا ہو، لہٰذا تم اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے ساتھیوں کو بھی اللہ ہی کی اطاعت کا حکم دو۔"[1]

امدادی لشکر

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کا لشکر: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام میں موجود اسلامی لشکروں کو امداد بھیجنی شروع کر دی۔ آپ نے انھیں فوجی، اسلحہ، گھوڑے اور ضرورت کی ہر چیز روانہ کی۔ آپ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو بلایا اور فرمایا:

«يَا هَاشِمُ! إِنَّ مِنْ سَعَادَةِ جَدِّكَ وَوَفَاءِ حَظِّكَ أَنَّكَ أَصْبَحْتَ مِمَّنْ تَسْتَعِينُ بِهِ الْأُمَّةُ عَلٰى جِهَادِ عَدُوِّهَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَ مِمَّنْ يَثِقُ الْوَالِي بِنَصِيحَتِهِ وَ وَفَائِهِ وَ عَفَافِهِ وَ بَأْسِهِ وَ قَدْ بَعَثَ إِلَيَّ الْمُسْلِمُونَ يَسْتَنْصِرُونَ عَلٰى عَدُوِّهِمْ مِّنَ الْكُفَّارِ، فَسِرْ إِلَيْهِمْ فِيمَنْ تَبِعَكَ، فَإِنِّي نَادِبٌ النَّاسَ مَعَكَ، فَاخْرُجْ حَتّٰى تَقْدَمَ عَلٰى أَبِي عُبَيْدَةَ أَوْ يَزِيدَ»

"اے ہاشم! یہ تمھاری سعادت مندی اور خوش نصیبی ہے کہ آج تم اس مقام پر فائز ہو کہ امت مسلمہ جہاد فی سبیل اللہ میں تمھاری مدد لے رہی ہے۔ تم پر والی کو مکمل اعتماد ہے اور اسے تمھاری خیر خواہی، وفا، عفت اور جنگی قوت پر کامل بھروسا ہے۔ مسلمانوں نے مجھے خط لکھ کر کافر دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کی مدد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ میں تمھارے لیے لوگوں

[1] خطب أبي بكر الصديق للدكتور أحمد عاشور، ص: 92.

کو جمع ہونے کا حکم دے رہا ہوں۔ تم وہاں پہنچ کر حضرت ابو عبیدہ یا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل جانا۔"

انھوں نے عرض کیا: "میں حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ شامل ہوں گا۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«فَاقْدَمْ عَلٰی أَبِي عُبَيْدَةَ» "ٹھیک ہے تم ابو عبیدہ کے ساتھ مل جاؤ۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطاب کرنے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

«أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ مُعَافُونَ، مَدْفُوعٌ عَنْهُمْ مَّصْنُوعٌ لَّهُمْ وَ قَدْ أَلْقَى اللّٰهُ الرُّعْبَ فِي قُلُوبِ عَدُوِّهِمْ مِّنْهُمْ وَ قَدِ اعْتَصَمُوا بِحُصُونِهِمْ وَ أَغْلَقُوا أَبْوَابَهَا دُونَهُمْ عَلَيْهِمْ وَ قَدْ جَاءَتْنِي رُسُلُهُمْ يُخْبِرُونَنِي بِهَرْبِ هِرَقْلَ مَلِكِ الرُّومِ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ حَتّٰى نَزَلَ قَرْيَةً مِّنْ قُرَى الشَّامِ فِي أَقْصَى الشَّامِ وَ قَدْ بَعَثُوا إِلَيَّ يُخْبِرُونَنِي أَنَّهُ قَدْ وَجَّهَ إِلَيْهِمْ هِرَقْلُ مِنْ مَّكَانِهِ ذٰلِكَ، فَرَأَيْتُ أَنْ أَمُدَّ إِخْوَانَكُمُ الْمُسْلِمِينَ بِجُنْدٍ مِّنْكُمْ، يُشَدِّدُ اللّٰهُ بِهِمْ ظُهُورَهُمْ وَ يَكْبِتَ بِهِمْ عَدُوَّهُمْ وَ يُلْقِي بِهِمُ الرُّعْبَ فِي قُلُوبِهِمْ، فَانْتَدِبُوا۔ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ۔ مَعَ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَّاحْتَسِبُوا فِي ذٰلِكَ الْأَجْرَ وَالْخَيْرَ، فَإِنَّكُمْ إِنْ نُّصِرْتُمْ فَهُوَ الْفَتْحُ وَالْغَنِيمَةُ وَ إِنْ تَهْلِكُوا فَهِيَ الشَّهَادَةُ وَالْكَرَامَةُ»

"تمھارے بھائی مسلمان بخیر و عافیت اور محفوظ و سلامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا ہے۔ دشمن کے فوجی اپنے قلعوں

میں چھپ گئے ہیں۔ وہ اندر سے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ میرے پاس اسلامی فوج کے قاصد آئے ہیں۔ انھوں نے مجھے رومی بادشاہ ہرقل کے فرار ہو جانے کی خبر دی ہے۔ وہ بھاگ کر شام کے آخری کنارے کی ایک بستی میں جا چھپا ہے۔ انھوں نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ ہرقل نے وہیں سے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لشکر بھیجے ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمھارے مسلمان بھائیوں کو تمھارا ایک لشکر بھیج کر مدد فراہم کروں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی قوت کو مضبوط بنائے، ان کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کرے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دے۔ اس لیے تم ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں تیار ہو جاؤ۔ اجر و ثواب اور خیر کی نیت رکھو۔ اگر تمھاری مدد کی گئی تو تم فتح یاب ہو گے اور تمھیں مال غنیمت حاصل ہوگا۔ اور اگر تم مارے گئے تو شہادت پاؤ گے اور اللہ کے ہاں عزت پاؤ گے۔ اللہ تم پر اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرمائے۔‘‘

اس خطاب کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے گئے اور لوگ حضرت ہاشم کے پاس جمع ہونے لگے۔ جب ان کی تعداد ایک ہزار ہوگئی تو حضرت ابوبکر نے اسے روانہ ہونے کا حکم دیا، پھر آپ انھیں سلام اور الوداع کہنے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«يَا هَاشِمُ! إِنَّا إِنَّمَا كُنَّا نَنْتَفِعُ مِنَ الشَّيْخِ الْكَبِيرِ بِرَأْيِهِ وَ مَشْوَرَتِهِ وَ حُسْنِ تَدْبِيرِهِ وَ كُنَّا نَنْتَفِعُ مِنَ الشَّبَابِ بِصَبْرِهِ وَ بَأْسِهِ وَ نَجْدَتِهِ وَ إِنَّ اللَّهَ۔ عَزَّوَجَلَّ۔ قَدْ جَمَعَ لَكَ الْخِصَالَ كُلَّهَا وَ أَنْتَ حَدِيثُ السِّنِّ، مُسْتَقْبِلُ الْخَيْرِ، فَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ فَاصْبِرْ وَ صَابِرْ، وَاعْلَمْ أَنَّكَ لَا تَخْطُو خُطْوَةً وَّ لَا تُنْفِقُ نَفَقَةً وَّ لَا يُصِيبُكَ ظَمَأٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَكَ بِهِ عَمَلًا صَالِحًا، إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ»

''اے ہاشم! بے شک ہم بزرگوں کے مشورے اور حسن تدبیر سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور نوجوانوں کی ثابت قدمی، جنگی قوت اور بہادری سے مستفید ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں یہ ساری خوبیاں جمع کر دی ہیں۔ تم نوجوان ہو، بھلائی کے طالب ہو، اس لیے جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو صبر کا مظاہرہ کرنا اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا۔ خوب جان لو کہ تم جو قدم بھی اٹھاؤ گے، جو مال بھی خرچ کرو گے، اللہ کی راہ میں تمھیں جس پیاس، بھوک اور تھکاوٹ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان سب کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اعمال صالحہ لکھ دے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

حضرت ہاشم نے عرض کیا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو مجھے ایسے ہی اوصاف کا حامل بنائے گا اور میں یہ ذمہ داری نبھاؤں گا۔ اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ ممکن نہیں۔ میں پر امید ہوں کہ اگر میں قتل نہ ہوا تو دشمن کو ضرور قتل کروں گا اور پھر لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔''

حضرت ہاشم کے چچا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انھیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بھتیجے! تم نیزے یا تلوار سے جو وار کرو اس میں اللہ کی رضا مطلوب رکھنا، جان لو کہ تم دنیا سے ہدایت یافتہ نکلنے والے اور عنقریب اللہ کی طرف لوٹنے والے ہو۔ اور دنیا سے آخرت کی طرف تمھارے ساتھ صرف تمھارے نیک اعمال اور سچے اقدامات ہی جائیں گے۔'' ہاشم نے عرض کیا: ''چچا جان! میں آپ کی نصیحت پر قائم رہوں گا۔ اگر میرا جہاد کرنا، میرا رکنا اور میرا چلنا اور میرا شام وسحر کا سفر ریا کاری کے لیے ہوا تو یہ یقیناً میرے لیے گھاٹے کا سودا ہوگا۔''

پھر سیدنا ہاشم سفر پر نکلے۔ حضرت ابوبکر سے رخصت ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ کے راستے پر چلتے ہوئے ان سے جا ملے۔ مسلمانوں کو ان کی آمد سے بے حد خوشی ہوئی۔

سعید بن عامر کا امدادی دستہ: جناب ہاشم کی روانگی کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اعلان کرایا کہ لوگو! شام جانے کے لیے سعید بن عامر کی قیادت تلے جمع ہو جاؤ، چنانچہ چند ہی دنوں میں سات سو نوجوان جمع ہو گئے۔ جب حضرت سعید بن عامر اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہونے لگے تو حضرت بلال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا: ''اے رسول اللہ کے خلیفہ! اگر آپ نے مجھے اپنے لیے آزاد کیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں اور اپنی مرضی نہ کروں تو میں آپ کے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہوں۔ اور اگر آپ نے مجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیا تھا کہ میں اپنی جان کا مالک ہو جاؤں اور اپنے نفع کا کام کرسکوں تو پھر مجھے جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دے دیجیے کیونکہ مجھے یہاں مقیم رہنے کے بجائے جہاد کرنا زیادہ پسند ہے۔'' اس پر حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«أَمَّا إِذَا كَانَ هَوَاكَ فِي الْجِهَادِ فَلَمْ أَكُنْ لِآمُرَكَ بِالْمُقَامِ، إِنَّمَا كُنْتُ أُرِيدُ لِلْأَذَانِ وَ إِنِّي لَأَجِدُ لِفِرَاقِكَ وَحْشَةً يَّا بِلَالُ، فَمَا بُدَّ مِنَ التَّفَرُّقِ فِرْقَةً لَّا لِقَاءَ بَعْدَهَا أَبَدًا حَتّٰى يَوْمَ الْبَعْثِ فَاعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا يَّا بِلَالُ يَكُنْ زَادَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ يَذْكُرُكَ اللّٰهُ بِهِ مَا حَيِيتَ وَ يُحْسِنُ لَكَ بِهِ الثَّوَابَ إِذَا تُوُفِّيتَ»

''اگر تمھاری یہی خواہش ہے تو میں تمھیں قیام پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں تو تمھیں صرف اذان دینے کے لیے روکنا چاہتا تھا۔ یقیناً مجھے تمھاری جدائی بڑی محسوس ہوگی۔ اس لیے اگر اس جدائی کے بغیر چارہ نہیں جس کے بعد تا قیامت ملاقات ممکن نہیں تو پھر اے بلال! نیک عمل کرنا جو دنیا سے جاتے ہوئے تمھارے زادِ راہ ہوں۔ جب تک تم زندہ رہو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی نعمتوں کے

ساتھ نوازے اور تمھاری وفات کے بعد تمھیں اجر عطا کرے۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''آپ کی اس نیکی پر اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ میرے محسن اور بہترین اسلامی بھائی ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حق پر ثابت قدمی اور نیک اعمال کی بجا آوری کے لیے آپ کے یہ احکام ہمارے لیے نئے نہیں ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا مؤذن نہیں بننا چاہتا۔'' پھر حضرت بلال حضرت سعید بن عامر بن حذیم کے ساتھ چلے گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر کو حکم دیا تھا کہ وہ جا کر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ ملیں، لہٰذا وہ ان سے جا ملے اور ان کی معیت میں واقعۂ عَرَبہ اور داثن میں شرکت کی۔[1]

جہاد میں شرکت کے خواہش مند وفود مدینہ منورہ میں آتے رہتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انھیں مختلف محاذوں پر روانہ کر دیتے تھے۔ ان وفود میں کچھ بدوی بھی ہوتے تھے جن میں طبعی سختی اور جہالت پائی جاتی تھی، لہٰذا ان غیر تربیت یافتہ وفود سے پہنچنے والی تکالیف کو صحابۂ کرام اور تابعین عظام خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور ان کے معاملے کو خلیفۂ رسول کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ تاریخی مصادر میں کوئی ایسی روایت نہیں پائی جاتی کہ کبھی ان کی وجہ سے لڑائی جھگڑا ہوا ہو، حالانکہ وفود بکثرت مدینہ منورہ آتے تھے۔ حضرت ابوبکر نے اہل مدینہ سے اس سلسلے میں خصوصی اپیل کی تھی۔[2]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے فرمایا:

«نَشَدْتُكَ اللّٰهَ امْرَءً مُّسْلِمًا سَمِعَ نَشْدِي لَمَا كَفَّ عَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَ مَنْ رَّأٰى لِي عَلَيْهِ حَقًّا فَلْيَحْتَمِلْ ذِرْبَ أَلْسِنَتِهِمْ وَ عَجَلَةَ يَكْرَهُهَا مِنْهُمْ مَّا لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ الْحَدَّ، فَإِنَّ اللّٰهَ مُهْلِكٌ بِهٰؤُلَاءِ

[1] فتوح الشام للأزدي، ص:33-38. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي:224/9.

أَعْدَاءَنَا جُمُوعَ هِرَقْلَ وَالرُّومِ وَ إِنَّمَا هُمْ إِخْوَانُكُمْ، فَإِنْ كَانَتْ مِنْهُمْ عَجَلَةٌ عَلَى أَحَدٍ مِّنْكُمْ فَلْيَحْتَمِلْ ذٰلِكَ، أَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ أَصْوَبَ فِي الرَّأْيِ وَ خَيْرًا فِي الْمَعَادِ مِنْ أَنْ يُّنْتَصَرَ مِنْهُمْ»

''میں ہر اس مسلمان شخص کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو میری یہ بات سن لے کہ ان لوگوں سے درگزر کرے اور جو شخص میرا حق تسلیم کرتا ہے وہ ان کی زبان کی سختی برداشت کرے۔ ان کی جلد بازی کو حوصلے سے گوارا کرے جب تک کہ وہ حد سے تجاوز نہ کر جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے ہمارے دشمن رومیوں اور ان کے بادشاہ ہرقل کو ہلاک کرنے والا ہے۔ یقیناً یہ تمھارے بھائی ہیں۔ اگر کسی شخص پر ان کی جلد بازی کی وجہ سے کوئی زیادتی ہو جائے تو وہ درگزر کرے۔ کیا درگزر کر دینا بہترین رائے اور نتیجے کے اعتبار سے بہتر نہیں، بجائے اس کے کہ ان سے بدلہ لیا جائے؟''

اہل مدینہ نے جواب دیا: ''کیوں نہیں۔'' حضرت ابوبکر نے ارشاد فرمایا:

«فَإِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَ أَنْصَارُكُمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَ لَهُمْ عَلَيْكُمْ حَقٌّ، فَاحْتَمِلُوا ذٰلِكَ لَهُمْ»

''تو بے شک یہ تمھارے بھائی ہیں اور تمھارے دشمنوں کے مقابلے میں تمھارے مددگار ہیں۔ ان کا تم پر حق ہے، لہٰذا تم ان کی خطاؤں سے درگزر کرو۔''

پھر آپ منبر سے اتر آئے۔[1]

[1] التاريخ الإسلامي للحميدي: 223/9.

شام میں خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت

شام میں موجود اسلامی لشکر کی ہائی کمان رومی فوجوں کی نقل و حرکت پر مسلسل نظر رکھے ہوئے تھی اور حالات کی نزاکت محسوس کر رہی تھی، لہٰذا انھوں نے جولان میں مجلسِ مشاورت قائم کی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط لکھ کر خلیفۂ رسول کو حالات کی سنگینی کی اطلاع دی۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ تمام اسلامی لشکر اپنے اپنے مفتوحہ علاقے خالی کر دیں اور وہاں سے نکل کر ایک جگہ جمع ہو جائیں تاکہ رومی فوج کے پلان کو ناکام بنا کر رومی فوج کو تمام اسلامی لشکروں کے ساتھ فیصلہ کن معرکے پر مجبور کیا جا سکے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ تمام اسلامی لشکر یرموک میں جمع ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی ان کے مطابق تھی، چنانچہ سب کمانڈروں کا دشمن کے ساتھ ٹکرائے بغیر اپنے علاقوں سے انخلا اور یرموک میں جمع ہونے پر اتفاق ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حمص، شرحبیل بن حسنہ نے بلقاء (اردن)، یزید بن ابی سفیان نے دمشق سے انخلا کیا۔ حضرت عمرو بن عاص نے فلسطین سے انخلا شروع کیا[1] لیکن کامیاب نہ ہو سکے حتی کہ معرکۂ یرموک سے پہلے حضرت خالد ان کی مدد کو آپہنچے۔ انھوں نے بُرسیع میں رومیوں کو

[1] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 148.

دبانے کے لیے پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کی اس یلغار کے نتیجے میں معرکۂ اجنادین وقوع پذیر ہوا۔[1]

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط ملا جس میں انھوں نے حالات کی خبر دی تھی تو انھوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنا علاقہ خالی کر کے یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا اور فرمایا:

«بُثَّ خَيْلَكَ فِي الْقُرٰى وَالسَّوَادِ وَ ضَيِّقْ عَلَيْهِمْ بِقَطْعِ الْمِيرَةِ وَالْمَادَّةِ وَ لَا تُحَاصِرُوا الْمَدَائِنَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ أَمْرِي، فَإِنْ نَّاهَضُوكَ فَانْهَضْ لَهُمْ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ فَإِنَّهٗ لَيْسَ يَأْتِيهِمْ مَّدَدٌ إِلَّا أَمْدَدْنَاكَ بِمِثْلِهِمْ»

”اپنے گھڑ سوار دستے بستیوں اور ان کے گردونواح میں پھیلا دو اور رومی فوج کی سپلائی لائن کاٹ دو لیکن مدائن کا محاصرہ میرا حکم آنے تک مت کرنا۔ اگر وہ تمھارے مقابلے کے لیے آئیں تو ان کا مقابلہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔ اگر انھیں کوئی مدد پہنچی تو ان شاء اللہ ہم بھی تمھیں ویسی ہی مدد بہم پہنچائیں گے۔“[2]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«إِنَّ مِثْلَكُمْ لَا يُؤْتٰى مِنْ قِلَّةٍ، إِنَّمَا يُؤْتَى الْعَشَرَةُ الْآلَافِ إِذَا أُوتُوا مِنْ تِلْقَاءِ الذُّنُوبِ، فَاحْتَرِسُوا مِنَ الذُّنُوبِ وَاجْتَمِعُوا بِالْيَرْمُوكِ مُتَسَانِدِينَ وَ لْيَصِلْ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِأَصْحَابِهٖ»

”تمھارے جیسے جوانمردوں کو لشکر کی کم تعداد کی وجہ سے شکست نہیں ہوتی۔

[1] حروب الإسلام في الشام لمحمد أحمد باشميل، ص: 45. [2] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 148.

اجنادین کی طرف پیش قدمی
اسلامی لشکر
مسیحی لشکر
بحیرۂ روم
شام
اُردن
فلسطین
دمشق
حمص
دروان
طرابلس
جبیل
بیروت
بعلبک
صیدا (صیدون)
صور (طائر)
عکا
حیفا
قیساریہ
یافا
لُد
رملہ
عسقلان
غزہ
اجنادین
رام اللہ
القدس
(بیت المقدس)
نابلس
جنین
صفد
جھیل طبریہ
طبریہ
قنیطرہ
بُصریٰ
دریائے اُردن
ابو عبیدہ
خالد
عمرو
رومی فوج کی پیش قدمی
یزید بن ابی سفیان
35
36
37
34
33
32
31

نقشہ: 18
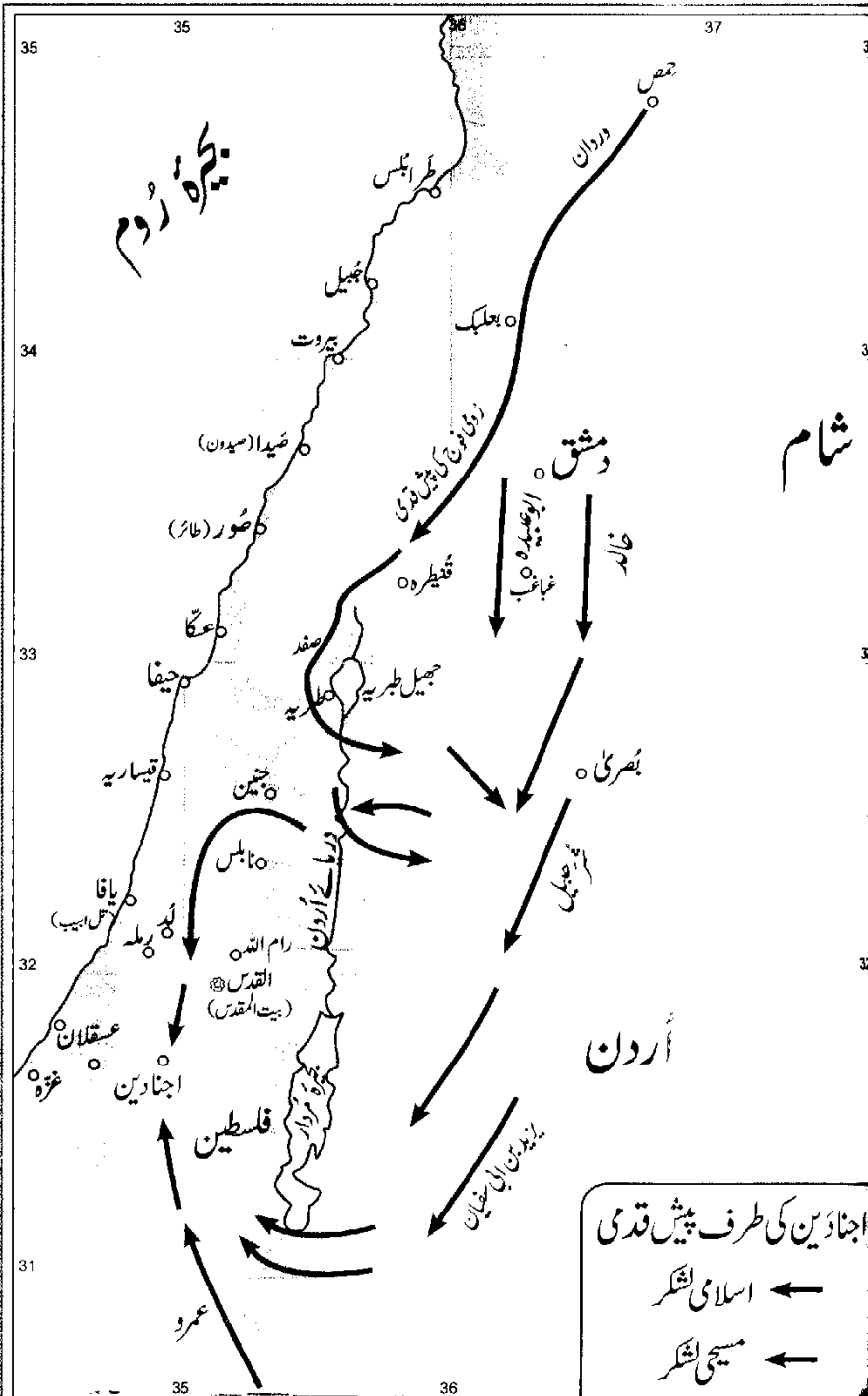
بلاشبہ دس ہزار کا لشکر صرف اپنے گناہوں کی وجہ سے شکست کھاتا ہے۔ اس لیے گناہوں سے بچو، یرموک میں جمع ہو جاؤ۔ ایک دوسرے پر اعتماد کرو اور ہر شخص اپنے بھائیوں سے مل جل کر رہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت یہ تھی کہ تمام لشکر مل کر ایک ہی مشترکہ معسکر قائم کریں اور مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کو اکٹھا کر کے پیش قدمی کریں، پھر تمام اہل لشکر کو نصیحت فرمائی:

«إِنَّكُمْ أَعْوَانُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ نَاصِرٌ مَّنْ نَّصَرَهُ وَ خَاذِلٌ مَّنْ خَذَلَهُ»

''بے شک تم اللہ کے مددگار ہو اور اللہ اپنے مددگاروں کی مدد کرتا ہے۔ اور جو اس سے منہ موڑتا ہے، اللہ اسے بے یارومددگار چھوڑ دیتا ہے۔''[1]

ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطوط میں دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اسلامی لشکروں کی فتح کی اساس اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دی ہے، جبکہ گناہوں کو شکست کے اسباب میں شمار کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا تاکہ دشمن ان کے جگہ جگہ متفرق ہونے کی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر انھیں نقصان نہ پہنچائے اور ان کی قوت کو ایک ایک کر کے کمزور نہ کر دے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یرموک کو مقامِ اجتماع مقرر کرنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جغرافیائی معلومات اور محاذ جنگ پر گہری نظر کی دلیل ہے۔ یہ عظیم حربی فہم و فراست تھی جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر سمیت شام پہنچ جائیں اور اسلامی لشکر کی کمان سنبھال لیں۔ کیونکہ شام کے حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ اسلامی لشکر کا کمانڈر انچیف ایسا ہونا چاہیے جس میں حضرت ابوعبیدہ کی قدرت و مہارت، حضرت عمرو کی

[1] تاريخ الطبري: 211/4.

ذہانت ولیاقت، حضرت عکرمہ کی تجربہ کاری اور حضرت یزید رضی اللہ عنہم جیسے حملہ آور کی صلاحیتیں یکجا ہوں۔ یہ کمانڈر زبردست فوجی صلاحیتوں سے مالا مال اور معاملات کو نبٹانے کی قدرت رکھتا ہو۔ دانائی، چالاکی اور دشمن پر لپکنے اور جھپٹنے کی خوبی سے مزین ہو، مزید برآں معاملات کو باریک بینی سے سمجھ سکتا ہو اور جنگی معرکوں کا طویل تجربہ رکھتا ہو۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مہم کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ انھیں عراق میں خط لکھا اور انھوں نے خلیفہ کے احکام کی تعمیل کی۔ وہ اپنے لشکر سمیت ایسا کٹھن اور دشوار گزار صحرائی سفر کر کے شام پہنچے جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امداد شام پہنچتی رہی اور وہ جدید ترین جنگی حربوں سے دشمن کی تکنیک کا بھرپور جواب دیتے رہے۔ دشمن کی ٹیکنیکل، مادی اور نفسیاتی چالوں کا موثر توڑ کرتے رہے۔ رومیوں کی چالوں کا مقصد حضرت ابوبکر کو دائیں بائیں کی باتوں میں الجھا کر ان کی توجہ معرکہ آرائی سے ہٹانا تھا۔ خود ایک رومی لیڈر نے بیان دیا کہ اللہ کی قسم! ہم ابوبکر کو اتنا مشغول کریں گے کہ وہ ہمارے علاقوں میں گھڑسوار دستے بھیجنا بھول جائیں گے۔[2] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

«وَاللّٰهِ! لَأَشْغَلَنَّ النَّصَارٰی عَنْ وَّسَاوِسِ الشَّيْطٰنِ بِخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ»

''اللہ کی قسم! میں حضرت خالد بن ولید کے ذریعے عیسائیوں کو خود انھی کے شیطانی وسوسوں کے جال میں پھنسا دوں گا۔''[3]

کئی اہم معاملات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایات کی روشنی میں طے پائے جن میں اسلامی لشکر کا یرموک میں جمع ہونا، حضرت خالد کی قیادت اور مقام معرکہ کی نشاندہی شامل ہے۔ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اپنے لشکر کی نقل و حرکت کے بارے میں تمام معلومات

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:360,359. [2] البداية والنهاية: 5/7. [3] البداية والنهاية: 5/7.

اور بصیرت کا پتا چلتا ہے۔ جب یہ لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو یہ مختلف راستوں پر نکلے تھے۔ عہد جدید میں اسے فوجی پیش قدمی کا نام دیا گیا ہے۔ جب دشمن سے جنگ کا وقت قریب آیا تو انھیں ایک مقام پر اکٹھا کر دیا، اس طرح لشکروں کی تشکیل میں ان کی قدرت ومہارت کا اظہار ہوتا ہے۔ جدید عسکری زبان میں اسے اسٹراٹیجی (Strategy) (حربی کارروائیوں کی باقاعدہ پلاننگ) کہا جاتا ہے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے لیے سپریم کمانڈر کی حیثیت رکھتے تھے جو معنوی اور ذہنی طور پر میدان جنگ ہی میں موجود ہوتا ہے۔ آپ اپنے گہرے فہم وفراست پر مبنی احکام کے ذریعے جنگ میں شامل ہوتے تھے اور میدان قتال کی صورت حال کو کمال ذہانت سے سمجھتے تھے۔ مزید برآں آپ موقع کی مناسبت سے اپنی فوج کی رفتار بھی تیز کرا دیتے تھے۔ آپ نے قابل اعتماد کمانڈر منتخب کیے تھے جو آپ کے افکار اور مقاصد کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس طرح ان کے دلوں میں ایک روشن فکر موجود تھی جسے نافذ کرنے کا وہ عزم کیے ہوئے تھے۔ وہ اسے اس خوبی سے نافذ کرتے تھے گویا خلیفہ بنفس نفیس ان کا نفاذ کر رہا ہے۔ خلیفہ اپنے لشکر کی اس طرح رہنمائی کرتا گویا کہ وہ خود ان میں موجود ہو۔ اس طرح قائد اور مجاہدین اپنے خلیفہ کی موجودگی محسوس کرتے، جو ان کی قیادت کرتا اور انھیں ہدایات دیتا۔ اس طرح ان کی کوششیں خلیفہ کے احکامات اور ہدایات کے عین موافق ہوتیں۔[2]

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو اسلامی لشکر کی کمان سنبھالنے کے لیے شام بھیجا تو حضرت ابوبکر نے حضرت ابو عبیدہ کو بھی خط لکھا۔ اس میں انھیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سالار اعلیٰ ہونے کی خبر اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ان کی

[1] الفن العسكري الإسلامي للدكتور يٰسين سويد، ص:89، وأبوبكر الصديق للدكتور خالد الجنابي، ص:60. [2] الفن العسكري الإسلامي للدكتور يٰسين سويد، ص:98.

کمان کا سبب بھی بیان کیا۔ آپ نے لکھا:

«أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ خَالِدًا قِتَالَ الرُّومِ بِالشَّامِ فَلَا تُخَالِفْهُ وَاسْمَعْ لَهُ وَ أَطِعْ أَمْرَهُ، فَإِنِّي وَلَّيْتُهُ عَلَيْكَ وَ أَنَا أَعْلَمُ أَنَّكَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ فِطْنَةً فِي الْحَرْبِ لَيْسَتْ لَكَ، أَرَادَ اللّٰهُ بِنَا وَ بِكَ سَبِيلَ الرَّشَادِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ»

''میں نے شام میں رومیوں سے جنگ کے لیے قیادت خالد کو سونپی ہے۔ تم اس کی مخالفت نہ کرنا۔ اس کی اطاعت کرنا اور اس کا حکم ماننا۔ میں نے اسے تمھارا امیر مقرر کیا ہے۔ مجھے علم ہے کہ تم اس سے بہتر ہو لیکن میرے خیال میں اسے تم سے زیادہ جنگی مہارت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رشد و ہدایت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''[1]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تقرر کے بارے میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام لکھا گیا خط عراق کی طویل مسافت طے کرتا ہوا ایمان و زہد کا پیغام لے کر شام پہنچا۔ اس خط کا مضمون درج ذیل تھا:

ابوعبیدہ بن جراح کے نام خالد بن ولید کا خط

''السلام علیکم! میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ امّا بعد! میں اپنے لیے اور آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے خوف والے دن سے امن اور دنیا میں عصمت کا سوال کرتا ہوں۔ میرے پاس خلیفۂ رسول کا خط آیا ہے۔ اس میں انھوں نے مجھے شام پہنچنے کا حکم دیا ہے۔ میں نے ان سے یہ منصب

[1] مجموعة الوثائق السياسية لمحمد حميد الله، ص: 393,392.

طلب کیا نہ اس کا ارادہ کیا۔ نہ اس بارے میں انھیں کوئی خط لکھا۔ آپ اپنے منصب عالی پر ہیں۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ کی نافرمانی نہیں کی جاتی۔ نہ آپ کی رائے کا کوئی مخالف ہے۔ آپ کی رائے کے بغیر ہر فیصلہ ادھورا رہے گا۔ بلاشبہ آپ امت مسلمہ کے سادات میں سے ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب کا کوئی انکاری نہیں۔ آپ کی رائے سے کوئی مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور آپ پر اپنے احسان و کرم کی نعمتیں مکمل فرمائے اور ہمیں اور آپ کو اپنی رحمت سے عذاب جہنم سے محفوظ فرمائے۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ!''

پیغام رساں کے پاس مسلمانوں کے لیے عمومی خطاب نامہ بھی تھا۔ اس میں یہ لکھا تھا:

''اما بعد! بے شک میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں جس نے ہمیں اسلام کی بدولت عزت و شرف سے نوازا اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہمیں مکرم بنایا۔ ہمیں ایمان کی بدولت فضیلت بخشی۔ ہم پر ہمارے رب کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اس کی نعمتیں وافر ہیں۔ وہ ہم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے۔ اللہ کے بندو! اللہ کا شکر کرو وہ تمھیں مزید عطا کرے گا۔ اپنی عافیت کے دنوں میں اس کی طرف رغبت کرو وہ تمھیں ہمیشہ سلامتی سے نوازے گا۔ پس اس کی نعمتوں کے شکر گزار بن جاؤ۔

میرے پاس خلیفہ کا خط آیا۔ اس میں انھوں نے مجھے تمھارے پاس پہنچنے کا حکم دیا ہے۔ میں نے تیاری کر لی ہے۔ یوں سمجھو جیسے میرے گھڑ سوار دستے تمھارے پاس آ پہنچے۔ اللہ کے وعدے پورے ہونے کی خوش خبری پر خوش ہو جاؤ اور اس کے بہترین ثواب پر خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان اور اسلام پر

ثابت قدمی اور بہترین ثواب عطا فرمائے۔ والسلام علیکم۔'' ①

جب یہ دونوں خط لے کر حضرت عمرو بن طفیل ازدی جابیہ میں مسلمانوں کے پاس پہنچے تو انھوں نے مسلمانوں کو خط پڑھ کر سنایا اور حضرت ابوعبیدہ کا خط ان کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ اپنا خط پڑھ کر کہنے لگے:

«بَارَكَ اللّٰهُ لِخَلِيفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ فِيمَا رَأَى وَحَيَّا اللّٰهُ خَالِدًا بِالسَّلَامِ»

''اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی رائے میں برکت عطا فرمائے اور خالد کو سلامتی والی زندگی عطا کرے۔'' ②

ان دو عظیم ہستیوں کے اعلیٰ کردار سے ہمیں ان کی باہمی اخوت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے جس کی بنیاد صحیح عقیدۂ توحید اور اخلاق حمیدہ پر تھی۔ یہ وہ خوبی تھی جس سے صحابۂ کرام متصف تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ عراق میں اپنی فتوحات اور خلیفۂ رسول کے اعتماد پر ناز کر کے مغرور نہیں ہوئے۔ نہ خود کو اپنے بھائیوں پر برتر سمجھا بلکہ اہلِ فضل کے مقام و مرتبہ کے معترف رہے۔ اس کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بھی برکت کی دعا کرتے ہیں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سلامتی والی زندگی کی تمنا کرتے ہیں۔ یہ بات ان دونوں صحابیوں کے ایثار و قربانی اور ذاتی مفادات سے ماورا ہونے کی دلیل ہے۔ وہ اللہ رب العزت کے سچے پرستار تھے اور اپنے ہر عمل سے صرف اللہ کی رضا طلب کرتے تھے۔ ③

مذکورہ دونوں کمانڈروں کے اُجلے کردار میں امت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا سبق چمک رہا ہے کہ وہ حکومت، تحریک، شیوخ، دعاۃ، کمانڈروں اور لیڈروں کے تقرر اور معزول کرنے میں ایسے ہی ایثار اور مہذب آداب کا مظاہرہ کریں۔

① فتوح الشام للأزدي، ص:68-72. ② فتوح الشام للأزدي، ص:68-72. ③ التاريخ الإسلامي للحميدي: 231/9.

معرکۂ اجنادین

حضرت خالد رضی اللہ عنہ شام پہنچے۔ بصریٰ کو فتح کیا، پھر اسلامی کمانڈروں حضرت شرحبیل بن حسنہ، ابوعبیدہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے ملے۔ عسکری حالات کا جائزہ لیا اور باریک بینی سے تمام جزئیات اور تفصیلات پر گفتگو کی۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عمرو بن عاص کے مؤقف کا جائزہ بھی لیا جو کہ دریائے اردن کے کنارے سے گزر کر یرموک جا رہے تھے اور تعاقب کرنے والے رومی لشکر سے ٹکرانے کے بجائے مسلمانوں کے لشکر سے ملنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ رومی لشکر کے کمانڈر نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے لشکر سے فیصلہ کن معرکے کی کوشش کی لیکن حضرت عمرو بھی بڑی ہوشیاری اور دانائی سے چل رہے تھے۔ انھیں بخوبی علم تھا کہ اس وقت رومی لشکر کے ساتھ جنگ کرنا مصلحت کے منافی ہے کیونکہ ان کے مقابلے میں رومی لشکر کہیں زیادہ تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عسکری حالات کا جائزہ لینے کے بعد محسوس کیا کہ ان کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ تیزی سے جا کر حضرت عمرو کے ساتھ مل جائیں اور پھر مل کر رومی فوج کے ساتھ معرکہ آرائی کریں، رومیوں کی ایک بڑی قوت کو نیست و نابود کر کے اسلامی فوج کو قوت و طاقت فراہم کریں، ان کی واپسی کا راستہ محفوظ بنائیں اور اپنا بایاں بازو محفوظ کر لیں، جس سے مسلمانوں کے قدم فلسطین میں جم جائیں گے۔ یا پھر اپنی جگہ پر رہتے ہوئے حضرت عمرو کو حکم دیں کہ وہ ان سے آملیں۔ پھر رومی فوج کا انتظار کریں جو دمشق سے فیصلہ کن معرکے کے لیے پیش قدمی کر رہی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پہلی رائے کو اختیار کیا کیونکہ اس طریقے سے درج ذیل فوائد حاصل ہو سکتے تھے:

- رومیوں پر غلبہ حاصل کرنا ممکن تھا۔

بحیرۂ روم
شام
اُردن
فلسطین
حمص
وردان
طرابلس
جُبیل
بیروت
بعلبک
صیدا (صیدون)
صُور (طائر)
عکّا
حیفا
دمشق
ابوعبیدہ
خالد
غباغب
قُنیطرہ
صفد
جھیل طبریہ
بُصریٰ
قیساریہ
جنین
نابلس
یافا
(تل ابیب)
لُد
رملہ
رام اللہ
القدس
(بیت المقدس)
عسقلان
غزہ
اجنادین
عمرو
یزید بن ابی سفیان
معرکۂ اجنادین
اسلامی لشکر
مسیحی لشکر
35
36
37
34
33
32
31

نقشہ: 19
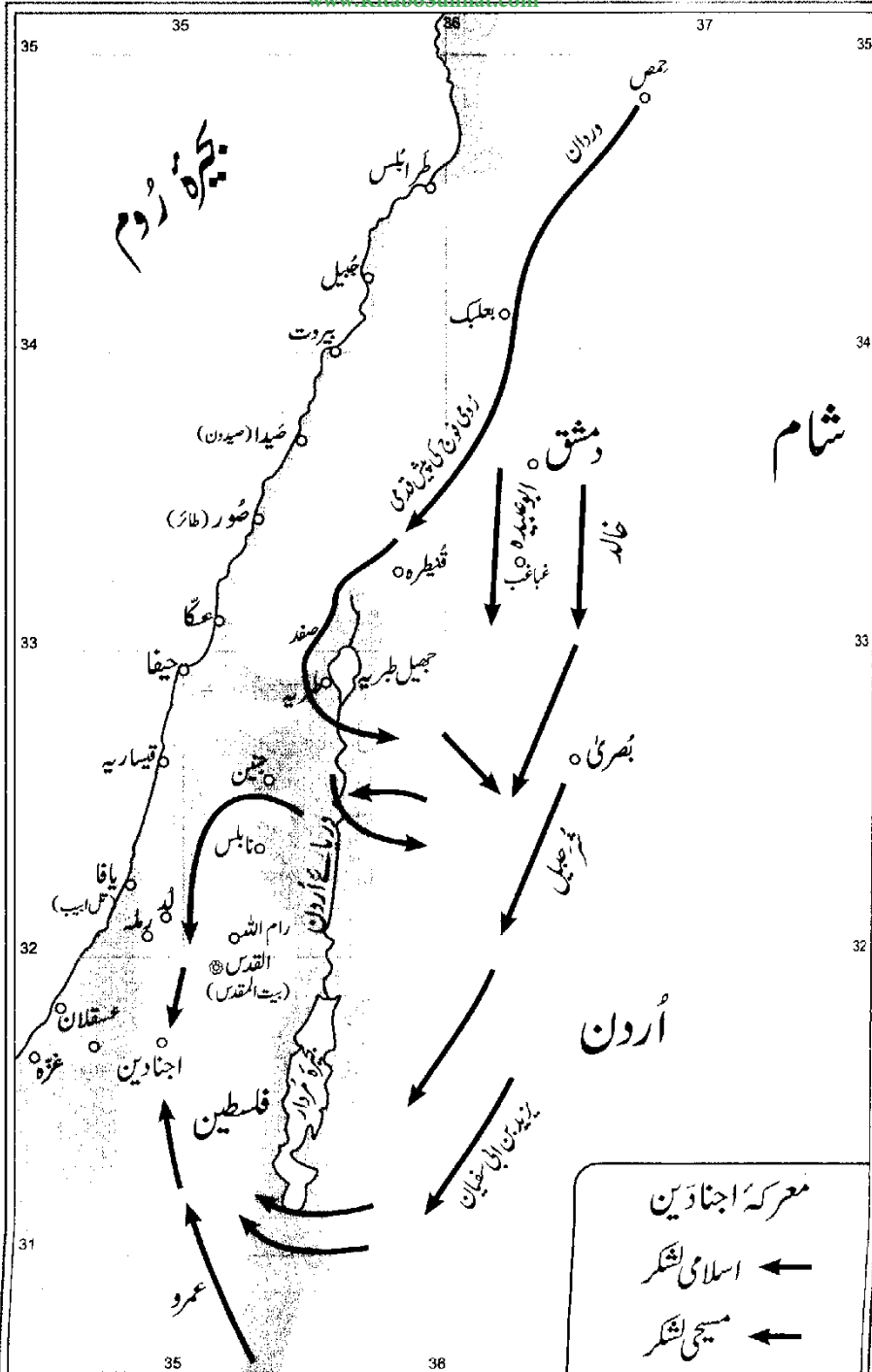
- اس طریقے سے مسلمانوں کا واپسی کا راستہ محفوظ ہوسکتا تھا۔
- مسلمانوں کا مرکز مضبوط ہوسکتا تھا۔
- رومی فوج کو اُلجھا دینا مقصود تھا۔
- اس طرح رومی حملہ آور ہونے کے بجائے دفاعی پوزیشن لینے پر مجبور ہو سکتے تھے۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یرموک سے نکل کر فلسطین کے میدانی علاقے میں آگئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ خاموشی سے انخلا جاری رکھیں حتی کہ میرا لشکر آپ کے پاس پہنچ جائے اور ہم مل کر رومی فوج پر حملہ آور ہوں، لہٰذا حضرت عمرو اجنادین لوٹ گئے۔ جب حضرت خالد کا لشکر پہنچا تو مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار مجاہدین تک ہوگئی۔ حضرت خالد نہایت مناسب وقت پر پہنچ گئے تھے جیسے ہی حضرت عمرو کا ٹکراؤ رومی لشکر کے ساتھ ہوا حضرت خالد نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ دھاوا بول دیا۔ پھر گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ دونوں کمانڈروں کی عسکری مہارت نے مسلمانوں کی فتح میں بنیادی کردار ادا کیا۔ کیونکہ حملہ آور دستے دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے ان کے کمانڈر تک پہنچ گئے اور اسے آنِ واحد میں قتل کر ڈالا۔ رومی قائد کے قتل کے ساتھ ہی رومی مزاحمت دم توڑ گئی اور وہ مختلف اطراف میں بھاگ گئے۔ [1]

بلاد شام میں معرکۂ اجنادین مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پہلا معرکہ تھا۔ جب حمص میں موجود ہرقل کو اپنی فوج کی شکست کی خبر پہنچی تو اسے حالات کی سنگینی کا اندازہ ہوگیا۔ [2]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر مسلمانوں کو حاصل ہونے والی فتح کی خبر دی۔ خط کا مضمون درج ذیل ہے:

[1] أبوبکرالصدیق رضی اللہ عنہ للدکتور خالد الجنابي، ص: 71,70. [2] أبوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ للدکتور خالد الجنابي، ص: 71,70.

''السلام علیکم، میں اس اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ ہم نے مشرکوں سے جنگ کی۔ انھوں نے اجنادین میں بہت بڑی فوج جمع کی ہوئی تھی۔ انھوں نے صلیب بلند کی۔ اپنی کتابیں پڑھیں اور اللہ کی قسمیں کھائیں کہ وہ فرار نہیں ہوں گے حتی کہ ہمیں روک دیں یا اپنے علاقوں سے نکال دیں۔ اِدھر ہم اللہ پر اعتماد کر کے ان سے جنگ کے لیے نکلے تو ہم نے انھیں اپنے نیزوں سے مارا، اپنی تلواروں سے کاٹا اور ہر گھاٹی، ہر رستے اور ہر میدان میں دشمن کو جا لیا۔ اور ان کی سپاہ کا رُخ پھیر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اپنے دین کو غالب کیا، اپنے دشمن کو شکست فاش دی، اپنے اولیاء کا خوب ساتھ دیا اور ان کی کارکردگی کو خوب سنوارا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''

یہ خط حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو انھیں بڑی خوشی ہوئی۔ فرمایا:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَصَرَ الْمُسْلِمِينَ وَ أَقَرَّ عَيْنِي بِذٰلِكَ»

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مسلمانوں کی مدد کی اور میری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔''[1]

معرکۂ یرموک

معرکۂ اجنادین میں مسلمانوں نے شاندار فتح حاصل کر کے رومیوں کو بدترین شکست کا مزہ چکھایا تھا۔ مسلمان اس فتح سے شاداں و فرحاں تھے اور پھر مسلمان اپنے خلیفہ صدیق

[1] فتوح الشام للأزدي، ص: 84-93.

اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے یرموک میں جمع ہو گئے، جبکہ رومی لشکر تھیوڈور کی کمان میں متحرک ہوا۔ وہ ایسی جگہ پر ٹھہرا جو وسیع و عریض تھی۔ بھاگنے کی جگہ کم تھی۔ اس طرح رومی لشکر یرموک کے قریب واقوصہ مقام پر جمع ہو گیا۔

طرفین کی فوجی تعداد

- مسلمان: اس موقع پر حضرت خالد کی کمان میں مجاہدین کی تعداد 40 ہزار تھی۔ ایک اور قول کے مطابق ان کی تعداد 45 ہزار تھی۔
- رومی: تھیوڈور کی قیادت میں رومی فوج کی تعداد تقریباً دو لاکھ 40 ہزار تھی۔

مسلمانوں کی جنگ کے لیے تیاری

مسلمان حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یرموک پہنچے۔ انھوں نے اپنا معسکر قائم کیا۔ رومی فوج اپنے کمانڈروں کے ساتھ دریا کے جنوبی کنارے پر ٹھہری۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگو! خوش ہو جاؤ، اللہ کی قسم! رومی قید ہو گئے ہیں اور قیدیوں کو بھلائی کم ہی نصیب ہوتی ہے۔''[1]

اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جدید جنگی حربہ استعمال کیا جسے عربوں نے کبھی اختیار نہیں کیا تھا۔ انھوں نے جدید اسلوب اختیار کرتے ہوئے فوج کو مختلف دستوں میں تقسیم کیا۔ انھوں نے اپنی فوج کے چھتیس سے چالیس دستے بنائے اور انھیں درج ذیل طریقے سے مرتب کیا:

بریگیڈ: اس میں دس سے بیس تک بٹالین تھیں اور اس کا اپنا ذیلی کمانڈر تھا۔

بٹالین: ایک بٹالین میں ہزار مجاہد تھے۔ اس کا اپنا جرنیل تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو (چھوٹے بڑے) چار بریگیڈ اور چالیس بٹالین

[1] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 163.

میں تقسیم کیا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ہراول دستہ (Advance Guard): یہ ایک مختصر سا گھڑسوار دستہ تھا جس کا فرض دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا اور بروقت اطلاع فراہم کرنا تھا۔
- وسطی بریگیڈ (Centre): حضرت ابوعبیدہ کی قیادت میں 18 بٹالین پر مشتمل تھا۔ ان کے ساتھ حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہما بھی تھے۔
- دایاں بریگیڈ (Right-Wing): یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 10 بٹالین پر مشتمل تھا اور ان کے ساتھ حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
- بایاں بریگیڈ (Left-Wing): یہ بھی 10 بٹالین پر مشتمل تھا۔ اس کے سربراہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔
- عقبی بریگیڈ (Rear): فوج کے اس دستے میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 5 بٹالین تھیں۔ ان کے ذمے انتظامی امور تھے۔ عدلیہ کے امور حضرت ابودرداء کے ذمے تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرائض میں غنیمت جمع کرنا، قیدیوں کے انتظامات اور رسد کی ذمہ داری تھی۔ حضرت مقداد بن اسود قاری تھے۔ وہ لوگوں کے پاس جا کر انھیں سورۂ انفال اور جہادی آیات پڑھ کر سناتے اور ان کا جہادی مورال بلند کرتے۔ اسلامی لشکر کے خطیب حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ صفوں میں چلتے ہوئے اپنے پر زور خطاب کے ذریعے سے مجاہدین کے جذبۂ جہاد کو گرما رہے تھے[1] جبکہ کمانڈر انچیف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو صحابۂ کرام کے ساتھ لشکر کے وسط میں موجود تھے۔ اسلامی لشکر نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مکمل تیاری کر لی اور پھر ہر کمانڈر اپنے لشکر کے پاس سے گزرتا، ان کا تنقیدی جائزہ لیتا، ضروری ہدایات اور جہاد کی ترغیب دیتا اور صبر و ثبات کا مظاہرہ کرنے کی تلقین

[1] البداية والنهاية: 8/7.

کرتا۔ اسلامی کمانڈروں کو بخوبی علم تھا کہ اس معرکے سے بڑے دور رس نتائج نکلیں گے اور یہ معرکہ فیصلہ کن ہوگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ اگر انھوں نے رومی لشکر کو شکست دے دی تو وہ دوبارہ سر نہیں اٹھا سکیں گے اور اگر رومیوں نے ہمیں شکست دے دی تو ہماری کامیابی کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس معرکے میں رومیوں کی شکست پورے ملک شام میں ان کی شکست کا پیش خیمہ ثابت ہوگی اور مسلمانوں کے لیے شام کے دروازے بلا روک ٹوک کھل جائیں گے اور پھر یہاں سے مصر، براعظم ایشیا اور یورپ کی فتوحات کا سلسلہ چل نکلے گا۔ ①

جنگ کے لیے ایمانی تیاری

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں اور ایک دوسرے کو مبارزت کے لیے للکارنے لگیں تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا:

''اے اللہ کے بندو! اے مجاہدو! اللہ کے لیے ڈٹ کر لڑو، اللہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اے مسلمانوں کی جماعت! صبر کرو کیونکہ صبر کفر سے نجات دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے اور ننگ و عار کو دور کرتا ہے۔ تم پورے نظم و ضبط سے صف آراء رہنا۔ دشمن کی طرف مت بڑھنا۔ نہ ان سے جنگ کی ابتدا کرنا۔ تم اپنے نیزے تان لو۔ ڈھال کے ذریعے اپنا دفاع کرو۔ دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ دیگر باتوں سے پرہیز کرو حتی کہ میں تمھیں جنگ شروع کرنے کا حکم دوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی نکلے۔ انھوں نے مجاہدوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

① العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 164.

35 30
36
بحیرۂ رُوم
بعلبک
بیروت
لبنان
میدان بقاع
صَیدا
دمشق
بانیاس
شام
جھیل حُولہ
جابیہ
صَنمین
جھیل طبریہ
(بحیرۂ گلیلی)
فِیق
یاقوصہ (واقوصہ)
دیر ایوب
دریائے یرموک
دریائے یرموک
اذرعات
فلسطین
دریائے اردن
اُردن
یرموک میں
لشکروں کی آمد
اسلامی لشکر کی آمد
رومی لشکر کا ورود
رومی لشکر واقوصہ کے قریب فروکش ہوا۔
واقوصہ کا جدید نام یاقوصہ ہے۔
36

نقشہ: 20

''اے اہل قرآن! اے کتاب اللہ کے حفاظ! اے ہدایت کے مددگارو! اے حق کے راہیو! بے شک اللہ کی رحمت اور جنت کا حصول خواہشاتِ نفسانی کے ساتھ ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور وسیع رحمت سے صرف سچے اور تصدیق کرنے والوں ہی کو نوازتا ہے۔ کیا تم نے یہ ارشاد باری تعالیٰ نہیں سنا:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ ﴾

''جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت دے گا، جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی۔''[1]

اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اللہ سے حیا کرنا کہ وہ تمھیں دشمن کی طرف سے پیٹھ پھیر کر فرار ہوتا ہوا دیکھے۔ یاد رکھو! تم اللہ ہی کے قبضے میں ہو۔ تمھیں اس کے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ اس کے بغیر کسی کو کوئی عزت نصیب نہیں ہوتی۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اے مسلمانو! نظریں نیچی رکھو۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ، نیزے تان لو۔ جب وہ تم پر حملہ آور ہوں تو انھیں تھوڑی سی مہلت دینا، پھر جونہی وہ تمھارے نیزوں کی زد میں آجائیں تو ان پر شیر کی طرح جھپٹ پڑنا۔ اللہ تعالیٰ جو سچ کو پسند کرتا ہے اور سچ بولنے پر ثواب دیتا ہے، جو جھوٹ کو ناپسند کرتا، اس پر ناراض ہوتا اور اس کی سزا دیتا ہے، وہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتا ہے، اسی اللہ کی قسم! میں نے سنا ہے کہ مسلمان ان کے ایک ایک محل اور ایک ایک بستی کو عنقریب فتح کر لیں گے، لہٰذا ان کی کثرت تعداد سے مت گھبرانا۔ اگر تم نے جوانمردی سے جنگ

[1] النور 24:55.

لڑی تو وہ چکور کے چوزوں کی طرح اڑ جائیں گے۔"

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے مسلمانوں کی جماعت! بلاشبہ تم اپنے اہل و عیال سے دور ہو۔ بلاد عجم میں ہو، امیر المومنین اور مسلمانوں کی امداد سے بہت دور ہو۔ اللہ کی قسم! تم بہت بڑے اور طاقتور دشمن کے سامنے کھڑے ہو۔ وہ غم و غصے سے تم پر دانت پیس رہا ہے۔ کیونکہ تم نے انھیں ان کی جان، مال، اولاد، عورتوں اور ان کے ملکی مسائل میں بری طرح ہکا بکا کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! تم صرف سچی بہادری اور جرأت ہی سے اس قوم سے بچ سکتے ہو اور اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہو۔ تمھیں نجات اور ثواب سخت ترین مواقع پر صرف صبر و ثبات کی بدولت ہی مل سکتا ہے، لہٰذا اپنی تلواروں سے اپنا دفاع کرو اور ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ یہی تلواریں تمھارے قلعے ہیں۔"

پھر وہ عورتوں کے پاس پہنچے۔ انھیں بھی وعظ و نصیحت کی۔[1] پھر واپس آ کر باآواز بلند کہنے لگے:

"اے اہل اسلام! جنگ کا وقت آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے ہیں۔ جنت تمھارے سامنے ہے۔ دشمن شیطان ہے اور تمھارے پیچھے جہنم بھڑک رہا ہے۔"

پھر وہ اپنی جگہ چلے گئے۔ اللہ ان پر رحمتیں فرمائے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وعظ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لوگو! بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں اور اپنے رب کے ہاں نعمتوں والی جنتوں کی طرف بڑھے چلو۔ تم اپنے رب کے نزدیک اس مقام سے زیادہ محبوب اور کسی مقام پر نہیں ہوتے۔ آگاہ رہو! صبر کرنے والوں کے لیے فضل و مرتبہ ہے۔"

[1] البداية والنهاية: 9/7. [2] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية للدكتور السلمي، ص: 163.

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ایک ایک بٹالین کے پاس گئے اور فرمایا:

''اللہ، اللہ، بے شک تم عربوں کے محافظ اور اسلام کے مددگار ہو جبکہ دشمن رومیوں کے محافظ اور شرک کے مددگار ہیں۔ اے اللہ! بے شک یہ دن تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی رحمت و نصرت نازل فرما۔''

ایک عیسائی عربی نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آج رومیوں کی کتنی بڑی ٹڈی دل فوج ہے اور مسلمان کتنے تھوڑے ہیں؟'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا:

''تیرا ستیاناس ہو! تو مجھے رومیوں سے خوفزدہ کرتا ہے؟ بلاشبہ لشکروں کی تعداد میں اضافہ مدد سے ہوتا ہے اور مدد نہ ہونے سے لشکر گھٹ جاتے ہیں۔ افراد کی گنتی کم یا زیادہ ہو اس سے کوئی لشکر گھٹتا یا بڑھتا نہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرا سرخ گھوڑا تندرست ہو جائے اور رومی اپنی تعداد دگنی کر کے میرے مقابلے پر آجائیں۔''

واضح رہے کہ حضرت خالد کے گھوڑے کے کھر عراق سے آتے ہوئے گھس کر زخمی ہو گئے تھے۔ [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عیسائی راہبوں اور عبادت گزاروں کی آواز سنتے تو فرماتے:

«اَللّٰهُمَّ! زَلْزِلْ أَقْدَامَهُمْ وَأَرْعِبْ قُلُوبَهُمْ وَأَنْزِلْ عَلَيْنَا السَّكِينَةَ وَأَلْزِمْنَا كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَحَبِّبْ إِلَيْنَا اللِّقَاءَ وَأَرْضِنَا بِالْقَضَاءِ»

''اے اللہ! کفار کے قدم ڈگمگا دے۔ ان کے دلوں کو ہمارے رعب سے بھر دے۔ ہم پر سکینت نازل فرما۔ ہمیں کلمۂ تقویٰ پر لازم رکھ۔ جنگ ہمارے لیے محبوب بنا دے اور ہمیں اپنی قضا پر راضی کر دے۔'' [2]

[1] البداية والنهاية: 10/7. [2] أبوبكر رجل الدولة لمجدي حمدي، ص: 88.
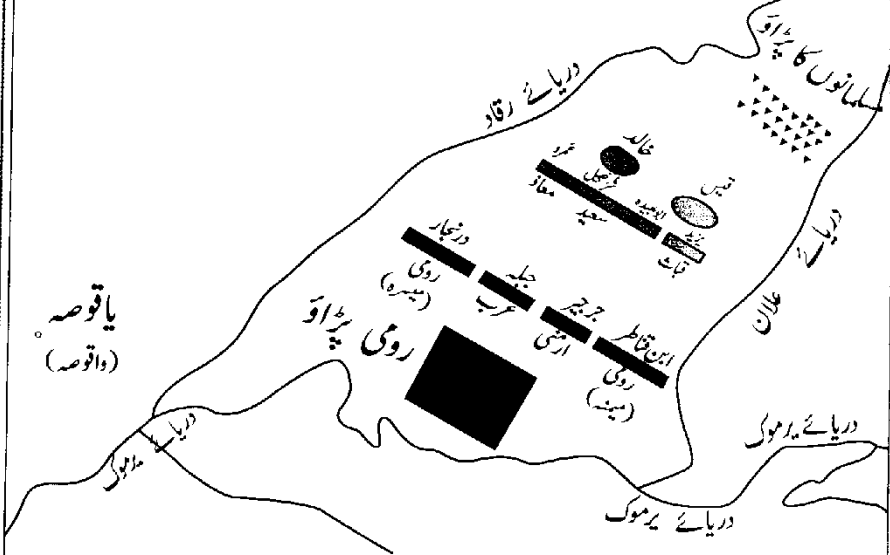
السوریہ
(شام)
مسلمانوں کا پڑاؤ
دریائے رقاد
خالد
عمرو
شرحبیل
معاذ
ابوعبیدہ
سعید
قیس
یزید
ثابت
دریائے علان
درنجار
رومی
(میسرہ)
جبلہ
عرب
جرجیر
ارمنی
ابن قناطر
رومی
(میمنہ)
رومی پڑاؤ
یاقوصہ
(واقوصہ)
دریائے یرموک
دریائے یرموک
دریائے یرموک
اُردن
1:000211
اسلامی صفیں
رومی صفیں
معرکۂ یرموک میں صف بندی

نقشہ: 21

رومی فوج کی سرگزشت

رومی فوج اپنے فخر و غرور کی نمائش کرتی ہوئی میدان میں آئی۔ اس علاقے کے میدان اور پہاڑ ان کی کثرت تعداد سے چھپ گئے تھے۔ وہ کالے بادلوں کی طرح منڈلا رہے تھے۔ بلند آواز سے چیخ رہے تھے۔ ان کے راہب انجیل پڑھ پڑھ کر انھیں جنگ کے لیے گرما رہے تھے۔ ①

رومی فوج یرموک کے قریب واقوصہ نامی جگہ پر اتری تو وادی ان کے لیے خندق بن گئی۔ رومی کمان نے اپنی فوج کو مختلف دستوں میں ترتیب دیا۔ اس کی دو لائنیں بنائیں۔ پہلی لائن میں پانچ دستے دائرے میں منظّم کیے اور پھر کچھ فاصلہ دے کر دوسری لائن بنائی جو پہلی لائن کی خالی جگہوں پر ترتیب وار آگے بڑھ رہی تھی۔ رومی کمان نے درج ذیل طریقے سے اپنا لشکر مرتب کیا:

- ہراول دستہ تیر اندازوں پر مشتمل تھا۔ ان کا فرض لڑائی بھڑکانا اور میمنہ و میسرہ کے پیچھے چلا جانا تھا۔
- ہراول دستے کے دونوں جانب گھڑسوار دستے تھے جو انخلا تک ان کی حفاظت پر مامور تھے۔
- بڑے بڑے پیادہ لشکر بھی تھے جنھیں دھاوا بولنے کا حکم تھا۔
- ہراول دستے کا لیڈر جرجہ تھا۔
- میمنہ اور میسرہ پر ماہان اور دراقص مقرر تھے۔ ②

جنگ سے پہلے باہمی گفتگو

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو حضرت ابو عبیدہ اور یزید بن

① ترتيب و تهذيب البداية والنهاية للدكتور السلمي، ص:163. ② العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص:167.

ابی سفیان رضی اللہ عنہم رومی لشکر کی طرف بڑھے۔ ان کے ساتھ ضرار بن ازور اور حارث بن ہشام بھی تھے۔ انھوں نے رومی لشکر کو آواز دی کہ ہم تمھارے امیر سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں رومی لیڈر تذارق کے پاس جانے کی اجازت دے دی گئی جو اپنے ریشمی خیمے میں بیٹھا چہک رہا تھا۔ صحابۂ کرام نے کہا: ''ہم ریشمی خیمے میں داخل ہونا حلال نہیں سمجھتے۔'' لہٰذا ان کے لیے ریشمی قالین بچھا دیا گیا۔ صحابۂ کرام نے فرمایا: ''ہم ایسے قالین پر بیٹھنا بھی حلال نہیں سمجھتے۔'' ان کی خواہش کے مطابق رومی کمانڈر سادہ بچھونے پر بیٹھ گیا اور صلح صفائی کے لیے مذاکرات ہوئے۔ صحابۂ کرام نے اسے دعوتِ توحید دی۔ وہ نہ مانا۔ اس لیے یہ مذاکرات کامیاب نہ ہو سکے۔ [1]

امام ولید بن مسلم نے بیان کیا ہے کہ ماہان نے حضرت خالد بن ولید سے دونوں لشکروں کی صفوں کے درمیان آکر باہمی مصالحت کے لیے مذاکرات کی دعوت دی۔ ماہان نے کہا: ''ہمیں معلوم ہے کہ تم لوگ فقر و فاقے اور بھوک سے عاجز آکر اپنے علاقے سے نکل پڑے ہو۔ آؤ میں تمھیں ہر شخص کے لیے دس دینار، لباس اور کھانے پینے کا سامان دیتا ہوں۔ تم اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ اگلے سال بھی میں تمھیں ایسا ہی ساز و سامان بھیج دوں گا۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا:

''ہمیں ہمارے ملک سے فقر و فاقے نے نہیں نکالا۔ ہم تو خون پینے والی قوم ہیں۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ رومیوں کے خون سے زیادہ مزیدار خون اور کسی کا نہیں، اس لیے ہم تو تمھارا خون پینے آئے ہیں۔''

یہ بات سن کر ماہان کے ساتھی کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! عربوں کے بارے میں ہمیں پہلے ایسی اطلاع کبھی نہیں ملی تھی۔'' [2]

[1] البداية والنهاية : 10/7. [2] البداية والنهاية : 10/7.

جنگ کا آغاز

جنگ کی تیاری مکمل ہوگئی۔ مذاکرات ناکام ہوگئے۔ اور مقابلے کی گھڑی آن پہنچی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہما کو جنگ چھیڑنے کا حکم دیا جو قلب کے دونوں جانب کے کمانڈر تھے۔ دونوں نے کمال سرعت سے پرجوش شعر پڑھتے ہوئے مقابلے کے لیے للکارا، دونوں طرف سے ابطال میدان میں آئے، ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور پھر گھمسان کی جنگ بھڑک اٹھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے بہادر حفاظتی دستے کے ساتھ صفوں کے آگے موجود تھے۔ رومی اپنی شمشیریں لہرا رہے تھے۔ حضرت خالد سارا جنگی منظر دیکھ رہے تھے اور مجاہدین کے ہر دستے کو مناسب ہدایات دے رہے تھے۔ اس طرح وہ جنگ کی مکمل پلاننگ کر رہے تھے۔ [1]

میدان کارزار میں رومی لیڈر کا قبول اسلام

اسی دوران رومی کمانڈر جرجہ صف سے باہر آیا۔ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت خالد اس کے پاس پہنچ گئے حتی کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں باہم مل گئیں۔ جرجہ نے کہا:

> ”اے خالد! مجھے بتاؤ۔ سچ سچ بتانا، جھوٹ مت بتانا کیونکہ آزاد آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھے دھوکا نہ دینا کیونکہ عزت دار آدمی اور اللہ پر بھروسا کرنے والا شخص دھوکا نہیں دیتا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تلوار اتاری تھی جو انھوں نے تمھیں دے دی۔ اب تم جس کے خلاف بھی یہ تلوار لہراتے ہو وہ شکست کھا جاتا ہے؟“

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نہیں۔“

[1] البداية والنهاية: 10/7.

جرجہ نے پوچھا: ''تو پھر تمھیں سیف اللہ کیوں کہا جاتا ہے؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے، انھوں نے ہمیں دعوت دی لیکن ہم نے اس سے راہِ فرار اختیار کی، پھر ہم میں سے کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور اس کے پیروکار ہوگئے، جبکہ کچھ لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور اس سے دور ہوگئے۔ میں بھی ان کی تکذیب کرنے اور دور ہونے والوں میں سے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل اور پیشانیاں پکڑ لیں۔ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہدایت دے دی اور ہم نے ان کی بیعت کر لی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: «أَنْتَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ، سُلَّهُ عَلَى الْمُشْرِكِينَ» ''تم اللہ کی تلوار ہو۔ اس تلوار کو مشرکین پر سونت دو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے کامیابی کی دعا فرمائی۔ اسی وجہ سے میرا لقب سیف اللہ پڑ گیا۔ اب میں مشرکوں کے لیے انتہائی سخت مسلمان ہوں۔''

جرجہ نے پوچھا: ''اے خالد! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟''

حضرت خالد نے کہا: ''ہم اللہ کے معبود برحق ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بندے اور رسول ہونے کی شہادت دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے لائی ہوئی شریعت کے اقرار کی دعوت دیتے ہیں۔''

جرجہ نے کہا: ''اگر کوئی شخص تمھاری دعوت قبول نہ کرے تو پھر؟''

حضرت خالد نے فرمایا: ''ہم اس سے جزیہ لیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔''

جرجہ نے کہا: ''اگر وہ جزیہ بھی نہ دے، تب کیا معاملہ ہوگا؟''

فرمایا: ''ہم اس کے خلاف اعلان جنگ کریں گے۔''

جرجہ نے کہا: ''جو شخص یہ دعوت قبول کر لے اور مسلمان ہو جائے اس کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کے فرائض ادا کرنے کے لیے ہم سب کا مقام و مرتبہ

برابر ہے۔ امیر، غریب، اول اور آخر سب برابر ہیں۔''

جرجہ نے کہا: ''جو شخص آج مسلمان ہو جائے کیا اسے تمھارے برابر اجر و ثواب ملے گا؟''

حضرت خالد نے فرمایا: ''یقیناً، اسے ہم سے بڑھ کر اجر و ثواب ملے گا۔''

جرجہ نے کہا: ''وہ تمھارے برابر کیسے ہوگا، جبکہ تم اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہو؟'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا، ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، جبکہ وہ زندہ تھے اور ہمارے درمیان موجود تھے، ان کے پاس آسمانی خبریں آتی تھیں۔ وہ ہمیں کتاب اللہ سکھاتے۔ ہمیں معجزات و آیات دکھاتے۔ اس لیے جس شخص نے ہماری طرح معجزات دیکھے ہوں اور وہ باتیں سنی ہوں جو ہم نے سنی تھیں، اس پر لازم تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا اور بیعت کرتا۔ لیکن تم نے وہ معجزات نہیں دیکھے جو ہم نے دیکھے تھے اور جو حیرت انگیز عجائبات و دلائل ہم نے سنے وہ تم نے نہیں سنے۔ اس لیے تم میں سے جو شخص خالص اور حقیقی نیت کے ساتھ مسلمان ہو جائے وہ یقیناً ہم سے افضل ہوگا۔''

جرجہ نے کہا: ''اللہ کی قسم کھا کر بتاؤ کہ تم نے مجھے جو کچھ بتایا ہے کیا وہ سچ سچ بتایا ہے اور مجھے دھوکا تو نہیں دیا؟''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے تمھیں بالکل سچ بتایا ہے اور جو کچھ تم نے پوچھا ہے اس پر اللہ گواہ ہے۔''

اس موقع پر جرجہ نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لیا اور عرض کیا: ''مجھے اسلام سکھاؤ۔''

حضرت خالد اسے لے کر اپنے خیمے میں لے گئے۔ ایک مشکیزہ پانی انڈیل کر اسے غسل کرایا اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ اُدھر رومی یہ سمجھے کہ ان کے کمانڈر نے حضرت خالد پر حملہ کر دیا ہے، اس لیے وہ بھی حملہ آور ہو گئے اور مسلمانوں کو ان کی جگہوں سے پیچھے

دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے سوائے محافظ دستے کے جن کے قائد حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے چچا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہما تھے۔ [1]

رومی میسرہ کا اسلامی میمنہ پر حملہ

رومی فوج کی صفیں سیاہ رات کی طرح آگے بڑھیں تا کہ اسلامی لشکر پر چاروں طرف سے حملہ کریں۔ رومی فوج کے میسرہ (بائیں لشکر) نے مسلمانوں کے میمنہ (دائیں لشکر) پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے میمنہ کی فوجیں چھٹ گئیں۔ ان کا قلب خالی ہو گیا۔ رومی فوجی اسلامی صفوں کو توڑنے میں کامیاب ہو گئے اور لشکر کے آخر تک پہنچ گئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو زور دار آواز سے پکارا: ''اے اللہ کے بندو! ان لوگوں نے تم پر شدید حملہ کیا ہے۔ اللہ کی قسم! ان کو بھگانے کے لیے صبر و ثبات اور سچی جوانمردی کے سوا کوئی چیز کام نہیں دے سکتی۔'' پھر وہ اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور فرمایا: ''جو شخص میرا گھوڑا لے کر دشمن پر حملہ آور ہونا چاہتا ہو وہ لے سکتا ہے۔'' انھوں نے خود پیدل دستے کے ساتھ حملہ آور ہونے کے لیے اپنا گھوڑا چھوڑ دیا۔ [2]

قبیلۂ ازد، مذحج، حضر موت اور خولان کے شیر جوانوں نے جم کر مقابلہ کیا حتی کہ اللہ کے دشمنوں کو روکنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن رومی لشکر نے ایک مرتبہ پھر زور دار حملہ کر دیا حتی کہ مسلمان میمنہ سے قلب میں منتقل ہو گئے اور کچھ مجاہدین معسکر آ گئے، جبکہ عظیم مجاہد اپنے اپنے جھنڈے تلے ثابت قدم رہے، پھر انھوں نے ایک دوسرے کو واپسی کے لیے پکارا اور رومی فوج کے سامنے ڈٹ گئے۔ اب رومی فوجیوں نے مسلمانوں کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا۔ شکست کھا کر معسکر کی طرف آنے والے مسلمان سپاہیوں کو عورتوں نے لکڑیوں اور پتھروں سے مار مار کر میدان کارزار میں واپس جانے پر مجبور کر دیا حتی کہ وہ

[1] البداية والنهاية: 13/7. [2] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 169.

دوبارہ اپنی صفوں میں پہنچ گئے۔[1]

اس موقع پر حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کفار کا کئی جنگوں میں مقابلہ کیا ہے! بھلا آج میں فرار ہو جاؤں گا؟'' پھر انھوں نے آواز لگائی: ''کون ہے جو موت کی بیعت کرے؟'' اس پر ان کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور نے چار سو شہسواروں سمیت ان کی بیعت کی، پھر انھوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ایسی جوانمردی سے لڑائی لڑی کہ سب زخمی ہو گئے۔ بہت سے مجاہدین شہید ہو گئے۔ ان شہداء میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ بھی تھے۔[2]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب یہ مجاہدین زخمی ہو گئے تو انھوں نے پانی مانگا۔ ان کے پاس پانی کا پیالہ لایا گیا۔ جونہی پیالہ کسی زخمی کے لبوں سے لگایا جاتا تو دوسرا زخمی اسے دیکھنے لگتا اس پر وہ کہتا: ''پہلے اسے پلا دو۔'' جب پیالہ اس کو دیا جاتا تو تیسرا مجاہد اس کی طرف دیکھتا جس پر وہ کہتا: ''پہلے میرے بھائی کو پلاؤ۔'' اس طرح وہ یکے بعد دیگرے دوسرے بھائیوں کی طرف پانی بھیجتے رہے حتی کہ سب پیاسے ہی شہید ہو گئے۔ کسی نے پانی کی ایک بوند بھی نہیں پی۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو۔[3]

ہر قوم اپنے جھنڈے تلے پامردی سے لڑتی رہی اور رومی فوج چکی کی طرح گھومتی رہی۔ جنگ یرموک کا دن جرأت و شجاعت کا دن تھا۔ میدان کارزار لاشوں سے اٹ گیا تھا۔ ہر طرف پُر جلال چہرے تھے۔ خون سے رنگین داڑھیاں تھیں۔ ٹوٹی ہوئی تلواریں تھیں۔ بکھری ہوئی زرہیں تھیں۔ پھٹے ہوئے سینے تھے۔ اکھڑتے ہوئے سانس تھے۔ ڈوبتی ہوئی نبضیں تھیں۔ کٹی ہوئی گردنیں تھیں۔ دور دور تک خوبصورت کلائیاں اور اڑتے

[1] فتوح الشام للأزدي، ص:222. [2] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية للدكتور السُّلمي، ص: 170. [3] البداية والنهاية: 15/7.

دریائے رقاد
مسلمانوں کا پڑاؤ
خالد بن ولید
عمرو بن العاص
معاذ بن جبل
شرحبیل
رومی
درنجار
ابوعبیدہ
قیس بن ہبیرہ
یزید بن ابی سفیان
سعید بن زید
عرب قبائل
جبلہ
ارمنی
جرجیر
ثابت بن ہشیم
رومی
ابن قناطر
رومیوں کی پسپائی
دریائے علان
خندق
خندق
خندق
رومی پڑاؤ
دریائے یرموک
یرموک میں رومیوں کی پسپائی

نقشہ: 22
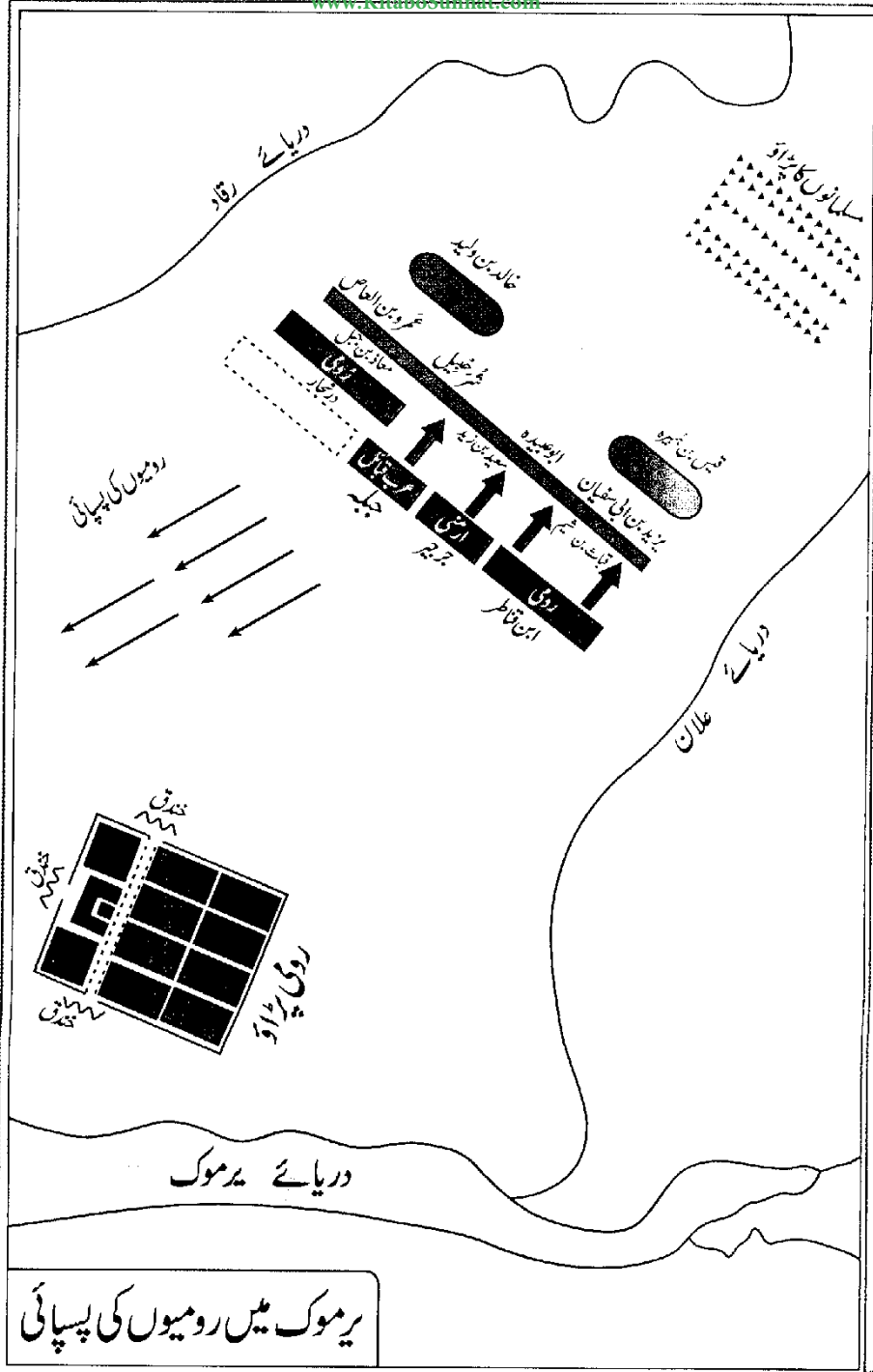
ہوئے باز و نظر آ رہے تھے۔ ①

مسلمان خواتین کا شاندار کردار

رومی فوج نے اپنے کمانڈر قناطر کی نگرانی میں مسلمانوں کے میسرہ پر بڑا شدید حملہ کیا۔ مسلمانوں کے میسرہ میں کنانہ، قیس، خثعم، جذام، قضاعہ، عاملہ اور غسان قبائل کے مجاہدین شامل تھے۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ قلب خالی ہوگیا۔ رومی فوج نے بھاگتے ہوئے مسلمان جوانوں کا پیچھا کیا حتی کہ وہ اسلامی معسکر میں داخل ہو گئے۔ اس موقع پر مسلمان خواتین نے ایسے مجاہدین کا استقبال، پتھروں اور خیموں کی چوبوں سے کیا۔ وہ انھیں منہ پر مارتیں اور کہتیں: ''اسلام اور ماؤں اور بیویوں کی عزت کا کیا بنے گا؟ تم لوگ ہمیں ان کافروں کے حوالے کر کے کہاں بھاگے جا رہے ہو؟'' مسلمان خواتین نے انھیں ڈانٹا تو وہ سخت شرمندہ ہوئے۔ وہ واپس میدان جنگ میں پہنچے۔ انھوں نے شدت سے حملہ کیا۔ رومیوں کی بہت بڑی تعداد قتل کر دی۔ اس مرحلے میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔

رومی میسرہ نے ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے میمنہ پر زبردست حملہ کر دیا۔ انھوں نے حضرت عمرو بن عاص اور ان کے لشکر پر حملہ کیا تاکہ مسلمانوں کی صفیں بکھیر دیں اور مسلمانوں کو گھیر کر قتل کرسکیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے پورے استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ لیکن رومی فوج اسلامی معسکر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئی۔ مسلمان عورتیں ٹیلوں سے اتر آئیں۔ وہ شکست خوردہ جوانوں کو مار مار کر واپس بھیجنے لگیں۔ حضرت عمرو کی بیٹی کہنے لگی: ''اپنی بیوی کو چھوڑ کر فرار ہونے والے شخص کو اللہ رسوا کرے۔'' دیگر خواتین کہنے لگیں: ''اگر تم ہماری حفاظت نہ کر سکے تو پھر تم بھی ہمارے خاوند نہیں رہو گے۔'' اس طرح ان مومن عورتوں نے مجاہدین کا مورال بلند کیا اور انھیں حوصلہ دلایا، چنانچہ وہ دوبارہ میدان کارزار میں جا گھسے۔ یوں مسلمانوں نے رومیوں پر

① البداية والنهاية: 12/7.

نئے سرے سے حملہ کر کے اپنا مقبوضہ میدان دوبارہ حاصل کر لیا۔ ①

تحریکِ مزاحمت اور رومی پیدل دستے کا خاتمہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے گھڑ سوار دستے کے ساتھ اُسی رومی میسرہ پر حملہ کر دیا جس نے مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کیا تھا۔ حضرت خالد انھیں شکست دے کر ان کے قلب تک پہنچ گئے۔ اس حملے میں چھ ہزار رومی مارے گئے، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رومیوں کے پاس صبر و ثبات کی اتنی سی مقدار ہی باقی بچی ہے جو تم دیکھ آئے ہو۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر غالب کرے گا۔'' پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے صرف ایک سو شہسواروں کے ساتھ ان کے ایک لاکھ فوجیوں پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قیامت کا تھا کہ رومی شکست کھا گئے۔ مسلمانوں نے یکجا ہو کر ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان ان کا پیچھا کر کے انھیں قتل کرنے لگے۔ ②

مسلمانوں کے میمنہ نے رومی فوج کے فرار کے تمام راستے بند کر دیے۔ انھیں وادی یرموک اور دریائے زرقاء کے درمیان گھیر لیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اب مسلمانوں نے کمال ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کیا۔ مسلمان رومی گھڑ سواروں کو پیدل دستے سے الگ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلمانوں نے رومیوں پر حملہ کر کے انھیں اتنی تیزی سے قتل کرنا شروع کر دیا کہ رومی حواس باختہ ہو گئے اور رومی گھڑ سوار کلمۂ فرار پڑھ کر بھاگنے کی راہیں ڈھونڈنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انھیں فرار ہونے کا راستہ دے دیں۔ رومی گھڑ سوار فرار ہو گئے تو رومی پیدل دستہ اپنی دفاعی پوزیشن سے محروم ہو گیا۔ یہ پیدل دستے خندقوں میں اس حال میں پہنچے کہ وہ باہم زنجیروں میں

① العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص:174. ② ترتيب و تهذيب البداية والنهاية للدكتور السلمي، ص:171، و فتوح البلدان للبلاذري، ص:171.

جکڑے ہوئے تھے۔ مسلمان رات کے اندھیرے میں ان کی خندقوں میں پہنچے۔ ان میں سے اکثر وادی میں گر رہے تھے۔ مجاہدین نے انھیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ جب ان میں سے ایک رومی قتل ہوجاتا تو اس کے ساتھ جکڑے ہوئے دوسرے تمام فوجی بھی گر جاتے تھے۔ اس حالت میں مسلمانوں نے رومیوں کی بہت بڑی تعداد قتل کردی جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ باقی بچ جانے والوں میں سے کچھ فحل کی طرف فرار ہوگئے اور کچھ دمشق کی طرف نکل بھاگے۔ [1]

جنگ یرموک والے دن حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے بڑی بے جگری اور ثابت قدمی سے جنگ لڑی۔ ان کے والد گرامی ان کے پاس سے گزرے۔ انھوں نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''پیارے بیٹے! اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور صبر وثبات سے کام لینا۔ اس وادی میں موجود ہر مسلمان حقیقی مجاہد اور جنگ کا اہل ہے، اس لیے تم اور تمھارے جیسے دیگر کمانڈروں کو تو اور بھی زیادہ بہادری اور جوانمردی سے لڑنا چاہیے۔ پیارے بیٹے! اللہ سے ڈرنا، دیکھو! تمھارے ساتھیوں میں کوئی جوان تم سے اجر میں رغبت اور صبر میں سبقت نہ لے جائے۔ نہ وہ دشمنان اسلام کے خلاف تم سے زیادہ جرأت کا مظاہرہ کرسکے۔'' حضرت یزید نے عرض کیا: ''میں ایسا ہی کروں گا ان شاء اللہ۔'' چنانچہ انھوں نے لشکر کے قلب سے شدید خونریز جنگ لڑی۔ [2]

جناب سعید بن مسیب اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''جنگ یرموک والے دن جب خاموشی چھا گئی تو ہم نے ایک زوردار آواز سنی جو پورے معسکر میں گونج اٹھی، کہنے والا کہہ رہا تھا: ''اے اللہ کی مدد! قریب ہو۔ اے مسلمانو! ثابت قدمی

[1] العمليات التعرضية والدفاعية عندالمسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 175. [2] فتوح البلدان للبلاذري، ص: 228.

دکھاؤ، ثابت قدمی دکھاؤ۔'' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا تو وہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی آواز تھی جو اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے تلے لڑ رہے تھے۔ اس دن لوگوں نے فتح مکمل ہونے تک عشاء کی نماز کو مؤخر کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بقیہ رات رومی قائد تذارق کے خیمے میں گزاری۔ تذارق ہرقل کا بھائی اور رومی لشکر کا کمانڈر انچیف تھا۔ بھاگنے والے رومی بھاگ گئے اور مسلمانوں کے گھڑ سوار دستے رات بھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے کے اردگرد رومیوں کو قتل کرتے رہے۔ تذارق بھی قتل کر دیا گیا۔ تذارق کے تیس شامیانے اور تیس ریشمی خیمے تھے اور ان کے اندر بچھونے اور پردے سب ریشمی تھے۔ صبح ہوئی تو مسلمانوں نے یہ سارا مال غنیمت جمع کر لیا۔[1]

اس جنگ میں مسلمان شہداء کی تعداد تین ہزار تھی جن میں صحابۂ کرام، مسلمانوں کے شیوخ اور اکابر بھی شامل تھے۔ اس جنگ میں شہادت پانے والوں میں حضرت عکرمہ بن ابی جہل، ان کے بیٹے عمرو، سلمہ بن ہشام، عمرو بن سعید اور ابان بن سعید وغیرہ شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام صحابۂ کرام سے راضی ہو جائے۔

رومی مقتولین کی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ بیس ہزار ہے جن میں 80 ہزار زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور 40 ہزار آزاد تھے جو وادی میں گر کر ہلاک ہو گئے۔[2] اس شاندار فتح سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی لیکن اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سن کر ان کی یہ مسرت مکدر ہو گئی۔ انھیں حضرت ابوبکر کی وفات پر بڑا قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے بدلے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا امیر المومنین عطا فرمایا۔[3]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر اس وقت پہنچی جب مسلمان رومی فوج کے خلاف صف آراء تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ خبر مسلمانوں سے چھپا لی تاکہ وہ جنگ میں کمزوری نہ دکھائیں، جب فتح مکمل ہو گئی تو انھوں نے مسلمانوں کو یہ خبر سنا دی۔ حضرت

[1] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية للدكتور السُّلمي، ص: 173. [2] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 179. [3] البداية والنهاية: 14/7.

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کی جگہ اسلامی لشکر کا کمانڈر انچیف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم کا یہ حکم شرح صدر سے قبول کیا۔ انھوں نے مسلمانوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا:

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ابوبکر کو اپنے پاس بلا لیا۔ وہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب تھے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے عمر رضی اللہ عنہ کو حکمران بنایا۔ وہ مجھے ابوبکر کی نسبت کم محبوب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے عمر رضی اللہ عنہ کی محبت سے بھی نوازا ہے۔'' [1]

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام میں اسلامی لشکر کے کمانڈر انچیف بنے۔

حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک کے بارے میں درج ذیل اشعار کہے:

أَلَمْ تَرَنَا عَلَى الْيَرْمُوكِ فُزْنَا ... كَمَا فُزْنَا بِأَيَّامِ الْعِرَاقِ

وَعَذْرَاءَ الْمَدَائِنِ قَدْ فَتَحْنَا ... وَمَرْجَ الصُّفَّرِ بِالْجُرْدِ الْعِتَاقِ

فَتَحْنَا قَبْلَهَا بُصْرٰى وَكَانَتْ ... مُحَرَّمَةَ الْجَنَابِ لَدَى النَّعَاقِ

قَتَلْنَا مَنْ أَقَامَ لَنَا وَفِينَا ... نُهَابُهُمْ بِأَسْيَافٍ رِقَاقِ

قَتَلْنَا الرُّومَ حَتّٰى مَا تُسَاوِي ... عَلَى الْيَرْمُوكِ مَعْرُوقَ الْوَرَّاقِ

فَضَّضْنَا جَمْعَهُمْ لَمَّا اسْتَجَالُوا ... عَلَى الْوَاقُوصِ بِالْبَتْرِ الرِّقَاقِ

غَدَاةَ تَهَافَتُوا فِيهَا فَصَارُوا ... إِلٰى أَمْرٍ يُّعَضِّلُ بِالذَّوَاقِ

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے یرموک میں بھی اسی طرح شاندار فتح پائی جس طرح ہم عراقی جنگوں میں کامیاب ہوئے تھے۔ ہم نے اصیل گھوڑوں پر سوار ہو کر مدائن اور مرج صفر کے آزاد علاقوں کو فتح کیا۔ اس سے پہلے ہم نے بصریٰ فتح کیا تھا جو پرزور پراپیگنڈہ کرنے والوں کا محفوظ ترین مرکز تھا۔ ہم نے ہر اس

[1] البداية والنهاية: 14/7.

شخص کو تیز دھار تلواروں سے قتل کر دیا جس نے ہمارا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔
ہمارے پاس ان کا مالِ غنیمت موجود ہے۔ ہم نے رومیوں کو قتل کیا حتی کہ
یرموک میں وہ دبلے پتلے شخص کی بھی برابری نہ کر سکے۔ ہم نے تیز دھار تلواروں
سے واقوصہ میں ان کی جمعیت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ سحر دم ان کے کشتوں کے
پشتے لگ گئے تھے۔ ایسی شکست کھا گئے جو بڑی تلخ تھی۔" [1]

ہرقل کو اپنی فوج کی بدترین شکست کی خبر سن کر شدید صدمہ ہوا۔ جب انطاکیہ میں اس کے لشکر پہنچے تو اس نے پوچھا: "تمھاری بربادی ہو، مجھے بتاؤ تو سہی تم کن لوگوں سے جنگ کر کے آئے ہو، کیا وہ تمھاری ہی طرح کے انسان نہیں؟" بھگوڑوں نے جواب دیا:

"جی ہاں، وہ انسان ہی ہیں۔"

ہرقل: "تمھاری تعداد زیادہ تھی یا ان کی؟"

فوج: "ہم تو ہر میدان میں ان سے کئی گنا زیادہ تھے۔"

ہرقل: "پھر تم شکست کیوں کھا گئے؟"

رومیوں کے ایک بڑے بزرگ نے جواب دیا:

"ہم مسلمانوں سے اس لیے شکست کھا گئے کہ مسلمان ایک شب بیدار قوم ہیں۔ راتوں کو تہجد پڑھتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ عہد پورا کرتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں۔ آپس میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔ جبکہ ہم شراب پیتے ہیں۔ بدکاری کرتے ہیں۔ حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بدعہدی کرتے ہیں۔ ظلم و ستم ڈھاتے ہیں۔ برے کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ کو راضی کرنے والے کاموں سے روکتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔"

یہ سن کر ہرقل نے کہا: "تم نے سچ کہا۔" [2]

[1] البداية والنهاية: 15/7. [2] البداية والنهاية: 16,15/7.

11

عہد صدیقی کے اہم اسباق، عبرتیں اور فوائد

- عہد صدیقی کی خارجہ پالیسی
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگی پالیسی
- ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحتوں اور ہدایات سے ماخوذ اسباق

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ﴾

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں آپس میں نہایت مہربان ہیں۔ آپ انھیں رکوع و سجود کرتے دیکھیں گے۔ وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔'' (الفتح 48:29)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام جانے والے مجاہدین سے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَنْعَمَ عَلَيْكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَ أَكْرَمَكُمْ بِالْجِهَادِ وَ فَضَّلَكُمْ بِهٰذَا الدِّينِ عَلٰى كُلِّ دِينٍ فَتَجَهَّزُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِلٰى غَزْوِالرُّومِ بِالشَّامِ فَإِنِّي مُؤَمِّرٌ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءَ وَ عَاقِدٌ لَّكُمْ أَلْوِيَةً فَأَطِيعُوا رَبَّكُمْ وَ لَا تُخَالِفُوا أُمَرَاءَ كُمْ، لِتَحْسُنَ نِيَّتُكُمْ وَ أَطْعِمَتُكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ»

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں اسلام کی نعمت سے سرفراز کیا ہے۔ تمھیں جہاد کی بدولت عزت دی ہے۔ دین اسلام کے ذریعے تمھیں تمام ادیان پر فضیلت دی ہے، لہٰذا اے اللہ کے بندو! غزوۂ شام کی تیاری کرو۔ میں تمھارے کمانڈر مقرر کرنے والا ہوں اور تمھارے لیے جھنڈے تیار کر رہا ہوں۔ اپنے رب کی اطاعت کرنا۔ اپنے کمانڈروں کی مخالفت نہ کرنا۔ اپنی نیت کو خالص رکھنا۔ اپنے کھانے پینے کو حلال بنانا۔ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

(فتوح الشام للأزدي، ص: 5)

عہدِ صدیقی کی خارجہ پالیسی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حکومت نے اسلامی مملکت کی خارجہ پالیسی کے متعدد اہداف حاصل کیے۔ ان میں سے اہم ترین اہداف درج ذیل ہیں:

کافر حکومتوں پر اسلامی مملکت کی ہیبت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدبرانہ سیاست نے یہ ہدف متعدد طریقوں سے حاصل کیا، مثلاً مرتدوں کے خلاف امت مسلمہ کو حاصل ہونے والی فتوحات، فتنۂ ارتداد کی بیخ کنی اور اسلامی حکومت کے استحکام کی خبریں جب ہمسایہ ممالک تک پہنچیں تو ان کے دل دہل گئے، خصوصاً رومی اور ایرانی حکومتوں پر رعب طاری ہوگیا جو اسلامی حکومت کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہتے تھے اور اس کی ہر نقل وحرکت پر مسلسل نظر رکھے ہوئے تھے۔ ان دونوں طاقتوں کے پاس تمام حالات وحوادث اور امور کی نگرانی کے وسائل موجود تھے۔ جب مرتدوں کی ناکامیوں اور مسلمانوں کے ثبات کی خبریں ان تک پہنچیں تو ان دونوں حکومتوں کو ادراک ہوگیا کہ اس نئی اسلامی حکومت کی بنیادوں کو سازشوں سے ہلایا نہیں جاسکتا۔ یہ حکومت ہر قسم کی آزمائش اور بحرانوں پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس امر سے ان حکومتوں کے دلوں پر اسلامی حکومت کا رعب طاری ہوگیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی ناموافق حالات کے باوجود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ کردیا جس سے اسلامی حکومت کی ہیبت میں خاطرخواہ اضافہ ہوا۔ رومی فکرمند ہوگئے اور انھوں نے اس لشکر کے بارے میں پوچھنا شروع کردیا جوان کے ساتھ جنگ کرکے کامیاب و کامران اپنی مملکت کے دارالحکومت کی طرف لوٹ گیا تھا۔ اس سے ان کے دل خوف زدہ ہوگئے اور انھوں نے ہزاروں فوجی سرحد پر مقرر کردیے۔ یہ خبریں ایرانی حکومت تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے کو مسلمانوں کی فتح مندیوں کے حالات بتا رہے تھے۔ اس طرح اسلامی حکومت کا رعب و دبدبہ کفار کے دلوں میں جاگزیں ہوگیا۔[1]

حکم نبوی کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ کا تسلسل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد کا تسلسل برقرار رکھا۔ دعوت اسلامی کی راہوں کو محفوظ کیا اور لوگوں تک اسے پہنچانے کا اہتمام فرمایا۔ انھوں نے لشکر تیار کیے۔ لوگوں کو دعوت حق کی تبلیغ کے لیے جہاد کرنے کا حکم دیا تاکہ ان سرکشوں کا خاتمہ کیا جاسکے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی دعوت کا انکار کیا تھا اور لوگوں تک نورحق پہنچنے کی راہ بند کرنے کے لیے ڈٹ گئے تھے۔ لوگوں نے اس دعوت پر لبیک کہا اور وہ اپنے تجربہ کار اور بہادر جرنیلوں کی قیادت میں جہاد کے لیے نکل پڑے۔ ان کے جرنیلوں میں حضرت خالد بن ولید، ابوعبیدہ، عمرو بن عاص، شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ان کا انتخاب صاحب بصیرت اور تجربہ کار عسکری لیڈر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ ان کی جنگی صلاحیتوں کو حالات و واقعات نے مزید نکھار دیا تھا۔ امت اسلامیہ کو گھیرنے والے

[1] تاریخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 260,259.

بحرانوں نے ان کی قائدانہ صلاحیتوں کو جلا بخشی اور اس ضرورت کا احساس دلایا کہ وہ ماہر جرنیلوں کے چناؤ کا خصوصی اہتمام کریں، لہٰذا انھوں نے بہترین لوگوں کا انتخاب کیا اور انھیں نہایت قیمتی ہدایات وارشادات سے نوازا۔ ان جرنیلوں نے مختصر سی مدت میں نہایت کم جنگی نقصانات کے ساتھ شام اور عراق کو فتح کر لیا۔[1]

مفتوحہ اقوام سے عدل اور نرمی ونوازش کا سلوک

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ مفتوحہ علاقوں میں عدل و انصاف اور امن وسکون مہیا کیا جائے تا کہ لوگوں کو اسلامی حکومت اور باطل حکومت کے مابین واضح فرق محسوس ہو اور لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ایک ظالم و جابر کی حکومت ختم ہوئی ہے تو اس کے بعد اس سے بڑے ظالم و جابر کی حکومت ان پر مسلط ہوگئی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں کو لوگوں کے ساتھ رحم دلی، عدل و انصاف اور حسن سلوک کا حکم دیا تا کہ ان کے دل میں لڑائی کا جذبہ نہ بھڑک اٹھے۔ مغلوب اقوام ہمیشہ نرمی اور نوازش کی محتاج ہوتی ہیں۔ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں کے افرادی وسائل اور عمارتوں کو محفوظ رکھا۔ مفتوحہ اقوام نے انسانیت دوست اعلیٰ ذوق کی حامل ایک نئی حکومت کا مشاہدہ کیا جس نے مغلوب اقوام میں عدل و انصاف قائم کیا اور نور اسلام کو عام کیا جو دلوں کو مسخر کرتا چلا گیا اور لوگ دھڑا دھڑ اسلام قبول کر کے اسلامی جھنڈے تلے آنے لگے۔

اس کے برعکس رومی اور فارسی لشکر جب کسی علاقے کو فتح کرتے تھے تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے تھے۔ اہل علاقہ کو خوفزدہ اور مرعوب کر دیتے تھے۔ حرمتوں کو پامال کر دیتے تھے۔ جس سے لوگوں کو شدید ترین تباہی اور ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑتا اور اس خوف و ہراس کی داستانیں نسل در نسل منتقل ہوتی چلی جاتی تھیں۔

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 260.

عہدِ صدیقی میں عرب اور روم و فارس کی سلطنتیں

(613ء میں)

-------	رومی سلطنت کی حدود
	بازنطینی (رومی) سلطنت
	بازنطینی سلطنت کی باجگزار غسانی ریاست
	ساسانی سلطنت (فارس)
	ایران کی باجگزار عرب ریاستیں

میل 800 600 400 200 0 200

بحر اوقیانوس
فرانس
روس
براعظم یورپ
یوکرین
ترکستان
بحیرۂ ارال
بخارا
سمرقند
خوارزم
ترکمانستان
بلخ
کابل
مرو
مشہد
نیشاپور
ہرات
قندھار
براعظم ایشیا
سپین
قرطاجنہ
کورسیکا
اٹلی
روم
رَوینا
سارڈینیا
صقلیہ
مالٹا
مراکش
(المغرب)
افریقیہ
الجزائر
(تونس)
طرابلس
بحیرۂ روم
(بحر متوسط)
کریٹ
قبرص
براعظم افریقہ
صحرائے اعظم
قسطنطنیہ
یونان
سلطنت رومی
اناطولیہ
انگورہ (انقرہ)
قیصریہ
بحیرۂ اسود
کوہ قاف
آذربائیجان
آرمینیا
سلطنت فارس
(ایران)
اصفہان
مدائن
کیرجان
شیراز
بیت المقدس
اسکندریہ
مصر
خلیج فارس
خلیج عمان
نجد
مدینہ منورہ
بدر
حجاز
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
بحیرۂ احمر
سوڈان
خرطوم
صنعاء
یمن
خلیج عدن
سقوطرہ
بحیرۂ عرب
صومالیہ
حبشہ
بحر ہند

اس کے برعکس جب اسلام آیا اور لشکرِ اسلام ان علاقوں میں داخل ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سروں پر عدل کی چادر سایہ فگن ہے اور اسلام انھیں وہ عظمتِ آدم واپس دلا رہا ہے جسے ظلم و سرکشی کے جابر ہاتھوں نے ان سے چھین لیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں میں اسی پالیسی کے نفاذ کے لیے انتھک جدوجہد کی اور وہ اس راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ اور کجی کو دور کرتے رہے۔

عجمی قوموں کا وتیرہ تھا کہ جب وہ کسی دشمن پر غالب آجاتے تو وہ اس ملک اور بادشاہ کی ہر چیز اپنے لیے حلال کر لیتے تھے اور اپنی فتح کے اعلان اور بادشاہ کو خوشخبری دینے کے لیے مخالفین کے سر کاٹ کر بھیجتے تھے۔ رومیوں کے ساتھ جنگ میں اسلامی کمانڈروں نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہا، چنانچہ حضرت عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے ایک شامی لیڈر بنان کا سر کاٹ کر حضرت عقبہ بن عامر کے ہاتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ جب یہ سر ان کی خدمت میں پہنچا تو انھوں نے سخت برہمی کا اظہار کیا۔ حضرت عقبہ نے گزارش کی: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! یہ لوگ بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک روا رکھتے ہیں۔'' اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«أَفَيَسْتَنَّانِ بِفَارِسَ وَالرُّومِ؟ لَا يُحْمَلُ إِلَيَّ رَأْسٌ إِنَّمَا يَكْفِي الْكِتَابُ وَالْخَبَرُ»

''کیا اب رومیوں اور ایرانیوں کے طریقے کو اپنایا جائے گا؟ آئندہ میرے پاس دشمنوں کے سر نہ لائے جائیں۔ فقط خط کے ذریعے اطلاع کافی ہے۔''[1]

مفتوحہ اقوام کو مجبور نہ کرنے کی پالیسی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خارجہ پالیسی کا ایک شاندار اصول یہ بھی تھا کہ مفتوحہ اقوام کو

[1] تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص: 123.

مجبور نہیں کیا جائے گا، لہٰذا کسی بھی قوم یا قبیلے کو اس کا دین چھوڑنے پر بزور بازو مجبور نہیں کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر یہ فرمان الٰہی تھا:

﴿ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴾

''کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے حتی کہ وہ مومن ہو جائیں۔''[1]

مسلمانوں نے اپنی فتوحات کے ذریعے باطل حکمرانوں کا خاتمہ کر کے لوگوں کے لیے حق کا دروازہ کھول دیا تھا تا کہ وہ نور اسلام کے اُجالے میں آ جائیں۔ لوگوں سے ظلم و ستم کی وحشت دور کر دی گئی، انھیں مکمل آزادی دی گئی۔ اور جب تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدے پر قائم رہے، انھیں کسی چیز پر مجبور نہیں کیا گیا۔ ان کے ساتھ معاہدے کی دفعات درج ذیل تھیں:

- وہ ذلیل و رسوا ہو کر مسلمانوں کو جزیہ دیں گے۔
- انھیں سرکاری مناصب اور لشکر میں شمولیت کی اجازت نہ ہوگی۔
- وہ اسلامی شعائر، عبادات اور شرائع کی مخالف تنظیم نہیں بنائیں گے۔
- اگر کسی نے اپنا سابقہ دین بدلا تو اسے مسلمان ہونا پڑے گا۔ کوئی اور دین اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

اس کے لیے اسلامی حکومت عملی اور نظری اسلامی تربیت کا اہتمام کرے گی تا کہ وہ دین اسلام کو سمجھ کر اپنی رغبت و رضا سے اسے قبول کریں کیونکہ عقیدے جبراً نہیں منوائے جا سکتے۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگی پالیسی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی فتوحات کا مطالعہ کرنے والا شخص حضرت ابوبکر کی

[1] یونس 10:99. [2] تاریخ الدعوة إلى الإسلام للدکتور یسري محمد هاني، ص: 263.

جنگی پالیسی کے اہم اصول مستنبط کر سکتا ہے جن پر چل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شاندار فتوحات حاصل کیں۔ وہ بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ کس طرح اس عظیم خلیفہ نے اسباب اختیار کرنے کی سنت پر عمل کیا اور کس طرح یہ منصوبہ مسلمانوں کے لیے اللہ کی مدد، نصرت اور کامیابی کا ذریعہ بنا۔ ان منصوبوں میں چند ایک درج ذیل ہیں:

دشمن کے علاقے میں دور تک نہ جانے کی حکمت عملی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پالیسی یہ تھی کہ دشمن پر غلبے تک اس کے علاقے میں اندر تک نہ جایا جائے۔ ان کی یہ پالیسی عراق اور شام کے محاذوں میں پوری طرح واضح نظر آتی ہے۔ عراقی فتوحات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد اور عیاض کو حکم دیا کہ وہ جنوب اور شمال کی طرف سے عراق کو فتح کریں۔ آپ کے خط میں یہ حکم آیا:

«أَيُّكُمَا سَبَقَ إِلَى الْحِيرَةِ فَهُوَ أَمِيرٌ عَلَى الْحِيرَةِ فَإِذَا اجْتَمَعْتُمَا بِالْحِيرَةِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ قَدْ فَضَضْتُمَا مَسَالِحَ مَا بَيْنَ الْعَرَبِ وَ فَارِسَ وَ أَمِنْتُمْ أَنْ يُّؤْتَى الْمُسْلِمُونَ مِنْ خَلْفِهِمْ، فَلْيَقُمْ بِالْحِيرَةِ أَحَدُكُمْ وَلْيَقْتَحِمِ الْآخَرُ عَلَى الْقَوْمِ وَ جَالِدُوهُمْ عَمَّا فِي أَيْدِيهِمْ وَاسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاتَّقُوهُ وَ آثِرُوا أَمْرَ الْآخِرَةِ عَلَى الدُّنْيَا يَجْتَمِعَا لَكُمْ وَ لَا تُؤْثِرُوا الدُّنْيَا فَتُسْلَبُوهُمَا وَاحْذَرُوا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ بِتَرْكِ الْمَعَاصِي وَ مُعَاجَلَةِ التَّوْبَةِ وَ إِيَّاكُمْ وَالْإِصْرَارَ وَ تَأْخِيرَ التَّوْبَةِ»

''تم میں سے جو پہلے حیرہ پہنچ جائے، وہی حیرہ کا حکمران ہوگا۔ جب تم حیرہ میں جمع ہو جاؤ اور عربوں اور ایرانیوں کی سرحدی چوکیاں فتح کر لو اور مسلمانوں کی واپسی کا راستہ محفوظ ہو جائے تو پھر تم میں سے ایک حیرہ میں رک جائے اور دوسرا دشمن پر حملہ آور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد و قوت مانگو، دشمن کے ساتھ نبرد آزما

ہوجاؤ۔ جو کچھ ان کے پاس ہے چھین لو۔ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینا، تمھیں دنیا اور آخرت دونوں حاصل ہوجائیں گی۔ دنیا کو ترجیح نہ دینا کہ اس طرح دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہوجاؤ گے۔ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں ڈرایا، گناہوں کو ترک کرکے ان سے بچنا اور توبہ کرنے میں جلدی کرنا۔ خبردار! گناہوں پر اصرار اور توبہ میں تاخیر ہرگز نہ کرنا۔'' [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ خط اللہ تعالیٰ کی توفیق اور آپ کی بلند سوچ اور دقیق پلاننگ کا عکاس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ان کی پلاننگ اسلامی لشکر کی فتح مندی کا سبب ثابت ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگی پلاننگ کی مہارت کا اعتراف وقت کے سب سے بڑے جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی کیا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرت عیاض کی شمالی عراق کو فتح کرنے کی مہم کے سلسلے میں روانہ ہوئے اور کربلا میں آکر رکے تو مسلمانوں نے بڑی بڑی مکھیوں کی اذیت کی شکایت کی تو انھوں نے عبداللہ بن وثیمہ سے کہا: ''تھوڑا صبر کرو۔ میں ان سرحدی چوکیوں سے فارغ ہولوں جنھیں سر کرنے کا حکم عیاض کو دیا گیا تھا اور ہم ان علاقوں میں عربوں کو آباد کرلیں تاکہ مسلمانوں کو پیچھے سے حملے کا خطرہ نہ رہے اور عرب ہمارے پاس بلاخوف وخطر آسکیں۔ اسی کا ہمیں خلیفۂ رسول نے حکم دیا ہے اور ان کی رائے پوری امت کی حمایت کے برابر ہے۔'' [2]

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عراق میں اسی پالیسی پر عمل کیا، چنانچہ انھوں نے اپنے لشکریوں سے کہا:

''ایرانیوں کی ان سرحدوں پر جنگ لڑو جو عربوں کے قریب تر ہوں۔ ان کے گھروں میں گھس کر مت لڑنا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا تو ان کے

[1] تاریخ الطبري: 4/188,189. [2] تاریخ الطبري: 4/189.

مفتوحہ علاقے قبضے میں رہیں گے اور اگر شکست ہوئی تو مسلمان اپنے علاقوں میں واپس چلے جائیں گے۔ اور اپنے علاقے میں آزادی کے ساتھ رہیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ انھیں دوبارہ غلبہ عطا فرمائے۔''

شام کی فتوحات میں مسلمانوں کے پیچھے صحرا تھا جو ان کے لیے دفاعی لائن تھی لیکن اس کے باوجود مسلمان پہلے یہی بات معلوم کرتے تھے کہ دشمن ان پر پیچھے سے اچانک حملہ آور تو نہیں ہوگا اور وہ اپنی دائیں اور بائیں جانب کے علاقوں پر غالب ہیں اور جنگجوؤں کے ہر دہانے کو بند کر چکے ہیں۔ مسلمان اس اصول کی پوری پابندی کرتے تھے۔ [1]

اسلامی لشکر کے لیے افرادی قوت کی فراہمی

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انھوں نے اپنے جنگی منصوبوں میں اسلامی لشکر کو افرادی قوت کی فراہمی کا منصوبہ بھی تشکیل دیا۔ آپ نے مسلمانوں کو مرتدوں کے خلاف جہاد کے لیے بلایا، اسی طرح انھیں دیگر فتوحات کے لیے روانہ کیا۔ آپ نے اس سلسلے میں اہل یمن کو مشہور زمانہ خط بھی لکھا تھا۔ [2]

اسلامی لشکروں کی امداد کے لیے تنظیم سازی

جب مشرقی محاذ پر جنگ زور پکڑ گئی تو محاذ کے کمانڈروں حضرت خالد اور مثنیٰ رضی اللہ عنہما نے ضرورت محسوس کی کہ انھیں افرادی قوت درکار ہے کیونکہ ان کے پاس موجود فوج معرکے کی تمام ضروریات اور انتظامات کے لیے کافی نہ تھی۔ اس لیے انھوں نے حضرت ابوبکر کو افرادی قوت کی فراہمی کے لیے خط لکھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں دونوں کمانڈروں کو حکم دیا کہ مرتدوں کے ساتھ قتال کرنے والے مجاہدین کو اپنے ساتھ ملا

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:331. [2] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:332.

لیں اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کی مدد لے لیں لیکن مرتد ہونے والوں سے ہرگز حربی مدد نہ لیں حتی کہ وہ ان کے بارے میں اپنا حکم جاری کریں۔[1] چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک عراق اور شام کے محاذوں پر فوجی امداد بھیجتے رہے۔

جنگی ہدف کا تعین

اسلامی جنگوں کے منصوبے میں جنگی ہدف کا تعین کیا گیا تاکہ مجاہدین اس ہدف کو پورا کرنے کے لیے اپنی کارروائیاں کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کے لیے یہ طریقہ اس لیے اپنایا تاکہ ہر مسلمان مجاہد کو علم ہو کہ مسلمانوں کی ان فتوحات کا مقصد تمام لوگوں تک اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہے۔ اور ایسے سرکش حکمرانوں کو راستے سے ہٹانا ہے جو اسلام کی خیر و برکت کو اپنی قوم تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اس لیے اسلامی فوج کے کمانڈر جنگ سے پہلے اپنے دشمن کو درج ذیل تین پیشکشیں کرتے تھے:

- اسلام قبول کرلو۔
- جزیہ دینا شروع کردو۔
- یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔[2]

محاذوں کی ترجیحات

مرتدوں کے خلاف اولین کارروائیوں کی قیادت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس کی۔ آپ نے ان کے خلاف جہادی لشکر تیار کیے۔ لیکن دیگر محاذوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو شام اور حضرت مثنیٰ کو عراق بھیجا۔ اپنی خلافت کے پہلے سال مرتدوں کے قلع قمع کے لیے مسلمانوں کی مساعی کو منظم کیا۔ پھر جب جزیرۂ عرب میں

[1] تاريخ الطبري:4/163. [2] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:332.

مکمل یکجہتی ہوگئی اور مسلمانوں کی اپنے مضبوط ہیڈ کوارٹر سے دیگر علاقوں کی طرف محفوظ نقل و حرکت ممکن ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بھرپور کارروائیوں کا رخ عراق اور شام کے محاذوں کی طرف موڑ دیا۔ جب شامی محاذ پر امداد کی ضرورت پڑی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے طاقتور حملوں کا محور شام کو بنا دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو شام روانہ کرکے عراقی محاذ پر حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو مقرر کردیا۔

میدان معرکہ سے معزولی

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روم اور فارس کے خلاف جنگ کے لیے فوج کو تیاری کا حکم دیا تو حضرت خالد بن سعید کو تبوک روانہ کیا تاکہ وہ اس علاقے سے فوج جمع کریں اور مسلمانوں کی امداد کے لیے مرکزی مقام پر تیار رہیں۔ جب وہ یہ فریضہ ادا کرنے میں ناکام ہوگئے اور آگے بڑھ گئے تو ان کی جگہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔[1]

لڑائی کے جدید اسلوب

جب حضرت ابوبکر کو اطلاع ملی کہ رومی لشکر اہل دمشق کے ساتھ پیش قدمی کررہے ہیں تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو درج ذیل خط لکھا:

«بُثَّ خُيُولَكَ فِي الْقُرٰى وَالسَّوَادِ وَ ضَيِّقْ عَلَيْهِمُ الْمِيرَةَ وَالْمَادَّةَ وَ لَا تُحَاصِرَنَّ الْمَدَائِنَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ أَمْرِي»

''اپنے گھڑ سوار دستے بستیوں اور ان کے گردونواح میں پھیلا دو۔ دشمن کی رسد و امداد ختم کردو۔ اور میرا حکم آنے تک مدائن کا محاصرہ ہرگز نہ کرنا۔''[2]

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 334. [2] العمليات التعرضية والدفاعية عندالمسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص: 148.

پھر جب انھیں کافی تعداد میں فوج مہیا کر دی تو لکھا:

«فَإِنْ نَّاهَضُوكَ فَانْهَضْ لَهُمْ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ فَإِنَّهُ لَيْسَ يَأْتِيهِمْ مَّدَدٌ إِلَّا أَمْدَدْنَاكَ بِمِثْلِهِمْ»

''اگر دشمن تمھارے ساتھ جنگ کرے تو تم ان سے جنگ کرنا اور ان کے خلاف اللہ سے مدد مانگنا۔ اگر انھیں کوئی فوجی امداد ملی تو ہم بھی تمھیں اتنی ہی امداد بہم پہنچائیں گے۔''[1]

کمانڈروں سے محتاط خط کتابت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جہادی کمانڈروں کے درمیان پیغام رسانی کا نظام نہایت منظّم و مرتب تھا۔ قائدین کے خطوط محفوظ طریقے سے خلیفہ تک پہنچتے اور پھر کمال تیزی اور راز داری سے خلیفہ کے احکام ان تک پہنچتے۔ دشمن کو کوئی ایسا موقع نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ مسلمانوں پر غیر متوقع حملہ کر سکے۔ اس طرح مسلمانوں کی جنگی چالیں نہایت دقیق اور مضبوط بنیادوں پر قائم تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد مسلمانوں کی فتوحات اور کافروں کی ذلت و شکست کا یہ ایک اہم سبب تھا۔[2]

خلیفۂ رسول کی ذہانت و فطانت

فتوحاتِ اسلامیہ کی ابتدا میں مسلمانوں کے جنگی پلان اس لحاظ سے ممتاز تھے کہ ان کی تیاری عقل و خرد، ذہانت و فطانت اور فراست و تدبر سے مالا مال خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عسکری پلان کی وسیع تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل رفاقت میں حاصل کی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہتے ہوئے آپ کی

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 334. [1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 334.

تعلیم و توجہ سے متعدد علوم اور تجربات سیکھے تھے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انھوں نے خلافت کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں۔ انھوں نے بڑی دور اندیشی اور فہم و بصیرت سے کام لیا۔ اپنے لشکر کو اعلیٰ ترین نصائح سے نوازا اور نہایت مناسب وقت پر اپنے مجاہدین کو امداد بہم پہنچاتے رہے اور انھیں ہمت و عزیمت کا سبق دیتے رہے۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحتوں اور ہدایات سے ماخوذ اسباق

حقوق اللہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی نصیحتوں، مجاہدین کے لشکروں اور ان کے کمانڈروں کو دی جانے والی ہدایات میں حقوق اللہ کا تذکرہ کیا ہے، مثلاً: دشمن کے مقابلے میں بڑھ چڑھ کر صبر و عزیمت کا مظاہرہ کرنا۔ اللہ کی رضا کے لیے جنگ لڑنا۔ امانت ادا کرنا۔ اللہ کے دین کی نصرت میں ذاتی دوستیوں اور محبتوں کو قربان کرنا وغیرہ۔

صبر کا مظاہرہ

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو عمان بھیجا تو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

«اِتَّقِ اللّٰهَ فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ فَاصْبِرْ»

"اللہ سے ڈرنا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر و ثبات کا مظاہرہ کرنا۔"[2]

اسی طرح آپ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو بھی اس وقت صبر کی نصیحت کی جب انھیں شامی لشکر کی مدد کے لیے روانہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

«إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ فَاصْبِرْ وَ صَابِرْ وَاعْلَمْ أَنَّكَ لَا تَخْطُو خُطْوَةً وَّ لَا

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:336. [2] عيون الأخبار لأبي محمد عبدالله بن مسلم:188/1.

تُنْفِقُ نَفَقَةً وَّ لَا يُصِيبُكَ ظَمَأٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ بِهٖ عَمَلًا صَالِحًا، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ»

''جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو صبر و ثبات کا مظاہرہ کرنا۔ جان لو! تم جو قدم بھی اٹھاؤ گے اور جو کچھ خرچ کرو گے اور تمھیں جہاد فی سبیل اللہ میں جو پیاس اور بھوک لگے گی، اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ان کے بدلے نیک اعمال لکھ دے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتا۔''[1]

جہاد کا مقصد اللہ کے دین کی نصرت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب شام جانے کا حکم دیا تو انھیں لکھ بھیجا کہ وہ پوری جانفشانی سے جنگ لڑیں اور اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کریں۔ آپ نے انھیں غرور سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ شیطانی چال ہے جس سے نیک عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ انھوں نے حضرت خالد کو اس بات پر بھی خبردار کیا کہ وہ اپنے عمل کا احسان اللہ پر جتلائیں کیونکہ اصل احسان کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ توفیق دینا بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔[2] ان کے خط کے چند کلمات درج ذیل ہیں:

«فَلْيَهْنِئْكَ أَبَا سُلَيْمَانَ النِّيَّةُ وَالْحُظْوَةُ، فَأَتْمِمْ يُتَمِّمِ اللّٰهُ لَكَ وَ لَا يَدْخُلَنَّكَ عُجْبٌ فَتَخْسِرَ وَ تَخْذُلَ وَ إِيَّاكَ أَنْ تَدِلَّ بِعَمَلٍ فَإِنَّ اللّٰهَ لَهُ الْمَنُّ وَ هُوَ وَلِيُّ الْجَزَاءِ»

''ابوسلیمان! تمھیں تمھاری نیک نیت اور نصیبہ مبارک ہو۔ تم اپنی مہم مکمل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرو۔ اللہ تمھیں مکمل کرنے کی توفیق دے گا۔ لیکن تمھارے

[1] فتوح الشام للأزدي، ص: 34. [2] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص: 295.

دل میں خود پسندی نہیں ہونی چاہیے ورنہ خسارہ پاؤ گے اور ناکام ہو جاؤ گے۔ خبردار! اپنے عمل پر اترانا مت کیونکہ تمام احسان اللہ کا ہے اور وہی جزا دینے والا ہے۔''[1]

ادائے امانت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایات اور ارشادات اپنے قائدین اور مجاہدین کے لیے بڑے واضح تھے کہ وہ جو مال غنیمت جمع کریں اسے پوری امانت کے ساتھ ادا کریں۔ کوئی شخص اس میں کسی چیز کی خیانت نہ کرے بلکہ تمام مال جمع کرایا جائے تاکہ جہاد میں شرکت کرنے والے اور دشمن سے لڑائی لڑنے والے تمام مجاہدین کو برابر کا حصہ دیا جا سکے۔[2]

بطور مثال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وہ نصیحت پیش کی جاتی ہے جو انھوں نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو مال غنیمت میں احتیاط کے سلسلے میں کی تھی، وہ یہ ہے:

«اِجْتَنِبِ الْغُلُولَ فَإِنَّهُ يُقَرِّبُ الْفَقْرَ وَ يَدْفَعُ النَّصْرَ»

''مال غنیمت میں خیانت سے مکمل طور پر محتاط رہنا کیونکہ اس سے فقر قریب ہوتا ہے اور مدد دور ہوتی ہے۔''[3]

یہ وہ چند نصیحتیں تھیں جو حضرت ابوبکر نے اپنے قائدین اور مجاہدین کو حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے کی تھیں۔

حکام اور کمانڈروں کے حقوق

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر اور اپنی رعایا کو حکام اور کمانڈروں کے حقوق سے

[1] تاريخ الطبري : 202/4. [2] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح :46/1. [3] الكامل في التاريخ لابن الأثير:65,64/2.

آگاہ کیا، مثلاً انھیں کمانڈروں کی اطاعت وفرماں برداری اوران کے احکام پر تیزی سے عمل پیرا ہونے اور غنیمتوں کی تقسیم میں ان سے کسی قسم کا اختلاف نہ کرنے کے حقوق۔

کمانڈر کی اطاعت

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی توانھوں نے اپنے خطاب میں سب سے پہلے مسلمانوں کو اپنے اس عزم سے آگاہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے منہج پر چلیں گے۔ انھوں نے عوام کو اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ”خوب جان لو! جو عمل تم اللہ کے ہاں بھیجتے ہو اس میں تمھاری اطاعت بھی شامل ہے۔“[1] انھوں نے کمانڈروں کو بھی ایک دوسرے کی اطاعت کی نصیحت کی۔ اس کی مثال وہ خط ہے جو انھوں نے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ آپ نے انھیں لکھا: ”میں نے خالد بن ولید کو عراق بھیجا ہے۔ تم اپنے مجاہدین کے ساتھ اس کا استقبال کرنا اور اپنی قوم سمیت اس کی مدد کرنا، اس کے دوش بدوش چلنا۔ اس کی مخالفت اور نافرمانی نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کی یہی خوبی بیان کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ﴾

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں آپس میں نہایت مہربان ہیں۔ آپ انھیں رکوع و سجود کرتے دیکھیں گے۔ وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔“[2]

اسی طرح ملک شام کی فتح کے لیے جانے والے لشکروں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اطاعت ہی کی نصیحت کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَنْعَمَ عَلَيْكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَ أَكْرَمَكُمْ بِالْجِهَادِ

[1] تاريخ الطبري:4/44. [2] الفتح48:29. فتوح الشام للأزدي، ص:61,60.

وَ فَضَّلَكُمْ بِهٰذَا الدِّينِ عَلٰى كُلِّ دِينٍ فَتَجَهَّزُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِلٰى غَزْوِ الرُّومِ بِالشَّامِ فَإِنِّي مُؤَمِّرٌ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءَ وَ عَاقِدٌ لَّكُمْ أَلْوِيَةً فَأَطِيعُوا رَبَّكُمْ وَ لَا تُخَالِفُوا أُمَرَاءَ كُمْ، لِتَحْسُنَ نِيَّتُكُمْ وَ أَطْعِمَتُكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ»

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں اسلام کی نعمت سے سرفراز کیا ہے۔ تمھیں جہاد کی بدولت عزت دی ہے۔ دین اسلام کے ذریعے تمھیں تمام ادیان پر فضیلت دی ہے، لٰہذا اے اللہ کے بندو! غزوۂ شام کی تیاری کرو۔ میں تمھارے کمانڈر مقرر کرنے والا ہوں اور تمھارے لیے جھنڈے تیار کر رہا ہوں۔ اپنے رب کی اطاعت کرنا۔ اپنے کمانڈروں کی مخالفت نہ کرنا۔ اپنی نیت کو خالص رکھنا۔ اپنے کھانے پینے کو حلال بنانا۔ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' [1]

انھوں نے حضرت ابوبکر کو جواب دیا کہ آپ ہمارے امیر ہیں۔ ہم آپ کی رعایا ہیں۔ آپ ہمیں جو حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ ہم آپ کے حکم کے پابند ہیں۔ آپ ہمیں جہاں جانے کا حکم دیں گے ہم جائیں گے۔ [2]

جب حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کے جنگی تجربے اور مہارت کی بنا پر انھیں شامی لشکر کا امیر مقرر کیا تو حضرت ابوعبیدہ (سابقہ امیر) کو حضرت خالد کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ شام پہنچے تو انھوں نے حضرت ابوعبیدہ کو حکم دیا کہ وہ کمانڈروں کو پیغام دیں کہ وہ میری اطاعت کریں۔ حضرت ابوعبیدہ نے ضحاک بن قیس کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔ وہ لوگوں میں یہ اعلان کرنے چلے گئے کہ اسلامی لشکر کے نئے

[1] فتوح الشام للأزدي، ص: 5. [2] الفتوح لابن الأعثم: 82/1.

کمانڈر انچیف حضرت خالد بن ولید ہیں، لہٰذا ان کی فرماں برداری کی جائے تو لوگوں نے سمع و طاعت کی یقین دہانی کرائی۔ ①

اپنے معاملات امیر کے سپرد کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ ﴾

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ اسے رسول (ﷺ) اور اپنے میں سے کسی ذمہ دار حاکم کے حوالے کر دیں تو ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والے اس کی حقیقت جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند ایک کے سوا تم ضرور شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔'' ②

اللہ تعالیٰ نے رعایا کو اپنے معاملات اپنے امیر کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ صحیح علم اور صائب رائے حاصل کی جا سکے۔ اگر رعایا کو صحیح بات کا علم ہو جائے اور امیر سے مخفی رہ جائے تو وہ اسے بیان کر دیں گے اور امیر کو متنبہ کریں گے، اسی لیے مشاورت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ صحیح رائے تک پہنچا جا سکے۔ ③

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے امراء اور کمانڈروں کو شام جانے کا حکم دیا اور لشکر کے امور ان کے سپرد کیے۔ آپ نے انھیں فرمایا:

«يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! وَ يَا مُعَاذُ! وَ يَا شُرَحْبِيلُ! وَ يَا يَزِيدُ! أَنْتُمْ مِّنْ حُمَاةِ

① فتوح الشام للأزدي، ص: 189. ② النسآء 4:83. ③ الأحكام السلطانية للماوردي، ص: 48.

هٰذَا الدِّينِ وَ قَدْ فَوَّضْتُ إِلَيْكُمْ أَمْرَ هٰذِهِ الْجُيُوشِ فَاجْتَهِدُوا فِي الْأَمْرِ وَاثْبُتُوا وَ كُونُوا يَدًا وَّاحِدَةً فِي مُوَاجَهَةِ عَدُوِّكُمْ»

''اے ابوعبیدہ! اے شرحبیل! اے یزید اور اے معاذ! تم اس دین کے محافظ ہو۔ میں نے اس لشکر کا معاملہ تمھارے سپرد کیا ہے۔ پوری محنت سے معاملات نبٹانا، ثابت قدم رہنا اور دشمن کے مقابلے میں متحد ہو کر رہنا۔''[1]

پھر انھیں مجاہدین کے حالات کی خبر گیری کا حکم دیا۔ متحد و متفق رہنے کی تاکید کی تاکہ ان کی آراء مختلف نہ ہوں۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

«فَإِذَا قَدِمْتُمُ الْبَلَدَ وَ لَقِيتُمُ الْعَدُوَّ وَاجْتَمَعْتُمْ عَلٰى قِتَالِهِمْ فَأَمِيرُكُمْ أَبُوعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَ إِنْ لَّمْ يَلْقَكُمْ أَبُوعُبَيْدَةَ وَ جَمَعَتْكُمْ حَرْبٌ فَأَمِيرُكُمْ يَزِيدُبْنُ أَبِي سُفْيَانَ»

''جب تم شام پہنچ جاؤ، دشمن کا سامنا ہو جائے اور تم سب جمع ہو جاؤ تو تمھارے امیر ابوعبیدہ ہوں گے۔ اگر ابوعبیدہ تمھارے پاس نہ پہنچ پائیں اور جنگ شروع ہو جائے تو تمھارے قائد یزید بن ابی سفیان ہوں گے۔''[3]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عسکری معاملات ایک امیر کے سپرد کر دیے اور اسے لشکر کی تدبیر کا حکم دیا تاکہ ان کی آراء مختلف نہ ہوں۔ آپ نے اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«أَنْتَ أَحَدُ أُمَرَائِنَا هُنَاكَ فَإِنْ جَمَعَتْكُمْ حَرْبٌ فَأَمِيرُكُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ»

[1] فتوح الشام للأزدي، ص: 7. [2] الفتوح لابن الأعثم: 84/1. [3] فتوح الشام للأزدي، ص: 48.

”تم شام میں ہمارے کمانڈروں میں سے ایک ہو گے۔ اگر تم اکٹھے ہو کر جنگ کرو گے تو تم سب کے امیر ابوعبیدہ ہوں گے۔“ ①

آپ نے عراقی کمانڈروں سے بھی یہی سلوک کیا۔ آپ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ سے فرمایا:

«إِنِّي بَعَثْتُ إِلَيْكَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلٰى أَرْضِ الْعِرَاقِ، فَمَا أَقَامَ مَعَكَ فَهُوَ الْأَمِيرُ، فَإِنْ شَخَصَ عَنْكَ فَأَنْتَ عَلٰى مَا كُنْتَ عَلَيْهِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ»

”میں نے عراق میں تمھارے پاس حضرت خالد بن ولید کو بھیجا ہے۔ وہ جب تک تمھارے ساتھ رہیں وہی امیر ہوں گے۔ وہ تمھارے پاس سے رخصت ہو جائیں تو تم اپنے منصب پر قائم رہنا۔ والسلام۔“ ②

کمانڈر کے حکم کی فوری تعمیل

مرتدوں کی جنگ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو مسیلمہ کذاب کے بارے میں خط لکھا۔ انھوں نے حضرت خالد کو مسیلمہ کے مقابلے کے لیے جانے کا حکم دیا۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا۔ انھیں خط پڑھ کر سنایا اور ان کی رائے طلب کی۔ انھوں نے عرض کیا: ”اصل فیصلہ تو آپ کو کرنا ہے۔ ہم میں سے کوئی شخص آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔“ ③

حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو ان کی عراق میں موجودگی کے دوران خط لکھا اور آدھا لشکر لے کر شام جانے کا حکم دیا اور آدھے مجاہدین حضرت مثنیٰ بن حارثہ کے پاس

① فتوح الشام للأزدي، ص:48. ② مجموعة الوثائق السياسية لمحمد حميد الله، ص:371.
③ الفتوح لابن الأعثم:29/1.

چھوڑنے کی ہدایت کی۔ انھوں نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَأْخُذْ مُجِدًّا إِلَّا خَلَّفْتَ لَهُ مُجِدًّا»

''اگر تم ایک سرگرم مجاہد ساتھ لے کر جاؤ تو ایک سرگرم جنگجو حضرت مثنیٰ کے پاس بھی چھوڑنا۔''

حضرت خالد نے حضرت ابوبکر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ [1]

حضرت ابوبکر نے حضرت عمرو بن عاص کو قبیلۂ قضاعہ کا علاقہ چھوڑ کر یرموک پہنچنے کا حکم دیا تو انھوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ اور یزید کو بھیجا، انھیں حملہ کرنے کا حکم دیا اور بلادِ شام کے اندر تک گھسنے سے منع کیا تاکہ کوئی دشمن ان کے پیچھے سے انھیں نقصان نہ پہنچائے۔

کمانڈروں اور مجاہدین نے حضرت ابوبکر کی نصیحتوں پر پورا پورا عمل کیا۔ [2]

غنائم کی تقسیم پر اتفاق و اطمینان

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں غنائم کی تقسیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج پر گامزن رہے۔ جنگ یرموک کے خاتمے پر حضرت خالد بن ولید نے انھیں فتح کی خوشخبری اور دشمنوں سے حاصل ہونے والی غنائم کے متعلق خط لکھا۔ حضرت ابوبکر نے انھیں جواباً لکھا:

«اِجْمَعِ الْغَنَائِمَ وَالسَّبْيَ وَ مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مِنْ مَّالِ بَنِي حَنِيفَةَ فَأَخْرِجْ مِنْ ذٰلِكَ الْخُمُسَ وَوَجِّهْ بِهٖ إِلَيْنَا لِيُقْسَمَ فِيمَنْ بِحَضْرَتِنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَادْفَعْ إِلٰى كُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ وَالسَّلَامُ»

[1] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 112/1. [2] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 113/1.

''غنائم، قیدی اور جو مال فے اللہ تعالیٰ نے تمھیں بنو حنیفہ سے عطا کیا ہے اسے جمع کر لو۔ اس میں سے خمس نکال کر ہمیں بھیج دو تاکہ ہم اپنے پاس موجود مسلمانوں میں تقسیم کر سکیں۔ بقیہ مال میں سے ہر حقدار کو اس کا حق دے دو۔ والسلام۔''

حضرت ابوبکر کے تمام کمانڈر غنائم کی تقسیم اسی طریقۂ کار کے مطابق کرتے تھے۔ کوئی مجاہد اس تقسیم پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتا تھا اور مال غنیمت ان میں برابر تقسیم ہوتا تھا۔[1] اس طرح سب خوش اور مطمئن رہتے تھے۔

مجاہدین کے حقوق

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطوط اور نصائح میں مجاہدین کے حقوق کا تذکرہ موجود ہے، مثلاً: ان کی خبر گیری کرنا۔ ان کے حالات کا جائزہ لینا۔ سفر کے دوران نقل و حرکت میں ان کے ساتھ نرمی کرنا۔ ان کے احوال معلوم کرنے کے لیے ان کے نگران مقرر کرنا۔ دشمن سے جنگ کے لیے میدان کارزار کا انتخاب کرنا۔ اہل لشکر کے کھانے اور ان کے جانوروں کے چارے کا اہتمام کرنا۔ قابل اعتماد جاسوسوں کے ذریعے سے دشمن کی سرگرمیوں کی اطلاعات حاصل کرنا تاکہ اسلامی لشکر کی سلامتی یقینی بنائی جا سکے۔ انھیں جہاد کی ترغیب دینا۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے ثواب کی یاد دلانا اور شہادت کی فضیلت بیان کرنا۔ ان میں سے جو صاحبِ رائے ہے اس سے مشورہ لینا۔ ان سے حقوق الٰہی کی پابندی کرانا۔ انھیں جہاد سے بھٹکانے والی سرگرمیوں، مثلاً: تجارت، زراعت وغیرہ سے منع کرنا۔ ان نکات میں سے چند اُمور کی تفصیل حسب ذیل ہے:[2]

[1] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 120/1. [2] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 1/131-255.

مجاہدین کے حالات کی دیکھ بھال

جب مرتدوں نے اہل مدینہ کے دروازوں پر دستک دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور فرمایا:

«إِنَّ الْأَرْضَ كَافِرَةٌ وَّ قَدْ رَأٰى وَفْدُهُمْ مِّنْكُمْ قِلَّةً وَّ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ أَلَيْلًا تُؤْتَوْنَ أَمْ نَهَارًا وَّ أَدْنَاهُمْ مِّنْكُمْ عَلٰى بَرِيدٍ»

''بلاشبہ بہت سے قبائل مرتد ہو چکے ہیں۔ انھوں نے تمھاری قلیل تعداد دیکھ لی ہے۔ اب کچھ معلوم نہیں کہ تم پر رات کو حملہ ہوتا ہے یا دن کو۔ ان کافروں کا قریب ترین لشکر صرف ایک برید کے فاصلے پر ہے۔''[1]

پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں کا چناؤ کر کے مدینہ منورہ کے راستوں پر حفاظتی گارڈ مقرر کیے۔[2]

جب شام جانے والے لشکر جمع ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر راؤنڈ لگایا، لشکر کو دیکھا تو معسکر مجاہدین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور انھوں نے لشکریوں کو روانہ ہونے سے پہلے نصیحتوں سے نوازا۔ ان کے لیے دعائے خیر کی۔ ان میں علمبردار مقرر کیے اور پھر انھیں الوداع کہنے کے لیے تقریباً دو میل تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے چلے گئے۔[3]

مجاہدین کے ساتھ نرمی اور نوازش کا حکم

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کے خلاف جنگوں کے دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے مجاہدین سے نرمی کرنے کا حکم دیا۔ سفر کے دوران گائیڈ ساتھ رکھنے کا حکم بھی

[1] تاريخ الطبري: 64/4. [2] تاريخ الطبري: 64/4. [3] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 136/1.

دیا۔ ① آپ نے یہی حکم ان جنگوں میں شریک تمام کمانڈروں کو دیا تھا۔ ②

عراقی فتوحات میں جب حضرت خالد بن ولید نے اہل ''اُلَیّس'' کے ساتھ صلح کی تو صلح نامے کی شرائط میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ اہل الیس ایرانیوں کے خلاف مسلمانوں کا دفاع کریں گے اور وہ مسلمانوں کے رہنما اور مددگار ہوں گے۔ کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی نسبت اپنے علاقے کے راستوں کو زیادہ اچھی طرح جانتے تھے۔ ③

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق سے شام بھیجا تاکہ اسلامی لشکر کی مدد کریں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے رہنماؤں کو بلایا اور ان سے صحرا کے راستے شام پہنچنے کے بارے میں مشورہ کیا کیونکہ یہ مختصر ترین راستہ تھا جس پر چل کر وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی جلد از جلد مدد کر سکتے تھے، پھر رافع بن عمیرہ طائی بطور راہنما ان کے ساتھ گئے۔ ④

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو شام روانہ کیا تو انھیں نصیحت کی:

«إِذَا سِرْتَ فَلَا تُضَيِّقْ عَلٰى نَفْسِكَ وَ لَا عَلٰى أَصْحَابِكَ فِي مَسِيرِكَ»

''جب سفر کرو تو زیادہ تیزی دکھا کر اپنی جان یا اپنے ساتھیوں کو مشکل میں نہ ڈالنا۔''

چنانچہ جب بھی لشکر تیز رفتاری دکھاتا تو کوئی نہ کوئی مجاہد انھیں حضرت ابوبکر کی نصیحت یاد دلا دیتا اور کہتا کہ آپ مجاہدین کے ساتھ نرمی برتیں اور سفر کو آسان بنائیں۔ ⑤

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جب فلسطین بھیجا تو انھیں نصیحت فرمائی کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باپ جیسی شفقت کا سلوک کرنا۔ چلنے میں آسانی اور

① الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 147/1. ② مآثر الانافة للقلقشندي: 140/3. ③ الخراج لأبي يوسف، ص: 294. ④ الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 148/1. ⑤ فتوح الشام للواقدي: 23/1.

اعتدال ملحوظ رکھنا کیونکہ ان میں کمزور افراد بھی ہیں۔① حضرت ابوبکر کے کمانڈروں نے سفر کرنے میں نرمی کرنے کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے وقت اپنے ساتھ ایک گائیڈ رکھتے تھے اور ایسے آسان ترین راستوں کا انتخاب کرتے تھے جن میں پانی اور گھاس وافر مقدار میں موجود ہوتا تاکہ دشمن کی طرف بلا دقت سفر جاری رکھا جاسکے اور لشکر کی قوت کمزور اور حوصلے پست نہ ہونے پائیں۔②

مخصوص شعار (Code Word) مقرر کرنا

جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا گیا تو ان کا شعار: ''یَا مَنْصُورُ! أَمِتْ'' رکھا گیا۔ یعنی اے منصور! مار دے۔ شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جسے فوجی ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے بولتے ہیں۔③

حضرت خالد مرتدوں کے خلاف جنگ کے لیے مسیلمہ کذاب کی طرف گئے تو جنگ یمامہ والے دن ان کا شعار: ''یامحمداہ، یا محمداہ'' تھا۔④ عراق فتح کے دوران قبیلۂ تنوخ کا شعار: ''یا آل عباد اللّٰہ'' تھا۔⑤ شام کی فتح میں جنگ یرموک کے دوران ہر کمانڈر اور قبیلے کا الگ الگ شعار تھا جو انھیں ایک دوسرے سے ممتاز کرتا اور ان کی نشاندہی کرتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ کا شعار: ''أَمِتْ أَمِتْ'' (مار ڈالو، مار ڈالو) تھا۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا شعار: ''یا حزب اللّٰہ'' (اے اللہ کی جماعت) تھا۔ قبیلۂ عبس کا شعار: ''یا لَعَبَسٍ'' (اے عبس والو) تھا۔ یمن کے مشترکہ لوگوں کا شعار: ''یأ أنصار اللّٰہ'' (اے اللہ کے مددگارو!) تھا۔ قبیلۂ حمیر کا شعار: ''الفتح'' (فتح) تھا۔ قبائل دارم اور

① فتوح الشام للواقدي: 130/1. ② الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 149/1. ③ الطبقات لابن سعد: 191/2. ④ تاريخ الطبري: 111/4. ⑤ الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 174/1.

سکاسک کا شعار: ''الصبر الصبر'' تھا اور بنی مراد کا شعار: ''نَصْرَاللّٰهِ اِنْزِلْ '' (اے اللہ کی مدد! آ جا) تھا۔

جنگ یرموک کے وقت یہ مشہور ترین شعار تھے۔ [1]

دشمن سے عسکری رازوں کا تحفظ

مرتدوں کے خلاف جنگ کے لیے جانے والے کمانڈروں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کو جلد بازی اور فساد سے منع کریں اور کوئی ناواقف شخص ان کے ساتھ شامل نہ ہونے پائے حتیٰ کہ وہ اس کے بارے میں مکمل معلومات لے لیں تاکہ وہ ان کی جاسوسی نہ کر سکے اور مسلمانوں کو اس کی طرف سے نقصان کا اندیشہ نہ رہے۔ [2] آپ نے کمانڈروں کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ مرتد ہونے والوں کو اپنے ساتھ جہاد کے لیے ہرگز نہ لے کر جائیں۔ آپ نے یہ حکم مجاہدین کی حفاظت کی غرض سے دیا تھا۔ [3]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام میں اپنے کمانڈروں کو خصوصی تاکید فرمائی کہ وہ دشمن کے سفیروں کی عزت تو ضرور کریں مگر ان کی طرف سے خوب چوکنے اور خبردار بھی رہیں، تاکہ وہ اسلامی لشکر کی کمزوریوں سے واقف نہ ہونے پائیں۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ دشمن کے سفیروں کو اسلامی لشکر میں داخل نہ ہونے دیں۔ نہ کسی مجاہد سے انھیں کوئی بات کرنے دیں۔ آپ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا:

«إِذَا قَدِمَتْ عَلَيْكَ رُسُلُ عَدُوِّكَ فَأَكْرِمْ مَنْزِلَتَهُمْ فَإِنَّهُ أَوَّلُ خَبَرِكَ إِلَيْهِمْ وَ أَقْلِلْ حَبْسَهُمْ حَتّٰى يَخْرُجُوا وَ هُمْ جَاهِلُونَ بِمَا عِنْدَكَ وَامْنَعْ مِنْ قِبَلِكَ مِنْ مُحَادَثَتِهِمْ وَ كُنْ أَنْتَ الَّذِي تَلِي كَلَامَهُمْ وَ لَا

[1] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح :174/1. [2] تاريخ الطبري: 72,71/4. [3] تاريخ الطبري :163/4.

تَجْعَلْ سِرَّكَ مَعَ عَلَانِيَتِكَ فَيَمْرُجَ عَمَلُكَ»

''تمھارے پاس دشمن کے سفیر آئیں تو ان کو عزت کے ساتھ ٹھہراؤ۔ یہ تمھاری پہلی اطلاع ہے جو ان تک پہنچے گی۔ انھیں اپنے پاس زیادہ دیر نہ رہنے دو تاکہ وہ تمھارے لشکر کی اطلاعات لیے بغیر چلے جائیں۔ اپنے ساتھیوں کو ان سے گفتگو سے منع کرنا اور ان سے بذات خود مذاکرات کرنا۔ اپنے رازوں کو سر محفل بیان نہ کرنا اس سے تمھارا عمل بگڑ جائے گا۔''[1]

سفر اور قیام کے دوران لشکر کے حفاظتی اقدام

یہ اصول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے راستوں پر محافظ مقرر کرنے سے اس وقت معلوم ہوا جب انھیں خدشہ ہوا کہ بعض مرتد قبائل مدینہ منورہ پر رات کے وقت چڑھائی کریں گے۔ انھوں نے جب حضرت خالد بن ولید کو مرتدوں کے خلاف محاذ آرائی کے لیے روانہ کیا تو انھیں خبردار کیا کہ دشمن کے دھوکے اور شب خون سے بچاؤ کی تدبیر ضرور کرنا۔ آپ نے انھیں حکم دیا:

«اِحْتَرِسْ مِنَ الْبَيَاتِ فَإِنَّ فِي الْعَرَبِ غِرَّةً»

''رات کے اچانک حملے سے بچنے کے لیے سکیورٹی مقرر کرنا کیونکہ عرب اچانک حملہ کرتے ہیں۔''[2]

اسی طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شامی لشکروں کے کمانڈروں کو بھی اپنے معسکر کی حفاظت کے لیے سکیورٹی گارڈز مقرر کرنے کی نصیحت کی تھی تاکہ مجاہدین کو دشمن کے دھوکے سے بچایا جا سکے۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ سکیورٹی گارڈز پر چھاپہ مار کر ان کی تفتیش کرتے رہیں تاکہ وہ اپنی ذمہ داری کماحقہ پوری کریں۔ اس کی مثال آپ کا یہ

[1] مروج الذهب للمسعودي: 309/2. [2] عيون الأخبار لأبي محمد عبد الله بن مسلم: 44/1.

فرمان ہے جو آپ نے یزید بن ابی سفیان کو ارشاد فرمایا تھا:

«أَكْثِرْ حَرْسَكَ وَ أَكْثِرْ مَفَاجَأَتَهُمْ فِي لَيْلِكَ وَ نَهَارِكَ»

''اپنی سکیورٹی میں اضافہ کرنا اور دن رات میں ان پر وقتاً فوقتاً چھاپہ مارتے رہنا۔''[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص کو حکم دیا:

«مُرْ أَصْحَابَكَ بِالْحَرْسِ وَلْتَكُنْ أَنْتَ بَعْدَ ذٰلِكَ مُطَّلِعًا عَلَيْهِمْ وَ أَطِلِ الْجُلُوسَ بِاللَّيْلِ عَلٰى أَصْحَابِكَ وَ أَقِمْ بَيْنَهُمْ وَاجْلِسْ مَعَهُمْ»

''اپنے ساتھیوں کو سکیورٹی کا حکم دینا اور خود بھی ان کی نگرانی کرتے رہنا۔ رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ لمبی مجلس کرنا، ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھنا۔''[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمانڈروں نے اپنے اپنے لشکر کے سفر اور قیام کے دوران موثر حفاظتی اقدامات کیے اور آپ کے اسوہ کو مشعل راہ بنایا۔[3]

لشکر کی ضروریات کا خیال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ خرید کر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے فراہم کرتے تھے۔[4] دشمن سے حاصل ہونے والا مال غنیمت اس کے علاوہ تھا۔[5]

جب حضرت ابوبکر نے حضرت خالد بن ولید کو مرتدوں کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے بھیجا تو انھیں نصیحت کی کہ دشمن کے علاقے میں داخل ہونے کے بعد ہمیشہ سفر میں زاد راہ اپنے ساتھ رکھنا۔[6] حضرت ابوبکر کے کمانڈر دشمن کے ساتھ صلح نامے کی شرائط

[1] مروج الذهب للمسعودي :309/2. [2] فتوح الشام للواقدي :23/1. [3] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح :196/1. [4] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح :215/1. [5] الخراج لأبي يوسف، ص :287,286. [6] نهاية الأرب للنويري :168/6.

میں یہ شرط بھی رکھا کرتے تھے کہ وہ ان کے علاقوں سے گزرنے والے مسلمانوں کے لیے خوراک کا بندوبست کریں گے۔ ①

حضرت ابوبکر نے اپنی وصیت میں شامی لشکر کو اجازت دی تھی کہ وہ دشمن کا اونٹ یا بکرا صرف کھانے کے لیے ذبح کر سکتے ہیں۔ ②

لشکر کی صف بندی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمانڈروں نے جنگ میں نظام صف بندی اختیار کیا۔ صفوں کی تعداد موقع محل کی مناسبت سے کمانڈر کی ہدایت پر کم یا زیادہ ہو سکتی تھی۔ ③ لیکن حضرت خالد نے دشمن کو اپنی تعداد زیادہ دکھانے کے لیے بٹالین اور بریگیڈ نظام متعارف کرایا۔ اس نظام میں فوجیوں کا ایک دستہ صفوں میں اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ دوسرے دستے اور اس کے درمیان طویل مسافت رکھی جاتی ہے جس سے لشکر کی نقل و حرکت میں سہولت رہتی ہے۔

حضرت خالد نے اس طریقۂ کار کو اپنا لیا تھا اور فرمایا تھا: ''تمھارا دشمن تعداد میں بہت زیادہ ہے اور بڑا سرکش ہے۔ اب ان لوگوں کو اپنی تعداد زیادہ دکھانے کے لیے بٹالین، بریگیڈ قائم کرنے کے نظام سے بہتر کوئی نظام نہیں۔'' چنانچہ انھوں نے وسطی دستوں کا ایک گروپ حضرت ابوعبیدہ کی قیادت میں تشکیل دیا۔ میمنہ کی بٹالین پر حضرت عمرو بن عاص کو مقرر کیا۔ اس بٹالین میں حضرت شرحبیل بن حسنہ بھی تھے۔ میسرہ پر حضرت یزید بن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ اس طرح انھوں نے اپنے لشکر کی چھتیس سے چالیس بٹالین بنائیں۔ ان کا یہ نظام عربوں کے لیے بالکل جدید تھا۔ وہ اس سے پہلے اس نظام سے متعارف نہ تھے۔ انھوں نے انتظامی امور اپنے کمانڈروں میں تقسیم کر دیے۔ ④ نظام صف بندی

① الخراج لأبي يوسف، ص: 289. ② نهاية الأرب للنويري: 168/6. ③ الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح: 231/1. ④ تاريخ الطبري: 215/4.

جنگ یرموک کے بعد بھی اسلامی حربی نظام میں جاری و ساری رہا۔[1]

مجاہدین کو جنگ کی ترغیب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کو قتال کی ترغیب دیتے تھے۔ پھر انھیں مختلف طریقوں سے تقویت بھی دیتے تھے جس سے وہ کامیاب ہو جاتے تھے۔ وہ انھیں اسباب نصرت بیان کر کے جوش دلاتے تھے تا کہ دشمن ان کی نظر میں حقیر ہو جائے اور وہ پوری جرأت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوں تا کہ کامیابی ان کے لیے آسان ہو جائے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت خالد بن ولید کو جہاد کی ترغیب اور جوش دلاتے ہوئے فرمایا:

«اِحْرِصْ عَلَى الْمَوْتِ تُوهَبْ لَكَ الْحَيَاةُ»

''موت کی حرص کرنا تمھیں زندگی نصیب ہوگی۔''[2]

جب آپ نے شامی لشکر کے جھنڈے تیار کیے تو انھیں جہاد فی سبیل اللہ کا شوق دلایا۔ ان کے جذبۂ جہاد کو بیدار کیا اور دشمن پر ان کی فتح کے لیے دعائیں کیں۔[3]

شہادت کی فضیلت سے آگہی کا اہتمام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام روانہ ہونے والے لشکروں سے فرمایا:

«أَلَا إِنَّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الثَّوَابِ عَلَى الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِمَا يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يُّحِبَّ أَنْ يَّخُصَّ بِهٖ هِيَ التِّجَارَةُ الَّتِي دَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهَا وَ نَجَا بِهَا مِنَ الْخِزْيِ وَ أَلْحَقَ بِهَا الْكَرَامَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»

''خبردار! اللہ کی کتاب میں جہاد فی سبیل اللہ کا ایسا ثواب مذکور ہے کہ ہر مسلمان کو یہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ وہ تجارت ہے جو اللہ نے

[1] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح:232/1. [2] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح :238/1. [3] فتوح الشام للأزدي، ص:11-15.

بتائی ہے۔ وہ اس کے ذریعے ذلت و رسوائی سے نجات دیتا ہے اور دنیا و آخرت کی عزت اور نعمتیں عطا فرماتا ہے۔‘‘[1]

اصحاب عقل و دانش سے مشاورت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کے خلاف جنگوں، شامی فتوحات اور اسلامی معاشرے میں پیش آنے والے نت نئے فقہی اور معاشرتی مسائل میں اپنے احباب، کمانڈروں اور اصحاب دانش سے مشاورت کی۔ آپ نے اپنے کمانڈروں کو بھی حکم دیا کہ وہ باہمی خیر خواہی اور مشاورت سے معاملات نبٹائیں۔[2] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں بہترین نمونہ تھے۔ انھوں نے مرتدوں کے خلاف جنگ کے دوران حضرت عمرو بن عاص کو بلایا اور فرمایا:

«يَا عَمْرُو! إِنَّكَ ذُو رَأْيٍ فِي قُرَيْشٍ وَّ قَدْ تَنَبَّأَ طُلَيْحَةُ فَمَا تَرٰى؟......»

’’اے عمرو! تم قریش کے صاحب عقل ودانش لوگوں کے سردار ہو، طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعوی کردیا ہے۔ اب تمھاری کیا رائے ہے؟......‘‘

پھر ان سے حضرت خالد بن ولید کی کمان کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمرو نے عرض کیا: ’’وہ جنگ کا ماہر ہے۔ دشمنوں کی موت ہے۔ فاختہ کی طرح حلیم و صابر ہے۔ وہ دشمن پر شیر کی طرح جھپٹتا ہے۔‘‘ لہٰذا آپ نے حضرت خالد کو امیر لشکر مقرر کردیا۔[3] حضرت خالد بن ولید اپنی ڈیوٹی انجام دینے کے لیے روانہ ہوئے، وہ اپنے لشکر سے مشورہ کرتے تھے کہ مرتدوں کے خلاف جنگ کی پلاننگ کس طرح کی جائے۔ اور پھر قیادت اعلیٰ خلیفۃ المسلمین کو لشکر کی رائے سے مطلع کرتے تھے۔[4]

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور رومیوں سے معرکہ آرائی

[1] تاريخ الطبري :208/4. [2] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين لنهاد عباس الجبوري، ص:143. [3] تاريخ اليعقوبي:129/2. [4] الفتوح لابن الأعثم :29/1.

کا پروگرام بنایا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام کی ایک جماعت سے مشورہ کیا۔ ان کی مشاورت کے بعد آپ نے لشکر کو شام روانگی کا حکم دیا۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شامی کمانڈروں کو جو ہدایات دیں ان میں ساتھیوں کے ساتھ مشاورت کا حکم بھی تھا۔ آپ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

«هٰذَا رَبِيعَةُ بْنُ عَامِرٍ مِّنْ ذَوِي الْعُلَاءِ وَالْمَفَاخِرِ قَدْ عَلِمْتَ صَوْلَتَهُ وَ قَدْ ضَمَمْتُهُ إِلَيْكَ وَ أَمَّرْتُكَ عَلَيْهِ فَاجْعَلْهُ فِي مُقَدِّمَتِكَ وَ شَاوِرْهُ فِي أَمْرِكَ وَ لَا تُخَالِفْهُ»

''یہ ربیعہ بن عامر [2] ہے۔ بڑا سردار آدمی ہے۔ اس کی شان وشوکت اور رعب و دبدبے کا تمھیں علم ہے۔ میں نے اسے تمھارے لشکر میں شامل کر کے تمھیں اس کا امیر بنایا ہے۔ اسے مقدم رکھنا۔ اپنے معاملات میں اس سے مشورہ کرنا۔ اس کی مخالفت نہ کرنا۔''

حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں آپ کی یہ قیمتی ہدایات محبت واکرام کے ساتھ پوری کروں گا۔''

حضرت ابوبکر نے مزید فرمایا: ''جب سفر کرو تو دوران سفر اپنے آپ اور ساتھیوں کو مشکل میں نہ ڈالنا، اپنی قوم اور ساتھیوں پر ناراض نہ ہونا، ان سے مشورہ کرنا اور عادل حکام مقرر کرنا۔'' [3]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید سے یہ بھی کہا:

«إِذَا اسْتَشَرْتَ فَاصْدُقِ الْخَبَرَ تَصْدُقْ لَكَ الْمَشْوَرَةُ وَ لَا تَكْتُمِ الْمُسْتَشَارَ فَتُؤْتٰى مِنْ قِبَلِ نَفْسِكَ»

[1] الفتوح لابن الأعثم: 81/1. [2] حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور اہل فلسطین میں شمار ہوتے ہیں۔ فتوحات میں ان کا کردار بڑا اہم تھا۔ [3] فتوح الشام للواقدي: 22/1.

”جب مشورہ کرو تو سچی بات کرنا، تمھیں بہترین مشورہ ملے گا، مشاورت میں کوئی بات نہ چھپانا، اس سے تمھیں نقصان ہوگا۔“[1]

اس کے علاوہ بھی آپ نے مشاورت کے سلسلے میں انھیں کئی ہدایات دیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شامی لشکر کے امراء کو بھی ایسی ہی ہدایات دی تھیں۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمانڈروں نے مشاورت کے متعلق ان کی ہدایات پر مکمل عمل کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرو بن عاص سے فرمایا: ”اے عمرو! تم نے بہت سی جنگوں میں شرکت کی۔ مسلمانوں کو تمھاری رائے اور جنگوں میں شرکت سے برکت ملی۔ میں تمھارا ساتھی ہوں۔ ہر چند تمھارا امیر بنایا گیا ہوں۔ میں تمھارے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا، لہٰذا مجھے روزانہ مشورہ دیتے رہنا، اس کے بغیر چارہ نہیں۔ میں تمھاری رائے سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔“[3] اس کے ساتھ ساتھ میدان معرکہ کے جرنیل اپنی مرکزی کمان سے جنگی پلاننگ، حربی کارروائی میں پیش آنے والی مشکلات اور قیدیوں کے مسائل کے بارے میں مشاورت کرتے رہتے تھے۔[4]

حقوق اللہ ادا کرنے کا التزام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے کمانڈروں کو حقوق اللہ کی ادائیگی کے التزام کا حکم دیتے تھے۔ آپ نے حضرت عمرو بن عاص کو ارض فلسطین بھیجا تو انھیں فرمایا:

«اِتَّقِ اللّٰهَ فِي سِرِّكَ وَ عَلَانِيَتِكَ وَاسْتَحْيِهِ فِي خَلَوَاتِكَ؛ فَإِنَّهُ يَرَاكَ فِي عَمَلِكَ وَ قَدْ رَأَيْتَ تَقْدِيمِي لَكَ عَلٰى مَنْ هُوَ أَقْدَمُ مِنْكَ سَابِقَةً وَّ أَقْدَمُ حُرْمَةً فَكُنْ مِّنْ عُمَّالِ الْآخِرَةِ وَ أَرِدْ بِعَمَلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَكُنْ وَّالِدًا لِّمَنْ

[1] مروج الذهب للمسعودي :309/2. [2] فتوح الشام للأزدي، ص:13-21. [3] فتوح الشام للأزدي، ص: 51 و 84. [4] الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح :272/1.

مَّعَكَ وَالصَّلَاةَ ثُمَّ الصَّلَاةَ أَذِّنْ بِهَا إِذَا دَخَلَ وَقْتُهَا وَ لَا تُصَلِّ صَلَاةً إِلَّا بِأَذَانٍ يَّسْمَعُهُ أَهْلُ الْعَسْكَرِ وَاتَّقِ اللّٰهَ إِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ وَ أَلْزِمْ أَصْحَابَكَ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ وَانْهَهُمْ عَنْ ذِكْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا كَانَ مِنْهَا؛ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُورِثُ الْعَدَاوَةَ بَيْنَهُمْ وَ أَعْرِضْ عَنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا حَتّٰى تَلْتَقِيَ بِمَنْ مَّضٰى مِنْ سَلَفِكَ وَ كُنْ مِّنَ الْأَئِمَّةِ الْمَمْدُوحِينَ فِي الْقُرْآنِ؛ إِذْ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۝ ﴾

’’خلوت وجلوت میں اللہ سے حیا کرنا اور ڈرنا۔ وہ ہر آن تمھارا عمل دیکھ رہا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں نے تمھیں ان لوگوں پر فوقیت دی ہے جو تم سے پہلے اسلام لائے اور تم سے زیادہ اعزاز واکرام والے ہیں۔ پس آخرت کی کامیابی والے کام کرنا۔ صرف اللہ کی رضا کے لیے اعمال انجام دینا۔ اپنے ساتھیوں کے لیے باپ کی طرح شفیق ہو جانا۔ خبردار! نمازوں کا کامل اہتمام کرنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان دینا۔ اذان ایسی آواز میں ہو کہ سارا معسکر سن لے۔ دشمن سے ٹکراؤ ہو تو اللہ سے ڈرنا۔ اپنے ساتھیوں کو قرآن مجید کی تلاوت کا پابند بنانا۔ انھیں ایام جاہلیت کے تذکرے سے منع کرنا کیونکہ یہ ان کے مابین عداوت کا باعث بنے گا۔ دنیا کی زیب وزینت سے دور بھاگنا حتی کہ اپنے سلف سے جا ملو۔ ان ائمہ جیسے بن جاؤ جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۝ ﴾

''اور ہم نے انھیں امام بنایا۔ وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو) راہ ہدایت بتاتے تھے۔ اور ہم نے ان پر نیکیاں کرنے، نماز قائم رکھنے اور زکاۃ دینے کی وحی کی۔ اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔''①

یہ وہ اہم ترین حقوق اللہ اور حقوق امیر و رعایا ہیں جنھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی نصائح اور کمانڈروں کے نام اپنے مراسلات میں بیان کیا تھا۔

رومیوں اور ایرانیوں پر مسلمانوں کی فتح اور غلبے کا راز

اسلامی فتوحات کی تحریک کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لشکر شام اور عراق گئے تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ رومیوں اور ایرانیوں کی سپر پاورز کو روند کر کامیاب و کامران لوٹے۔ یہ جنگی تاریخ کی ایک نادر مثال ہے کہ مجاہدین اسلام نے انتہائی مستعدی اور کامیابی کے ساتھ نہایت قلیل وقت میں ان دونوں سپر پاورز کو فتح کرلیا۔ اس قدر قلیل مدت میں اتنی اعلیٰ کامیابی کے متعدد اسباب ہیں۔ کچھ اسباب فاتح مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ کا تعلق ان مفتوحہ اقوام سے ہے جن کے علاقے مسلمانوں نے فتح کیے۔

مسلمانوں سے متعلقہ اسباب کامرانی درج ذیل ہیں:

- مسلمانوں کا دین حق پر ناقابلِ تسخیر ایمان جس کے لیے وہ جنگ لڑ رہے تھے۔
- مسلمانوں کا رزق، موت، قضا اور قدر کے بارے میں اپنے رب پر کامل یقین۔
- مسلمانوں کی جنگی مہارت و تجربہ۔
- دیگر اقوام کے ساتھ مسلمانوں کا عمدہ اخلاق، فیاضانہ سلوک اور عادلانہ رویہ۔
- مفتوحہ اقوام سے جزیہ اور خراج کی وصولی میں مسلمانوں کی رحم دلی اور ان کے ساتھ

① الأنبیآء 73:21. الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية للدكتور سليمان بن صالح :251/1.

عہد و پیمان کی پاسداری۔

* مسلمانوں کے عظیم قائدین اور کثیر مجاہدین کا لشکر۔
* مضبوط و مربوط جدید جنگی پلاننگ۔[1]

مفتوحہ اقوام کے زوال اور شکست کے اہم ترین اسباب یہ ہیں:

* رومیوں اور ایرانیوں کا داخلی ضعف انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ یہ دونوں اقوام اندرونی طور پر کمزور ہو چکی تھیں۔ جگہ جگہ ظلم و ستم کے الاؤ بھڑک رہے تھے۔ فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی۔ بدکاری عام ہو چکی تھی۔ ان کی تہذیب کھوکھلی اور بوسیدہ ہو گئی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کے حکمرانوں کی عیش پرستی نے ان کی تہذیب کو تباہ کر دیا تھا۔
* یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے منہج سے ہٹے ہوئے تھے اور ان پر اللہ کا وہ قانونِ مکافاتِ عمل لاگو ہو چکا تھا جو کسی پر رحم نہیں کرتا۔

اس کے مقابلے میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے منہج پر چلنے کی وجہ سے عزت سے نوازا۔ انھوں نے فتح و غلبہ کے اسباب اختیار کیے اور اس کی شرائط پر عمل کیا۔ انھوں نے دیگر اقوام کے ساتھ سنن الٰہی کے مطابق رویہ اختیار کیا۔ انھوں نے نئے شہر اور نئی بستیاں آباد کیں۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے طریقۂ الٰہی کو اپنایا، اس لیے وہ کامیاب رہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ رومی اور ایرانی اس حد تک کمزور ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کے لیے ان کا کام تمام کرنا بہت زیادہ آسان ہو گیا تھا بلکہ انھوں نے اپنی کمزوریوں کے باوجود مسلمانوں کے مقابلے کے لیے زبردست تیاری کی تھی۔ لاکھوں فوجیوں کے لشکر مسلح و منظم کیے جن میں تربیت یافتہ لڑاکا دستے شامل تھے۔ دشمن کے فوجی مسلمانوں سے تعداد اور اسلحہ میں کہیں زیادہ تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے جدید اسلحہ بھی استعمال کیا جو

[1] تاريخ الدعوة إلى الإسلام للدكتور يسري محمد هاني، ص:222-227.

مسلمانوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، مثلاً: ہاتھی اور لوہے کے گرم کانٹے جو وہ مسلمانوں پر قلعوں کے اندر سے پھینکتے تھے اور انھیں شکار کر لیتے تھے۔

اسی طرح یہ گمان کرنا بھی غلط ہے کہ رومیوں نے مسلمانوں کو کمزور سمجھتے ہوئے ان کے مقابلے کے لیے مناسب تیاری نہیں کی تھی۔ ابن عساکر کی روایت بھی اس کا رد کرتی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ہرقل نے حمص میں اپنے کمانڈروں کو جمع کیا اور ان سے کہا: ''میں تمھیں اسی خطرے سے ڈراتا تھا لیکن تم نے میری بات نہیں مانی تھی۔ اب عرب لوگ ایک مہینے کی مسافت طے کر کے آتے ہیں، تم پر حملہ کرتے ہیں اور صحیح سلامت لوٹ جاتے ہیں۔'' ہرقل کے بھائی نے مشورہ دیا کہ بلقاء میں سرحد کی حفاظت کے لیے ایک فورس بھیج دیں، چنانچہ اس نے اپنے ایک ساتھی کی قیادت میں سرحد پر فورس متعین کر دی۔ یہ فورس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں اسلامی لشکروں کے شام آنے تک وہیں تعینات رہی۔[1]
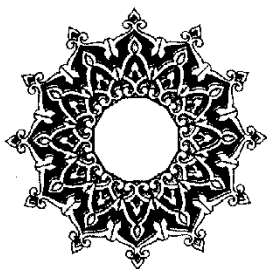
[1] تاریخ الدعوة إلی الإسلام للدکتور یسري محمد هاني، ص:338.

12

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی
- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وقتِ رحلت
- حاصل مطالعہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«مَا أَحَدٌ أَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيفَتِهِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى»

”مجھے اس کفن میں لپٹے ہوئے شخص (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں جو اپنے درخشاں نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس جا رہا ہے۔“

(تاریخ الإسلام للذهبي: 3/120)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ! وَلَّيْتُهُ بِغَيْرِ أَمْرِ نَبِيِّكَ وَ لَمْ أُرِدْ بِذٰلِكَ إِلَّا صَلَاحَهُمْ وَخِفْتُ عَلَيْهِمُ الْفِتْنَةَ وَاجْتَهَدْتُّ لَهُمْ رَأْيِي فَوَلَّيْتُ عَلَيْهِمْ خَيْرَهُمْ وَ أَحْرَصَهُمْ عَلٰى مَا أَرْشَدَهُمْ وَ قَدْ حَضَرَنِي مِنْ أَمْرِكَ مَا حَضَرَ فَأَخْلِفْنِي فِيهِمْ فَهُمْ عِبَادُكَ»

”اے اللہ! میں نے اسے والی (خلیفہ) بنا دیا ہے، اگرچہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والی مقرر نہیں کیا تھا۔ میرا مقصد مسلمانوں کی اصلاح اور خیر خواہی ہے۔ میں ان کے فتنے میں مبتلا ہونے سے ڈرا۔ میں نے اپنی سوچ کے مطابق پوری دیانتداری سے ان میں سے بہترین شخص کو ان کا امیر مقرر کیا ہے جو ان کی بھلائی کا سب سے بڑھ کر حریص ہے۔ اے اللہ! میرے پاس تیرا فیصلہ آنے والا ہے۔ پس تو ہی ان میں میرا خلیفہ ہو جا۔ بے شک یہ تیرے ہی بندے ہیں۔“

(الطبقات لابن سعد: 3/199)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی

ہجرت نبوی کے تیرھویں سال جمادی الآخرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی بیماری شدید ہوگئی۔[1] جب انھیں اپنی بیماری کی شدت کا احساس ہوا تو انھوں نے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور فرمایا:

«إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ بِي مَا قَدْ تَرَوْنَ وَ لَا أَظُنُّنِي إِلَّا مَيِّتًا لِّمَا بِي وَ قَدْ أَطْلَقَ اللّٰهُ أَيْمَانَكُمْ مِنْ بَيْعَتِي وَ حَلَّ عَنْكُمْ عُقْدَتِي وَ رَدَّ عَلَيْكُمْ أَمْرَكُمْ فَأَمِّرُوا عَلَيْكُمْ مَّنْ أَحْبَبْتُمْ فَإِنَّكُمْ إِنْ أَمَّرْتُمْ فِي حَيَاةٍ مِّنِّي كَانَ أَجْدَرَ أَنْ لَّا تَخْتَلِفُوا بَعْدِي»

''میری بیماری تو تم دیکھ ہی رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ میں اپنی اسی بیماری میں فوت ہوجاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے میری بیعت سے تمھارے ہاتھ کھول دیے ہیں۔ میری خلافت کی ذمہ داری بھی اب ختم ہی سمجھو۔ اب تمھارا معاملہ تمھارے سپرد ہے۔ تم جسے پسند کرو اپنا امیر مقرر کرلو۔ اگر تم میری زندگی میں اپنا امیر مقرر کرلوگے تو میرے بعد اختلافات سے بچ جاؤ گے۔''[2]

[1] البداية والنهاية: 18/7، و تاريخ الطبري: 238/4. [2] التاريخ الإسلامي للحميدي: 258/9.

خلیفہ کے چناؤ کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اقدامات

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کبار مہاجرین اور انصاری صحابۂ کرام سے طویل مشاورت ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو ہر شخص نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے سے معذرت کی اور کسی دوسرے شخص کو مقرر کرنے کا مشورہ دیا کہ فلاں شخص میں مجھ سے زیادہ اہلیت وصلاحیت ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر تمام صحابۂ کرام نے عرض کیا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہماری رائے یہ ہے کہ آپ خود ہی کسی کو مقرر کردیں۔'' حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«فَأَمْهِلُونِي حَتّٰى أَنْظُرَ لِلّٰهِ وَ لِدِينِهِ وَ لِعِبَادِهِ»

''اچھا! تو پھر مہلت دو کہ میں اللہ، اس کے دین اور اس کے بندوں کے لیے بہترین آدمی منتخب کرسکوں۔''

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے پوچھا:

«أَخْبِرْنِي عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ؟»

''مجھے عمر بن خطاب کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسا رہے گا؟''

انھوں نے عرض کیا: ''آپ اس بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔''

حضرت ابوبکر نے فرمایا: «وَ إِنْ» ''ہر چند ایسا ہی ہے لیکن تم پھر بھی بتاؤ۔''

اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا: ''اللہ کی قسم! آپ کا انتخاب بہترین انتخاب ہے۔''

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

«أَخْبِرْنِي عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ؟»

''مجھے عمر بن خطاب کے بارے میں مشورہ دو۔''

انھوں نے عرض کیا: ''آپ ان کے متعلق ہم سے بہتر جانتے ہیں۔''

حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«عَلٰى ذٰلِكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ؟» ''اے ابوعبداللہ! کیا واقعی تمھاری یہی رائے ہے؟''

حضرت عثمان نے عرض کیا: ''بلاشبہ میرے علم میں ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہت بہتر ہے اور ہمارے مابین ان جیسا کوئی نہیں۔''

حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَاللّٰهِ! لَوْ تَرَكْتَهٗ مَاعُدْتُكَ» ''اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ یہ بات نہ بھی کرتے تب بھی میں آپ سے مزید کچھ نہ پوچھتا۔''

پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر مشورہ کیا تو انھوں نے عرض کیا:

''یقیناً میرے علم کے مطابق آپ کے بعد وہی بہترین منتخب کردہ ہیں۔ وہ اللہ ہی کے لیے راضی اور اللہ ہی کے لیے ناراض ہونے والے ہیں۔ جو عمل وہ خفیہ کرتے ہیں وہ ان کے ظاہری اعمال سے بھی بہتر ہیں۔ وہ خلافت کے لیے نہایت موزوں اور مضبوط شخصیت ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی نہیں جو اس ذمہ داری کو بخوبی نبھا سکے۔''

اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سعید بن زید اور دیگر انصار اور مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ تقریباً سبھی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں انھی سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا، البتہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی سے ڈر گئے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

''آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی کا علم ہے۔ جب عمر کو جانشین بنانے کے متعلق آپ کا پروردگار آپ سے پوچھے گا تو آپ کیا جواب دیں گے؟''

اس پر حضرت ابوبکر نے فرمایا:

«أَجْلِسُونِي، أَبِاللّٰهِ تُخَوِّفُونِي؟ خَابَ مَنْ تَزَوَّدَ مِنْ أَمْرِكُمْ بِظُلْمٍ،

أَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمْ خَيْرَ أَهْلِكَ»

''مجھے بٹھادو۔ کیا تم مجھے اللہ کا خوف دلاتے ہو؟ وہ شخص نامراد ہوگیا جس نے تمھارے معاملات میں ادنیٰ سا بھی ظلم کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں:

''اے اللہ! میں نے مسلمانوں پر تیرا بہترین بندہ مقرر کیا ہے۔''[1]

آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''عمر سخت اس لیے تھے کہ وہ مجھے نرم مزاج پاتے تھے۔ اگر ان پر خلافت کا بوجھ پڑا تو وہ بڑی حد تک سختی چھوڑ دیں گے۔''[2]

❁ بعد ازاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت لکھوائی جو مدینہ منورہ کے باشندوں اور انصار تک لشکر کے امراء کے ذریعے پہنچائی گئی۔ آپ کی وصیت درج ذیل ہے:

«بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ: هٰذَا مَاعَهِدَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ فِي آخِرِ عَهْدِهِ بِالدُّنْيَا خَارِجًا مِّنْهَا وَ عِنْدَ أَوَّلِ عَهْدِهِ بِالْآخِرَةِ دَاخِلًا فِيهَا، حَيْثُ يُؤْمِنُ الْكَافِرُ وَ يُوقِنُ الْفَاجِرُ وَ يَصْدُقُ الْكَاذِبُ، إِنِّي اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَ أَطِيعُوا وَ إِنِّي لَمْ آلُ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَ دِينَهُ وَ نَفْسِي وَ إِيَّاكُمْ خَيْرًا، فَإِنْ عَدَلَ فَذٰلِكَ ظَنِّي بِهِ وَ عِلْمِي فِيهِ وَ إِنْ بَدَّلَ فَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا اكْتَسَبَ وَ الْخَيْرَ أَرَدْتُّ وَ لَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝﴾

''بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ وصیت ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے اس دنیا سے

[1] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 79/2، والتاريخ الإسلامي لمحمود شاكر، ص: 101.

[2] الكامل في التاريخ لابن الأثير: 79/2.

رخصت ہوتے وقت اور آخرت کی زندگی میں پہلا قدم رکھتے ہوئے لکھوائی۔ یہ ایسا موقع ہے جب کافر کو بھی یقین آ جاتا ہے، فاجر شخص کو بھی اصل حقیقت نظر آ جاتی ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔

بے شک میں نے اپنے بعد تمھارا خلیفہ عمر بن خطاب کو مقرر کیا ہے۔ تم اس کی فرماں برداری اور اطاعت کرنا، یقیناً میں نے اللہ، اس کے رسول، اس کے دین، اپنی جان اور تمھاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اگر اس نے عدل و انصاف کیا تو میرا اس کے بارے میں یہی علم و یقین ہے اور اگر وہ بدل گیا تو ہر شخص اپنی ہی کمائی پائے گا۔ میں نے خیر کا ارادہ کیا ہے اور میں علم غیب نہیں رکھتا:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾

''اور ظالم لوگ جلد جان لیں گے کہ کون سی لوٹنے کی (خوفناک) جگہ وہ لوٹیں گے۔''[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امت محمدیہ کے ساتھ آخری بہترین خیر خواہی ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ دنیا کا مال و متاع آہستہ آہستہ مسلمانوں کے پاس آ رہا ہے، جبکہ ان کی قوم میں بڑا قدیمی فقر و فاقہ موجود تھا، جونہی وہ یہ مال و دولت دیکھیں گے تو ان کی خواہشات جاگ اٹھیں گی اور ان کی آزمائش کا باعث بنیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دنیاوی دولت سے ڈراتے ہوئے فرمایا تھا:[2]

«فَوَاللّٰهِ! لَا الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَ لٰكِنْ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَ تُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ»

[1] الشعرآء 26:227. [2] أبوبكر رجل الدولة لمجدي حمدي، ص:99.

''اللہ کی قسم! مجھے تمھارے فقر وفاقے کا ڈر نہیں۔ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ تمھیں دنیا کی نعمتیں وسیع پیمانے پر حاصل ہوں گی جیسے تم سے پہلی قوموں کو حاصل تھیں۔ پھر تم بھی انھی کی طرح ان نعمتوں کے پیچھے لگ جاؤ گے جیسے ان قوموں نے کیا تھا، پھر یہ دنیا تمھیں بھی اسی طرح ہلاک کردے گی جس طرح اس نے سابقہ امتوں کو ہلاک کیا تھا۔''[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کو لاحق ہونے والے اس مرض کی تشخیص کی اور اس کا کامیاب علاج کیا اور رکاوٹ کے طور پر اس کے سامنے بلند و بالا پہاڑ رکھ دیا۔ جب دنیا اس کی طرف متوجہ ہوتی تو ناکام و نامراد پلٹ جاتی۔ جی ہاں! یہ وہی ہستی ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

«إِيهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ»

''ہاں ہاں ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جس گلی میں تم چل رہے ہوتے ہو شیطان اس گلی سے بھاگ کر دوسری گلی میں چلا جاتا ہے۔''[2]

امت محمدیہ پر جتنے بڑے بڑے مصائب آئے وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی شروع ہوئے۔ گویا حضرت ابوبکر کا عمر کو اپنا جانشین مقرر کرنا آپ کی زبردست فراست اور دور اندیشی کی بہترین دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ذہانت و فطانت میں سب سے بڑھ کر تین افراد ہیں:

1. حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں مذکور وہ لڑکی جس نے اپنے والد سے کہا تھا: ابا جان!

[1] صحيح البخاري، حديث:3158. [2] صحيح البخاري، حديث:3683.

اسے مزدور رکھ لیں کیونکہ بہترین مزدور وہ ہوتا ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو اور اس میں یہ دونوں صفات موجود ہیں۔

❷ وہ شخص جس نے یوسف علیہ السلام کو خرید کر اپنی بیوی سے کہا تھا: اس بچے کو عزت و اکرام سے رکھو ممکن ہے یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔

❸ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ مضبوط بند تھے جو امت محمدیہ اور فتنوں کی منہ زور موجوں کے درمیان حائل تھے۔[2]

✤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہ مکمل ہوش و حواس کے ساتھ لوگوں کو یہ فیصلہ سنا دیں تاکہ کوئی التباس و اختلاف واقع نہ ہو، لہٰذا آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

«أَتَرْضَوْنَ بِمَنْ أَسْتَخْلِفُ عَلَيْكُمْ؟ فَإِنِّي وَاللّٰهِ! مَا أَلَوْتُ مِنْ جُهْدِ الرَّأْيِ وَ لَا وَلَّيْتُ ذَا قَرَابَةٍ وَّ إِنِّي قَدِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاسْمَعُوا لَهٗ وَ أَطِيعُوا»

''میں جسے تمھارا خلیفہ مقرر کردوں تم اس پر راضی ہو گے؟ اللہ کی قسم! میں نے اس انتخاب کے لیے پوری محنت کی ہے۔ میں نے اپنے کسی رشتہ دار کو جانشین نہیں بنایا۔ بلاشبہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تمھارا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ تم اس کی اطاعت و فرماں برداری کرو۔''

سب نے کہا: ''ہم نے آپ کا فیصلہ سن لیا اور آپ کی اطاعت کی۔''[3]

✤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دل کی گہرائیوں سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کیں۔

① مجمع الزوائد للهيثمي: 10/268. امام ہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت کو امام طبرانی نے دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ ایک سند کے راوی صحیح بخاری والے ہیں۔ اسے امام حاکم نے بیان کر کے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ② أبوبكر رجل الدولة لمجدي حمدي، ص: 100. تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: صحیح البخاري، حدیث: 7096. ③ تاریخ الطبري: 4/248.

آپ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا:

«اَللّٰهُمَّ! وَلَّيْتُهُ بِغَيْرِ أَمْرِ نَبِيِّكَ وَ لَمْ أُرِدْ بِذٰلِكَ إِلَّا صَلَاحَهُمْ وَخِفْتُ عَلَيْهِمُ الْفِتْنَةَ وَاجْتَهَدْتُّ لَهُمْ رَأْيِي فَوَلَّيْتُ عَلَيْهِمْ خَيْرَهُمْ وَ أَحْرَصَهُمْ عَلَى مَا أَرْشَدَهُمْ وَ قَدْ حَضَرَنِي مِنْ أَمْرِكَ مَا حَضَرَ فَأَخْلِفْنِي فِيهِمْ فَهُمْ عِبَادُكَ»

''اے اللہ! میں نے اسے والی (خلیفہ) بنا دیا ہے، اگرچہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والی مقرر نہیں کیا تھا۔ میرا مقصد مسلمانوں کی اصلاح اور خیرخواہی ہے۔ میں ان کے فتنے میں مبتلا ہونے سے ڈرا۔ میں نے اپنی سوچ کے مطابق پوری دیانتداری سے ان میں سے بہترین شخص کو ان کا امیر مقرر کیا ہے جو ان کی بھلائی کا سب سے بڑھ کر حریص ہے۔ اے اللہ! میرے پاس تیرا فیصلہ آنے والا ہے۔ پس تو ہی ان میں میرا خلیفہ ہو جا۔ بے شک یہ تیرے ہی بندے ہیں۔''[1]

❊ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت نامہ پڑھ کر لوگوں کو سنانے کی ذمہ داری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سونپی اور انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لے لی۔ انھوں نے اس فیصلے کے نفاذ سے پہلے مزید توثیق کرائی تاکہ بعد میں کوئی منفی پہلو سامنے نہ آئے، لہٰذا انھوں نے لوگوں سے کہا:

''اس خط میں جس شخص کا نام ہے کیا تم اس کی بیعت کرتے ہو؟''

سب نے کہا: ''جی ہاں۔''

اس طرح تمام لوگوں نے متفقہ طور پر حضرت عمر کی جانشینی کا اقرار کیا اور اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔[2]

[1] الطبقات لابن سعد:199/3، وتاريخ المدينة لابن شبة:665/2-669. [2] الطبقات لابن سعد:200/3.

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انعقاد کیا۔ جب لوگوں کو وصیت نامہ پڑھ کر سنایا گیا اور وہ اس پر راضی ہوئے تو وہ حضرت عمر کی طرف لپکے اور ان کی بیعت کرنے لگے۔ ان کی بیعت حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد نہیں ہوئی بلکہ پہلے ہی ہوگئی تھی۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی وفات کے فوراً بعد خلیفۃ المسلمین کی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت اہل حل وعقد کے اتفاق اور ارادے کے مطابق قائم ہوئی تھی کیونکہ انھی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کے انتخاب کا حق دیا تھا۔ انھوں نے اس کام کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تھا، لہٰذا انھوں نے مشاورت کے بعد خلیفہ نامزد کیا۔ پھر یہ چناؤ لوگوں کے روبرو پیش کیا تو انھوں نے اس کا اقرار کیا، اسے قبول کیا اور اس پر مکمل اتفاق کیا۔ اہل حل وعقد ہی اس امت کے پارلیمینٹیرین ہیں۔ اس طرح حضرت عمر کا انتخاب شوریٰ کے صحیح ترین اور عدل وانصاف کے مثالی ومعیاری نظام کے تحت ہوا۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ کے لیے طریقِ انتخاب بہرحال عین شورائی طریقہ ہے۔ ہر چند اس انتخاب میں جو اقدامات کیے گئے وہ ویسے نہ تھے جیسے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اپنے انتخاب کے وقت عمل میں لائے گئے۔[3]

اس طرح حضرت عمر کی امارت وخلافت شوریٰ کے فیصلے اور کامل اتفاق سے طے ہوئی۔ تاریخ میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو ان کی خلافت کے بارے میں کوئی اختلاف بیان کرتی ہو۔ نہ ان کے طویل عہد خلافت میں ان کے خلاف کوئی امیدوار کھڑا ہوا بلکہ

[1] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص:272.
[2] أبوبكر الصديق للطنطاوي، ص: 237. [3] دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص:273.

ان کے عہد خلافت میں سب کا اتفاق تھا۔ سب ان کے فرمانبردار تھے اور پوری امت متحد و متفق تھی۔ ①

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو تنہائی میں متعدد نصیحتیں کیں تاکہ وہ ہر قسم کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو کر اپنے رب کے پاس جاسکیں، جبکہ وہ امت کی خدمت اور خیر خواہی کے لیے بھرپور محنت کر چکے تھے۔ ②

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

«اِتَّقِ اللّٰهَ يَا عُمَرُ، وَاعْلَمْ أَنَّ لِلّٰهِ عَمَلًا بِالنَّهَارِ لَا يَقْبَلُهُ بِاللَّيْلِ وَ عَمَلًا بِاللَّيْلِ لَا يَقْبَلُهُ بِالنَّهَارِ وَ أَنَّهُ لَا يَقْبَلُ نَافِلَةً حَتّٰى تُؤَدِّيَ فَرِيضَتَهُ وَإِنَّمَا ثَقُلَتْ مَوَازِينُ مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاتِّبَاعِهِمُ الْحَقَّ فِي دَارِ الدُّنْيَا وَ ثِقَلَهُ عَلَيْهِمْ وَ حُقَّ لِمِيزَانٍ يُّوضَعُ فِيهِ الْحَقُّ غَدًا أَنْ يَّكُونَ ثَقِيلًا وَّ إِنَّمَا خَفَّتْ مَوَازِينُ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاتِّبَاعِهِمُ الْبَاطِلَ وَ حُقَّ لِمِيزَانٍ يُّوضَعُ فِيهِ الْبَاطِلُ غَدًا أَنْ يَّكُونَ خَفِيفًا وَّ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذَكَرَ أَهْلَ الْجَنَّةِ فَذَكَرَهُمْ بِأَحْسَنِ أَعْمَالِهِمْ وَ تَجَاوَزَ عَنْ سَيِّئِهِ، فَإِذَا ذَكَرْتُهُمْ قُلْتُ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَّا أَلْحَقَ بِهِمْ وَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذَكَرَ أَهْلَ النَّارِ، فَذَكَرَهُمْ بِأَسْوَءِ أَعْمَالِهِمْ وَرَدَّ عَلَيْهِمْ أَحْسَنَهُ، فَإِذَا ذَكَرْتُهُمْ، قُلْتُ:

① النظرية السياسية الإسلامية لضياء الريس، ص:181. ② دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص:272.

إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَّا أَكُونَ مَعَ هٰؤُلَاءِ؛ لِيَكُونَ الْعَبْدُ رَاغِبًا رَاهِبًا، لَا يَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ وَ لَا يَقْنُطُ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، فَإِنْ أَنْتَ حَفِظْتَ وَصِيَّتِي فَلَايَكُ غَائِبٌ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنَ الْمَوْتِ وَ هُوَ آتِيكَ وَ إِنْ أَنْتَ ضَيَّعْتَ وَصِيَّتِي فَلَايَكُ غَائِبٌ أَبْغَضَ إِلَيْكَ مِنَ الْمَوْتِ وَ لَسْتَ تُعْجِزُهُ»

''اے عمر! اللہ سے ڈرنا۔ خوب جان لو! اللہ تعالیٰ نے کچھ اعمال رات کے مقرر کیے ہیں جو وہ دن کو قبول نہیں کرتا۔ وہ نفل اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک فرائض ادا نہ کیے جائیں۔ قیامت کے دن اسی شخص کی میزان وزنی ہوگی جس نے دنیا کی زندگی میں حق کی اتباع کی اور حق کو لوگوں پر لاگو کیا۔ اور جس میزان میں حق رکھا گیا اس پر لازم ہے کہ قیامت کے دن بھاری ہو جائے۔ یقیناً کل قیامت کے دن ہلکی میزان اس شخص کی ہوگی جس نے دنیا میں باطل کی اتباع کی اور جس میزان میں باطل ڈالا جائے ضروری ہے کہ وہ ہلکی ہو جائے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا تذکرہ کیا تو انھیں ان کے نیک اعمال کے ساتھ یاد فرمایا اور ان کے گناہوں کی مغفرت کی نوید دیتے ہوئے ان کا تذکرہ کیا۔ میں جب انھیں یاد کرتا ہوں تو دل میں کہتا ہوں: مجھے ڈر ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ نہ مل پاؤں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا تذکرہ کیا تو ان کے برے اعمال اور ان کی نیکیوں کے مسترد ہونے کا ذکر کیا۔ میں جب انھیں یاد کرتا ہوں تو کہتا ہوں: مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ نہیں ہوں گا۔ تاکہ بندہ اللہ کی رحمت کا امیدوار اور اس کے عذاب سے خوفزدہ ہونے والا بن جائے۔ اللہ تعالیٰ سے غلط امیدیں باندھے نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو۔ پس اگر تم نے

میری نصیحت پلے باندھ لی تو موت تمھیں محبوب ہوگی اور وہ آکر ہی رہے گی۔ اگر تم نے میری وصیت پر عمل نہ کیا تو موت سے زیادہ کوئی چیز تمھیں ناپسند نہیں ہوگی، جبکہ تم اس سے کوئی راہِ فرار نہیں پا سکتے۔،،[1]
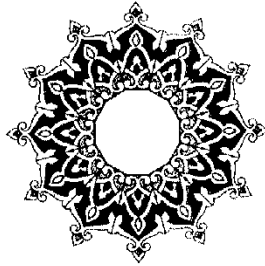
[1] صفة الصفوة لابن الجوزي :1/265,264.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وقتِ رحلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انھوں نے سخت سردی والے دن غسل کیا تو انھیں بخار ہوگیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ آپ ان دنوں نماز کے لیے مسجد نہیں جاتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ صحابۂ کرام آپ کی تیمارداری کرنے آتے تھے۔ سب سے زیادہ خبر گیری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔[1] جب ان کی بیماری شدید ہوگئی تو ان سے عرض کیا گیا: ہم آپ کے لیے طبیب بلائیں؟ تو فرمایا:

«قَدْ رَآنِي فَقَالَ: إِنِّي فَعَّالٌ لِّمَا أُرِيدُ»

''طبیب نے مجھے چیک کرلیا ہے اور وہ کہتا ہے: ''بے شک میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔''[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«اُنْظُرُوا مَاذَا زَادَ فِي مَالِي مُنْذُ دَخَلْتُ فِي الْإِمَارَةِ فَابْعَثُوا بِهِ إِلَى

[1] أصحاب الرسول ﷺ لمحمود المصري: 1/104. [2] ترتيب و تهذيب البداية والنهاية للدكتور السُّلمي، ص: 33.

الْخَلِيفَةِ بَعْدِي»

''جب سے میں خلیفہ بنا ہوں، اس دوران میرا جتنا مال بڑھا ہے وہ میرے بعد والے خلیفہ کو پہنچا دینا۔''

ہم نے ان کا مال چیک کیا تو ایک نوبی غلام (1) تھا جو ان کے بچے کھلاتا تھا اور ایک اونٹ تھا جو ان کے باغ کو سیراب کرتا تھا۔ ہم نے یہ دونوں چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیں تو وہ رو پڑے اور روتے روتے فرمایا: ''ابوبکر پر اللہ کی رحمتیں ہوں، انھوں نے اپنے بعد والوں کو شدید مشکل میں ڈال دیا ہے۔'' (2)

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے: ''جب حضرت ابوبکر اپنے آخری مرض میں مبتلا ہوئے تو میں ان کے پاس گئی۔ وہ موت کی سختیاں جھیل رہے تھے۔ ان کی روح سینے میں تھی۔ میں نے ان کی حالت دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰى إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَّضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

''قسم ہے! جب روح سینے میں اٹک جائے اور گلے سے آوازیں آنا شروع ہو جائیں تو کسی جوان کو اس کا مال و دولت کچھ فائدہ نہیں دیتا۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری طرف غصے سے دیکھا، پھر فرمایا:

«لَيْسَ كَذٰلِكَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ وَ لٰكِنْ قَوْلُ اللّٰهِ أَصْدَقُ: ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝﴾

''اے ام المومنین! یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بالکل سچا ہے:

''اور موت کی سختی حق الیقین (موت) کو لے آتی ہے۔ (کہا جاتا ہے:) یہی ہے وہ (موت) جس سے تو بھاگتا تھا۔''

(1) مصر کے جنوب میں نوبہ (سوڈان) میں نوبی قوم آباد تھی، مذکورہ غلام انھی میں سے تھا۔ (2) صفة الصفوة لابن الجوزي:1/265.

پھر فرمایا:

«إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِي أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكِ وَ قَدْ كُنْتُ نَحَلْتُكِ حَائِطًا وَّ إِنَّ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْئًا فَرُدِّيهِ إِلَى الْمِيرَاثِ»

''اے عائشہ! اپنی اولاد میں سے تم مجھے سب سے زیادہ پیاری ہو۔ میں نے تمھیں ایک باغ کا تحفہ دیا تھا۔ میرے دل میں اس کے متعلق خلش سی ہے، لہٰذا تم وہ باغ میری وراثت میں واپس کردو۔''

میں نے عرض کیا: ''جی ہاں! وہ میں نے آپ کو واپس کیا۔''

آپ نے فرمایا:

«أَمَا إِنَّا مُنْذُ وُلِّينَا أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ نَأْكُلْ لَّهُمْ دِينَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَّ لٰكِنَّا قَدْ أَكَلْنَا مِنْ جَرِيشِ طَعَامِهِمْ فِي بُطُونِنَا وَ لَبِسْنَا مِنْ خَشِنِ ثِيَابِهِمْ عَلٰى ظُهُورِنَا وَ لَيْسَ عِنْدَنَا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ قَلِيلٌ وَّلَا كَثِيرٌ إِلَّا هٰذَا الْعَبْدُ الْحَبَشِيُّ وَ هٰذَا الْبَعِيرُ النَّاضِحُ وَجَرْدُ هٰذِهِ الْقَطِيفَةِ فَإِذَا مِتُّ فَابْعَثِي بِهِنَّ إِلٰى عُمَرَ وَابْرَئِي مِنْهُنَّ»

''آگاہ رہو! جب سے میں مسلمانوں کا خلیفہ بنا ہوں میں نے ان کا کوئی دینار یا درہم نہیں کھایا، البتہ میں نے ان کے مال سے روکھا سوکھا کھا کر گزارہ کیا اور کھردرے لباس پہنے۔ اس وقت میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے صرف ایک حبشی غلام اور یہ پانی لانے والا اونٹ اور اس پر رکھا جانے والا گدا ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو تم یہ چیزیں عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دینا اور ان سے آزاد ہو جانا۔''

میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔

جب قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ چیزیں لے کر گیا تو حضرت عمر اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ وہ کہنے لگے: ''اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے! انھوں نے اپنے بعد والوں کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اللہ ابوبکر پر رحمتیں نازل فرمائے! انھوں نے اپنے خلفاء کو سخت آزمائش میں ڈالا ہے۔ اللہ ابوبکر پر رحم کرے! انھوں نے اپنے بعد والوں کو شدید امتحان میں ڈال دیا ہے۔''[1]

ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: حضرت ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت فرمایا:

«إِنَّ عُمَرَ لَمْ يَدَعْنِي حَتّٰى أَصَبْتُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ سِتَّةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَّ إِنَّ حَائِطِي الَّذِي بِمَكَانِ كَذَا فِيهَا»

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظیفہ لینے کے لیے مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میں نے دوران خلافت بیت المال سے چھ ہزار درہم نہ لے لیے۔ میرا فلاں مقام والا باغ اس کے بدلے بیت المال میں جمع کرا دینا۔''

جب آپ فوت ہوگئے تو حضرت عمر کو یہ بات بتادی گئی۔ وہ کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے! یقیناً انھوں نے یہ کام اس لیے کرنا پسند کیا کہ کسی کو کسی طرح کی تنقید کا موقع نہ ملے۔''[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان واقعات سے بیت المال کی امانت داری میں ان کے خوف الٰہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس عظیم خلیفہ نے مسلمانوں کے امور کی نگہبانی کے لیے اپنے ذرائع آمدنی تجارت وغیرہ موقوف کردیے اور خلافت کی ذمہ داریوں میں منہمک ہوگئے، اس لیے بیت المال سے اپنی ضروریات کے بقدر لینے پر مجبور ہوگئے۔ وہ صرف اس قدر لیتے تھے جس سے رگ جان بحال رہے۔ ستر پوشی کا سامان ہوجائے، جبکہ وہ مسلمانوں

[1] الطبقات لابن سعد:147,146/3. [2] المنتظم لابن الجوزي:127/4، وأصحاب الرسول ﷺ لمحمود المصري:105/1.

کے لیے جو عظیم خدمات سرانجام دے رہے تھے ان کا حق تو ساری دنیا کے خزانے بھی ادا کرنے سے قاصر تھے، پھر جب ان کی موت قریب آئی تو انھوں نے مسلمانوں کا باقی ماندہ حقیر سامال بھی واپس کردیا تاکہ وہ اپنے رب کے پاس پوری طرح مطمئن ہو کر جائیں۔ ان کا دل صاف ہو اور نفس پاکیزہ ہو۔ تقویٰ کے علاوہ ان کے کندھوں پر کوئی بوجھ نہ ہو۔ ان کے ہاتھ ایمان کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہوں۔ بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لیے زبردست تبلیغ اور نصیحت ہے۔ [1]

اسی طرح بیت المال سے لیے گئے وظیفے کے بدلے میں اپنا باغ مسلمانوں کو دے دینا بھی آپ کے کمال ورع اور زہد کی دلیل ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو جائے اور وہ دنیوی آسائشوں میں سے کوئی حقیری چیز بھی حاصل نہ کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرض پندرہ دن جاری رہا حتی کہ جب 13 ھ، 22 جمادی الآخرہ کو سوموار کا دن ہوا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا:

«فِي أَيِّ يَوْمٍ مَّاتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟»

''رسول اللہ ﷺ کس دن فوت ہوئے تھے؟''

میں نے جواب دیا: ''سوموار کے دن۔''

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«إِنِّي لَأَرْجُو فِيمَا بَيْنِي وَ بَيْنَ اللَّيْلِ»

''مجھے امید ہے کہ میں آج دن کو یا رات کو کسی وقت فوت ہو جاؤں گا۔''

پھر پوچھا: «فَفِيمَ كَفَّنْتُمُوهُ؟» ''تم نے نبی کریم ﷺ کو کتنی چادروں میں کفن دیا تھا؟''

انھوں نے جواب دیا: ''یمن کی دھاری دار تین چادروں میں۔ اس میں قمیص اور

[1] أشهر مشاهير الإسلام لرفيق العظم: 94/1.

عمامہ نہیں تھا۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«اُنْظُرِي ثَوْبِي هٰذَا فِيهِ رَدْعُ زَعْفَرَانٍ أَوْ مَشْقٍ فَاغْسِلِيهِ وَاجْعَلِي مَعَهُ ثَوْبَيْنِ آخَرَيْنِ»

"میری چادر میں زعفران یا گیرو کا نشان ہے۔ اسے دھو دینا اور دیگر دو چادریں ملا کر میرا کفن بنا دینا۔"(1)

ان سے عرض کیا گیا: "اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ عطا کیا ہے۔ خوب احسان فرمایا ہے، ہم آپ کو نئی چادروں میں کفن دیں گے۔" انھوں نے فرمایا:

«إِنَّ الْحَيَّ هُوَ أَحْوَجُ إِلَى الْجَدِيدِ لِيَصُونَ بِهِ نَفْسَهٗ عَنِ الْمَيِّتِ، إِنَّمَا يَصِيرُ الْمَيِّتُ إِلَى الصَّدِيدِ وَ إِلَى الْبِلٰى»

"زندہ شخص کو نئے لباس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تاکہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے، جبکہ میت کا انجام تو گلنا سڑنا اور لباس کا بوسیدہ ہونا ہے۔"(2)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ انھیں ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان سے جو آخری صدا نکلی، وہ قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ تھی:

﴿تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ ۝﴾

"(اے اللہ) تو مجھے مسلمان فوت کر اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے۔"(3)

(1) أصحاب الرسول لمحمود المصري: 106/1. (2) التاريخ الإسلامي لمحمود شاكر، ص: 104. (3) يوسف 101:12. الشيخان أبوبكر وعمر برواية البلاذري في أنساب الأشراف (تحقيق إحسان صدقي العمد)، ص: 69.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر اہل مدینہ بہت غمگین ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی وفات اہل مدینہ کے لیے نہایت حزن و ملال کا باعث بنی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہت روئے۔ تیزی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور آپ کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے ابوبکر! اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، دوست، ثقہ رازداں اور مشیر خاص تھے۔ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سب سے زیادہ یقین و ایمان والے تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کا خوف کھانے والے، اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑھ کر محافظ تھے۔ اسلام کے سب سے بڑھ کر شیدائی تھے اور سب سے بہترین ساتھی تھے۔ آپ کے مناقب سب سے اعلیٰ ہیں۔ ہر نیک کام میں سب سے آگے رہے۔ آپ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت و کردار کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپ سب سے افضل مقام و مرتبے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مکرم تھے۔ اللہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف سے افضل ترین جزا عطا فرمائے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس وقت کی جب لوگ انھیں جھٹلا رہے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان اور آنکھوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب میں صدیق قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ ﴾

''اور جو شخص سچائی (دین حق) لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی لوگ متقی ہیں۔''[1]

آپ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب لوگوں نے بخل کیا۔ جب مشکلات میں لوگ پیچھے ہٹ گئے تو آپ نے ان کا ساتھ دیا اور سب سے اعلیٰ ساتھ مشکلات کے

[1] الزمر 33:39.

وقت کا ساتھ ہے۔ آپ غار میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور اللہ نے آپ کو ''ثانی اثنین'' کے لقب سے پکارا ہے۔ آپ نبی مکرم ﷺ کو تسلی دینے والے تھے۔ ہجرت میں ان کے ساتھی تھے۔ جب لوگ مرتد ہوئے تو آپ نے اللہ کے دین اور نبی اکرم ﷺ کی امت میں بہترین جانشینی کی۔ آپ نے وہ کردار ادا کیا کہ کسی نبی کے ساتھی نے ایسا کردار ادا نہیں کیا۔ آپ دین حق کی حمایت کے لیے اس وقت کھڑے ہوئے جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کمزوری کا مظاہرہ کررہے تھے۔ آپ نے اس وقت مقابلہ کیا جب صحابۂ کرام عاجز آگئے۔ جب وہ ضعف کا شکار ہوئے تو آپ نے طاقت کا مظاہرہ کیا اور آپ نے منہج نبوی پر اس وقت ثابت قدمی دکھائی جب صحابہ کمزور ہورہے تھے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے عین مطابق بدنی طور پر کمزور مگر اللہ کے معاملے میں نہایت طاقتور تھے۔ آپ تواضع اختیار کرتے تھے، جبکہ اللہ کے ہاں آپ بہت عظیم تھے۔ لوگوں کی نظر میں عظیم المرتبت اور ان کے دلوں میں بلند مقام والے تھے۔ کسی شخص کو آپ کے بارے میں طعن و تشنیع کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ آپ کے نزدیک کمزور شخص قوی تھا جب تک کہ آپ اس کا حق اسے نہ لے دیتے۔ قریبی رشتہ دار اور دور والا سب اس معاملے میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کو وہ شخص زیادہ محبوب تھا جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ خوف کھانے والا فرمانبردار ہوتا تھا۔ آپ کا معاملہ کھرا، سچا اور نرمی والا تھا۔ آپ کا فرمان فیصلہ کن اور حتمی ہوتا تھا۔ آپ نرم، حلیم اور محتاط تھے۔ آپ کی رائے علم و عزم والی تھی۔ آپ کے ذریعے دین کو اعتدال، ایمان کو تقویت اور اللہ کے دین کو غلبہ نصیب ہوا۔

اللہ کی قسم! آپ بہت آگے نکل گئے اور آپ نے پیچھے والوں کو تھکا دیا۔ اور آپ شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوگئے۔ ہم آپ کی وفاتِ حسرت آیات پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی وفات جتنا صدمہ مسلمانوں کو کبھی نہ ہوگا۔ آپ دین کے لیے عزت، حفاظت اور

حمایت کا سبب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نبی محمد ﷺ کے ساتھ ملائے اور ہمیں آپ کے اجروثواب سے محروم نہ کرے۔ نہ ہمیں آپ کے بعد گمراہ کرے۔'' (آمین)

حضرت علی کا کلام پورا ہونے تک لوگ خاموش رہے، پھر وہ زاروقطار رونے لگے اور بآواز بلند کہنے لگے: ''آپ نے بالکل سچ کہا ہے۔''①

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفن دے دیا گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

«مَا أَحَدٌ أَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيفَتِهِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى»

''مجھے اس کفن میں لپٹے ہوئے شخص سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں جو اپنے درخشاں نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس جا رہا ہے۔''②

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔③ تمام روایات اس پر متفق ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ جتنی عمر پائی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا گیا اور④ آپ کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے برابر رکھا گیا۔⑤

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو قبر میں اتارنے کے لیے حضرت عمر، عثمان، طلحہ اور آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم قبر میں اترے۔ آپ کی لحد کو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے ساتھ ملا دیا گیا۔⑥

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آفاق عالم میں دین الٰہی کی نشرواشاعت کے لیے عظیم جہاد کرنے کے بعد دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے کہ انسانی تاریخ اس عظیم ہستی کو ہمیشہ یاد

① التبصرة لابن الجوزي: 1/477-479 بحوالہ أصحاب الرسول ﷺ لمحمود المصري: 1/108.
② تاريخ الإسلام للذهبي: 3/120. ③ ملاحظہ کیجیے: صحيح مسلم، حديث: 2352. ④ الطبقات لابن سعد: 3/203،204. ⑤ تاريخ الإسلام للذهبي: 3/120. ⑥ أصحاب الرسول ﷺ لمحمود المصري: 1/106.

رکھے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا پرچم ہر طرف لہرایا اور آپ کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کی۔ آپ نے عدل و انصاف اور حریت کے بیج بوئے اور شہداء کے قیمتی اور پاکیزہ خون سے ان کی آبیاری کی جس کے نہایت شاندار نتائج نکلے۔ آپ علوم و ثقافت اور فکر و نظر میں سبقت لے گئے۔ تاریخ انسانی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ شاندار الفاظ میں یاد کرتی رہے گی کیونکہ انھوں نے اپنے شاندار جہاد اور عظیم صبر و ثبات کے ذریعے سے دورِ ارتداد میں دین اسلام کی حفاظت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے عظیم اور مثالی فتوحات سے نوازا جن کی بدولت دعوتِ اسلام قریہ قریہ، نگر نگر اکناف عالم میں پھیلتی چلی گئی۔

میں زیر نظر کتاب کو ابو محمد عبداللہ قحطانی اندلسی کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں:

قُلْ إِنَّ خَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدٌ وَأَجَلَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى الْكُثْبَانِ

وَأَجَلَّ صَحْبِ الرُّسْلِ صَحْبُ مُحَمَّدٍ وَكَذَاكَ أَفْضَلُ صَحْبِهِ الْعُمَرَانِ

رَجُلَانِ قَدْ خُلِقَا لِنَصْرِ مُحَمَّدٍ بِدَمِي وَنَفْسِي ذَانِكَ الرَّجُلَانِ

فَهُمَا اللَّذَانِ تَظَاهَرَا لِنَبِيِّنَا فِي نَصْرِهِ وَهُمَا لَهُ صِهْرَانِ

بِنْتَاهُمَا أَسْنَى نِسَاءِ نَبِيِّنَا وَهُمَا لَهُ بِالْوَحْيِ صَاحِبَتَانِ

أَبَوَاهُمَا أَسْنَى صَحَابَةِ أَحْمَدَ يَا حَبَّذَا الْأَبَوَانِ وَالْبِنْتَانِ

وَهُمَا وَزِيرَاهُ اللَّذَانِ هُمَا هُمَا لِفَضَائِلِ الْأَعْمَالِ مُسْتَبِقَانِ

وَهُمَا لِأَحْمَدَ نَاظِرَاهُ وَسَمْعُهُ وَبِقُرْبِهِ فِي الْقَبْرِ مُضْطَجِعَانِ

كَانَا عَلَى الْإِسْلَامِ أَشْفَقَ أَهْلِهِ وَهُمَا لِدِينِ مُحَمَّدٍ جَبَلَانِ

أَصْفَاهُمَا أَقْوَاهُمَا أَخْشَاهُمَا أَتْقَاهُمَا فِي السِّرِّ وَالْإِعْلَانِ

أَسْنَاهُمَا أَزْكَاهُمَا أَعْلَاهُمَا أَوْفَاهُمَا فِي الْوَزْنِ وَالرُّجْحَانِ

صِدِّيقُ أَحْمَدَ صَاحِبُ الْغَارِ الَّذِي ... هُوَ فِي الْمَغَارَةِ وَالنَّبِيُّ اثْنَانِ

أَعْنِي أَبَا بَكْرِنِ الَّذِي لَمْ يَخْتَلِفْ ... مِنْ شَرْعِنَا فِي فَضْلِهِ رَجُلَانِ

هُوَ شَيْخُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ وَخَيْرُهُمْ ... وَإِمَامُهُمْ حَقًّا بِلَا بُطْلَانِ

وَأَبُو الْمُطَهَّرَةِ الَّتِي تَنْزِيهُهَا ... قَدْ جَاءَنَا فِي النُّورِ وَالْفُرْقَانِ

''کہہ دو کہ محمد ﷺ خیر الانبیاء ہیں۔ زمین پر چلنے والوں میں سے سب سے اعلیٰ و برتر ہیں۔ رسولوں کے صحابہ میں سے محمد ﷺ کے صحابہ سب سے عظیم ہیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ابوبکر و عمر سب سے افضل ہیں۔ میں ان دونوں پر قربان جاؤں وہ محمد ﷺ کی مدد کے لیے پیدا کیے گئے۔ یہی وہ دو احباب ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کی حمایت کے لیے میدان میں نکل آئے اور ان کی مدد کی۔ وہ دونوں نبی مکرم ﷺ کے سسر ہیں۔

ان دونوں کی بیٹیاں وحی الٰہی کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیویاں ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد عمر رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کے اعلیٰ ترین صحابہ ہیں۔ یہ دونوں والد اور دونوں بیٹیاں کیسی خوش نصیب ہیں۔

ابوبکر اور عمر دونوں آپ کے ایسے وزیر ہیں جو ہر فضیلت والے عمل میں باہم مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ دونوں محمد ﷺ کی آنکھیں اور کان ہیں۔ دونوں آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس محو استراحت ہیں۔ وہ دونوں مسلمانوں کے لیے نہایت مشفق اور دین محمد ﷺ کے لیے مضبوط پہاڑ تھے۔

ان دونوں میں سے زیادہ پاکیزہ، زیادہ قوی، زیادہ اللہ سے ڈرنے والے، ظاہر اور باطن میں زیادہ متقی، دونوں میں سے زیادہ بلند کردار، بلند مقام، تزکیے کے اعلیٰ منصب پر فائز، دونوں میں سے زیادہ نیک اور اعمال صالحہ میں برتر

صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہیں۔ ان کے فضل و کرم کے بارے میں کسی سچے اور کھرے انسان کو کبھی کوئی شک نہیں گزرا۔

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے سردار، ان میں سے بہترین اور حقیقی طور پر امام ہیں۔ وہ عائشہ صدیقہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں جن کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان فرقانِ حمید کی سورۂ نور میں چمک رہا ہے۔'' [1]

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ

[1] نونية القحطاني، ص:22,21.
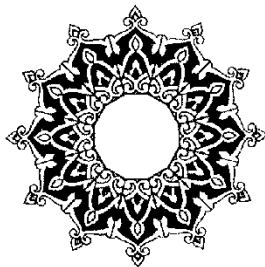
حاصلِ مطالعہ

٭ خلفائے راشدین کی شاندار تاریخ اور سیرت و کردار ایمان اور صحیح اسلامی تعلیمات کے وہ مضبوط ترین مصادر ہیں جن سے امت مسلمہ تاحال ایمانی حرارت پا رہی ہے اور دعوت اسلامی کا سبق لے رہی ہے۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں حق کے چراغ اس حقیقت کے باوجود روشن ہیں کہ اعدائے اسلام اس دعوت و کردار کو مٹانے کے لیے شام و سحر کوشاں ہیں۔

٭ بلاشبہ مسلمان بلکہ پوری انسانیت آج رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے فضائل کی معرفت کی شدید محتاج ہے۔ انھیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ صحابۂ کرام کے فضل و کرم کا سبب کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی تربیت نے ان پر کیا اثرات مرتب کیے اور انھیں وہ کون سا عالی مقام حاصل ہوا جس کی بدولت یہ لوگ انسانی تاریخ کے انتہائی محترم و ممتاز انسان بن گئے۔

٭ تاریخ اسلام عموماً اور ابتدائے اسلام کی تاریخ خصوصاً رافضیوں، مستشرقین، یہود و نصاریٰ اور سیکولر مؤرخین کی غلط تاویلوں، قطع و برید، تحریف و تبدیل اور شکوک و شبہات کے لیے تختۂ مشق بنی ہے۔ اس لیے امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہے کہ وہ حقائق کی تصحیح کا

فریضہ انجام دے۔ ہر وہ شخص جو صدر اسلام کی تاریخ کی تصحیح کی طاقت رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اس کام کو افضل ترین عبادت سمجھ کر کرے۔ اور اس کام میں پوری تندہی سے فوراً مصروف ہو جائے تاکہ امت کے جوانوں کو اپنے سلف صالحین کی بہترین مثال مل سکے جن کی وہ اقتدا کریں، تاریخ اسلام کا روشن دور واپس لائیں اور سلف کی سیرت اپنا کر اپنی سیرت کا جوہر چمکائیں۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت انتہائی عظیم الشان اسباق اور عبرتوں سے بھرپور ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عظیم ترین اسلامی شخصیت ہیں۔ آپ اعلیٰ ترین اخلاق اور صفات حمیدہ سے زمانۂ جاہلیت ہی سے متصف تھے۔ آپ نے کبھی کسی بت کو سجدہ کیا نہ کبھی شراب نوشی کی۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نسب ناموں کے ماہر عالم تھے۔ ان کی اس خوبی کی بنا پر وہ عربوں میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ وہ کسی کو نسب کی وجہ سے طعن اور عام لوگوں کے برخلاف کسی قوم کے عیوب بیان نہیں کرتے تھے۔ وہ قریش کے سب سے بڑے ماہرِ نسب تھے۔ قریش کے سب سے بڑے عالم تھے اور ان کی برائیوں اور بھلائیوں سے بخوبی واقف تھے۔ وہ بطور تاجر مشہور ہوئے۔ وہ زمانۂ جاہلیت ہی سے اپنا مال خرچ کرنے کی وجہ سے جود و سخا میں معروف تھے۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ وہ قریش کے محبوب ترین شخص تھے۔ عفو و درگزر کی خوبی نے انھیں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ آپ لوگوں سے اور لوگ آپ سے محبت کرتے تھے۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دعوت الی اللہ کے لیے متحرک ہونا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہنا اس مومن کی بڑی سچی تصویر ہے جو اس وقت تک بے قرار رہتا ہے جب تک وہ حقیقت لوگوں میں عام نہ ہو جائے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کئی آزمائشیں بھی آئیں۔ حضرت ابوبکر کو اذیتیں دی گئیں۔ آپ کے سر پر خاک ڈالی گئی۔ مسجد حرام میں جوتوں سے اتنا پیٹا گیا کہ وہ چلنے کے قابل بھی نہ رہے اور انھیں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جرأت و شجاعت میں بڑے ممتاز تھے۔ وہ حق بات میں کسی سے ڈرتے تھے نہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت، اس کی تبلیغ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کسی ملامت کی پروا کرتے تھے۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمزور اور ستائے جانے والے مسلمانوں کو آزاد کرانے میں بھی بار بار نہایت فیاضی سے حصہ لیا حتی کہ مسلمان قیادت نے باقاعدہ طور پر کمزور مسلمانوں کو ظالموں کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے کی پالیسی کا اجرا کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلامی دعوت کو اپنے مال اور افراد سے مدد دی۔ آپ مومن غلاموں اور لونڈیوں کو خریدتے اور اللہ کی رضا کے لیے آزاد کردیتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی آپ ہی نے غلامی کے استبدادی شکنجے سے آزاد کرایا تھا۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علم الانساب کو دعوت اسلامی کی نشرو اشاعت میں استعمال کیا۔ اسی لیے آپ مختلف قبائل کو دعوت دیتے وقت بازاروں اور موسم حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ آپ ابتدائے اسلام سے وفات نبوی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست تھے۔ آپ نہایت خاموشی اور کمال توجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سرچشمے سے حکمت و ایمان، یقین و عزیمت اور تقویٰ و اخلاص جیسے اخلاق حمیدہ حاصل کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے آپ کو اصلاح، صدیقیت، ہوشیاری و بیداری، محبت و صفائی، عزیمت و اخلاص اور فہم و فراست کی دولت نصیب ہوئی۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

بعد آپ نے نہایت مشہور و معروف کارنامے سرانجام دیے، مثلاً: سقیفۂ بنی ساعدہ کے مسئلے کا حل، حضرت اسامہ کے لشکر کی روانگی، مرتدوں کے خلاف زوردار جہاد وغیرہ۔ اس طرح انھوں نے فساد کی اصلاح، تخریب کی تعمیر اور تفریق کو جمع کیا اور منحرف ہونے والوں کو سیدھا کر دیا۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ غزوۂ احد والے دن جب لوگ شکست کھا گئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ غزوۂ تبوک والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مرکزی سیاہ جھنڈا انھی کے حوالے کیا تھا۔

٭ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی مدنی معاشرے میں بھی انتہائی رفیع الشان اسباق سے مزین ہے۔ آپ کے عہد خلافت نے ہمارے لیے اسلام کے فہم اور تطبیق کی بہترین مثال چھوڑی ہے۔ آپ کی شخصیت عظیم صفات کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے ممتاز تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان کی تعریف و توصیف اور فضائل بیان فرمائے ہیں اور انھیں صحابۂ کرام پر فوقیت دی ہے۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ناقابل تسخیر تھا۔ انھوں نے ایمان کی حقیقت کو پرکھا اور کلمۂ توحید ان کی رگِ جان میں پیوست ہوگیا۔ انھوں نے ساری زندگی ایمانی اثرات کے تحت گزاری۔ آپ نے اخلاق حسنہ اپنائے اور اخلاق سیئہ سے اجتناب کیا۔ آپ اللہ کی شریعت پر گامزن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کے متوالے تھے۔ ایمان باللہ ان کی متحرک زندگی، ہمت و نشاط، جہادی جدوجہد، تعلیم و تربیت اور غلبہ و عزت کا سبب تھا۔ آپ کے دل میں عظیم ایمان و یقین تھا جس میں کوئی صحابی آپ کے برابر نہ تھا۔

٭ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا خوف رکھتے تھے۔ امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ بہت سے علمائے کرام نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ علم و فضل میں سب صحابہ پر

آپ کی فوقیت کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت ہے۔ آپ دن رات، سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور رات کو عشاء کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات و مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے۔

مدینہ منورہ سے اولین حج میں رسول اللہ ﷺ نے انھیں امیر حج مقرر کیا تھا۔ عبادات میں مناسک حج سب سے مشکل ہیں۔ اگر ان کا علم وسیع نہ ہوتا تو آپ ﷺ انھیں امیر حج مقرر نہ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نماز میں اپنا جانشین بھی بنایا تھا۔ اگر نماز کے مسائل کا علم نہ ہوتا تو آپ انھیں امام مقرر نہ کرتے لیکن آپ نے ان کے علاوہ کسی اور کو حج کا امیر یا نماز کا امام مقرر نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ زکاۃ کے مسائل حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سیکھے تھے۔ ان احکام پر مشتمل صحیفہ صحیح ترین شمار ہوتا ہے۔ فقہائے کرام نے اپنی کتابوں میں اسی صحیفے پر اعتماد کیا ہے اور اس سے متقدم صحیفوں کو منسوخ ٹھہرایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سنت نبوی کے ناسخ اور منسوخ امور سے بھی بخوبی واقف تھے۔ کسی نص کی مخالفت میں آپ کا کوئی قول موجود نہیں۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علمی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

❊ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو لوگ مضطرب ہو گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے ذریعے امت کو ثابت قدم رکھا۔ آپ نے عظیم کردار ادا کرتے ہوئے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ»

”جو شخص محمد کو پوجتا تھا تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔“

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں بھی اہم کردار ادا کیا، جبکہ انھوں نے انصار کو اپنے حقیقی مؤقف پر مطمئن کر دیا اور مسلمانوں کے درمیان کوئی فتنہ پیدا نہیں

ہونے دیا۔ انھوں نے کتاب وسنت سے انصار کے فضائل بیان کر کے ان کی تعریف کی۔

❁ سقیفہ بنی ساعدہ کے مکالمے کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تھی اور وہ اپنے امارت کے حق دار ہونے کے سابقہ مؤقف سے دستبردار ہوگئے تھے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔ اس موقع پر ان کے چچازاد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی، چنانچہ اس بیعت کے متعلق کوئی چھوٹا یا بڑا بحران صحیح روایات سے ثابت نہیں۔ اسی طرح کسی قسم کی تقسیم اور گروہ بندی بھی ثابت نہیں کہ ان میں سے ہر ایک خلافت کا دعویدار ہو جیسا کہ بعض مؤرخین نے باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی اخوت ومودت پہلے کی طرح قائم تھی بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے۔

❁ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اشارے موجود ہیں۔ اہل سنت و الجماعت کے سلف و خلف کا اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت، سبقتِ اسلام اور نمازوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر امام بننے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو نمازوں کی امامت سونپی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سمجھ گئے تھے، اسی لیے تمام صحابہ نے بالاتفاق انھیں اپنا خلیفہ چن لیا۔

❁ امت مسلمہ نے سلطنت کے امور کی نگرانی کے لیے خلافت اسلامی کا منہج وطریقہ اپنایا اور اسی پر اتفاق ہے۔ خلافت کی ابتدا امت کی ضرورت سے ہوئی اور پھر امت نے اسے قبول کرلیا، اسی لیے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے چناؤ میں جلدی کی، چنانچہ خلافت ہی مسلمانوں کا اصل نظام حکومت ہے جس کا آئین قرآن وسنت سے لیا گیا ہے۔

فقہائے کرام نے خلافت اسلامیہ کی بنیادوں پر گفتگو کرتے ہوئے شوریٰ اور بیعت کو بنیاد قرار دیا ہے اور ان دو اصولوں کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے۔

٭ علامہ ابو الحسن ندوی رحمہ اللہ نے خلافت کی شرائط اور تقاضوں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کی روشنی میں دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں خلافت نبوی کی تمام شرائط موجود تھیں۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت کے بعد امت سے خطاب فرمایا جو مختصر ہونے کے باوجود اسلامی خطبات میں شاہکار خطبہ شمار ہوتا ہے۔ اس خطبے میں انھوں نے ملکی قیادت کا منہج بیان کیا۔ عدل و انصاف اور رحمدلی کے اصول بتائے جو حکمران اور رعایا کے معاملات پر لاگو ہوتے ہیں۔ آپ نے پرزور طریقے سے بیان کیا کہ حاکم وقت کی اطاعت اس وقت تک ہوگی جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ انھوں نے جہاد کی ترغیب بھی دی کیونکہ اسی میں امت کی عزت و طاقت ہے۔ گناہوں اور بے حیائی سے اجتناب کا حکم دیا کیونکہ انھی سے اجتناب کرنے سے معاشرہ تباہی اور فساد سے محفوظ رہتا ہے۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی تیار کردہ پالیسی کو نافذ کرنا چاہا تو صحابۂ کرام میں سے اپنے وزیر و مددگار منتخب فرمائے۔ اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح کو وزیر خزانہ بنایا اور بیت المال کے امور ان کے سپرد کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وزارت عدل سونپی، جبکہ حضرت ابوبکر خود بھی فیصلے فرماتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ڈاک اور مواصلات کا محکمہ دیا۔ خط کتابت بھی انھی کی ذمہ داری تھی، جبکہ بعض اوقات حاضرین مجلس، مثلاً: حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی یہ فریضہ ادا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ رسول کا لقب دیا۔ صحابۂ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت کے فرائض کی وجہ سے اپنی تجارتی مصروفیات سے فارغ کرنے کی ضرورت محسوس کی تو ان کی ضروریات کا ذمہ امت نے لے لیا۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے طور پر زندہ

رہے۔ آپ لوگوں کو دین کی تعلیم دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ آپ انھیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔ آپ کا کردار آپ کی رعایا پر ہدایت، ایمان اور اخلاق کی شعائیں بکھیرتا تھا۔

* حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت، خلافت راشدہ کا ابتدائی دور ہے اور اس کی اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے متصل ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ ہے۔ عہد صدیقی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہونے والے فیصلوں کی مکمل اتباع کی جاتی تھی۔

* حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مختلف علاقوں میں امیر مقرر کرتے تھے اور انھیں انتظامی، عدالتی، امامت، زکوٰۃ کی تحصیل اور تمام قسم کی امارت سونپتے تھے۔ امیر مقرر کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب کردہ افراد کو ترجیح دیتے تھے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جتنے امراء مقرر تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں برقرار رکھا۔ ان میں سے کسی امیر کو معزول نہیں کیا، سوائے اس شخص کے جس کی خدمات کسی اور جگہ مطلوب ہوں تو اس جگہ کی اہمیت کے پیش نظر اس امیر کا تبادلہ کر دیا۔ البتہ اس میں اس امیر کی رضا مندی کو بھی پیش نظر رکھا جیسا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے معاملے میں ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں امراء کی ذمہ داریاں وہی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھیں۔

* حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت میں تاخیر کے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں کہ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت بعد میں کی تھی۔ لیکن یہ روایات صحیح نہیں ہیں۔ سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے جس میں ہے کہ حضرت علی، زبیر اور ان کے کچھ ساتھی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بیٹھے تھے اور بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ لیکن یہ احباب اور چند مہاجرین صحابۂ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہونے کی وجہ سے پیچھے رہے تھے۔ حضرت علی

اور زبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن منگل کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔

٭ حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''ہمارا مال وراثت نہیں بنے گا۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ بلاشبہ آلِ محمد اس مال میں سے کھائیں گے۔'' ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کے مطابق عمل کروں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی عمل کو ترک نہیں کروں گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے کوئی چیز ترک کی تو میں راہ راست سے ہٹ جاؤں گا۔''

تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران اہل بیت کو مال فے، فدک اور خیبر کے خمس میں سے حصہ دیتے تھے۔ ہاں انھوں نے ان اموال کو وراثت قرار دے کر تقسیم نہیں کیا۔ کیونکہ انھوں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن رکھی تھی۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں صاف صاف بتا دیا تھا کہ میں اللہ کا خلیفہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ میں ایک انسان ہوں جو معصوم عن الخطا نہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت و رسالت کے ساتھ کردار ادا کیا میں ویسا کردار ادا نہیں کر سکوں گا۔ میں اپنی سیاست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوں کوئی مبتدع نہیں ہوں۔

٭ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی میں متعدد سبق اور عبرتیں موجود ہیں، مثلاً: حالات و واقعات کتنے ہی سنگین ہو جائیں وہ اہل ایمان کو ان کی دینی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں کر سکتے۔ اسلامی دعوت کا مشن کسی خاص ہستی کے ساتھ منسلک نہیں بلکہ یہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے۔ مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ

اس کا حل کتاب و سنت سے تلاش کریں۔ اسلامی دعوت عمل کے ساتھ منسلک ہے۔

٭ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔ اس کے کئی اسباب تھے، مثلاً: رسول اللہ ﷺ کی وفات کا ہولناک صدمہ، دینی نصوص کی کم علمی اور کج فہمی۔ جاہلیت کی طرف جھکاؤ اور اس کی تباہ کاریوں کا ارتکاب۔ اسلامی نظام حکومت سے بغاوت اور قبائلی عصبیت۔ حکمرانی کا لالچ۔ دین سے دنیاوی مال کا حصول اور بخل۔ باہمی حسد اور غیر ملکی سازشیں، جیسے: یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کا گھناؤنا کردار وغیرہ۔

٭ مرتدوں کی کئی اقسام تھیں۔ کچھ نے مکمل طور پر اسلام کو ترک کر دیا تھا اور وہ بتوں اور پتھروں کی عبادت کرنے لگے تھے۔ کچھ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور بعض لوگوں نے نماز چھوڑ دی تھی۔ کچھ وہ تھے جو اسلام کا اعتراف اور نماز ادا کرتے تھے لیکن زکاۃ کا انکار کرتے تھے۔ بعض وہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات پر خوشی سے پھولے نہ سمائے تھے اور جاہلیت کی عادات و اطوار میں ڈوب گئے تھے۔ کچھ متردد و حیران تھے اور اس انتظار میں تھے کہ حتمی فتح کس کو ہوتی ہے تاکہ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ علمائے فقہ اور سیرت نے ان تمام اقسام کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

٭ مرتدوں کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف بڑا جاندار تھا۔ اس میں کوئی لچک یا سمجھوتہ تھا نہ اس بارے میں کوئی سودے بازی تھی۔ اس دین کو قائم رکھنے اور اس کو اس کی اصلی اور پاکیزہ حالت میں باقی رکھنے کا کریڈٹ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جاتا ہے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات کا اعتراف کیا تھا اور تاریخ گواہ ہے کہ مرتدوں کی سرکش تحریک کے سامنے ڈٹ جانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ انھوں نے اسلام کی گرہیں ایک ایک کر کے کھولنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا۔ ان کا یہ کردار انبیائے کرام جیسا تھا جو انھوں نے اپنے دور میں ادا کیا۔ یہ ہے خلافت جس کا حق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بخوبی ادا کیا اور تاقیامت مسلمانوں کی تعریف اور

دعاؤں کے مستحق ٹھہرے۔

✲ فتنۂ ارتداد کے متعلق اساسی حقائق میں سے یہ بھی ہے کہ جغرافیائی لحاظ سے یہ فتنہ تمام لوگوں پر مشتمل نہ تھا بلکہ کئی علاقوں میں بہت سے سردار، قبائل، افراد اور جماعتیں ایسی بھی تھیں جو اسلام پر پوری طرح کاربند رہیں۔

✲ یمن میں مرتدوں کے خلاف جنگوں میں عورت کے دو مختلف کردار سامنے آئے۔ ایک کردار پاکدامن عفت وعصمت والی خاتون کا ہے جو اسلام پر کار بند رہتی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر سرکش شیاطین کی سرکشی کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے اور رذائل سے کنارہ کشی کرتی ہے، جیسا کہ حضرت آزاد فارسیہ جو شہر بن باذان کی بیوی اور فیروز فارسی کی چچا زاد بہن کا کردار ہے۔

دوسرا کردار نہایت سیاہ اور ہولناک ہے جو یمن کی بعض یہودی اور ان کی ہمنوا حضرموت کی عورتوں نے ادا کیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر جشن منائے اور فسق و فجور والی رنگین راتوں کا اہتمام کیا۔ وہ بدکاری اور بے حیائی کی دعوت دیتی تھیں اور اخلاقیات کا جنازہ نکالتی تھیں۔ اس موقع پر شیطان اوراس کے چیلوں نے بھی خوش ہوکر ان کے ساتھ رقص کیا کہ لوگ اسلام سے پھر کر سرکشی کی دعوت دے رہے ہیں اور مسلمانوں سے جنگیں لڑ رہے ہیں۔

✲ کچھ اہل یمن نے اسلام پر ثابت قدم رہنے، اسلامی دعوت پہنچانے اور اپنی قوم کو ارتداد کی ہلاکتوں سے بچانے میں عظیم کردار ادا کیا۔ ان لوگوں میں سے مران بن ذی عمیر ہمدانی ہیں جو یمن کے ایک بادشاہ تھے، صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مالک ارحبی رضی اللہ عنہ ہیں اور شرحبیل بن سمط اور ان کا بیٹا بھی شامل ہے جو کندہ قبیلے کی شاخ بنومعاویہ سے تعلق رکھتے تھے۔

✲ مرتدوں کے خلاف جنگوں کے بعد یمن کا علاقہ مرکزی قیادت کے تحت متحد ہوگیا

جس کا دارالحکومت مدینہ منورہ تھا۔ یمن کو قبائلی تقسیم کے بجائے انتظامی حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ اس کو تین انتظامی ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا: صنعاء، جند اور حضر موت۔ ان انتظامی معاملات کی سربراہی اور امارت میں قبائلی اساس کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی بلکہ اصل معیار ایمان، تقویٰ، اخلاص اور نیک اعمال کو بنایا گیا۔ قبائلی تقسیم کو صرف جنگی لشکر میں باقی رکھا گیا۔

❁ طلیحہ اسدی کی مقام بزاخہ پر شکست کے اثرات سے بہت سے لوگ دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ بزاخہ کی شکست کے بعد قبیلۂ بنو عامر کے لوگ آئے اور کہنے لگے: ''ہم اسلام میں دوبارہ داخل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔'' چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے انھی شرائط پر بیعت لے لی جن پر اہل بزاخہ، قبیلۂ اسد، غطفان اور طے سے بیعت لی تھی۔

❁ مالک بن نویرہ کے قتل کا سبب اس کا تکبر اور تردد بنا۔ اس کے دل میں جاہلیت کے اثرات باقی تھے، اسی لیے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ کی اتباع میں پس و پیش کرتا اور مسلمانوں کے بیت المال کے حق زکاۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا رہا۔

❁ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کے قتل کی تحقیق کرائی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر قتل کے الزام کو غلط قرار دے کر انھیں بری کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حقائق کی سب سے زیادہ اطلاعات ہوتی تھیں اور بقیہ صحابۂ کرام کی نسبت ان کی نگاہ زیادہ عمیق اور دُوررس ہوتی تھی کیونکہ وہ خلیفۂ وقت تھے۔ ان کے پاس ہر قسم کی خبریں پہنچتی تھیں۔

❁ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمال فہم و فراست کی ایک مثال حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تقرر اور ان سے امور مملکت میں مدد لینا ہے تاکہ ان کی شدت کے ساتھ آپ کی نرم مزاجی مل کر معاملات کو معتدل کردے کیونکہ صرف نرمی اور محض سختی معاملات کو بگاڑ دیتی ہیں۔ اس لیے آپ مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لیتے تھے اور مہمات پر حضرت خالد کو بھیجتے تھے۔ انھی

کمالات کی وجہ سے وہ خلیفۂ رسول کے منصب پر فائز ہوئے۔

❊ فتنۂ بحرین کے خاتمے میں حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا کردار بہت اہم ہے۔ وہ اپنی افواج کے ساتھ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوگئے۔ وہ اپنے لشکر کو بحرین سے شمالی جانب لے گئے اور قطیف اور ہجر کو فتح کیا حتی کہ دریائے دجلہ کے سمندر میں گرنے کے مقام تک چلے گئے اور اس مہم میں ایرانی فوجوں اور ان کے عمال کو شکست سے دوچار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ آپ نے ساتھیوں سے ان کے بارے میں سوال کیا تو قیس بن عاصم منقری نے عرض کیا: ''یہ معروف ومشہور اور اعلیٰ نسب والا شخص مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہے۔''

❊ یمامہ میں حضرت خالد کے ہاتھوں بنو حنیفہ کی شکست سے فتنۂ ارتداد کی کمر ٹوٹ گئی۔ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن بھی شہید ہوئے، اسی کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر حضرت ابوبکر نے چیتھڑوں، ہڈیوں، کھجور کے پتوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو ایک صحیفے کی صورت میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ عظیم کام جلیل القدر صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپا۔

❊ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد آنے والے خلفائے راشدین کے دور میں حکومت و غلبے کی شرائط پوری ہوگئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد امت کو ان شرائط کی یاد دہانی کا کریڈٹ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جاتا ہے۔ انھوں نے بدوؤں کا زکاۃ سے مستثنیٰ ہونے کا مطالبہ رد کردیا تھا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بہ اصرار روانہ کیا تھا۔ آپ نے شریعت کی مکمل پابندی کی اور کسی بھی چھوٹی یا بڑی شرعی چیز سے دستبرداری اختیار نہیں کی۔

❊ مرتدوں کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معنوی، روحانی اور مادی ہر طرح کی تیاری کی تھی۔ آپ نے ان کے خلاف لشکر تیار کیے، امراء کو جھنڈے تھمائے اور کمانڈروں کو

منتخب کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے خلاف جہاد کی ترغیب دی اور مجاہدین کو اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ کے ساتھ لیس کیا۔ بدعات، جہالت اور بری خواہشات کا قلع قمع کیا۔ شریعت کو حاکم بنایا اور امت کو متحد و متفق کیا۔ آپ نے اپنے امراء کو مالی مسائل سے چھٹکارا دلایا اور ہر میدان کے خصوصی ماہر افراد تیار کیے۔ اس طرح لشکر اسلامی کی قیادت کے لیے حضرت خالد بن ولید، قرآن کو جمع کرنے کے لیے حضرت زید بن ثابت، جنگی مراسلات کے لیے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کو منتخب کیا۔ آپ نے امن و امان اور ذرائع ابلاغ کا بھی خصوصی اہتمام کیا۔

❊ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اللہ کی شریعت کو لاگو کرنے کے اثرات مسلمانوں کے غلبے اور عزت کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ صحابۂ کرام نے اپنے آپ پر اور اپنے اہل و عیال پر اللہ کی شریعت نافذ کی اور اخلاص اپنایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں تقویت دی، ان کی مدد کی اور مرتدوں پر غلبہ دے کر انھیں امن و استقرار عطا کیا۔

❊ مرتدوں کے خلاف جنگوں میں صحابۂ کرام کی شرکت دیگر اسلامی فتوحات کے لیے ربانی ٹریننگ تھی۔ انھی جنگوں میں مجاہدین اسلام کی صلاحیتیں چمکیں۔ ان کی چھپی ہوئی طاقتیں ظاہر ہوئیں۔ میدان کارزار کی قیادت سامنے آئی۔ جہادی کمانڈروں نے نئے جنگی اسلوب اور پلان بنائے۔ سچے، فرمانبردار منظّم اور پیشہ ور اسلامی لشکر کی صلاحیتوں کو جلا ملی جو اپنے مقصد قتال سے بخوبی آگاہ تھا۔ اسلامی لشکر ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار تھا اور اسے علم تھا کہ وہ یہ قربانی کیوں پیش کر رہا ہے، اسی لیے اس کی کارکردگی شاندار اور قربانی نہایت جاندار تھی۔

❊ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجاہدین کے جہاد کی بدولت جزیرۂ عرب پھر متحد ہو گیا اور اسلامی جھنڈے تلے جمع ہو گیا اور یہ سرداروں کا خاتمہ ہونے یا ان کے اسلامی حکومت کے ماتحت آجانے سے ممکن ہوا۔ اسلامی دارالحکومت مدینہ منورہ نے اپنا اثر و رسوخ جزیرۂ

عرب کے چاروں طرف پھیلا دیا اور پوری امت ایک لیڈر کے شانہ بشانہ، ایک اصول کے تحت اور ایک نظریے کی حامل ہو کر چلنے لگی۔ یہ کامیابی دعوت اسلامی اور وحدت امت کی کامیابی تھی جو قبائلی عصبیت اور افتراق و انتشار پر غالب آ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اس بات کی دلیل بھی تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی حکومت سنگین ترین بحرانوں پر غلبے کی پوری قوت رکھتی ہے۔

* تاریخی واقعات نے ثابت کر دیا کہ دین اسلام کے خلاف بغاوت کی ہر کوشش ناکام و نامراد اور ذلت و رسوائی سے دوچار ہوگی۔ چاہے اس بغاوت کے حامل انفرادی حیثیت رکھتے ہوں، کوئی جماعت ہو یا ملک کیونکہ یہ سرکشی اللہ کے حکم کے خلاف سرکشی ہے۔ وہ حکم جو قرآن کی صورت میں ہے۔ اور قرآن اور حاملین قرآن کی حفاظت اور ان کے دلوں میں تاقیامت قرآن کو قائم رکھنے کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے اور اسی کا فیصلہ ہے کہ انجام کار متقین کا ہے۔ اور وہ ظالموں کے ظلم سے کمزوروں کو نجات دلا کر رہے گا۔

* جیسے ہی مرتدوں کے خلاف جنگیں ختم ہوئیں اور جزیرۂ عرب متحد ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتوحات اسلامیہ کے پلان پر عمل درآمد شروع کر دیا، جس کی پلاننگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک زندگی میں کر چکے تھے، لہٰذا آپ نے عراق اور شام کی فتح کے لیے لشکر روانہ کیے۔

* حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عراق کی فتح کے لیے حضرت خالد اور عیاض کو دیے گئے احکام ان کی جغرافیائی مہارت کا ثبوت ہیں۔ آپ نے دونوں کو متعدد جغرافیائی اور ٹیکنیکل ہدایات دی تھیں۔ آپ نے دونوں کمانڈروں کے عراق میں داخلے کے مقامات یوں متعین کر دیے تھے، جیسے وہ حجاز کے ہیڈ کوارٹر میں عراق کا نقشہ پھیلائے بیٹھے ہوں اور عراق کے تمام راستے میدان اور وادیاں ان کے سامنے کھلی پڑی ہوں اور وہ انھیں دیکھ دیکھ کر ہدایات دے رہے ہوں۔

٭ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے متعدد معرکے لڑے جو عراقی فتح کے اسباب بنے، مثلاً: معرکۂ ذات سلاسل، معرکۂ مذار، معرکۂ ولجہ، الیس، حیرہ، انبار، عین التمر، دومۃ الجندل، معرکۂ حصید، معرکہ مصیخ اور فراض وغیرہ۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام فتح کرنے کا پروگرام بنایا تو کبار صحابۂ کرام سے مشورہ کیا، پھر اہل یمن کو جہاد کا حکم دیا۔ کمانڈر مقرر کیے اور بلاد شام کو فتح کرنے کے لیے چار لشکر بھیجے ان کے کمانڈر درج ذیل تھے:

حضرت یزید بن ابی سفیان، ابوعبیدہ بن جراح، عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم۔

٭ فتح شام کے لیے جانے والے لشکروں کو ادائے فرض میں کئی مشکلات کا سامنا تھا۔ ان کے مقابلے میں شاہی رومی افواج تھیں جو اپنی تعداد اور اسلحے کے اعتبار سے سپر پاور تھیں۔ اسلامی لشکر کے قائدین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر حالات کی سنگینی سے مطلع کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے لشکر یرموک میں جمع کرنے کی تاکید فرمائی اور حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ آدھا عراقی لشکر لے کر شامی محاذ پر پہنچیں اور وہاں لشکر اسلام کی کمان سنبھالیں۔

٭ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومی لشکر کے خلاف عظیم کامیابیاں حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ ان میں سے اہم ترین معرکۂ اجنادین اور معرکۂ یرموک ہے۔

٭ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکومت کی خارجہ پالیسی کے اہم نکات یہ ہیں: اقوام عالم کے دلوں میں اسلامی حکومت کا رعب ودبدبہ قائم کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جہاد جاری رکھنا۔ مفتوحہ اقوام سے عدل و انصاف اور نرمی و نوازش کا سلوک کرنا۔ مفتوحہ اقوام کو دین بدلنے پر مجبور نہ کرنا اور اسلام قبول کرنے میں حائل رکاوٹوں کو ہٹانا۔

٭ عہد صدیقی میں ہونے والی فتوحات کا مطالعہ کرنے والا اس دور کی جنگی پالیسی کے خدوخال بخوبی جان سکتا ہے جس پر اسلامی لشکر نے عمل کر کے عظیم کامیابیاں حاصل
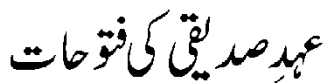
کیں۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ خلیفۂ راشد نے کس طرح پلاننگ کے ساتھ اسباب و وسائل اختیار کیے اور کس طرح یہ مضبوط پلاننگ مسلمانوں کے لیے اللہ کے فضل و کرم سے کامیابی اور غلبے کا سبب بنی۔ اس پلاننگ میں یہ نکات شامل تھے: دشمن کے علاقے میں اندر تک نہ گھسنا حتی کہ وہ علاقہ مسلمانوں کے ماتحت ہو جائے۔ اسلامی لشکر کی تیاری اور مجاہدین کی بھرتی۔ اسلامی لشکر کی رسد کا باقاعدہ انتظام۔ جنگی مقصد کا تعین۔ میدان جنگ کی کارروائیوں میں بہتر صورت کو ترجیح۔ میدان معرکہ کے کمانڈر کی معزولی۔ جنگی طریقہ کار میں بہتری اور جدت۔ معرکہ آرا کمانڈروں کے ساتھ خط کتابت کی محفوظ اور محتاط پالیسی اور خلیفۂ وقت کی ذہانت و فطانت کا کردار۔

❁ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں اور لشکریوں کو اپنے احکام و ہدایات میں حقوق اللہ بیان فرمائے، مثلاً: دشمن کے سامنے صبر و ثبات کا مظاہرہ، جنگ میں اللہ کے لیے اخلاص، ادائے امانت کا انتظام اور اللہ کے دین کی نصرت میں ذاتی محبتوں اور تعلقات کی قربانی۔

اسی طرح آپ نے رعایا اور لشکر پر گورنروں اور کمانڈروں کے حقوق مقرر کیے، مثلاً: امیر کی لازمی اطاعت، اس کے حکم کی فوری تعمیل اور غنیمتوں کی تقسیم میں اس کی عدم مخالفت وغیرہ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطوط اور ہدایات میں مجاہدین کے حقوق بھی تفصیلاً بیان کیے، مثلاً: مجاہدین کا بغور جائزہ، ان کی خبر گیری اور دوران سفر ان پر نرمی کرنا، ان کے نمبردار اور نقیب مقرر کرنا، دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے پڑاؤ کی موزوں جگہ کا انتخاب، اہل لشکر کے زاد راہ اور ان کے جانوروں کے چارے کا بندوبست کرنا، قابل اعتماد جاسوسوں کے ذریعے دشمن کی اطلاعات حاصل کرنا تاکہ لشکر کی حفاظت ہو سکے۔ مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دینا، انھیں اللہ کے اجر و ثواب اور شہادت کی فضیلت یاد دلانا، اہل عقل و دانش سے مشورہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کرانا اور زراعت و تجارت وغیرہ میں مشغول ہو کر جہاد سے منہ موڑنے سے روکنا۔

❊ اسلامی فتوحات کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے لشکروں کو توفیق دی کہ یہ لشکر رومیوں اور ایرانیوں کی طاقتور یلغار کے خلاف عظیم کامیابیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انھوں نے نہایت مختصر وقت میں ان کے ملکوں کو فتح کرلیا۔ ان فتوحات کے اہم ترین اسباب میں سے چند ایک یہ ہیں: مسلمانوں کا سچا ایمان جس کی خاطر وہ کافروں سے برسر پیکار تھے۔ مسلمانوں کی جنگی مہارت و تجربہ۔ ان قوموں کے ساتھ مسلمانوں کا عدل اور رحمدلی۔ ان قوموں سے جزیہ اور خراج کی وصولی میں نرمی اور معاہدوں کی پاسداری۔ مسلمانوں کے پاس وسیع افرادی قوت اور عظیم کمانڈروں کا ہونا اور مضبوط جنگی پلاننگ کرنا وغیرہ۔

❊ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انھوں نے اپنی وفات کا امکان محسوس کرتے ہوئے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کے چناؤ کے لیے کئی عملی اقدامات کیے، مثلاً: کبار مہاجرین اور انصاری صحابۂ کرام سے مشاورت۔ جب حضرت عمر کا تعین ہو گیا اور اکثر کبار صحابۂ کرام نے ان کی موافقت کردی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں وصیت لکھوائی جو مدینہ منورہ اور دیگر شہروں میں لوگوں کو پڑھ کر سنائی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آئندہ اقدام سے آگاہ کردیا تھا اور انھیں اس کا پابند بنایا تھا، پھر اپنے مکمل ہوش و حواس میں لوگوں کو مطلع کیا تاکہ کسی قسم کا التباس باقی نہ رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ وصیت پڑھ کر لوگوں کو سنائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی وفات سے پہلے ہی بیعت لے لی۔ تنہائی میں حضرت عمر کو نہایت قیمتی ہدایات بھی دیں۔

❊ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جو اقدامات کیے وہ کسی بھی صورت شورائی نظام سے تجاوز نہیں کرتے، ہر چند یہ اقدامات ان کے اپنے انتخاب کے اقدامات سے مختلف تھے۔ اس طرح حضرت عمر کا انتخاب شوریٰ کے مشورے اور مسلمانوں

کے کامل اتفاق سے ہوا۔

اس کے بعد ان کی خلافت کے بارے میں کوئی اختلاف تاریخی روایات میں مذکور نہیں۔ نہ کوئی امیدوار ان کی خلافت کے دوران ان کے خلاف میدان میں آیا، بلکہ ان کی خلافت پر اجماع تھا اور ان کی حکومت میں ان کی اطاعت پر مکمل اتفاق تھا، اس طرح تمام مسلمان ایک وحدت تھے۔

❁ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا بھر میں اللہ کے دین کی نشر و اشاعت کے لیے عظیم جہاد کرنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ تاریخ انسانی اس عظیم المرتبت خلیفہ کو ہمیشہ یاد رکھے گی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلامی دعوت کا پرچم تھاما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لگائے ہوئے پودے کی حفاظت کی، عدل و انصاف اور حریت کے بیج بوئے اور شہداء کے پاکیزہ خون سے انھیں سیراب کیا۔ انھوں نے تاریخ میں علوم و ثقافت اور فکر و نظر میں عظیم سبقت حاصل کی۔

تاریخ انسانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی بھلا نہ پائے گی کیونکہ انھوں نے اپنے شاندار جہاد اور عظیم صبر و ثبات کے ذریعے سے فتنۂ ارتداد کے دوران اللہ کے دین کی حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے دین اسلام کو اقوام عالم، ملکوں اور قبیلوں میں پہنچایا اور یہ کام عظیم فتوحات کے ذریعے سے انجام پایا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز باطل کے خلاف ایک للکار تھی۔ یہ آواز خاموش ہو گئی لیکن اس کی گونج قیامت تک باقی رہے گی اور رفیق نبوت ابوبکر صدیق مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

❁ میری یہ عاجزانہ پیشکش نقد و نظر سے ماورا نہیں ہے۔ یہ ایک عاجزانہ کوشش ہے کہ خلافت راشدہ کی اصل صورت حال سے آگاہی حاصل ہو تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی شریعت

نافذ کرنے کی جاری تحریک اور اللہ کے دین کی نشر واشاعت میں اس سے مستفید ہوسکیں۔
میں تنقید کرنے والے کی خدمت میں یہ شعر پیش کرتا ہوں:

إِنْ تَجِدْ عَيْبًا فَسُدَّ الْخَلَلَا   جَلَّ مَنْ لَّا عَيْبَ فِيهِ وَعَلَا

''اگر آپ کو کوئی عیب نظر آئے تو اس کی اصلاح کر دیجیے کیونکہ عیوب سے پاک ذات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔''

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس محنت کو قبول فرما کر اسے قبول عامہ عطا فرمائے اور اس میں برکت ڈال دے۔ اس کتاب کو میرے ان نیک اعمال میں شامل فرمائے جنھیں میں تقرب الٰہی کے لیے پیش کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ان بھائیوں کو جنھوں نے میری مدد کی، اپنے اجر وثواب سے نوازے اور ہمیں انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے۔

میری اللہ تعالیٰ کے حضور یہی التجا ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت نرمی والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔''[1]

درج ذیل اشعار بڑی بیش بہا نصیحت ہیں۔ یہ نصیحت عظیم شاعر ابن الوردی نے اپنے بیٹے کو کی تھی۔ میں یہی نصیحت اپنے مسلمان بھائیوں کو کرتا ہوں۔ یہی نصیحت اس کتاب کا حرفِ آخر ہے ؏ شاید کہ کسی دل میں اُتر جائے مری بات!

أُطْلُبِ الْعِلْمَ وَلَا تَكْسَلْ فَمَا   أَبْعَدَ الْخَيْرَ عَلَى أَهْلِ الْكَسَلْ

[1] الحشر 10:59.

اِحْتَفِلْ لِّلْفِقْهِ فِي الدِّينِ وَلَا تَشْتَغِلْ عَنْهُ بِمَالٍ وَّخَوَلْ
وَاهْجُرِ النَّوْمَ وَحَصِّلْهُ فَمَنْ يَّعْرِفِ الْمَطْلُوبَ يَحْقِرْ مَا بَذَلْ
لَا تَقُلْ قَدْ ذَهَبَتْ أَرْبَابُهُ كُلُّ مَنْ سَارَ عَلَى الدَّرْبِ وَصَلْ

''علم حاصل کرو۔ سستی نہ دکھاؤ، نیکی سست لوگوں سے بہت دور ہے۔ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرو۔ اپنے مال و متاع کی مصروفیات کی بنا پر علم دین سے غفلت مت برتو۔ نیند کو چھوڑو۔ علم حاصل کرو۔ جو شخص اپنا مطلوب جان لیتا ہے وہ اس کے لیے خرچ ہونے والی رقم کو بہت حقیر سمجھتا ہے۔ یہ نہ کہو کہ اہل فقہ و دین تو جا چکے۔ ہر راہی اپنی منزل بہر حال پالیتا ہے۔''

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ .

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُّبَارَكاً فِيهِ.

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِينَ.

روایاتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ
جمع و ترجمہ
مولانا نعمان فاروقی سوہدروی
تحقیق و ترتیب و تخریج
حافظ سیف اللہ * حافظ فاروق حیدر

فہرست روایاتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

روایاتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ انھوں نے کئی مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے، سفر و حضر کی کئی تقریبات میں انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی اور متعدد مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالیہ سنے۔ اس لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کی مروی روایات کو ان کی سیرت میں شامل کرنا ان کی سیرت کے بہت سے گمنام گوشوں کو عیاں کرتا ہے۔ خصوصاً سوالات سے انسان کی ضروریات، ترجیحات، دلی جذبات، ذہنی اپروچ اور اعلیٰ سوچ کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی حوالے سے ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بہترین ادیب اور شاعر تھے۔ ان کی بیان کردہ روایات میں ادب کی چاشنی اور حسن بیان کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے شعر کے بارے میں جو احکامات اتارے ہیں وہ آپ جانتے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ» ''یقیناً مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان دونوں کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔''[1]

سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ شکار کا شوق رکھتے تھے اور ان کی خاندانی روایات تھیں۔

[1] مسند أحمد: 3/456، شعیب ارناؤط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا: «إِنَّا قَوْمٌ نَتَصَيَّدُ بِهٰذِهِ الْكِلَابِ وَالْبُزَاةِ فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْهَا؟» ”......ہم لوگ شکاری کتوں اور باز وغیرہ کے ذریعے سے شکار کرتے ہیں، لہٰذا ہمارے لیے ان کے کیے گئے شکار میں سے کیا حلال ہے؟“[1]

اسی طرح وہ سخاوت بھی کرتے تھے، اس لیے اس حوالے سے بھی انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا: «أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟» ”کون سا صدقہ افضل ہے؟“ فرمایا: «خِدْمَةُ عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ ظِلُّ فُسْطَاطٍ، أَوْطَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ» ”غلام کو بطور خادم اللہ کے راستے میں دینا، یا سایے کے لیے خیمہ نصب کرنا، یا جوان اونٹنی/ اونٹ (سواری کے لیے) اللہ کے راستے میں دینا۔“[2]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو فتنوں کے بارے میں جاننے کا شوق تھا۔ وہ خود کہتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں دریافت کرتے تھے اور میں شرّ کے بارے میں سوال کرتا تھا، تاکہ شرّ سے بچا جائے، چنانچہ فتنوں کے بارے میں بہت سی احادیث انھی سے مروی ہیں۔[3]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا ایک ایک فرمان یاد رکھنے کا شوق تھا۔ وہ کہتے ہیں: ”میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے بہت سے فرامین سنتا ہوں مگر انھیں بھول جاتا ہوں۔ فرمایا: «أُبْسُطْ رِدَائَكْ» ”اپنی چادر بچھاؤ۔“ میں نے بچھائی۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس میں چلو ڈالنے کا اشارہ کیا، پھر فرمایا: «ضُمَّ» ”اسے سینے سے لگالو۔“ میں نے اسے سینے سے لگایا تو اس کے بعد کوئی چیز نہیں بھولا۔“[4]

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: ”ہمارے مہاجرین بھائی بازاروں میں تجارت

[1] صحيح البخاري، حديث: 5478، و مسند أحمد: 257/4. [2] جامع الترمذي، حديث: 1626، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، دیکھیے: صحيح سنن الترمذي، حديث: 1626. [3] سنن أبي داود، حديث: 4246. [4] صحيح البخاري، حديث: 119.

میں مشغول ہوتے تھے اور انصار اپنے جانوروں (اور زمینوں) میں مصروف ہوتے تھے اور میں بھوک برداشت کر کے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چمٹا رہتا تھا اور ایسے مواقع پر ساتھ ہوتا تھا جب دوسرے صحابہ ساتھ نہیں ہوتے تھے اور وہ کچھ یاد کر لیتا تھا جو دوسرے نہیں کر پاتے تھے۔'' [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسی ذوق کی بنا پر ان سے ہر موضوع پر روایات بکثرت مروی ہیں۔ ان چند مثالوں سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ عمومی نوعیت کی روایات کے ساتھ ساتھ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کے متعلقہ معاملات یا ان کے ذوق شوق کے حوالے سے روایات مروی ہیں۔

اسی طرح بعض فرامین نبوی کسی واقعے سے متعلقہ ہوتے ہیں، مثلاً کوئی واقعہ رونما ہوا اور اس بارے میں زبان نبوت سے ارشاد جاری ہوگیا مگر بعض فرامین اصول اور قواعد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے فرامین کا کسی صحابی سے مروی ہونا خود اس کی اپنی اہمیت کو بھی نمایاں کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فرامین کس صحابی کے سامنے بیان کیے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی روایات کی حیثیت کچھ اسی طرح کی ہے۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کا مسئلہ پیش آیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کر دیا کہ پیغمبر جہاں وفات پاتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نبوی پیش کرنا فیصلہ کن ثابت ہوا کہ اس امر خلافت کے والی قریش ہوں گے۔ یہ فرمان سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ اسی طرح وراثت نبوی کا مسئلہ پیش آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا دیا کہ ہم انبیاء جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے، ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ اسی طرح اور بہت سے اہم مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ فرامین نبوی فیصلہ کن ثابت ہوئے۔

[1] صحیح البخاري، حدیث: 118.

اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھر کی رفاقت نصیب ہوئی۔ یہ سب فرامین نبویہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہمیت اور حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔

اسی طرح کسی صحابی کی مرویات بیان کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ان کے تلامذہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد کم وبیش 25 ہے۔ ان میں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابن عباس رضی اللہ عنہما، انس رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہما، ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

وہ صحابی جن کے تلامذہ کی فہرست میں صحابہ کی اکثریت شامل ہے، وہ بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زیادہ عرصہ دنیا میں نہیں رہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوالات کیے وہ نجات، نماز میں دعا، قرآن مجید کی تفسیر، تقدیر اور اسی قسم کے دوسرے موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن سے آپ رضی اللہ عنہ کا علمی ذوق اور عملی جذبہ نمایاں ہوتا ہے۔ تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

ذیل میں پیش کی گئی روایات سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بہت سے گمنام گوشے سامنے آئیں گے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ان روایات کو مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ موصلی، مسند ابی بکر للمروزی، مسند الحمیدی، المسند الجامع اور تحفۃ الأشراف سے لیا گیا ہے۔ اور صحیح اور ضعیف تمام روایات جمع کی گئی ہیں اور ان کی تحقیق وتخریج اختصار کے ساتھ دی گئی ہے کیونکہ کسی روایت کے ضعیف ہونے کا پتا چل جائے تو یہ بھی علم ہے۔

① سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک روز خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، بعدازاں فرمانے لگے: ''لوگو! تم اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے ہو:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کی فکر لازم ہے۔ جو شخص گمراہ ہو، وہ تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، جبکہ تم خود ہدایت پر ہو۔''[1]

مگر تم اس کا صحیح مفہوم مراد نہیں لیتے۔ یقیناً ہم نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی یہ فرمان سنا ہے:

«إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهِ»

''یقیناً لوگ جب منکرات دیکھیں مگر ان میں مثبت تبدیلی لانے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب سے دوچار کر دے۔''[2]

ایک روایت میں: «إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ......» کے بجائے یہ الفاظ ہیں: «أَلَا وَإِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ لَمْ يَأْخُذُوا عَلٰى يَدَيْهِ ......» ''خبردار! یقیناً جب لوگ ظالم کو دیکھیں مگر اس کی گرفت نہ کریں تو......۔''[3]

راوی حدیث قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: «يَاأَيُّهَاالنَّاسُ! إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ مُجَانِبٌ لِّلْإِيمَانِ» ''اے لوگو!

① المآئدة 105:5. ② مسند أحمد: 2/1، 5،7،9، و سنن أبي داود، حديث: 4338، وسنن ابن ماجه، حديث: 4005. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ مسند أحمد: 7/1.

اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ جھوٹ ایمان کو ختم کر دیتا ہے۔''[1]

② تزکیۂ نفس اور گناہوں سے نفرت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت جس قدر چاہتا تھا مجھے نفع سے ضرور نوازتا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مجھ سے کوئی اور بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیا کرتا۔ جب وہ مجھے قسم دے دیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا۔ مجھ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور یقیناً انھوں نے سچ فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان سنا ہے:

«مَا مِنْ رَّجُلٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا، فَيَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ۔ قَالَ مِسْعَرٌ: وَيُصَلِّي۔ وَقَالَ سُفْيَانُ: ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَيَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا غُفِرَ لَهٗ»

''کوئی بھی شخص گناہ کر بیٹھے تو اس کے بعد اچھا وضو کرے، (راوی حدیث مسعر کہتے ہیں کہ) اور نماز پڑھے (جبکہ سفیان، دوسرے راوی حدیث کہتے ہیں کہ) پھر دو رکعتیں پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور بخش دیتا ہے۔''

پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دو آیات کی تلاوت کی:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾

''اور جو شخص برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا پائے گا۔''[2]

① مسند أحمد: 5/1، شعیب ارناؤط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ② النسآء: 4:110.

﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فٰحِشَةً اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ..... ﴾

''اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کر گزرتے ہیں......'' ①

③ ہجرت کا سفر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میرے والد عازب رضی اللہ عنہ سے تیرہ درہم کی زین خریدی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عازب رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اپنے بیٹے براء سے کہنا اسے میرے گھر چھوڑ آئے۔'' عازب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''ایسا نہیں ہوگا جب تک آپ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت پر روانہ ہونے کی روداد نہیں سنائیں گے۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی داستان ان الفاظ سے کہہ سنائی:

''رات کے پہلے پہر ہم نکلے اور اگلے روز دوپہر تک تیز رفتاری سے چلتے رہے۔ چلچلاتی دھوپ تھی۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی کہ کوئی سایہ دار جگہ میسر آجائے تاکہ ہم وہاں ستالیں۔ مجھے ایک چٹان نظر آئی۔ میں اس کی طرف لپکا تو اس کے نیچے بھی بالکل تھوڑا سایہ رہ گیا تھا۔ میں نے سایے والی جگہ کچھ برابر کی اور چمڑے کی دری سی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بچھا دی اور عرض کیا: «اِضْطَجِعْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!» ''اے اللہ کے رسول! آپ آرام فرما لیجیے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم محو استراحت ہو گئے۔

پھر میں وہاں سے نکلا کہ دیکھوں کوئی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا۔ اسی اثنا میں مجھے ایک چرواہا نظر آیا۔ میں نے اس سے کہا: ''جوان! تمھارا تعلق کس سے ہے؟''

وہ بولا: ''قریش کے ایک شخص کا غلام ہوں۔'' اس نے مالک کا نام لیا تو میں پہچان گیا۔

① آل عمرٰن 3:135. مسند أحمد: 2/1، وسنن ابن ماجه، حديث: 1395. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔

میں نے پوچھا: ”تھوڑا بہت دودھ ہوگا؟“

وہ بولا: ”جی ہاں۔“

میں نے کہا: ”کیا میرے لیے دودھ دوہو (نکالو) گے؟“

اس نے ہاں میں جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا تو اس نے ریوڑ میں سے ایک بکری کی ٹانگیں باندھیں، پھر میں نے اس سے کہا تو اس نے بکری کے تھن سے گردوغبار صاف کیا، پھر میرے کہنے پر اس نے اپنی ہتھیلیاں بھی صاف کیں۔ میرے پاس ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ اس نے کچھ دودھ دوہ کر مجھے دیا۔ میں نے دودھ والے برتن پر پانی انڈیلنا شروع کیا حتی کہ وہ نیچے سے ٹھنڈا ہوگیا۔[1]

بعدازاں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے چلا، وہاں پہنچا تو آپ ﷺ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: «اِشْرَبْ یَارَسُولَ اللّٰهِ!» ”اے اللہ کے رسول! نوش فرمائیے!“ آپ ﷺ نے وہ دودھ پیا تو مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ پھر میں نے عرض کیا: ”کیا اب یہاں سے چلیں؟“

پھر ہم چل پڑے۔ لوگ ہماری تلاش میں تھے۔ مگر ان میں سے صرف سراقہ بن مالک بن جعشم جو گھوڑے پر سوار تھا، وہ ہم تک پہنچ سکا۔ میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! یہ تعاقب کرنے والا ہمیں ملنے کو ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا» ”گھبراؤ مت، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

اتنے میں وہ ہم سے چند نیزوں کے فاصلے پر آگیا۔ میں نے عرض کیا: ”اے اللہ

[1] رسول اللہ ﷺ کو میٹھی اور ٹھنڈی چیز پسند تھی، چنانچہ حدیث ہے: «كَانَ يُعْجِبُهُ الْحُلْوُ الْبَارِدُ» ”رسول اللہ ﷺ کو ٹھنڈی میٹھی چیز پسند تھی۔“ (السلسلة الصحيحة: 167/5، حديث: 2134) اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی پسند کا بھی خیال رکھتے تھے۔

کے رسول! تلاش کرنے والا ہم تک پہنچ چکا ہے۔‘‘ اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «لِمَ تَبْكِي؟» ’’کیوں رو رہے ہو؟‘‘ میں نے عرض کیا: «أَمَا وَاللّٰهِ! مَاعَلٰى نَفْسِي أَبْكِي وَلٰكِنْ أَبْكِي عَلَيْكَ» ’’اللہ کی قسم! میں اپنی جان کی خاطر نہیں بلکہ آپ کی فکر میں رو رہا ہوں۔‘‘

آپ ﷺ نے سراقہ کے خلاف بددعا فرمائی: «اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ» ’’اے اللہ! اپنی چاہت کے مطابق تو اس کے مقابلے میں ہمیں کافی ہو جا۔‘‘

اسی وقت سراقہ کے گھوڑے کی ٹانگیں پیٹ تک زمین میں دھنس گئیں اور سراقہ اس سے گر پڑا۔ اور بولا: ’’اے محمد (ﷺ)! مجھے یقین ہے کہ یہ آپ ہی کا کام ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس آزمائش سے ایک دفعہ نکالے۔ اللہ کی قسم! میں اس کے نتیجے میں آپ کے تعاقب میں اپنے پیچھے آنے والوں کو کسی اور راستے پر ڈال دوں گا۔ یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیجیے کیونکہ آپ کو قریب ہی فلاں جگہ پر میرے مال مویشی کے پاس سے گزرنا ہے۔ تو (یہ تیر بطور علامت دکھا کر) آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے لیے کچھ لے سکیں گے۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا حَاجَةَ لِي فِيهَا» ’’مجھے ان کی قطعاً ضرورت نہیں۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی تو اسے چھٹکارا ملا اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ گیا۔

رسول اللہ ﷺ اور میں ہم دونوں چلتے چلتے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کا بھرپور استقبال کیا۔ وہ لوگ راہوں میں پلکیں بچھائے کھڑے تھے۔ اور کچھ اپنے گھروں کی چھتوں پر تھے۔ رستوں میں خادموں اور بچوں کا ہجوم تھا جو یہ صدا لگا رہے تھے: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ، جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ، جَاءَ مُحَمَّدٌ» ’’اللہ اکبر، اللہ کے رسول ﷺ آ گئے، محمد ﷺ آ گئے۔‘‘ لوگ باہم الجھ پڑے کیونکہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ اس کے مہمان بنیں۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْزِلُ اللَّيْلَةَ عَلٰى بَنِي النَّجَّارِ، أَخْوَالِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لِأُكْرِمَهُمْ بِذٰلِكَ»

''آج رات میں اپنے دادا جان عبدالمطلب کی ننھیال بنونجار کے ہاں ٹھہروں گا۔ میں اس سے ان کی عزت افزائی کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔''

پھر جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرف جانے کا حکم ملا آپ چل دیے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''مہاجرین میں سے ہمارے پاس آنے والے پہلے شخص بنوعبدالدار کے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ بعدازاں بنوفہر سے تعلق رکھنے والے نابینا صحابی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 20 سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارادہ ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ بس چلے ہی آتے ہیں۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔''

براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے قبل انھوں نے سورۂ قٓ سے آخر تک تمام سورتیں پڑھ لی تھیں۔[1]

④ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہدہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے براءت کے اظہار کے لیے انھیں یہ پیغام دے کر بھیجا:

«لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ، مَّنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُدَّةٌ

[1] مسند أحمد: 3,2/1 اور دیکھیے: صحیح البخاري، حدیث: 3615، وصحیح مسلم، حدیث: 2009 (7521).

فَأَجِّلْهُ إِلٰى مُدَّتِهِ وَاللّٰهُ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ»

''اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوں گے۔ اور جس قوم کی رسول اللہ ﷺ سے عہد کی مدت طے تھی تو اس کا عہد اسی مدت تک باقی ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ مشرکین سے بری ہیں۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روانہ ہوئے ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«اِلْحَقْهُ فَرُدَّ عَلَيَّ أَبَابَكْرٍ وَّبَلِّغْهَا أَنْتَ»

''ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جا ملو اور انھیں میری طرف واپس بھیج دو اور وہ احکام تم خود پہنچانا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو روتے ہوئے عرض کرنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟'' نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا حَدَثَ فِيكَ إِلَّا خَيْرٌ وَّلٰكِنْ أُمِرْتُ أَنْ لَّا يُبَلِّغَهُ إِلَّا أَنَا أَوْ رَجُلٌ مِّنِّي»

''تمھارے بارے میں تو خیر ہی اتری ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اسے میں خود یا میرا کوئی قریبی ہی آگے پہنچائے۔''[1]

صحیح بخاری کی روایت میں اس طرح ہے: ''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں کے ساتھ روانہ کیا جنھوں نے (9 ہجری) نحر کے دن اعلان کرنا تھا، چنانچہ ہم سب نے منٰی میں یہ اعلان کیا: ''اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ

[1] مسند أحمد: 3/1. شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

کرے اور برہنہ حالت میں کوئی شخص طواف نہ کرے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تو انھیں حکم دیا کہ سورۂ براءت کا اعلان کریں۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ مل کر نحر کے دن اہل منیٰ میں یہ اعلان کیا تھا کہ کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرے۔''[1]

اس سے واضح ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے عہدے پر قائم تھے اور انھی کی طرف سے اعلان ہوا تھا۔ بلکہ انھی کی طرف سے اعلان کرنے والوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوگئے۔

⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد

اوسط بن اسماعیل بجلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گزشتہ سال اسی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔'' یہ فرما کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، پھر فرمایا: ''اللہ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:) ایمان و یقین کے بعد کسی شخص کو عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ملی۔ اور کفر کے بعد شک سے بڑھ کر کوئی خطرناک چیز نہیں۔ صدق و صفا کا اہتمام کیا کرو۔ اس سے نیکی حاصل ہوتی ہے۔ اور سچائی اور نیکی دونوں جنت میں داخلے کا باعث ہیں۔ اور جھوٹ سے مکمل اجتناب کرو کیونکہ اس سے فسق و فجور کی راہیں کھلتی ہیں۔ اور جھوٹ اور فسق و فجور جہنم میں جانے کا باعث ہیں۔ تم آپس میں حسد نہ کیا کرو، نہ آپس میں بغض رکھا کرو، نہ باہمی قطع تعلقی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے سے پہلو تہی کیا کرو اور آپس میں بالکل اسی طرح بھائی بھائی بن جاؤ جیسے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔''[2]

آپ نے یہ خطبہ اس وقت دیا تھا جب آپ کو خلیفہ بنایا گیا تھا۔[3]

① صحيح البخاري، حديث: 369. ② مسند أحمد: 8,3/1، وسنن ابن ماجه، حديث: 3849. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ مسند أحمد: 7/1.

رفاعہ بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے منبر رسول پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا۔ یہ کہنا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں رونے لگ گئے۔ یہ کیفیت دور ہوئی تو دوبارہ کہنے لگے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی کے موسم میں گزشتہ سال یہ فرمان سنا تھا:

«سَلُوا اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْيَقِينَ فِي الْآخِرَةِ وَالْأُولٰى»

''اللہ سے معافی، خیریت اور تندرستی اور دنیا و آخرت میں یقین کی دولت کا سوال کرتے رہا کرو۔'' ①

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے منبر نبوی پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سنے:

«سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي هٰذَا الْيَوْمِ مِنْ عَامِ الْأَوَّلِ»

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزشتہ سال اسی دن یہ سنا تھا۔''

یہ کہنا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھیگ گئیں اور آپ رونے لگے، پھر فرمانے لگے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

«لَمْ تُؤْتَوْا شَيْئًا بَعْدَ كَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ مِثْلَ الْعَافِيَةِ، فَاسْئَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ»

''کلمۂ اخلاص (لا الٰہ الا اللہ) کے بعد عافیت جیسی کوئی چیز تمھیں عطا نہیں ہوئی، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔'' ②

⑥ اللہ کی رضا کی تلاش

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① مسند أحمد: 3/1، وجامع الترمذي، حديث: 3558. شعیب ارناؤط نے اسے حسن کہا ہے۔
② مسند أحمد: 4/1، و مسند البزار، حديث: 24، و صحيح ابن حبان، حديث: 950. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

«اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ»

''مسواک منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔''[1]

⑦ اللہ سے مانگنے کی جستجو

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''مجھے کوئی دعا سکھائیے تاکہ میں وہ دعا اپنی نماز میں مانگا کروں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ»

''یہ کہو: اے اللہ! یقیناً میں نے (گناہ کر کے) اپنے آپ پر بہت ظلم کیے ہیں۔ اور گناہوں کو بخشنے والا تو ہی ہے، لہٰذا اپنی طرف سے مجھے بخشش سے نواز اور مجھ پر رحم فرما۔ یقیناً تو ہی بہت بخشنے والا اور انتہائی رحم کرنے والا ہے۔''[2]

⑧ سنت کے والا وشیدا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں سے اپنے اپنے حصے کی طلب میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ وہ اِس وقت فدک میں موجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین اور خیبر سے حاصل ہونے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ لینا چاہتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ»

① مسند أحمد: 3/1، شیخ شعیب ارناؤط نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ ② مسند أحمد: 4/1، وصحيح البخاري، حديث: 834و6326، وصحيح مسلم، حديث: 2705.

''ہماری (انبیائے کرام علیہم السلام کی) وراثت ورثا میں تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے اس مال سے بس کھانے پینے کے لیے لیتے ہیں۔''

اللہ کی قسم! یقیناً کسی بھی معاملے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو طرز عمل اختیار کرتے دیکھا میں بھی بعینہ وہی صورت اختیار کروں گا۔''[1]

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوگئیں اور تادم زیست ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات چیت بھی چھوڑ دی۔ جبکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد 6 ماہ بقید حیات رہیں۔

اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ''مدینہ منورہ میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ وغیرہ تھا اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے کر دیا تھا مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس پر غالب آگئے۔ ہاں! خیبر اور فدک (کی زمین اور باغ) عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے حوالے نہ کیا اور کہنے لگے: ''یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں۔ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش آمدہ ضروریات اور اخراجات کے لیے تھے۔ ان کا معاملہ اسی کے سپرد ہوگا جو خلیفہ ہوگا۔''
راوی کہتے ہیں: ''خیبر اور فدک آج بھی اسی طرح ہیں۔''[2]

ایک روایت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی موجود ہے:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اپنے عزیزوں سے صلہ رحمی کروں اس سے مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب سے صلہ رحمی کروں۔ ہاں! میرے اور تمھارے درمیان ان مالوں کی وجہ سے جو شکر رنجی ہوئی ہے، تو میں ان مالوں کے بارے میں حق سے روگردانی نہیں

[1] مسند أحمد: 4/1، وصحيح البخاري، حديث: 3711 و 3712، وصحيح مسلم، حديث: 1759. [2] مسند أحمد: 1/ 6و9، وصحيح مسلم، حديث: 1759، وسنن أبي داود، حديث: 2970.

کر سکتا۔ اور میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے کرتے دیکھا ہے میں اسی صورت پر کاربند رہوں گا۔''[1]

⑨ ثانی اثنین (دو میں سے دوسرا)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، یا یہ کہا کہ ہم، غار میں تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''ان (پیچھا کرنے والوں) میں سے اگر کوئی اپنے قدموں کو دیکھے تو ہم تو اسے نظر آجائیں گے!''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا أَبَا بَكْرٍ! مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟»

''ابوبکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟''[2]

⑩ عمدہ اخلاق

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِيلٌ وَّلَا خَبٌّ وَّلَا خَائِنٌ وَّلَا سَيِّئُ الْمَلَكَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ الْمَمْلُوكُونَ، إِذَا أَحْسَنُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَفِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَوَالِيهِمْ»

''جنت میں کوئی بخیل جائے گا نہ دھوکے باز، نہ خائن اور نہ غلاموں سے برا سلوک کرنے والا۔ پہلے پہل جنت کا دروازہ ایسے غلام کھٹکھٹائیں گے جو اللہ کے اور اپنے درمیان عہد کو اچھے طریقے سے نبھانے کے ساتھ ساتھ اپنے مالکوں

① مسند أحمد:9/1، وصحيح البخاري، حديث:3712. ② مسند أحمد:4/1، وصحيح البخاري، حديث:3653 و3922 و4663، وصحيح مسلم، حديث:2381.

سے کیے ہوئے عہد کو بھی بحسن وخوبی نبھاتے ہیں۔"[1]

⑪ قوت فیصلہ

سیدنا عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا: "رسول اللہ ﷺ کے وارث آپ ہیں یا اہل بیت؟" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نہیں ہوں بلکہ اہل بیت ہی آپ ﷺ کے وارث ہیں۔" وہ کہنے لگیں: "تو پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں ملنے والا حصہ کہاں گیا؟" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، ثُمَّ قَبَضَهُ جَعَلَهُ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ»

"یقیناً جب اللہ عزوجل اپنے کسی پیغمبر کو مال و متاع سے نوازتا ہے، تو اس پیغمبر کی وفات کے بعد اس کے مال و متاع کو اس کے لیے مقرر فرما دیتا ہے جو پیغمبر کا جانشین ہوتا ہے۔"

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ میں اسے مسلمانوں کے حوالے کر دوں۔ یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: "آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا ہے اسے آپ ہی بخوبی جانتے ہیں۔"[2]

⑫ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز نماز فجر ادا کرنے کے بعد وہیں تشریف فرما رہے۔ پھر جب چاشت کا وقت ہوا تو

① مسند أحمد: 4/1، و مسند أبي يعلى، حديث: 93. شعیب ارناؤط نے اس سند کو ضعیف کہا ہے۔
② مسند أحمد: 4/1، وسنن أبي داود، حديث: 2973، و مسند أبي يعلى، حديث: 37. شعیب ارناؤط نے اسے حسن کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے۔ پھر آپ اسی جگہ تشریف فرما رہے حتی کہ آپ ﷺ نے ظہر، عصر اور مغرب کی نماز پڑھائی۔ اس دوران آپ ﷺ نے کوئی بات نہ کی حتی کہ عشاء کی نماز بھی پڑھا دی۔ بعدازاں اپنے گھر تشریف لے گئے۔

لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ''کیا آپ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں گے کہ کیا معاملہ ہے؟ کیونکہ آج آپ ﷺ نے معمول سے ہٹ کر دن گزارا ہے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ فرمانے لگے:

''ہاں، میرے سامنے دنیا اور آخرت کے کچھ معاملات پیش کیے گئے۔ چنانچہ (روزِ قیامت صورتِ حال یہ ہوگی کہ) پہلوں اور پچھلوں کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے گا۔ اس سے لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ اسی کیفیت میں وہ آدم علیہ السلام کی طرف بڑھیں گے اور ان کا پسینہ ان کے مونہوں تک پہنچا ہوا ہوگا۔ وہ آدم علیہ السلام سے عرض کریں گے: ''اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ عزوجل نے آپ کو چنا، لہٰذا رب تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کریں!'' وہ فرمائیں گے: ''جو معاملہ تمھارے ساتھ پیش آیا ہے میرے ساتھ بھی ایسا معاملہ پیش آچکا ہے۔ تم اپنے باپ (آدم علیہ السلام) کے بعد والے باپ نوح علیہ السلام کی طرف جاؤ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور آل ابراہیم اور آل عمران کو جہانوں پر چن لیا۔''[1]

تو لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جا کر ان سے عرض کریں گے: ''اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرمائیں۔ اللہ نے آپ کو منتخب فرمایا، آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس کے نتیجے میں زمین پر کافروں کا کوئی باشندہ نہیں چھوڑا تھا۔'' نوح علیہ السلام یہ سن کر فرمائیں گے: ''یہ میرے

[1] آل عمرٰن 3:33.

بس میں نہیں۔ تم ابراہیم علیہ السلام کی طرف چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا خلیل بنایا ہے۔'' لوگ ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہی درخواست کریں گے۔ مگر وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میرے بس میں نہیں۔ ہاں! تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہم کلامی کے شرف سے نوازا ہے۔ (لوگ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنی عرضداشت رکھیں گے) مگر موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: ''میرے لیے یہ کام بھاری ہے۔ ایسا کرو تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ کوڑھی میں مبتلا اور برص کے مریض کو اللہ کے حکم سے تندرست اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دیتے تھے مگر عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے کہ میرے اختیار میں نہیں۔ ہاں! تم عالم انسانیت کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ وہ روز قیامت سب سے پہلے زمین سے باہر آئے، لہٰذا وہ رب کے حضور تمھاری سفارش کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کے لیے چل پڑیں گے تو (انھیں دیکھ کر) جبریل علیہ السلام رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو اللہ عزوجل فرمائیں گے: «اِئْذَنْ لَّهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» ''انھیں اجازت بھی دو اور جنت کی خوشخبری بھی دو۔'' پھر جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات دنوں کے بقدر سجدے میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: «اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَامُحَمَّدُ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ» ''اے محمد! (سجدے سے) سر اٹھائیں، آپ کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول ہو گی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک سجدے سے اٹھائیں گے تو جب اللہ عزوجل کا نظارہ کریں گے تو دوبارہ سات دن کے بقدر سجدے میں چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: «اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ» ''اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں آپ کی شنوائی ہو گی اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر سجدہ کرنے کے لیے بڑھنے لگیں گے تو جبریل علیہ السلام آپ کو بازوؤں سے پکڑ لیں

گے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ کلمات سکھائیں گے کہ ان جیسے کلمات کسی کو کبھی نہیں سکھائے گئے ہوں گے، پھر آپ ﷺ عرض کریں گے: «أَيْ رَبِّ! خَلَقْتَنِي سَيِّدَ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ» ''اے میرے رب! تو نے مجھے نسل آدم کا سردار بنایا ہے اور مجھے اس پر فخر نہیں اور میں ہی وہ ہوں جو روز قیامت سب سے پہلے زمین سے باہر آؤں گا اور اس پر بھی مجھے فخر نہیں۔'' حتی کہ حوضِ کوثر کے نزدیک میرے پاس صنعاء سے اَیلہ تک (لوگوں کے ہجوم) سے بھی زیادہ لوگ آئیں گے، پھر کہا جائے گا: «اُدْعُوا الصِّدِّيقِينَ» ''صدیقوں کو بلاؤ۔'' تو وہ سفارش کریں گے۔ پھر کہا جائے گا: «اُدْعُوا الْأَنْبِيَاءَ» ''انبیائے کرام علیہم السلام کو بلاؤ!'' ایک پیغمبر آئیں گے تو ان کے ساتھ بڑی جماعت ہوگی، ایک نبی آئیں گے تو ان کے ساتھ صرف پانچ، چھ لوگ ہوں گے اور ایک پیغمبر آئیں گے مگر ان کے ساتھ کوئی نہ ہوگا۔

پھر کہا جائے گا: «اُدْعُوا الشُّهَدَاءَ» ''شہداء کو بلاؤ!'' شہداء جس کے لیے چاہیں گے سفارش کریں گے۔ شہداء جب اس کام سے فارغ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: «أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، أَدْخِلُوا جَنَّتِي مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا» ''میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں۔ جس نے بھی میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، اسے جنت میں داخل کر دو۔'' تو وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

پھر اللہ عزوجل فرمائیں گے: «اُنْظُرُوا فِي النَّارِ، هَلْ تَلْقَوْنَ مِنْ أَحَدٍ عَمِلَ خَيْرًا قَطُّ؟» ''جہنم میں دیکھو، وہاں تمھیں کوئی ایسا شخص ملا (نظر آیا) ہے جس نے کبھی بھی کوئی اچھا کام کیا ہو؟'' وہ جہنم میں ایک ایسے شخص کو پالیں گے۔

اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا: «هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟» ''کیا تو نے کبھی کوئی اچھا کام کیا ہے؟'' وہ جواب دے گا: ''نہیں، اتنا ضرور ہے کہ میں خرید وفروخت میں لوگوں کے ساتھ نرمی کیا کرتا تھا۔'' اللہ عزوجل فرمائیں گے: «أَسْمِحُوا لِعَبْدِي كَإِسْمَاحِهِ

إِلٰى عَبِيدِي» ”جیسے یہ شخص میرے بندوں کے ساتھ نرمی کیا کرتا تھا اسی طرح میرے اس بندے کے ساتھ بھی نرمی اور سخاوت کا برتاؤ کرو۔“

پھر اہل جنت دوزخ میں سے ایک اور شخص کو نکالیں گے۔ اللہ عزوجل اس سے فرمائیں گے: «هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟» ”کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی کا کام کیا ہے؟“ وہ کہے گا: ”نہیں، مگر میں نے اپنے بچوں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے جلانا، پھر مجھے اچھی طرح پیس دینا، جب میں ریزہ ریزہ ہو جاؤں تو مجھے سمندر کی طرف لے جانا (اور بہا دینا) اور مجھے ہوا میں اڑا دینا، اللہ کی قسم! رب العالمین مجھ پر کبھی بھی (دوبارہ زندہ کرنے کی) قدرت نہیں رکھے گا۔“ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: «لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ؟» ”تو نے ایسا کیوں کیا؟“ وہ کہے گا: ”تیرے خوف کے مارے۔“ اللہ عزوجل فرمائیں گے: «اُنْظُرْ إِلٰى مُلْكِ أَعْظَمِ مَلِكٍ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَهُ وَعَشْرَةَ أَمْثَالِهِ» ”کسی بڑے بادشاہ کی سلطنت کا اندازہ لگا، اس جتنی مزید دس گنا تیرے لیے ہے۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے اللہ! تو مجھ سے مذاق کیوں کر رہا ہے تو تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «وَذَاكَ الَّذِي ضَحِكْتُ مِنْهُ مِنَ الضُّحٰى» ”یہی وہ بات تھی جس کے باعث میں چاشت کے وقت مسکرایا تھا۔“[1]

⑬ سانحۂ وفات رسول کے موقع پر عظیم الشان کردار

حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی ایک جانب (سُخ مقام) پر تھے۔ وہ آئے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے چادر ہٹائی اور بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگے: «فِدًى لَّكَ أَبِي وَأُمِّي! مَا أَطْيَبَكَ حَيًّا وَّمَيِّتًا، مَاتَ مُحَمَّدٌ وَّرَبِّ الْكَعْبَةِ» ”میرے ماں باپ آپ پر

[1] مسند أحمد:5,4/1، وصحيح ابن حبان، حديث:6476، ومسند أبي يعلى، حديث:57,56. شعیب ارناؤط نے اسے حسن کہا ہے۔

قربان! زندگی میں کس قدر حسین تھے اور وفات کے بعد بھی کس قدر خوبصورت ہیں۔ رب کعبہ کی قسم! محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں۔'' حمید کہتے ہیں کہ پھر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جلدی جلدی انصار کے ہاں پہنچے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی اور انصار کی منقبت میں جو کچھ (قرآن کی صورت میں) نازل ہوا تھا اور جو کچھ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا، وہ سب کہہ سنایا۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا: ''اے انصار کی جماعت! یقیناً تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: «لَوْسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا، سَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ» ''اگر لوگ (قریش) ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی دوسری وادی میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔'' اے سعد (بن عبادہ!) آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا اور آپ بھی وہاں موجود تھے: «قُرَيْشٌ وُّلَاةُ هٰذَا الْأَمْرِ، فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِّبَرِّهِمْ وَفَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِّفَاجِرِهِمْ» ''اس امر (خلافت) کے والی قریش ہی ہوں گے۔ لوگوں میں سے اچھے قریش میں سے اچھے اور نیک لوگوں کے ماتحت ہوں گے اور برے لوگ ان میں سے بروں کے ماتحت ہوں گے۔'' یہ سن کر سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''آپ نے سچ کہا ہے۔ امارت آپ قریشیوں کے سپرد ہے اور وزارت ہمارے پاس رہے گی۔''[1]

اس واقعے کا کچھ حصہ اور وضاحت صحیح بخاری کی اس روایت میں بھی ہے۔ مادرِ امت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سخ مقام میں اپنی رہائش گاہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ گھوڑے سے اترے، مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور کسی سے کوئی بات کیے بغیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کو حبری چادر سے ڈھانپا ہوا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ چادر ہٹائی۔ پھر

[1] مسند أحمد: 5/1، وصحيح البخاري، حديث: 1241 و 3667 و 3779,3778 و 3495، وصحيح مسلم، حديث: 1818.

آپ ﷺ کی طرف مائل ہو کر بوسہ دیا اور روتے ہوئے کہنے لگے:

«بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا»

''اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو وفات لکھی ہوئی تھی وہ آپ کو آچکی ہے۔''

بعدازاں ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے محو گفتگو تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''بیٹھ جائیے!'' مگر وہ نہ بیٹھے۔ انھوں نے دوبارہ بیٹھنے کو کہا مگر وہ نہ بیٹھے۔ یہ دیکھ کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ شروع کر دیا تو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

«أَمَّا بَعْدُ! فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾

''اما بعد! تم میں سے جو شخص بھی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اگر آپ (ﷺ) کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ شکر ادا

کرنے والوں کو اچھی جزا دے گا۔"[1]

اللہ کی قسم! لوگوں کی حالت یہ تھی کہ جب تک ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت نہ کی تو گویا وہ یہ جانتے ہی نہ تھے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ لوگوں نے آپ سے اسے یاد کیا اور اس کے بعد ہر شخص سے یہی آیت سننے میں آ رہی تھی۔[2]

⑭ علم کی تڑپ اور عمل کی جستجو

طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ میرے والد ذکر کرتے تھے کہ ان کے والد عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اپنے والد محترم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ہمارے مقدر میں جو لکھ دیا گیا ہے ہم اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں یا ابھی لکھا نہیں گیا اور ہم اپنے ارادے اور اختیار کے مطابق عمل کرتے ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بَلْ عَلٰى أَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ» "بلکہ ہم اس کے مطابق عمل کرتے ہیں جو ہمارے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔" میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! (اگر مقدر لکھ دیا گیا ہے) تو ہم کس لیے عمل کریں؟" فرمایا: «كُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ» "ہر ایک کو اسی کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔"[3]

⑮ سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین تصفیہ اور نجات کی تلاش

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت رنجیدہ ہوئے اور انھیں عجیب عجیب وسوسے اور خیالات آنے لگے، جبکہ میں بھی انھی میں سے تھا۔ انھی احوال میں میں ایک ٹیلے کے سایے میں بیٹھا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ

① آل عمرٰن 3:144. ② صحيح البخاري، حديث:1241، 1242. ③ مسند أحمد:1/5، 6، والمعجم الكبير للطبراني، حديث:47، ومسند البزار، حديث:28. شعیب ارناؤط نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔

میرے پاس سے گزرے اور انھوں نے سلام کیا مگر مجھے یہ احساس ہی نہ ہوا کہ میرے پاس سے عمر رضی اللہ عنہ گزرے ہیں اور انھوں نے مجھے سلام بھی کیا ہے۔ یہ دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے: ''میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا، انھیں سلام کیا مگر انھوں نے مجھے جواب ہی نہیں دیا۔ یہ کتنی نامناسب بات ہے؟'' تو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے ایک ساتھ سلام کیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''آپ کے بھائی عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے پاس سے گزرتے ہوئے انھوں نے سلام کیا تھا مگر آپ نے انھیں سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس کا سبب کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''میں نے تو ایسا کیا ہی نہیں۔'' عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! کیوں نہیں، آپ نے ایسا کیا ہے۔ امویو! آپ لوگوں کے مزاج ہی اس قسم کے ہیں!'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ آپ میرے پاس سے گزرے ہیں یا آپ نے مجھے سلام کیا ہے۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''عثمان سچ کہہ رہے ہیں۔ ممکن ہے عثمان کی توجہ کسی اور طرف ہو؟'' میں نے کہا: ''ایسا ہی تھا۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''آپ کیا سوچ رہے تھے؟'' میں نے کہا: ''اللہ عزوجل کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے ہی وفات پا گئے ہیں کہ ہم ان سے پوچھ سکیں کہ نجات اور کامیابی کس چیز میں ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) نے خواہش کا اظہار کیا کہ کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کر لیا ہوتا کہ شیطان ہمارے نفسوں میں جو وسوسے ڈالتا ہے ان سے ہماری نجات کیسے ممکن ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے تو اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا تھا۔''

عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا اور کہنے لگا: ''میرے ماں باپ قربان! آپ ہی سے اس کی امید تھی۔''

ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے عرض کیا تھا: ''اے اللہ کے رسول! نجات کیونکر ممکن ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ قَبِلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِي عَرَضْتُ عَلٰى عَمِّي، فَرَدَّهَا عَلَيَّ، فَهِيَ لَهٗ نَجَاةٌ» ''جس شخص نے بھی وہ کلمہ دل و جان سے قبول کر لیا جسے میں نے اپنے چچا ابو طالب پر پیش کیا تھا مگر انھوں نے قبول نہیں کیا تھا۔ تو یہ کلمہ اس کے لیے باعث نجات ہے۔''[1]

(16) عامل کو وصیت

سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے شام کی طرف (جہاد کے لیے) بھیجا تو مجھے وصیت کرتے ہوئے کہا:

''یزید! تمھارے کچھ قرابت دار (تمھارے ساتھ) ہیں۔ ممکن ہے تم انھیں مختلف ذمہ داریوں کے لیے منتخب کرلو۔ مجھے اس چیز کا تم سے بہت زیادہ خدشہ ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«مَنْ وَّلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَحَدًا مُّحَابَاةً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ، لَايَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا حَتّٰى يُدْخِلَهٗ جَهَنَّمَ، وَمَنْ أَعْطٰى أَحَدًا حِمَى اللّٰهِ فَقَدِ انْتَهَكَ فِي حِمَى اللّٰهِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ، أَوْقَالَ: تَبَرَّأَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ»

''جو شخص مسلمانوں کے کسی بھی معاملے کا والی بنے اور طرفداری کرتے ہوئے کسی کو ذمہ داری سونپ دے تو وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے نفلی عبادت قبول فرماتے ہیں نہ فرضی عبادت حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم

[1] مسند أحمد: 6/1و8، ومسند أبي يعلى، حديث: 133. اس روایت کے مرفوع الفاظ کو شعیب ارناؤط نے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔

میں داخل کر دیں گے۔ اور جس شخص نے کسی کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی پامالی کی اجازت دے دی تو اس نے بغیر حق کے اللہ کی حدود کو پامال کر دیا۔ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔'' یا یہ فرمایا: ''وہ اللہ عزوجل کے ذمے نہیں رہتا۔''[1]

⑰ بغیر حساب کے جنت کا داخلہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أُعْطِيتُ سَبْعِينَ أَلْفاً يَّدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وُّجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، فَاسْتَزَدتُّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ، فَزَادَنِي مَعَ وَاحِدٍ سَبْعِينَ أَلْفًا» ''میری امت میں سے مجھے ستر ہزار ایسے خوش نصیب افراد عطا کیے گئے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور ان کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے۔ میں نے اللہ عزوجل سے اس تعداد میں اضافے کی اپیل کی تو اللہ تعالیٰ نے ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد عطا فرما دیے۔''[2]

⑱ برائی کا بدلہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ يَّعْمَلْ سُوءً يُّجْزَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا» ''جو شخص بھی کوئی برا کام کرے اسے دنیا میں اس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔''[3]

[1] مسند أحمد: 6/1، والمستدرك للحاكم: 93/4. شعیب ارناؤط نے اس سند کو ضعیف کہا ہے۔
[2] مسند أحمد: 6/1، و مسند أبي يعلى، حديث: 112. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے شواہد کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحة، حديث: 1484) البتہ اس کی تائید میں پیش کردہ روایت میں: «فَزَادَنِي مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعِينَ أَلْفًا» ''تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد عطا فرما دیے'' ہے۔ (مسند أحمد: 359/2) [3] مسند أحمد: 6/1، ومسند البزار، حديث: 21، ومسند أبي يعلى، حديث: 18. شعیب ارناؤط نے اس حدیث کو طرق اور شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔

⑲ نبی کریم ﷺ کی مدح سرائی

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے، جبکہ وہ قریب الموت تھے، جناب ابوطالب کا یہ شعر کہا ؎

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
رَبِيعُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

"اور ایسے روشن اور سفید کہ آپ کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ آپ یتیموں کے لیے بہار ہیں اور بیوگان کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر سن کر فوراً کہا: «ذَاكَ وَاللّٰهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ» "اللہ کی قسم! اس میں اللہ کے رسول ﷺ کی صفت بیان ہوئی ہے۔"①

⑳ احادیث مبارکہ کا علم

جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اندازہ نہ تھا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے۔ اسی دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے: «لَنْ يُّقْبَرَ نَبِيٌّ إِلَّا حَيْثُ يَمُوتُ» "کوئی بھی پیغمبر جہاں فوت ہوں وہیں دفن ہوتے ہیں۔" یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کا بستر ایک طرف کیا اور بستر کے نیچے ہی قبر کھود دی۔②

حسب ذیل حدیث کا مفہوم مذکورہ حدیث سے ملتا جلتا ہے مگر الفاظ اور مفہوم میں قدرے فرق ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات

① مسند أحمد: 7/1، و مسند البزار، حديث: 58، والمصنف لابن أبي شيبة: 714/8، و 20/12. شعیب ارناؤط نے اس سند کو ضعیف کہا ہے۔ ② مسند أحمد: 7/1، و المصنف لعبدالرزاق، حديث: 6534، و جامع الترمذي، حديث: 1018. شعیب ارناؤط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

ہوئی تو صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ سنا تھا۔ وہ مجھے اب تک یاد ہے وہ یہ تھا: «مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُّدْفَنَ فِيهِ» ''اللہ کے حکم سے جب بھی کوئی نبی وفات پاتے ہیں تو وہ اسی جگہ وفات پاتے ہیں جہاں انھیں دفن ہونا پسند ہوتا ہے۔'' لہٰذا آپ ﷺ کو اپنے بستر کی جگہ ہی دفن کرو۔''①

㉑ نبی کریم ﷺ کی ایک پیش گوئی

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیماری سے شفا یاب ہوئے تو لوگوں کے پاس تشریف لائے۔ کوئی عذر پیش کیا اور فرمانے لگے: ''ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی کا تھا۔'' پھر فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا:

«إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا: خُرَاسَانُ، يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ»

''دجال مشرق کے ایک علاقے سے رونما ہوگا جسے خراسان کہا جاتا ہے۔ دجال کے پیچھے پیچھے ایسے لوگ چلیں گے جن کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال کی طرح چپٹے چوڑے ہوں گے۔''②

㉒ نبی کریم ﷺ کی طرف سے خوشخبری پہنچانا

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو) خوشخبری دی کہ رسول اللہ ﷺ نے (ان کے بارے میں) فرمایا ہے:

① جامع الترمذي، حديث: 1018. علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ ② مسند أحمد: 4/1 و7، وجامع الترمذي، حديث: 2237، وسنن ابن ماجه، حديث: 4072. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: رَطْبًا ۔ كَمَا أُنْزِلَ، فَلْيَقْرَأْهُ عَلٰى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ»

''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ قرآن مجید کو تازہ بہ تازہ بالکل اسی انداز سے پڑھے جس طرح اسے اتارا گیا ہے تو وہ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قراءت میں پڑھے۔''①

㉓ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے محبت اور ادبی ذوق کا نمونہ

عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند دنوں بعد نماز عصر پڑھ کے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلا، جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک جانب علی رضی اللہ عنہ بھی چل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے۔ اس وقت وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے انھیں اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور ساتھ ہی کہنے لگے:

وَابِأَبِي شَبَهُ النَّبِيِّ
لَيْسَ شَبِيهًا بِعَلِيِّ

''قسم سے! یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کی شکل و شباہت علی رضی اللہ عنہ پر تو نہیں ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر مسکرا رہے تھے۔②

① مسند أحمد: 7/1، وصحيح ابن حبان، حديث: 7066، ومسند البزار، حديث: 13,12. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② مسند أحمد: 8/1، ومسند البزار، حديث: 53، ومسند أبي يعلٰى، حديث: 38، والمعجم الكبير للطبراني، حديث: 2528. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔

(24) زبانِ نبوت سے فیصلہ صادر ہوتے وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی

عبدالرحمٰن بن ابزی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اپنے آپ کو زنا کے جرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس بھیج دیا۔ وہ دوبارہ آئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پھر واپس بھیج دیا، وہ سہ بارہ آئے اور اپنے آپ کو پیش کیا۔ میں نے ان سے کہا:

«إِنَّكَ إِنِ اعْتَرَفْتَ الرَّابِعَةَ رَجَمَكَ»

''اگر آپ چوتھی مرتبہ پیش ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو رجم کرنے کا حکم دے دیں گے۔'' چنانچہ انھوں نے چوتھی مرتبہ اعتراف زنا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں محبوس کر لیا۔ پھر ان کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے کہا: ''ہم ان کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔'' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم صادر فرما دیا۔''[1]

(25) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بارے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جذبات

حضرت رافع طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ غزوۂ ذات سلاسل میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رفیق سفر بھی رہ چکے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کے متعلق پوچھا کہ کیسے بات چیت ہوئی تھی۔ انھوں نے (اپنے الفاظ میں) انصار کی گفتگو، اپنے جذبات اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جو بات چیت کی تھی سب کہہ سنائی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی امامت کے متعلق مرض الوفات میں کہے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین بھی یاد دلائے تھے۔ یہ سناتے ہوئے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

[1] مسند أحمد: 8/1، والمصنف لابن أبي شيبة: 72/10، ومسند البزار، حديث: 55. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

''صحابہ کرام نے میری بیعت کر لی اور ان کی طرف سے میں نے قبول کر لی۔ مجھے خدشہ لاحق تھا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے مبادا لوگ ارتداد کا شکار ہو جائیں۔''[1]

(26) کمانڈروں کی فرمان نبوی سے حوصلہ افزائی

وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف جنگ کے لیے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر تیار کر کے روانہ کیا اور کہنے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے:

«نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَأَخُو الْعَشِيرَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَسَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ سَلَّهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ»

''خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اللہ کا کتنا اچھا بندہ اور قبیلے کا کتنا اچھا فرد ہے۔ اور یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ جسے اللہ عزوجل نے کافروں اور منافقوں پر سونتا ہے۔''[2]

(27) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور قرب کی تلاش

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ قریب الوفات تھے، پوچھنے لگے:

«أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟»

''یہ کون سا دن ہے؟''

لوگوں نے جواب دیا: ''پیر کا دن ہے۔'' فرمایا:

«فَإِنْ مِّتُّ مِنْ لَّيْلَتِي، فَلَا تَنْتَظِرُوا بِيَ الْغَدَ، فَإِنَّ أَحَبَّ الْأَيَّامِ

[1] مسند أحمد: 8/1، والتاريخ الكبير للبخاري: 338/8. شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔

[2] مسند أحمد: 8/1، والمستدرك للحاكم: 298/3، والمعجم الكبير للطبراني، حديث: 3898. شعیب ارناؤط نے اس حدیث کو شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔

وَاللَّيَالِي إِلَيَّ أَقْرَبُهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ»

''اگر میں آج رات فوت ہو جاؤں تو صبح کا انتظار نہ کرنا۔ میرے نزدیک پسندیدہ دن اور راتیں وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہیں۔'' (1)

(کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پیر کے دن وفات پائی تھی۔)

(28) صبح شام کے اذکار سیکھنے کا شوق

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ کلمات سکھا دیجیے تاکہ میں صبح شام کے وقت اور جب اپنے بستر پر آؤں تو ان کلمات کو کہہ لیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«قُلْ: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ أَوْقَالَ: اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَأَنْ أَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِي سُوءً أَوْ أَجُرَّهُ إِلٰى مُسْلِمٍ»

''کہو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غیب اور حاضر کے جاننے والے!'' یا یہ فرمایا: ''اے اللہ! غیب اور حاضر کو جاننے والے اور آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ہر چیز کے رب اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور شیطان اور اس کے اپنے ساتھ شریک ہو جانے کے شر سے اور اس بات سے کہ میں اپنے نفس کے خلاف گناہ کماؤں یا کسی مسلمان کے ساتھ برائی کا باعث بنوں، پناہ طلب کرتا ہوں۔'' (2)

(1) مسند أحمد: 8/1، ومسند أبي بكر للمروزي، حديث: 41. شعیب ارناؤط نے اسے ضعیف کہا ہے۔

(2) مسند أحمد: 9/1 و 14، شیخ شعیب ارناؤط نے صحیح قرار دیا ہے۔ والمصنف لابن أبي شيبة: 238,237/10، وجامع الترمذي، حديث: 3392، والسلسلة الصحيحة: 580/6، حديث: 2753.

㉙ غلط تصورات کی تردید

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ''اے اللہ کے خلیفہ!'' تو وہ کہنے لگے: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں اور میں اسی پر راضی ہوں۔'' (مجھے اللہ کا خلیفہ نہ کہو)[1]

㉚ گستاخ رسول کی سزا موت ہے! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے کام پر تھے تو انھوں نے کسی مسلمان شخص کے ساتھ غصے کا اظہار کیا۔ اور آپ کا غصہ بہت شدت اختیار کر گیا۔ میں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو عرض کیا: ''اے خلیفۂ رسول! میں اس کا سر تن سے جدا نہ کر دوں؟'' جب میں نے قتل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس غصے والی بات کو چھوڑ دیا اور کسی اور بات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر جب ہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر بعد مجھے بلا بھیجا اور مجھ سے کہنے لگے: ''ابو برزہ! آپ نے کیا بات کہی تھی؟'' ابو برزہ کہتے ہیں: میں نے جو بات کہی تھی وہ میں بھول چکا تھا۔ میں نے عرض کیا: ''آپ مجھے یاد کرا دیں!'' فرمایا: ''جو آپ نے کہا تھا وہ آپ کو یاد نہیں؟'' میں نے کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم!'' آپ نے فرمایا: ''کیا آپ کے سامنے نہیں جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک شخص سے غصے ہو رہا تھا تو آپ نے کہا تھا کہ اے خلیفۂ رسول! میں اس شخص کی گردن مار دیتا ہوں؟ کیا آپ کو یہ یاد نہیں؟ کیا آپ نے ایسا نہیں کہا تھا؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں، اللہ کی قسم! اور اگر اب بھی آپ مجھے حکم دیں تو میں ایسا کر گزروں۔'' فرمایا: «وَيْحَكَ، إِنْ تِلْكَ وَاللّٰهِ! مَاهِيَ لِأَحَدٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم» ''ہلاکت ہو! اللہ کی قسم! محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو یہ مقام حاصل نہیں۔''[2]

① مسند أحمد: 9/1. شعیب ارناؤط نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ② مسند أحمد: 10/1، وسنن أبي داود، حديث: 4363، والمستدرك للحاكم: 354/4، شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔

(31) اطاعت رسول کا کامل جذبہ

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: بسا اوقات سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اونٹنی کی مہار گر جاتی تو آپ اونٹنی کی اگلی ٹانگوں پر ہاتھ مار کر اسے بٹھاتے اور وہ مہار تھام لیتے۔ وہاں موجود احباب آپ سے عرض کرتے: ''آپ نے ہم سے کیوں نہ کہہ دیا، ہم آپ کو پکڑا دیتے۔'' تو آپ فرماتے:

«إِنَّ حِبِّي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَنِي أَن لَّا أَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا»

''یقیناً میرے محبوب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔''[1]

(32) مرتدین کا قلع قمع

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ»

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں۔ اور جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو انھوں نے اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کر لیے، سوائے کلمے کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مرتدین کا مسئلہ درپیش آیا تو عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ''آپ ان (مرتدین) سے قتال کریں گے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے اس بارے میں ارشادات ہیں۔ (جیسا کہ اوپر گزرا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں تو جان و مال محفوظ ہیں) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[1] مسند أحمد: 11/1، شیخ شعیب ارناؤط نے مسند احمد کی مفصل تخریج و تحقیق میں اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔

«وَاللّٰهِ! لَا أُفَرِّقُ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَلَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا»

''اللہ کی قسم! میں نماز اور زکاۃ میں فرق نہیں کرتا اور جس نے بھی ان دونوں میں فرق کیا میں ان سے ضرور قتال کروں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ (مرتدین سے) قتال کیا۔ اور ہم نے اسی کو درست سمجھا۔[1]

(33) فہم قرآن کی جستجو اور گناہوں کا خدشہ

ابوبکر بن ابوزہیر کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! اس آیت کے بعد چھٹکارا کیونکر ممکن ہے: ﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتٰبِ ۗ مَنْ يَّعْمَلْ سُوٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ ''نہ تو تمھاری خواہشات کے بل بوتے پر اور نہ اہل کتاب کی خواہشات کے نتیجے میں، جو کوئی بھی برا کام کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔''[2] چنانچہ ہم جو بھی برا کام کرتے ہیں ہمیں اس کی سزا ملنی ہی ملنی ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَابَكْرٍ! أَلَسْتَ تَمْرَضُ؟ أَلَسْتَ تَنْصَبُ؟ أَلَسْتَ تَحْزَنُ؟ أَلَسْتَ تُصِيبُكَ اللَّأْوَاءُ؟»

''اللہ تمھیں بخشے، اے ابوبکر! کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تم تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے؟ کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟ کیا تم پر سختیاں نہیں آتیں؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: کیوں نہیں۔ فرمایا:

«فَهُوَ مَا تُجْزَوْنَ بِهٖ»

(1) مسند أحمد: 11/1، وصحيح البخاري، حديث: 6924، 6925 و7284، وصحيح مسلم، حديث: 20. (2) النسآء 4:123.

''تو یہی وہ کچھ ہے جو تم (اپنے گناہوں کا) بدلہ دیے جاتے ہو۔''[1]

(34) مسائل زکاۃ کی تفصیل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی

حماد بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ تحریر جناب ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے حاصل کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے لکھا تھا جبکہ انھیں صدقہ کے لیے تحصیل دار بنا کے بھیجا تھا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تھی......

اس میں تحریر تھا: ''یہ فریضۂ زکاۃ کی تفصیل ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا تھا، جس کا اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا۔ سو جس بھی مسلمان سے اس کے مطابق مطالبہ کیا جائے، وہ ادا کرے اور جس سے اس کے علاوہ مزید مانگا جائے تو وہ نہ دے۔

پچیس سے کم اونٹوں میں (زکاۃ بکریوں کی صورت میں ہے۔) ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے۔ جب پچیس ہو جائیں تو ان میں سے ایک بنت مخاض (ایک برس کی مادہ اونٹنی) ہے، پینتیس تک۔ اگر ان میں کوئی ایک برس کی (بنت مخاض) نہ ہو تو دو برس کا نر اونٹ دے (جسے ابن لبون کہتے ہیں۔) اور جب چھتیس ہو جائیں تو ان میں دو سال کی مادہ اونٹنی (بنت لبون) ہے، پینتالیس تک۔ اور جب چھیالیس ہو جائیں تو ان میں حِقّہ ہے (تین سال کی مادہ اونٹنی) جو جفتی کے لائق ہو، ساٹھ تک۔ جب اکسٹھ ہو جائیں تو ان میں جَذْعہ (چار سال کی مادہ اونٹنی) ہے، پچھتر تک۔ اور جب چھہتر ہو جائیں تو ان میں دو عدد بنت لبون (دو دو برس کی مادہ اونٹنیاں) ہیں، نوے تک۔ اور جب اکانوے ہو جائیں تو ان میں دو عدد حِقّہ (تین تین سال کی مادہ اونٹنیاں) ہیں، جو جفتی کے لائق ہوں، ایک سو بیس تک۔ اور جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو ہر چالیس میں بنت لبون (دو سال کی مادہ اونٹنی) اور ہر پچاس میں حِقّہ (تین سال کی مادہ اونٹنی) ہے۔ اگر

[1] مسند أحمد: 11/1، والمستدرك للحاكم: 74/3، ومسند أبي يعلىٰ، حديث: 99,98، وصحيح ابن حبان، حديث: 2910و2926. مسند احمد کے محققین نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

زکاۃ میں واجب ہونے والے جانوروں کی عمروں میں فرق ہو، تو جس پر جَذعہ لازم ہو (چار سال کی مادہ) مگر اس کے پاس جَذعہ نہ ہو بلکہ (اس سے کم عمر) حِقّہ (تین سال کی اونٹنی) ہو تو اس سے حِقّہ لے لی جائے اور وہ اس کے ساتھ دو بکریاں ملا دے اگر میسر ہوں یا بیس درہم (چاندی کے۔) اور جس پر زکاۃ میں حِقّہ (تین سال کی) واجب ہوئی ہو، مگر اس کے پاس حِقّہ نہ ہو بلکہ جَذْعَہ (چار سال کی) ہو تو اس سے جَذْعَہ لے لی جائے اور تحصیل دار اس کو بیس درہم دیدے یا دو بکریاں۔ اور جس پر جذعہ (تین سال کی اونٹنی) واجب ہوئی ہو مگر موجود نہ ہو بلکہ بنت لبون (دو سال کی مادہ) ہو تو اس سے بنت لبون لے لی جائے ...... امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے اس حصے کے بعد مجھے اپنے شیخ موسیٰ بن اسمٰعیل سے کما حقہ ضبط نہیں ہے[1] ...... اور صاحب مال اس کے ساتھ دو بکریاں دے اگر میسر ہوں، یا بیس درہم۔ اور جس پر زکاۃ میں بنت لبون (دو سال کی مادہ) لازم آئی ہو مگر اس کے پاس حِقّہ (یعنی تین سال کی مادہ) ہو تو اس سے وہ حِقّہ لے لی جائے ...... امام ابو داود فرماتے ہیں: اس حصے کے بعد مجھے خوب ضبط ہے ...... اور تحصیلدار اسے بیس درہم دے دے یا دو بکریاں۔ اور جس پر بنت لبون (دو سالہ مادہ) لاگو ہوئی ہو، مگر اس کے پاس ایک سالہ (بنت مخاض) ہو تو اس سے وہی قبول کر لی جائے اور ساتھ دو بکریاں لی جائیں یا بیس درہم۔ اور جس پر بنت مخاض (ایک سالہ مادہ) لازم آئی ہو مگر اس کے پاس دو سالہ نر (ابن لبون) موجود ہو تو اس سے وہی لے لیا جائے مگر اس کے ساتھ کچھ (واپس) نہیں ہو گا۔ اور جس شخص کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو اس پر کوئی زکاۃ واجب نہیں ہے الّا یہ کہ ان کا مالک چاہے۔

اور چرنے والی بکریوں کی زکاۃ (کی تفصیل) یہ ہے کہ چالیس سے لے کر ایک سو

[1] یہ امام ابو داود رحمہ اللہ کی کمال دیانت کا اظہار ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسے بیان کیا ہے اور مفہوم یہی ہے۔

بیس تک میں ایک بکری ہے۔ اگر اس سے بڑھ جائیں تو دو بکریاں ہیں دو سو تک۔ دو سو سے زیادہ میں تین بکریاں ہیں، تین سو تک۔ اگر بکریاں تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر ہر سو میں ایک ایک بکری ہے۔

زکاۃ میں کوئی بوڑھی یا عیب دار بکری نہ لی جائے اور نہ بکرا (جفتی والا نر) ہی لیا جائے الاّ یہ کہ تحصیل دار زکاۃ کی خواہش ہو۔ اور زکاۃ کے خوف سے دو علیحدہ ریوڑوں کو جمع نہ کیا جائے اور نہ اکٹھے مال کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے۔ اور جن دو مشترک مالکوں کا مال اکٹھا ہو اور زکاۃ اکٹھی ہی لی گئی ہو تو وہ آپس میں برابر برابر لین دین کر لیں۔ اگر کسی کی جنگل میں چرنے والی بکریاں چالیس کی گنتی کو نہ پہنچتی ہوں تو ان میں کوئی زکاۃ نہیں الاّ یہ کہ ان کا مالک چاہے۔

چاندی میں چالیسواں حصہ ہے۔ اگر مال صرف ایک سو نوے درہم، یعنی دو سو سے کم ہو تو اس میں کوئی زکاۃ نہیں الاّ یہ کہ اس کا مالک چاہے۔'' [1]

(35) نبوی نماز کا اہتمام

امام عبدالرزاق کہتے ہیں کہ اہل مکہ کہا کرتے تھے: ابن جریج نے نماز عطاء سے سیکھی ہے، عطاء نے عبداللہ بن زبیر سے ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھی تھی۔ امام عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے کسی کو ابن جریج سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ [2]

(36) رازدارِ پیغمبر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا خنیس بن حذافہ یا خنیس بن

[1] سنن أبي داود، حديث: 1567، ومسند أحمد: 11/1، ومسند أبي يعلى، حديث: 127. علامہ شعیب ارناؤط نے مسند احمد کی تحقیق میں اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [2] مسند أحمد: 12/1، ومسند أبي بكر للمروزي، حديث: 137، اس کی سند صحیح ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ (راوی عبدالرزاق کو شک ہے)[1] کی وفات کی وجہ سے بیوہ ہو گئیں۔ ان کے خاوند غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ میں ان کی وفات کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ ان کے سامنے رکھا، چنانچہ میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ سے آپ کا نکاح کر دوں۔ وہ کہنے لگے: میں دیکھوں گا۔ چند راتیں گزریں تو وہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے: ان دنوں شادی کرنے کا میرا پروگرام نہیں ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا نکاح آپ سے کر دوں مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سرے سے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ مجھے عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ انداز ناگوار گزرا۔ پھر چند دنوں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف پیغام نکاح بھیجا تو میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔

پھر ایک دن مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے کہنے لگے: جب آپ نے حفصہ کے رشتے کی بات کی تھی اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید اس وقت آپ کو مجھ پر غصہ آیا ہو؟ میں نے کہا: ایسا ہی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: مجھے آپ کی پیشکش کا جواب دینے سے صرف اس بات نے روکا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر سنا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح نہ کرتے تو پھر میں ضرور کر لیتا۔[2]

(37) ہمدردی کے جذبات

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ» ''غلاموں سے بدسلوکی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' ایک شخص عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ نے نہیں فرمایا کہ اس امت میں غلاموں اور

(1) صحیح بخاری میں بغیر شک کے خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ ہی ہے۔ صحيح البخاري، حديث:4005.

(2) مسند أحمد: 12/1، اور دیکھیے: صحيح البخاري، حديث:4005، 5129.

یتیموں کی کثرت ہوگی؟ فرمایا: «بَلٰى، فَأَكْرِمُوهُمْ كَرَامَةَ أَوْلَادِكُمْ وَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ» ''کیوں نہیں، لہٰذا تم اپنی اولاد کی طرح ان کا خیال رکھو اور جو تم کھاتے ہو اس میں سے انھیں بھی کھلاؤ۔'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے دنیا میں کون سی چیز نفع بخش ہے؟ فرمایا: «فَرَسٌ صَالِحٌ، تَرْتَبِطُهُ تُقَاتِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَمْلُوكُكَ يَكْفِيكَ فَإِذَا صَلّٰى فَهُوَ أَخُوكَ، فَإِذَا صَلّٰى فَهُوَ أَخُوكَ» ''عمدہ گھوڑا جسے تم نے فی سبیل اللہ جہاد کے لیے باندھا ہو، تمھارا وہ غلام جو تمھیں کافی ہو تو جب وہ نماز پڑھے تو وہ تمھارا بھائی ہے اور جب وہ نماز پڑھے تو وہ تمھارا بھائی ہے۔''[1]

(38) تدوین قرآن مجید کی سعادت

ابن سباق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ (مرتدین کے خلاف) جنگ یمامہ میں بہت سے صحابہ کرام شہید ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا۔ (میں آیا) تو عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یمامہ والوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بہت سے قرائے کرام جامِ شہادت نوش کر گئے ہیں۔ اور مجھے خدشہ لاحق ہے کہ اگر اسی طرح مختلف معرکوں میں قرائے کرام شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا خاصا حصہ محفوظ کیے بغیر ان کے ساتھ ہی چلا جائے گا۔ اس لیے میری رائے ہے کہ آپ تدوین قرآن مجید کا حکم صادر فرمائیں۔

میں عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا ہوں کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا میں اسے کیونکر کر سکتا ہوں؟ تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہ بہتر ہے۔ اور بار بار مجھ سے یہ کہتے رہے حتی کہ اللہ کی طرف سے مجھے بھی شرحِ صدر ہو گیا۔ میری رائے بھی وہی ٹھہری جو

(1) مسند أحمد: 12/1، و سنن ابن ماجه، حديث: 2691، ومسند أبي يعلىٰ، حديث: 94. شعیب ارناؤط نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔'' زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اس دوران عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس (خاموش) بیٹھے تھے کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔''

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(اے زید!) بے شک تم بھرپور جوان ہو، قوی حافظے کے مالک اور صاحب شعور ہو۔ ہم تم میں کوئی ایسی ویسی چیز نہیں دیکھتے، ویسے بھی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کی کتابت کیا کرتے تھے، لہٰذا تم قرآن پاک جمع کر دو۔'' زید کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر کسی پہاڑ کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ذمہ داری ڈالتے تو یہ مجھ پر قرآن مجید کی تدوین کے حکم سے زیادہ گراں نہ تھا۔'' لہٰذا میں نے کہا: ''آپ کوئی کام کیسے کر سکتے ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہیں کیا؟''

یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! قرآن مجید کو جمع کرنا ہی بہتر ہے۔'' حضرت زید فرماتے ہیں: ''وہ مجھ سے مسلسل اسی کا اظہار کرتے رہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی کھول دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا شرح صدر فرما دیا تھا۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید کی تلاش شروع کر دی تو میں نے کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا۔ مجھے سورۂ توبہ کا آخری حصہ ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملا یہ کسی اور کے پاس نہیں تھا اور وہ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ ''البتہ تحقیق تمھارے پاس تمھی میں سے رسول آئے ہیں ان پر تمھارا مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے۔'' سے آخر سورت تک تھا۔

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک قرآن مجید کے نسخے انھی کے پاس رہے، بعدازاں عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی تک ان کے پاس رہے۔ اس کے بعد حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس۔[1]

(39) سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما فیصلے کے لیے عدالتِ صدیقی میں

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ

[1] صحيح البخاري، حديث:4986، ومسند أحمد:13/1.

خلیفہ بنے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کی تبدیلی کا نہیں کہا تو میں بھی اس میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔'' پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو عباس رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس اپنا کیس لے گئے۔ انھوں نے کہا: ''جس چیز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمی بیشی نہیں کی میں بھی نہیں کرسکتا۔'' پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے یہ دونوں احباب اپنا کیس ان کے پاس لے گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور اپنا سر جھکا لیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے والد عباس رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیں گے۔ میں نے اپنا ہاتھ اپنے والد گرامی عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے درمیان رکھا اور عرض کیا: ''ابو جان! میں آپ پر قسم ڈالتا ہوں کہ آپ اس معاملے کو علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔'' تو انھوں نے یہ معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔[1]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما آئے، ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''عباس! ٹھہر جائیے۔ میں جانتا ہوں آپ کو جو کہنا ہے۔ آپ یہی کہیں گے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے) بھتیجے ہیں، میرے لیے نصف مال ہے۔ اور علی! تمھیں جو کہنا ہے وہ بھی مجھے پتا ہے۔ تم یہی کہو گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے عقد میں تھیں اور ان کا نصف حصہ تھا۔ یہ معاملہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ ہم پوری طرح جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کیا پالیسی اختیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انھوں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

[1] مسند أحمد : 13/1، ومسند أبي يعلٰى، حديث: 26، ومسند البزار، حديث: 14. شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح کہا ہے۔

بعد مجھے خلیفہ بنایا گیا۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی پوری کوشش کروں گا۔''

بعدازاں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا تھا...... اور اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر یہ کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا تھا...... کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: «إِنَّ النَّبِيَّ لَا يُورَثُ وَإِنَّمَا مِيرَاثُهُ فِي فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَالْمَسَاكِينِ» ''بے شک کسی بھی نبی کی وراثت ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتی۔ نبی کی وراثت غریب اور مسکین مسلمانوں کو ملتی ہے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا اور اللہ کی قسم وہ سچے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ النَّبِيَّ لَا يَمُوتُ حَتَّى يَؤُمَّهُ بَعْضُ أُمَّتِهِ» ''کوئی نبی اس وقت تک وفات نہیں پاتا جب تک امت کا کوئی فرد ان کی امامت نہ کرائے۔''

یہ سارا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں تھا۔ ہمیں بخوبی اندازہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کیا کیا۔ تو اگر تم دونوں چاہتے ہو تو میں یہ تمھارے حوالے کر دیتا ہوں تاکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طریقے کے مطابق اسے کام میں لاؤ۔ ایسی صورت میں میں یہ تمھارے سپرد کرتا ہوں۔'' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وہ دونوں چلے گئے، پھر دوبارہ آئے تو عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''یہ سب کچھ علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ یہ ان کے حوالے ہو جائے تو میں دلی طور پر خوش ہوں۔''[1]

(40) خلافت کی ذمہ داری کوئی اور نبھائے......!

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں خلیفۂ رسول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ بعد کی بات ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے

[1] مسند أحمد: 13/1، وصحيح البخاري، حديث: 3094، ومسند أبي بكر للمروزي، حديث: 2. شعیب ارناؤط نے ''جب تک امت کا کوئی فرد ان کی امامت نہ کرائے۔'' کے الفاظ کو چھوڑ کر اس روایت کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔

کوئی بات کہی تو یہ اعلان کیا گیا: نماز کے لیے جمع ہو جائیں، یہ مسلمانوں کی پہلی نماز تھی جس کے لیے یہ اعلان کیا گیا کہ سب نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔ لہٰذا لوگ جمع ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ منبر کیا تھا بس وہ اسی قسم کی کوئی چیز تھی جو آپ کے لیے بنائی گئی تھی، آپ اسی پر خطبہ دیتے تھے۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ تھا جو آپ نے قبول اسلام کے بعد دیا۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں: انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

''لوگو! میں چاہتا ہوں کہ میری جگہ کوئی اور یہ ذمہ داری نبھائے۔ اور اگر تم یہ مطالبہ کرو کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے عین مطابق عمل کروں تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان سے محفوظ رکھا گیا تھا اور یہ بات بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے وحی بھی نازل ہوتی تھی۔''[1]

(41) نماز فجر ادا کرنے والا اللہ کے ذمے میں آجاتا ہے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ، فَلَا تَخْفِرُوا اللّٰهَ فِي عَهْدِهِ، فَمَنْ قَتَلَهُ طَلَبَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يَكُبَّهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهِ» ''جس شخص نے نماز فجر پڑھی وہ اللہ کے ذمہ میں آ گیا، لہٰذا تم اللہ کے عہد اور ذمے کو نہ توڑو۔ تو جس نے فجر کی نماز پڑھنے والے کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ اسے لائے گا اور اسے اوندھا کر کے چہرے کے بل جہنم میں ڈالے گا۔''[2]

(42) افضل حج کون سا ہے؟

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: ''کون

(1) مسند أحمد: 14,13/1، و مجمع الزوائد: 184/5، ومسند أبي بكر للمروزي، حديث: 91. علامہ شعیب ارناؤط نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (2) سنن ابن ماجه، حديث: 3745، و مسند أحمد: 111/2، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما شعیب ارناؤط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

سا حج افضل ہے؟'' فرمایا: «اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ» ''جس میں بلند آواز سے تلبیہ کہا جائے اور قربانی کے جانوروں کا خون بہایا جائے۔''①

⑬43 حجۃ الوداع کے موقع پر بعض مسائل کا استفسار

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب قافلہ ذوالحلیفہ پہنچا تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ آپ اسماء سے کہیں کہ وہ غسل کرے، پھر حج کا تلبیہ پکارے اور بیت اللہ کے طواف کو چھوڑ کر وہ تمام امور ادا کرے جو حاجی کرتے ہیں۔②

44 نسب کی اہمیت

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں بیعت کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلا مگر میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اور آپ کے جانشین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ تعریف کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ رو بھی رہے تھے۔ اسی دوران انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: «كُفْرٌ بِاللّٰهِ انْتِفَاءٌ مِّنْ نَّسَبٍ وَّإِنْ دَقَّ، وَادِّعَاءُ نَسَبٍ لَّا يُعْرَفُ» ''نسب کا انکار، خواہ دور ہی کا نسب کیوں نہ ہو اور اس نسب کا دعویٰ جس کی جان پہچان ہی نہ ہو اللہ سے کفر کے مترادف ہے۔''③

① جامع الترمذي، حديث: 827، وسنن ابن ماجه، حديث: 2924. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: صحیح سنن الترمذي، حديث: 827. ② صحيح مسلم، حديث: 1209، وسنن ابن ماجه، حديث: 2912. ③ سنن الدارمي، حديث: 2866، ومسند أحمد: 215/2. عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده. شعیب ارناؤط نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اور دیکھیے سنن ابن ماجہ: 2744، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

⑮45 عوامی مسائل کا فوراً حل

نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے معاشی حالات خراب ہو گئے۔ میں نے اپنی اہلیہ کی پازیبیں لیں اور چل دیا۔ یہ خلافت صدیقی والے سال کی بات ہے۔ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے تو انھوں نے مجھ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: میری اہلیہ کی پازیبیں۔ دراصل ہمارے قبیلے کو نان ونفقے کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ میرے پاس زیور کی شکل میں چاندی ہے میں اس کے بدلے میں درہم لینا چاہتا ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ترازو منگوائی اور پازیبوں کو اس کے ایک پلڑے میں اور چاندی (درہم) دوسرے پلڑے میں رکھی۔ پازیبیں درہم کے تقریباً چھٹے حصے جتنی بڑھ رہی تھیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اضافی حصہ کاٹ (کر مجھے دے) دیا۔ میں نے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول! اسے آپ اپنے لیے حلال سمجھیے! فرمایا: ”ابورافع! یقیناً اگر آپ اسے حلال قرار دے بھی دیں تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تو اسے حلال قرار نہیں دیا۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے: «اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ وَّالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ وَّالزَّائِدُ وَالْمَزِيدُ فِي النَّارِ» ”سونا سونے (دینار) کے بدلے میں برابر سرابر ہونا چاہیے اور چاندی چاندی (درہم) کے بدلے بالکل برابر سرابر ہونی چاہیے۔ اس میں کسی بھی طرف سے جو بھی اضافہ ہوگا وہ آگ میں جائے گا۔“ [1]

⑯46 حرام سے مکمل اجتناب

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ سنا ہے: «إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْجَنَّةِ جَسَدًا غُذِّيَ بِحَرَامٍ» ”بے شک اللہ

[1] صحیح مسلم، حدیث: 1588، صحیح مسلم میں صرف آپ ﷺ کا فرمان ہے جو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عزوجل نے ایسے جسم پر جنت حرام کر دی ہے جو حرام سے پلا ہو۔"[1]

(47) رسول اللہ ﷺ کی رفاقت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: "چلو ہری بن عبداللہ بن رفاعہ واقفی کے ہاں چلیں" لہٰذا ہم چاند کی چاندنی میں چل کر ان کے باغ میں پہنچے۔ انھوں نے خوش آمدید کہا۔ پھر چھری پکڑی اور بکریوں کی طرف گئے (تاکہ مناسب بکری ذبح کریں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ» "دودھ والی کو ذبح نہ کرنا" یا آپ ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے: «...... ذَاتَ الدَّرِّ»[2] دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

(48) اہل ایمان کو نقصان پہنچانے والے کا جرم

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَلْعُونٌ مَّنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْمَكَرَ بِهِ» "ایسا شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر وفریب کرے۔"[3]

(49) بہتر سے بہتر کی تلاش

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو دعا کرتے: «اَللّٰهُمَّ خِرْلِي وَاخْتَرْلِي» "اے اللہ! میرا کام بہتر بنا اور میرے لیے

(1) مسند عبد بن حميد، حديث: 3، ومسند أبي يعلى: 85/1، وصحيح الترغيب والترهيب: 150/2، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ (2) سنن ابن ماجه، حديث: 3181، والمعجم الكبير للطبراني: 251/19. علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے: ضعيف سنن ابن ماجه، حديث: 3181. تاہم دودھ والے جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھیے: صحيح مسلم، حديث: 2038. (3) جامع الترمذي، حديث: 1941. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، دیکھیے: صحيح سنن الترمذي: 357/2، حديث: 1941.

خیر ہی کو پسند فرما۔"①

⑤⓪ جس نے استغفار کیا اس نے گناہوں پر اصرار نہیں کیا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً» "جس نے استغفار کیا اس نے گناہوں پر اصرار نہیں کیا اگرچہ وہ دن میں 70 مرتبہ گناہ کر بیٹھے۔"②

⑤① کیا میں اس کا حقدار نہیں ہوں؟

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں سب لوگوں سے زیادہ اس (خلافت) کا حقدار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا تھا؟ کیا میں فلاں فلاں واقعے میں شامل نہیں تھا؟"③

⑤② عجز و انکسار کا اظہار

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: "اے رسول اللہ کے بعد لوگوں میں سے بہترین شخصیت!" تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "ہاں! اگر آپ یہ کہتے ہیں تو میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: «مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رَجُلٍ خَيْرٍ مِّنْ عُمَرَ» "چشم فلک نے عمر رضی اللہ عنہ سے اچھا آدمی نہیں دیکھا۔"④

① جامع الترمذي، حديث: 3516. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، دیکھیے: السلسلة الضعيفة، حديث: 1515، 25/4. ② سنن أبي داود، حديث: 1514، وجامع الترمذي، حديث: 3559. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے، دیکھیے: ضعيف سنن أبي داود، حديث: 1514. ③ جامع الترمذي، حديث: 3667. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھیے: صحيح سنن الترمذي، حديث: 3667، 504/3. ④ جامع الترمذي، حديث: 3684. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔ دیکھیے: ضعيف سنن الترمذي، حديث: 3684.

(53) انقطاع وحی پر افسوس کا اظہار

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آئیں! ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہاں چلیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں جایا کرتے تھے۔'' (ہم چل پڑے) تو جب ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگ گئیں۔ وہ دونوں کہنے لگے: ''آپ کے رونے کا باعث کیا ہے؟ جو اللہ کے پاس ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' وہ بولیں: ''میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے پتا نہیں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بہتر ہے۔ میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔'' اس سے ان دونوں کے جذبات بھی بھڑک اٹھے اور وہ دونوں بھی ان کے ساتھ مل کر رونے لگ گئے۔ [1]

(54) زبان کی حفاظت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے، دریافت کیا: ''اے خلیفۂ رسول! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟'' فرمایا: ''اس نے مجھے نامناسب جگہوں تک پہنچایا ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: «لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْجَسَدِ إِلَّا وَهُوَ يَشْكُو ذَرَبَ اللِّسَانِ» ''جسم کا ایک ایک عضو زبان درازی کی شکایت کرتا ہے۔'' [2]

(55) صاحبزادی سے محبت اور خبر گیری

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا، جبکہ یہ لوگ نئے نئے مدینہ منورہ آئے تھے۔ ان کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخار تھا اس بنا پر وہ لیٹی تھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''پیاری بیٹی! کیسی ہو؟'' اور انھوں نے

(1) صحیح مسلم، حدیث: 2454. (2) مسند أبي يعلى، حديث: 5. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: صحيح الجامع الصغير، حديث: 5396.

عائشہ رضی اللہ عنہا کے رخسار پر بوسہ بھی لیا۔[1]

56 فرشتے کا جواب!

سعید بن میبّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے جلو میں جلوہ افروز تھے۔ اسی دوران ایک شخص نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور انھیں اذیت پہنچائی۔ مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ انھیں ایذا رسانی کی، ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر بھی خاموش رہے، پھر تیسری مرتبہ بھی اس نے تکلیف پہنچائی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بدلے میں کچھ کہا۔ تو جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے بدلہ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «نَزَلَ مَلَكٌ مِّنَ السَّمَاءِ يُكَذِّبُهُ بِمَا قَالَ لَكَ، فَلَمَّا انْتَصَرْتَ وَقَعَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ أَكُنْ لِّأَجْلِسَ إِذْ وَقَعَ الشَّيْطَانُ» ''آسمان سے ایک فرشتہ اتر کر اس بات کی تکذیب کر رہا تھا جو وہ شخص تیرے بارے میں کہہ رہا تھا تو جب تو نے بدلہ لیا تو شیطان آدھمکا، جب شیطان آگیا تو میں نہیں وہاں بیٹھنے کا۔''[2]

57 افتاء وارشاد میں احتیاط

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبائل بُزاخہ کے وفد سے (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا اور اب معافی کے لیے آیا تھا) کہا: ''تم اس وقت تک اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے (بیابانوں میں) رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی ایسی چیز دکھا دے کہ وہ اس بارے میں تمھارا عذر قبول کر لیں۔''[3]

[1] سنن أبي داود، حديث: 5222. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: صحيح سنن أبي داود، حديث: 5222، 281/3. [2] سنن أبي داود، حديث: 4896، ومسند أحمد: 436/2، وسنن البيهقي، حديث: 170. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الصحيحة: 490,489/5، حديث: 2376. [3] صحيح البخاري، حديث: 7221.

(58) اہل بیت رضی اللہ عنہم کے حقوق کی پاسداری

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاج رکھو۔''[1]

(59) امت کب تک دین پر قائم رہے گی؟

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ احمس کی ایک عورت زینب بنت مہاجر کے ہاں آئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ خاموش ہے۔ آپ نے پوچھا: ''اسے کیا ہے، یہ بول ہی نہیں رہی؟'' لوگوں نے جواب دیا: اس نے چپ رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے کہا: ''بولنا شروع کرو۔ یہ چپ رہنا تو تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔ یہ تو جاہلیت کا شاخسانہ ہے۔'' یہ سن کر وہ بول پڑی اور کہنے لگی: ''آپ کون ہیں؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ: ''مہاجرین سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوں۔''

زینب بنت مہاجر: ''کون سے مہاجرین؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ: ''قریش سے۔''

زینب رضی اللہ عنہا: ''قریش کی کس شاخ سے؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ: ''تمھیں بڑے سوال آتے ہیں، میں ابوبکر ہوں۔''

زینب رضی اللہ عنہا: ''جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس دین کے معاملے میں سرفراز کیا ہے ہم اس پر کب تک کاربند رہیں گے؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ: ''تم اس پر اس وقت تک کاربند رہو گے جب تک تمھارے آئمہ تم کو درست سمت لے کر چلیں گے۔''

[1] صحيح البخاري، حديث: 3751.

زینب رضی اللہ عنہا: ”یہ ”آئمہ“ کیا ہوتے ہیں؟“

ابوبکر رضی اللہ عنہ: ”کیا تمھاری قوم کے کوئی سرکردہ اور معزز افراد نہیں ہیں جن کی بات مانی جاتی ہے؟“

زینب: ”کیوں نہیں!“

ابوبکر رضی اللہ عنہ: ”یہی سرکردہ افراد ہی تو ”ائمہ“ ہوتے ہیں۔“[1]

(60) کاشانۂ نبوی میں یہ کیسی آوازیں؟

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے ہاں تشریف لائے۔ میرے پاس دو انصاری بچیاں یوم بُعاث پر پڑھے جانے والے اشعار ترنم سے پڑھ رہی تھیں۔ اور وہ دونوں کوئی باقاعدہ گلوکارائیں نہیں تھیں، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”کاشانۂ نبوی میں شیطان کی آوازیں؟“ اور یہ عید کا دن تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيداً وَّهٰذَا عِيدُنَا» ”ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔“[2]

(61) شرک سے بچاؤ

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ یا تو خود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَلشِّرْكُ أَخْفٰى مِنْكُمْ مِّنْ دَبِيبِ النَّمْلِ» ”شرک چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ تم سے پوشیدہ ہے۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! کیا اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا ہی شرک نہیں یا یہ کہا کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکارنا ہی شرک نہیں؟ (راوی عبدالملک کو

[1] صحيح البخاري، حديث: 3834. [2] صحيح البخاري، حديث: 952، وصحيح مسلم، حديث: 892.

شک ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: «ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا صِدِّيقُ! اَلشِّرْكُ أَخْفَى فِيكُمْ مِّنْ دَبِيبِ النَّمْلِ، أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَمْرٍ يُّذْهِبُ صِغَارَهُ وَكِبَارَهُ أَوْصَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ؟» ''صدیق! تمھاری ماں تمھیں گم پائے! شرک تم میں چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ طور پر آئے گا۔ کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے معمولی سے معمولی شرک بھی جاتا رہے گا؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! کیوں نہیں۔ فرمایا: «تَقُولُ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا أَعْلَمُ» ''روزانہ تین مرتبہ یہ کہا کرو: اے اللہ! بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں، جبکہ میں جانتا بھی ہوں۔ اور جس کے متعلق میں نہیں جانتا اس سے بھی بخشش طلب کرتا ہوں۔''

فرمایا: «وَالشِّرْكُ أَنْ تَقُولَ: أَعْطَانِي اللّٰهُ وَفُلَانٌ وَّالنِّدُّ أَنْ تَقُولَ: لَوْلَا فُلَانٌ لَّقَتَلَنِي فُلَانٌ» ''اس طرح کہنا کہ مجھے اللہ اور فلاں نے دیا ہے یہ شرک ہے۔ اور ''نِدّ'' (اللہ کا شریک) تمھارا یہ کہنا ہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں مجھے قتل کر دیتا۔''[1]

(62) ابوبکر! یہ آیت تمھیں نہ پڑھاؤں؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس دوران یہ آیت اتری:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۝﴾

''جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اسے اس کی سزا دی جاتی ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی کو دوست اور کوئی مددگار نہیں پائے گا۔''[2]

[1] مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 17، ومسند أبي يعلى: 60/1. علامہ البانی رحمہ اللہ نے «وأستغفرك مما لا أعلم» تک کے الفاظ کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: صحيح الجامع الصغير: 348/1. [2] النسآء 4: 123.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَا أَبَابَكْرٍ! أَلَا أُقْرِءُ كَ آيَةً أُنْزِلَتْ عَلَيَّ» ''ابوبکر! جو آیت مجھ پر اتری ہے وہ تمھیں نہ پڑھاؤں؟'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں! تو پھر آپ ﷺ نے وہ آیت مجھے پڑھ کر سنائی۔ (یہ آیت سنی) تو مجھے ایسے لگا کہ میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور اس بنا پر مجھے انگڑائی لینا پڑی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ہم میں سے کون ہے جو گناہ کے کام نہ کرتا ہو؟ ہم جو بھی برا کام کرتے ہیں کیا ہمیں اس کی سزا ملے گی؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں اور دوسرے مومنوں کو گناہوں کا بدلہ اس دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے حتی کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملو گے کہ تمھارے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور دوسروں (کافروں) کے گناہ جمع ہوتے رہتے ہیں، انھیں قیامت کے دن سزا ملے گی۔''[1]

(63) آپ پر بڑھاپے کے آثار نظر آ رہے ہیں؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ پر بڑھاپے کے آثار نظر آ رہے ہیں۔'' فرمایا: «شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَّالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلٰتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ» ''مجھے سورۂ ہود، واقعہ، مرسلت، عم یتساءلون اور اذا الشّمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔''[2]

(64) دستی کا گوشت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دستی کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا

[1] مسند أبي بكر للمروزي: 20، وجامع الترمذي، حديث: 3039. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے: ضعيف سنن الترمذي، حديث: 3039. [2] مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 30، وجامع الترمذي، حديث: 3297. البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الصحيحة، حديث: 955، وصحيح سنن الترمذي، حديث: 3297.

پھر وضو کیے بغیر نماز پڑھ لی۔ ①

65 ورع وتقویٰ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو ان پر عورتوں کی طرف سے آہ و بکا کی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے مردوں کی طرف آ گئے اور کہنے لگے: ''ان خواتین کی بابت میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ انھیں جاہلیت کو خیر باد کہے کوئی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: «إِنَّ الْمَيِّتَ يُنْضَحُ عَلَيْهِ الْحَمِيمُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ» ''فوت شدہ شخص پر زندہ لوگوں کی آہ و بکا کے باعث فوت شدہ پر کھولتا ہوا پانی ٹپکایا جاتا ہے۔'' ②

66 ادائیگی قرض کی دعا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے اور پوچھنے لگے: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ دعا سنی ہے جو انھوں نے مجھے سکھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا تھا: «أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عليه السلام كَانَ يُعَلِّمُهُ أَصْحَابَهُ وَيَقُولُ لَوْكَانَ عَلٰى أَحَدِكُمْ جَبَلُ ذَهَبٍ دَيْنًا ثُمَّ دَعَا بِذٰلِكَ، قَضَاهُ اللّٰهُ عَنْهُ: اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ، كَاشِفَ الْغَمِّ، مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ، رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيمَهُمَا أَنْ تَرْحَمَنِي رَحْمَةً تُغْنِينِي بِهَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ» ''بے شک عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام یہ دعا اپنے رفقائے گرامی کو سکھایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے: اگر کسی شخص پر پہاڑ جتنا سونا بھی قرض ہو اور وہ یہ دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کا قرض اپنی رحمت سے اتار دیں گے۔ وہ دعا یہ ہے: ''اے اللہ! فکروں اور غموں کو دور کرنے والے، بے کسوں

① مسند أبي بكر للمروزي، حدیث: 33 اور دیکھیے: صحيح البخاري، حدیث: 5422، وصحيح مسلم، حدیث: 355. ② مسند أبي بكر للمروزي، حدیث: 37، و مسند البزار: 133/1. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الضعيفة: 283/7، حدیث: 3283.

اور لاچاروں کی دعاؤں کو قبول فرمانے والے! دنیا و آخرت کے رحمٰن و رحیم! تو مجھ پر ایسی رحمت فرما جس کی بدولت میں ہر ایک کی شفقت و مہربانی سے بے نیاز ہو جاؤں۔"
ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "مجھ پر قرض کا بوجھ تھا اور میں یہ دعا کیا کرتا تھا تو مجھ پر جو بھی قرض تھا اللہ تعالیٰ نے اتار دیا۔"[1]

(67) رسول اللہ ﷺ کی تکلیف برداشت نہیں!

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ منظر میرے سامنے ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم غار میں جانا چاہتے تھے تو جب ہم پہاڑ پر چڑھے تو رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں سے خون رسنے لگا، جبکہ میرے پاؤں پر ایسی کوئی تکلیف نہ آئی تو میں نے (دل میں) اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو اس قسم کی سختیوں کے عادی نہیں جس طرح تو عادی ہے!"[2]

(68) میں ان سے کچھ بھی نہیں لوں گا!

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خوب رُو، سخی اور اپنے قبیلے کے گنے چنے نوجوانوں میں سے تھے۔ وہ سارا مال خرچ کر دیا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ ان کا سارا مال قرض کی نذر ہو گیا اور وہ مقروض بھی ہو گئے۔ انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ ﷺ قرض دینے والوں سے فرما دیں کہ وہ قرض معاف کر دیں مگر قرض دینے والوں نے اسے تسلیم نہ کیا۔ اگر انھوں نے کسی کے کہنے پر کسی کا قرض چھوڑ دینا ہوتا تو وہ نبی کریم ﷺ کے کہنے پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قرض چھوڑ دیتے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کا سارا مال قرض کی ادائیگی کے

[1] مسند أبي بكر للمروزي:41، والمستدرك للحاكم:515/1، حديث:1898. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے، دیکھیے: ضعيف الترغيب والترهيب:285/1. [2] مسند أبي بكر للمروزي، حديث:42، یہ روایت ضعیف ہے۔

لیے فروخت کر دیا اور معاذ رضی اللہ عنہ ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو گئے۔

پھر فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کے ایک علاقے کی طرف امیر بنا کر بھیجا تاکہ ان کی معاش بحال ہو سکے۔ معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں امیر کی حیثیت سے اقامت گزیں رہے۔ اور وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بیت المال کے مال سے تجارت کی تھی حتی کہ ان کے حالات درست ہو گئے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا گئے۔ وفات نبوی کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ''اس شخص (معاذ رضی اللہ عنہ) کو بلا بھیجیں اور ان کی گزر بسر کے لیے مال ان کے پاس رہنے دیں اور باقی سارا لے لیں۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس لیے وہاں بھیجا تھا کہ ان پر مالی خوشحالی آجائے، لہٰذا میں ان سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ ہاں! وہ خود مجھے (بیت المال کے لیے) دے دیں تو علیحدہ بات ہے۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم نہ کی تو وہ خود معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ ساری بات رکھ دی۔ یہ سن کر معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس لیے بھیجا تھا کہ میرے حالات درست ہو جائیں، چنانچہ میں ایسا نہیں کروں گا۔

بعدازاں معاذ رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ سے ملے تو کہنے لگے: میں آپ کی بات تسلیم کرتا ہوں آپ جیسے کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا کیونکہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں گہرے پانی میں ہوں اور مجھے ڈوبنے کا ڈر ہے تو مجھے اس کیفیت سے آپ نے چھٹکارا دلایا ہے۔ پھر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے یہ سب کچھ ذکر کر دیا۔ اور قسم بھی کھائی کہ انھوں نے کوئی چیز نہیں چھپائی حتی کہ کوئی معمولی سی چیز بھی نہ چھوڑی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''اللہ کی قسم! میں تم سے کچھ نہیں لوں گا، جبکہ میں تمھیں ہبہ کر چکا ہوں۔'' تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مال میں اضافہ بھی ہو گیا ہے اور (اسے لینا آپ کے لیے) حلال بھی ہے، اس وقت! (آپ ان سے نہیں لے رہے۔)'' بعدازاں معاذ رضی اللہ عنہ شام کی

طرف چلے گئے۔[1]

(69) زہد

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے پینے کے لیے کچھ منگوایا۔ ان کی خدمت میں پانی اور شہد پیش کیا گیا۔ جب انھوں نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو یکدم اسے ایک طرف کر دیا، پھر رونے لگ گئے، آپ کے رفقاء بھی آپ کو دیکھ کر رونے لگے، پھر سیدنا ابوبکر تو روتے رہے مگر رفقائے کرام چپ ہو گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھیں پونچھیں، تو ہم نے کہا: اے خلیفۂ رسول! آپ کے رونے کا باعث کیا ہے؟ فرمایا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کسی چیز کو دھکیل رہے ہیں مگر وہاں کوئی چیز مجھے نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کس چیز کو دھکیل رہے ہیں؟ فرمایا: «هٰذِهِ الدُّنْيَا تَمَثَّلَتْ لِي، فَقُلْتُ لَهَا إِلَيْكَ عَنِّي ثُمَّ رَجَعَتْ، فَقَالَتْ: أَمَا إِنَّكَ إِنِ انْفَلَتَّ مِنِّي فَلَنْ يُفْلِتَ مِنِّي مَنْ بَعْدَكَ» ''اس دنیا نے میرے سامنے مجسم شکل بنائی تھی، تو میں نے اس سے کہا: مجھ سے دور ہٹ جا، تو وہ پلٹ گئی اور کہنے لگی: ہاں! آپ نے تو مجھ سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے مگر آپ کے سوا مجھ سے کوئی چھٹکارا نہیں پائے گا۔''[2]

(70) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب باتیں

ابو کبشہ انماری کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 49، ومصنف عبدالرزاق: 268/8، حديث: 15177. امام ابوداود رحمہ اللہ نے اختصار کے ساتھ اپنی مراسیل میں نقل کیا ہے۔ دیکھیے: المراسيل لأبي داود، حديث: 172. [2] مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 52، وشعب الإيمان للبيهقي: 343/7، حديث: 10518، و المستدرك للحاكم: 309/4، والسلسلة الضعيفة: 491/10، حديث: 4878، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔

«مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ أَوْ رَدَّ شَيْئًا مِمَّا جِئْتُ بِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» ''جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی یا کسی ایسی چیز کو ٹھکرا دیا جسے میں لایا ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں سمجھ لے۔''①

(71) نمازیوں کو مارنے کی ممانعت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّينَ» ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو مارنے (قتل کرنے) سے منع فرمایا ہے۔''②

(72) میں سجدے میں پڑے شخص کو کیسے قتل کردوں؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف جارہے تھے تو سجدے میں پڑے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی، واپس اس کی طرف آئے تو بھی وہ سجدے ہی میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمانے لگے:

«مَنْ يَقْتُلْ هٰذَا» ''اسے کون قتل کرے گا؟''

ایک شخص اٹھا، اس نے اپنی آستین چڑھائیں، تلوار سونتی اور اسے لہرایا، پھر عرض کرنے لگا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں سجدے میں پڑے شخص کو کیسے قتل کردوں، حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا:

«مَنْ يَقْتُلْ هٰذَا» ''اسے کون قتل کرے گا؟''

① مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 69، وصحيح سنن ابن ماجه، حديث: 34، 29/1. علامہ البانی رحمہ اللہ نے «أو ردّ شيئاً مماجئت به» ''یا کسی ایسی چیز کو ٹھکرا دیا جسے میں لایا ہوں۔'' کے الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ② مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 75، ومسند أبي يعلیٰ: 76/1، حديث: 89. مسند ابی یعلیٰ کے محقق نے اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

ایک شخص کھڑا ہوا، اسی طرح آستین چڑھائیں، تلوار سونتی اور اسے لہرایا مگر اس کا ہاتھ کانپ گیا، وہ عرض کرنے لگا: اے اللہ کے نبی! میں سجدے میں پڑے شخص کو کیسے قتل کردوں، حالانکہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا اور محمد ﷺ کو اس کا بندہ اور رسول مانتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِی نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ قَتَلْتُمُوهُ لَكَانَ أَوَّلَ فِتْنَةٍ وَّآخِرَهَا»

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم اسے قتل کردیتے تو یہی پہلا اور آخری فتنہ ہوتا۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ پہلے شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے شخص عمر رضی اللہ عنہ تھے۔[2]

ایک روایت میں سجدے میں پڑے شخص کے بارے میں یہ وضاحت بھی ہے: "بے شک یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے آر پار ہوجاتا ہے، پھر وہ دین کی طرف لوٹیں گے بھی نہیں حتیٰ کہ تیر کمان میں واپس آجائے۔ چنانچہ انھیں قتل کردو، یہ بدترین مخلوق ہیں۔"[3]

(73) یہ طاعون کیا ہے؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غار میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ نے بددعا فرمائی: «اَللّٰهُمَّ طَعْنًا وَّطَاعُونًا» "اے اللہ! انھیں ہلاک کردے اور ان پر طاعون مسلط کردے۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس "طعن" کا سوال کر کے آپ نے نافرمان امت کی موت کا سوال کیا ہے اسے تو ہم جانتے ہیں مگر طاعون

[1] مسند أحمد: 42/5، والسلسلة الصحيحة: 2495. [2] السلسلة الصحيحة، تحت الحديث: 2495. [3] مسند أحمد: 15/3، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، دیکھیے: السلسلة الصحيحة، تحت الحديث: 2495.

کیا ہے؟ فرمایا: «ذَرْبٌ كَالدُّمَّلِ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ سَتَرَاهُ» ”پھوڑے کی طرح ایک غدود سی ہے اگر تمھاری زندگی رہی تو تم عنقریب اسے دیکھ لو گے۔“[1]

(74) کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہ کرنے والا حکمران

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ وَلِيَ عِبَادَ اللّٰهِ فَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِمْ بِقُرْآنِ اللّٰهِ فَعَلَيْهِ بَهْلَةُ اللّٰهِ» ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں کا والی اور سرپرست بنا مگر ان میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہ کیے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“[2]

(75) بیت اللہ کی تطہیر

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کی: ”اے اللہ کے رسول! ہم بیت اللہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسے آلائشوں سے صاف کرنا چاہتے ہیں تو جو کوئی ہمیں اس سے روکے گا ہم اس سے لڑیں گے۔“ فرمایا: «سِيرُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ» ”اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔“[3]

(76) جب تک میں سیدھی راہ پر رہوں ......!

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ماہ بعد خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک گھوڑا لا کر ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایک انصاری شخص سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے خلیفۂ رسول! مجھے یہ گھوڑا سواری کے لیے دے دیجیے۔ فرمایا: نہیں اللہ کی قسم! سواری کے لیے میں تمھیں نہیں دوں

(1) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 82، ومسند أبي يعلىٰ: 63/1، حديث: 62. مسند ابی یعلی کے محقق نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ (2) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 83، والمعجم الكبير للطبراني: 395/4، ومعجم الصحابة للبغوي: 205/2. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الضعيفة: 850/14، حديث: 6867. (3) صحيح البخاري، حديث: 4179، ومسند أبي بكر للمروزي، حديث: 84.

گا کیونکہ تم تو اچھے بھلے کھاتے پیتے ہو اور یہ کسی حقدار ہی کو ملنا چاہیے۔ وہ شخص تین مرتبہ پلٹ پلٹ کر آیا اور سوال کرتا رہا مگر آپ نے انکار ہی کیا۔ پھر اس نے بخیل کہنا شروع کر دیا اور آپ سے ناراض بھی ہوا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے کہنے لگے: ''میں کسی ایسے بچے کو اس پر سوار کر دوں جس کے ابھی ختنے بھی نہ ہوئے ہوں یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں تمھیں اس پر سوار کروں!'' انصاری بولا: میں آپ سے اور آپ کے والد سے زیادہ گھڑ سواری جانتا ہوں۔ یہ دیکھ کر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اس کے سر سے پکڑا اور اس کی ناک پر گھونسا دے مارا۔ آغاز تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، پھر وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ پھر لڑائی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں کے مابین صلح کرا دی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور غصے کی حالت میں (گھر) چلے گئے۔ بعد ازاں انصار اکٹھے ہوئے کہ مغیرہ بن شعبہ سے اس کا قصاص لیں جو ان کے ساتھ ہوا تھا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ تشریف لائے لوگوں میں ''الصلاۃ جامعة'' کی صدا لگائی گئی۔

یہاں کچھ حصہ وہی ہے جو عنوان ''خلافت کی ذمہ داری کوئی اور نبھائے'' کے تحت گزر چکا ہے۔

پھر فرمایا: ''میرے ساتھ شیطان ہے جو مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے تو جب تک میں درست رہوں میرے پیچھے چلو اور جب میں راہ سے ہٹنے لگوں تو مجھے سیدھے راستے پر ڈال دو یا میں غصے میں آجاؤں تو میرا غصہ فرو کر دیا کرو۔ میں تمھاری عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دیتا نہ تمھیں سزا دینے کو ترجیح دیتا ہوں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ میں مغیرہ بن شعبہ سے بدلہ لوں۔ اللہ کی قسم! قوم اپنے گھروں سے نکل جائے یہ ان کے لیے زیادہ قریب ہے کہ میں ان لوگوں سے بدلہ لوں جو اللہ کے بندوں کو شر سے روکتے ہیں۔''[1]

[1] المعجم الكبير للطبراني: 337/15، ومسند أبي بكر للمروزي، حديث: 91، ومجمع الزوائد: 603/9، حديث: 15951. امام ہیثمی رحمہ اللہ نے طبرانی کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

⑦⑦ شعبان کی پندرھویں رات

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِكُلِّ نَفْسٍ إِلَّا إِنْسَانًا فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءُ أَوْ مُشْرِكًا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ» ''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات آسمان دنیا کی طرف اترتے ہیں۔ اور جس کے دل میں کینہ ہو یا وہ اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا ہو ان کے سوا ہر ایک کو معاف کر دیتے ہیں۔''[1]

⑦⑧ میں ایک ایسی سرزمین کو جانتا ہوں!

ازد سے تعلق رکھنے والا یبرح بن اسد نامی ایک شخص ''طاحیہ'' سے نکلا اور ہجرت کر کے مدینہ پہنچا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یبرح مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہا ہے۔ انھیں یہ اچھا نہ لگا، چنانچہ انھوں نے اس سے پوچھا: ''تمھارا تعلق کن سے ہے؟'' وہ بولا: ''میں اہل عمان کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہوں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ اور کہنے لگے: ''ابوبکر! یہ اس سرزمین سے آیا ہے جہاں کے باسیوں کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اہل عمان میں شمار کرتے تھے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: «إِنِّي لَأَعْلَمُ أَرْضًا يَنْضَحُ فِي نَاحِيَتِهَا الْبَحْرُ فِيهَا حَيٌّ مِّنَ الْعَرَبِ لَو أَتَاهُمْ رَسُولِي لَمْ يَرْمُوهُ بِسَهْمٍ وَّلَا حَجَرٍ» ''یقیناً میں ایک ایسی سرزمین کو جانتا ہوں جس کی ایک طرف سمندر بہتا ہے۔ وہاں عرب کا ایک قبیلہ آباد ہے۔ اگر ان کے پاس میرا قاصد

[1] مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 104، وسنن ابن ماجه، حديث: 1390، ومسند البزار: 157/1. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔ دیکھیے: ظلال الجنة: 262/1.

آئے تو وہ اس پر تیر یا پتھر نہیں برسائیں گے۔'' (1)

(79) صاحبزادی کے ایک استفسار کا جواب

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں، حالانکہ آپ کے (مزید) کپڑے پڑے ہوئے ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نماز میرے پیچھے پڑھی تھی وہ ایک ہی کپڑے میں تھی۔'' (2)

(80) کاشانۂ نبوی اور منبر نبوی کے درمیان والی جگہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلٰى تُرْعَةٍ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ» ''میرے گھر اور منبر کے مابین جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر ہے۔'' (3)

(81) تو نفع ونقصان کا مالک نہیں!

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ رکن (حجر اسود) کے پاس کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: «إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَّا تَضُرُّ وَمَا تَنْفَعُ» ''میں بخوبی جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

(1) مسند أحمد: 44/1، و مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 114. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الضعيفة: 283/11، حديث: 5174. (2) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 115، ومسند أبي يعلىٰ: 51/1، حديث: 51. مسند ابی یعلیٰ کے محقق نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ (3) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 118، ومسند أحمد: 534/2، حديث: 10921، ومسند أبي يعلىٰ: 109/1. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الصحيحة: 479/5، حديث: 2363.

بوسہ دیا۔ بعدازاں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو اس کے پاس کھڑے ہو کر کہا: ''میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے۔ تو نقصان دے سکتا ہے نہ کسی کو نفع۔ اگر میں نے نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا بوسہ لیا ہے تو میں بھی نہ لیتا۔'' پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بوسہ لیا۔

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو انھوں نے بھی وہاں ٹھہر کر کہا: ''اللہ کی قسم! مجھے علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے۔ کسی کو نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے نہ چومتا۔'' پھر اسے بوسہ دیا۔[1]

(82) میرا تہبند کہاں تک ہو؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تہبند کے متعلق سوال کیا (کہ وہ نچلی جانب سے کہاں تک ہو) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پنڈلی کے درمیان سے پکڑ کر بتا دیا (کہ یہاں تک ہو۔) وہ عرض کرنے لگے: ''اے اللہ کے رسول: کچھ نیچے کرنے کی اجازت دیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نیچے سے پکڑ کر بتایا۔ انھوں نے پھر عرض کی: ''اس سے بھی کچھ نیچے، اے اللہ کے رسول!'' فرمایا: «لَا خَيْرَ فِي شَيْءٍ أَسْفَلَ مِنْ هٰذَا» ''اس سے نیچے رکھنے میں بھلائی نام کی کوئی چیز نہیں۔''[2]

(83) تمھارا کوئی گواہ بھی ہے؟

قبیصہ بن ذؤیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک (فوت شدہ شخص کی) دادی (پوتے کی وراثت میں سے حصہ لینے کے لیے) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ انھوں نے دادی کا حصہ مقرر کیا ہو۔ اتنے میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ان کا

(1) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 119، روایت صحیح ہے۔ (2) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 123، ومسند أحمد: 3/140. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: صحيح وضعيف الجامع الصغير، حديث: 2769.

حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تمھارا کوئی گواہ بھی ہے؟“ اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔“[1]

مسند ابی بکر میں اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس دادی سے فرمایا: ”میں نہ کتاب اللہ میں آپ کا حصہ پاتا ہوں نہ سنت رسول میں، لہٰذا آپ واپس چلی جائیں حتی کہ میں لوگوں سے پوچھ لوں۔“

(84) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بطور مہمان

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ہاں مہمان ٹھہرے تو خاتونِ خانہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری بھیجی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دودھ دوہا، پھر (بچے سے) فرمایا: ”دودھ اپنی امی کے پاس لے جاؤ۔“ اس نے دودھ پیا اور سیراب ہو گئی۔ پھر وہ ایک اور بکری لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہا اور بچے کو پلا دیا، پھر ایک اور بکری لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا، پھر وہ ایک اور بکری لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہ کر خود نوش فرمایا۔[2]

(85) آیئے! میں آپ کی بیعت کروں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آیئے! میں آپ کی بیعت کروں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: «إِنَّكَ أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ» ”بے شک تم اس امت کے امین ہو۔“ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اور اس نے

(1) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 124، ومسند أحمد: 225/4، والسنن الكبرىٰ للنسائي: 113/6. شعیب ارناؤط نے بعض شواہد کی بنا پر اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (2) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 126، ومسند أبي يعلىٰ: 99/1. مسند ابی یعلیٰ کے محقق نے سند میں انقطاع کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔

ہماری امامت کرائی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تھے۔"[1]

86 ابوبکر! لوگوں میں اعلان کر دو!

سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اُخْرُجْ فَنَادِ فِي النَّاسِ مَنْ يَّشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ» "جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔" تو مجھے (راستے میں) عمر رضی اللہ عنہ ملے تو میں نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے متعلق بتایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "واپس چلے جائیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ لوگ اسی پر اعتماد کر بیٹھیں گے۔" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں یہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «صَدَقَ عُمَرُ» "عمر نے سچ کہا ہے۔"[2]

87 جمعہ کے دن غسل کا ثواب

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كُفِّرَتْ ذُنُوبُهُ وَخَطَايَاهُ، فَإِذَا أَخَذَ فِي الْمَسِيرِ إِلَى الْجُمُعَةِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ عِشْرِينَ سَنَةً، فَإِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ أُجِيزَ بِعَمَلِ مِائَتَيْ سَنَةٍ» "جو کوئی جمعے کے دن غسل کرے تو اس کے گناہ اور خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ تو جب وہ جمعہ کے لیے روانہ ہوتا ہے تو ہر قدم کے بدلے 20 سال کے اعمال کا ثواب ملتا ہے اور جب وہ جمعہ ادا کر لیتا ہے تو اسے دوسو

[1] مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 128، والمستدرك للحاكم: 300/3. امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو منقطع کہا ہے۔ [2] مسند أبي يعلى: 100/1، حديث: 105، ومسند أبي بكر للمروزي، حديث: 130، والسلسلة الصحيحة: 126/3، حديث: 1135. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔

سال کے عمل کے مطابق انعام دیا جاتا ہے۔"[1]

(88) مقیم اور مسافر کی نماز

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لِلْمُقِيمِ أَرْبَعٌ وَّلِلظَّاعِنِ رَكْعَتَانِ، مَوْلِدِي بِمَكَّةَ، مُهَاجِرِي بِالْمَدِينَةِ، فَإِذَا خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَصَاعِدًا مِّنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى أَرْجِعَ إِلَيْهَا» "مقیم کے لیے چار اور مسافر پر 2 رکعتیں ہیں۔ میری جائے پیدائش مکہ اور میرا دار ہجرت مدینہ منورہ ہے تو جب میں مدینہ سے نکل کر ذوالحلیفہ یا اس سے آگے نکل آتا ہوں تو واپس آنے تک 2,2 رکعات ہی پڑھتا ہوں۔"[2]

(89) جنازے سے آگے چلنا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنازے سے آگے چلتے دیکھا ہے۔[3]

(90) استغفار کی اہمیت

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «عَلَيْكُمْ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالِاسْتِغْفَارِ، فَأَكْثِرُوا مِنْهُمَا، فَإِنَّ إِبْلِيسَ قَالَ: أَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوبِ، فَأَهْلَكُونِي بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالِاسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ أَهْلَكْتُهُمْ بِالْأَهْوَاءِ وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ» "لا الہ الا اللہ اور استغفار کو

(1) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 131، والمعجم الكبير للطبراني: 139/18، ومسند الشاميين: 374/3. مسند الشامیین کے محقق نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ (2) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 135، وكنز العمال: 233/8، حديث: 22693، وتهذيب الآثار: 348/1، روایت صحیح ہے۔ (3) مسند أبي بكر للمروزي، حديث: 142، وسنن أبي داود، حديث: 3179، وصحيح سنن ابن ماجه، حديث: 1482. البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

لازماً اختیار کرو اور انھیں کثرت سے پڑھا کرو۔ کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے باعث ہلاک کیا تو انھوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کر دیا۔ تو جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے انھیں خواہشات کے ذریعے سے ہلاک کر دیا، جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر قائم دائم ہیں۔''[1]

(91) اہل جنت باہم خرید و فروخت نہیں کریں گے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَايَتَبَايَعُونَ وَلَوْتَبَايَعُوا مَا تَبَايَعُوا إِلَّا بِالْبَزِّ» ''جنتی باہم خرید و فروخت نہیں کریں گے۔ اگر انھوں نے باہم خرید و فروخت کرنی ہوتی تو محض کپڑے کی کرتے۔''[2]

(92) جہنم کی آگ سے بچو!

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر کی سیڑھیوں پر یہ کہتے سنا ہے: «اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنَّهَا تُقِيمُ الْعَوَجَ، وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ، وَتَقَعُ مِنَ الْجَائِعِ مَوْقِعَهَا مِنَ الشَّبْعَانِ» ''آگ سے بچ جاؤ اگرچہ آدھی کھجور دے کر ہی بچو۔ اتنی کھجور ہی جسم کی بے اعتدالی کو درست کر دیتی ہے، بری موت سے محفوظ رکھتی ہے اور جس شخص کو بھوک لگی ہو اس کے لیے اسی طرح سود مند ہے جس طرح سیر شدہ شخص کے لیے مفید ہوتی ہے۔''[3]

[1] مسند أبي يعلى، حديث: 136، والجامع الصغير وزيادته: 824/1، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔ [2] مسند أبي يعلى، حديث: 111، وجامع الأحاديث: 414/8، حديث: 7598. مسند ابی یعلیٰ کے محقق نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [3] مسند أبي يعلى، حديث: 85، ومسند البزار: 160/1، حديث: 82. علامہ البانی رحمہ اللہ نے «اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» ''آگ سے بچ جاؤ، اگرچہ آدھی کھجور دے کر ہی بچو۔'' کے الفاظ کو صحیح کہا ہے اور باقی روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے: صحيح الجامع الصغير، حديث: 1362.

93 ابو بکر! میں تمھیں افسردہ دیکھ رہا ہوں؟

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ غمگین حالت میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا: «مَالِي أَرَاكَ كَئِيباً؟» ''کیا بات ہے میں تمھیں افسردہ دیکھ رہا ہوں؟'' عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میں گزشتہ رات اپنے چچا کے فلاں بیٹے کے پاس تھا اور وہ موت و حیات کی کشمکش میں تھا۔ فرمایا: «فَهَلَّا لَقَّنْتَهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهَ» ''تو نے اسے لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیوں نہ کی!'' عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میں نے تو اس سے ایسا کہا تھا۔'' آپ ﷺ نے پوچھا: «فَقَالَهَا؟» ''تو کیا اس نے یہ کلمہ کہہ دیا تھا؟'' عرض کیا: ''جی ہاں!'' فرمایا: «وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» ''پھر تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! یہ کلمہ زندوں کے حق میں کیسا ہے؟'' فرمایا: «هِيَ أَهْدَمُ لِذُنُوبِهِمْ هِيَ أَهْدَمُ لِذُنُوبِهِمْ» ''یہ ان کے گناہوں کو بالکل ملیامیٹ کر دیتا ہے اور انھیں کالعدم کر دیتا ہے۔''[1]

[1] مسند أبي يعلٰى، حديث: 70، ومسند البزار: 290/2، ومصنف عبدالرزاق: 387/3، حديث: 6048. مسند ابی یعلی کے محقق نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

مصادر و مراجع

(بہ ترتیب حروف تہجی)

تاریخ الطبع	دارالنشر	المؤلف	الكتاب
1408ھ 1988م ط: السادسة	المكتب الإسلامي	د.إبراهيم علي شعوط	أباطيل يجب أن تمحىٰ من التاريخ
1975م	الجامعة الإسلامية	أبو الحسن الأشعري	الإبانة عن أصول الديانة
1403ھ 1983م	دارالكتب العلمية، بيروت	محمد رشيد رضا	أبوبكر الصديق، أول الخلفاء الراشدين
1417ھ 1996م ط: الأولى	دارالقاسم	محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن قاسم	أبوبكر الصديق، أفضل الصحابة و أحقهم بالخلافة
1989م ط: الأولى	دارالشئون الثقافية العامة، العراق	د . نزار الحديثي، د . خالد جاسم الجنابي	أبوبكر الصديق
1406ھ 1986م ط: الثانية	دارالمنارة ، جدة ، السعودية	علي طنطاوي	أبوبكر الصديق

أبوبكر الصديق	محمد مال الله	مكتبة ابن تيمية	1410ھ 1989م ط: الأولى
أبوبكر رجل الدولة	مجدي حمدي	دار طيبة، الرياض	1415ھ ط: الأولى
الأبعاد السياسية لمفهوم الأمن في الإسلام	مصطفى محمود منجود	المعهد العالي للفكر الإسلامي	1417ھ 1996م ط: الأولى
إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء	محمد الخضري	دارالمعرفة، بيروت	1417ھ 1996م ط: الأولى
الإحسان في صحيح ابن حبان	علاء الدين علي بن بلبان الفارسي	مؤسسة الرسالة، بيروت	1412ھ 1991م ط: الأولى
الأحكام السلطانية	أبوالحسن الماوردي	دارالكتب العلمية، بيروت	2000م
أحكام المرتد	نعمان عبد الرزاق السامرائي	دار العلوم للطباعة والنشر، الرياض	1403ھ 1983م
أخطاء يجب أن تصحح في التاريخ، استخلاف أبي بكر الصديق	د. جمال عبدالهادي محمد مسعود، دكتور محمد رفعت جمعة	دارالوفاء، المنصورة	1406ھ 1986م ط: الأولى
الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية نشأتها وتطورها	د. سليمان بن صالح بن سليمان آل كمال	جامعة أم القرىٰ معهد البحوث وإحياء التراث	1419ھ 1998م
الأساس في السنة	سعيد حوى	دارالسلام، مصر	1409ھ 1989م ط: الأولى
الاستيعاب في معرفة الأصحاب	أبو عمر بن عبد البر	دارالكتاب العلمية	1995م

أسد الغابة في معرفة الصحابة	أبوالحسن علي بن محمد الجزري	دار إحياء التراث العربي	1417ھ 1996م ط: الأولى
أشهر مشاهير الإسلام في الحرب والسياسة	رفيق العظم	دارالرائد العربي، بيروت، لبنان	1403ھ 1983م ط:السادسة
الإصابة في تمييز الصحابة	أحمد بن علي بن حجر العسقلاني	دارالكتب العلمية، بيروت	1415ھ 1995م
أصحاب الرسولﷺ	محمود المصري	مكتبة أبي حذيفة السلفي	1420ھ 1999م ط: الأولى
أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن	محمد الأمين بن محمد المختار الجنكي الشنقيطي	مطبعة المدني	1386ھ
أضواء على الهجرة	توفيق محمد سبع	مطبعة الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية	1393ھ 1973م
الاعتقاد على مذهب سلف أهل السنة والجماعة	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي	حديث أكاديمي، فيصل آباد، باكستان	
الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول اللهﷺ والثلاثة الخلفاء	أبو الربيع سليمان الكلاعي الأندلسي	عالم الكتب، بيروت	1417ھ 1997م ط: الأولى
الإمامة العظمٰى عند أهل السنة والجماعة	عبدالله بن عمر بن سليمان الدميجي	دار طيبة، السعودية	1409ھ ط: الثانية
الأنصار في العصر الراشدي (سياسيًا وعسكريًا وفكريًا)	د. حامد محمد الخليفة	لم تطبع من صورة مصورة	2003م.
الإيمان وأثره في الحياة	يوسف القرضاوي	مؤسسة الرسالة، بيروت	1405ھ 1984م ط: العاشرة

البداية والنهاية	أبوالفداء الحافظ ابن كثير الدمشقي	دار الريان، القاهرة	1408هـ 1988م ط: الأولى
البدء والتاريخ	مطهر بن طاهر المقدسي	مكتبة الثقافة الدينية، مصر	
تاريخ الأمم والملوك، المعروف بتاريخ الطبري	أبو جعفر الطبري	دارالفكر، بيروت	1407هـ 1987م ط: الأولى
تاريخ الأنصار السياسي	د. عبدالمنعم الدسوقي	دارالخلفاء، مصر	
تاريخ الإسلام	محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي	دار الكتاب العربي	1407هـ 1987م ط: الأولى
التاريخ الإسلامي، الخلفاء الراشدون	محمود شاكر	المكتب الإسلامي	1411هـ 1990م ط:الخامسة
التاريخ الإسلامي، مواقف وعبر	د. عبد العزيز عبد اللّٰه الحميدي	دارالدعوة، الإسكندرية، دارالأندلس، الخضراء، جدة	1418هـ 1998م ط: الأولى
تاريخ الخلافة الراشدة	محمد بن أحمد كنعان	مؤسسة المعارف، بيروت	1417هـ 1997م ط: الأولى
تاريخ الخلفاء	الإمام جلال الدين السيوطي، تحقيق إبراهيم صالح	دار صادر، بيروت	1417هـ 1997م ط: الأولى
تاريخ الدعوة إلى الإسلام في عهد الخلفاء الراشدين	د. يسري محمد هاني	جامعة أم القرىٰ معهد البحوث العلمية و إحياء التراث	1418هـ ط: الأولى
تاريخ الدعوة الإسلامية في زمن الرسول ﷺ والخلفاء الراشدين	د. جميل عبد اللّٰه المصري	مكتبة الدار، المدينة المنورة	1407ه 1987م ط: الأولى

التاريخ السياسي والعسكري	د. علي معطي	مؤسسة المعارف، بيروت	1419ھ 1998م ط: الأولى
تاريخ القضاء في الإسلام	د. محمد الزحيلي	دار الفكر المعاصر، بيروت، دار الفكر، دمشق	1415ھ 1995م ط: الأولى
تاريخ اليعقوبي		داربيروت للطباعة والنشر	1400ھ 1980م
تاريخ بغداد أو مدينة السلام	أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي	دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان	
تاريخ صدر الإسلام وفجره	د. شحاتة علي الناطور		1995م
تاريخ فتوح الشام	أبو زكريا يزيد بن محمد الأزدي، تحقيق عبد المنعم عبدالله عامر	مؤسسة القاهرة	1970م
التبيين في أنساب القرشيين	أبو محمد عبدالله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي	عالم الكتب، بيروت	
التحالف السياسي في الإسلام	د. منير الغضبان	دارالسلام	1408ھ 1988م ط: الثانية
تحفة الأحوذي بشرح الترمذي	عبدالرحمٰن بن عبدالرحيم المباركفوري	دار الاتحاد العربي للطباعة	1385ھ 1965م ط: الثانية
تراث الخلفاء الراشدين في الفقه الإسلامي	دكتور صبحي محمصاني	دار العلم للملايين	1984م ط: الأولى
التربية القيادية	د. منير الغضبان	دارالوفاء، المنصورة	1418ھ 1998م ط: الأولى
ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، خلافة أبي بكر الصديق	د. محمد بن صامل السلمي	دارالوطن، الرياض	1417ھ 1997م ط: الأولى

تفسير ابن كثير	الإمام أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي	دار الفكر للطباعة، بيروت	1389ھ 1970م ط: الثانية
تفسير الألوسي	محمود الألوسي البغدادي	إدارة الطباعة المصطفائية، الهند	ط: الثالثة
تفسير الرازي المعروف بمفاتيح الغيب	الإمام فخر الدين الرازي	دار إحياء التراث العربي،بيروت	1420ھ 1999م
تفسير القاسمي ، المسمّٰى محاسن التأويل	محمد جمال الدين القاسمي	دارالفكر، بيروت	1398ھ 1978م ط: الثانية
تفسير القرطبي	أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري، القرطبي	دار إحياء التراث العربي، بيروت	1965م
التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج	د. وهبة الزحيلي	دار الفكر المعاصر، بيروت، ودار الفكر، دمشق	1411ھ 1991م ط: الأولى
التفوق والنجابة على نهج الصحابة	حمد بن بلية بن مرهان العجمي	مكتبة العبيكان، الرياض	2000م ط: الأولى
التمكين للأمة الإسلامية في ضوء القرآن الكريم	محمد السيد محمد يوسف	دارالسلام،مصر	1418ھ 1998م ط: الأولى
تهذيب تاريخ دمشق الكبير	ابن عساكر	دار إحياء التراث العربي ، بيروت	1407ھ 1987م ط: الثالثة
الثابتون على الإسلام، أيام فتنة الردة، في عهد الخليفة أبي بكر الصديق	د. مهدي رزق الله أحمد	دار طيبة	1417ھ 1996م ط: الأولى
جامع الأصول في أحاديث الرسولﷺ	أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري، تحقيق عبدالقادر الأرناؤوط	مكتبة الحلواني، سوريا	1392ھ

الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع	أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي	مكتبة المعارف، الرياض	1403ھ 1983م
الجهاد و القتال في السياسة الشرعية	محمد خير هيكل	دارالبيارق،عمان	1414ھ 1993م ط:الأولى
الحجاز و الدولة الإسلامية	د . إبراهيم بيضون	دارالنهضة العربية	1416ھ 1995م
الحرب النفسية من منظور الإسلامي	د . أحمد نوفل	دارالفرقان، عمّان	1407ھ 1987م
حركة الردة	د . علي العتوم	مكتبة الرسالة الحديثة ،عمّان	1997م ط: الثانية
الحركة السنوسية في ليبيا	د . علي محمد محمد الصلابي	دارالبيارق،عمّان	1999م ط: الأولى
حركة الفتح الإسلامي	شكري فيصل	دارالعلم للملايين	1982م ط: السادسة
حروب الإسلام في الشام	محمد أحمد باشميل	دارالفكر	1400ھ 1980م ط: الأولى
حروب الردة من قيادة النبيﷺ إلى إمرة أبي بكر	د. شوقي أبو خليل	دارالفكر، دمشق	
حروب الردة وبناء الدولة الإسلامية	أحمد سعيد بن سالم	دارالمنار	1415ھ 1994م
حروب الردة	محمد أحمد باشميل	دارالفكر	1399ھ 1979م ط: الأولى
الحكم بغير ما أنزل اللّٰه، أحواله وأحكامه	د . عبدالرحمٰن بن صالح المحمود	دار طيبة، الرياض	1420ھ 1999م ط: الأولى

حلية الأولياء وطبقات الأصفياء	أبو نعيم الأصفهاني	دارالكتب العلمية، بيروت	
حياة أبي بكر	محمود شلبي	دارالجيل،بيروت	1979م ط: الأولى
خاتم النبيين	أبو زهرة	دارالفكر،بيروت	1972م ط: الأولى
خالد بن الوليد	صادق إبراهيم عرجون	الدار السعودية	1407ھ 1987م ط: الرابعة
الخراج	أبو يوسف	منشورات مكتبة الرياض الحديثة	
خطب أبي بكر الصديق	د . محمد أحمد عاشور، جمال عبد المنعم الكومي	دار الاعتصام	
الخلافة الراشدة والدولة الأموية من فتح الباري	د. يحيٰي إبراهيم اليحيٰي	دارالهجرة، السعودية	1417ھ 1996م ط: الأولى
الخلافة الراشدة و الخلفاء الراشدون	يوسف على		
الخلافة والخلفاء الراشدون بين الشورىٰ والديمقراطية	سالم بهنساوي	مكتبة المنار الإسلامية،الكويت	1418ھ 1997م ط:الثانية
الخلفاء الراشدون بين الاستخلاف والاستشهاد	صلاح عبدالفتاح الخالدي	دارالقلم، دمشق، الدارالشّامية،بيروت	1416ھ 1995م ط: الأولى
الخلفاء الراشدون	عبدالوهاب النجار	دار القلم،بيروت	1406ھ 1986م ط: الأولى
خلفاء الرسولﷺ	خالد محمد خالد	دار ثابت، القاهرة، دار الفكر، دمشق	1415ھ 1994م ط: الأولى

الدر المنثور في التفسير بالمأثور	الإمام جلال الدين السيوطي		
دراسات في الحضارة الإسلامية	أحمد إبراهيم الشريف	دارالفكر العربي	
دراسات في السيرة النبوية	عماد الدين الخليل	بيروت	1409ھ 1989م ط: الحادية عشرة
دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة	د. عبد الرحمٰن الشجاع	دار الفكر المعاصر	1419ھ 1999م ط: الأولى
دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة	أبوبكر أحمد البيهقي، تحقيق: عبد المعطي قلعجي	دار الكتب العلمية، بيروت	1405ھ ط: الأولى
دواعي الفتوحات الإسلامية و دواعي المستشرقين	د. جميل عبد الله المصري	دار القلم، دمشق، الدار الشامية، بيروت	1411ھ 1991م ط: الأولى
دور الحجاز في الحياة السياسية العامة في القرنين الأول والثاني للهجرة	د. أحمد إبراهيم الشريف	دار الفكر العربي	1977م ط: الثانية
الدور السياسي للصفوة في صدر الإسلام	السيد عمر	المعهد العالمي للفكر الإسلامي	1417ھ 1996م ط: الأولى
الدولة العربية الإسلامية الأولى	عصام محمد سابور	دار النهضة العربية بيروت	1995م ط: الثالثة
الدولة العربية الإسلامية	منصور الحرابي	منشورات جمعية الدعوة الإسلامية الليبية	1396ھ 1987م ط: الثانية

ديوان الردة	د. علي العتوم	مكتبة الرسالة الحديثة، عمان	1408ھ 1987م ط: الأولى
ديوان حسان بن ثابت	تحقيق وليد عرفات		
الرياض النضرة في مناقب العشرة	أبو جعفر أحمد الشهير بالمحب الطبري	المكتبة القيمة القاهرة	
سلسلة الأحاديث الصحيحة	محمد ناصر الدين الألباني	منشورات المكتب الإسلامي	
سنن أبي داؤد	أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، تحقيق عزت الدعاس	سوريا	1391ھ
سنن الترمذي	أبو عيسٰی محمد بن عيسٰی الترمذي	دارالفكر	1398ھ
السياسة الشرعية بين الراعي والرعية	شيخ الإسلام ابن تيمية		
سير أعلام النبلاء	محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي	مؤسسة الرسالة	1410ھ 1990م ط: السابعة
السيرة الحلبية في سيرة الأمين والمأمون	علي بن برهان الدين الحلبي	دارالمعرفة	
السيرة النبوية	أبو شهبة	دار القلم،دمشق	1417ھ 1996م ط: الثانية
السيرة النبوية عرض وقائع وتحليل أحداث	د . علي محمد محمد الصلابي	دار ابن كثير، دمشق، بيروت	1428ھ 2007م ط: الأولى
السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية	د . مهدي رزق الله أحمد	مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية،الرياض	1412ھ ط: الأولى

الكتاب	المؤلف	الناشر	الطبعة
السيرة النبوية	ابن هشام	دارإحياء التراث	1417هـ 1997م ط: الثانية
السيرة النبوية دروس وعبر	د. مصطفٰى السباعي	المكتب الإسلامي، بيروت، لبنان	1406هـ 1986م ط: التاسعة
السيرة النبوية	الإمام أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي، تحقيق مصطفٰى عبدالواحد	دارالفكر، بيروت	1398هـ ط: الثانية
سيرة و حياة الصديق	مجدي فتحي السيد	دارالصحابة للتراث، طنطا، مصر	1417هـ 1996م ط: الأولٰى
الشورىٰ بين الأصالة والمعاصرة	عزالدين التميمي	دارالبشير	1405هـ 1985م ط: الأولٰى
الشيخان أبوبكر الصديق و عمر بن الخطاب برواية البلاذري في أنساب الأشراف	تحقيق د. إحسان صدقي العمد	المؤتمن للنشر، السعودية	1418هـ 1997م ط: الثالثة
صحيح البخاري	أبو عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري	دارالفكر	1411هـ 1991م ط: الأولٰى
صحيح الجامع الصغير وزيادته	محمد ناصر الدين الألباني	المكتب الإسلامي، بيروت، لبنان	1408هـ 1988م ط: الثالثة
صحيح السيرة النبوية	إبراهيم صالح العلي	دارالنفائس	1408هـ 1988م ط: الثالثة

الصحيح المسند من فضائل الصحابة	أبو عبدالله مصطفى العدوي	دار ابن عفّان، السعودية	1406ھ 1995م ط: الأولى
صحيح سنن ابن ماجه	محمد ناصرالدين الألباني	منشورات المكتب الإسلامي	
صحيح سنن أبي داؤد	محمد ناصرالدين الألباني	منشورات المكتب الإسلامي	
صحيح مسلم بشرح النووي		المطبعة المصرية بالأزهر	1347ھ 1929م ط: الأولى
صحيح مسلم	الإمام أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي	دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان	1972م ط: الثانية
الصديق أول الخلفاء	عبدالرحمٰن الشرقاوي	دار الكتاب العربي	1410ھ 1990م ط: الأولى
الصديق أبوبكر	محمد حسين هيكل	دارالمعارف، مصر	1971م
صفوة الصفوة	الإمام أبو الفرج بن الجوزي	دارالمعرفة، بيروت	1405ھ
صفحات من تايخ ليبيا الإسلامي	د. علي محمد محمد الصلّابي	دار البيارق، عمان	1418ھ 1998م
صور من جهاد الصحابة	د. صلاح عبدالفتاح الخالدي	دارالقلم، دمشق	1421ھ 2000م ط: الأولى
الطبقات الكبرىٰ	أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع البصري المعروف بابن سعد	دار صادر، بيروت	1405ھ 1985م
عبقرية الصديق	عباس محمود العقاد	المكتبة العصرية، بيروت	

عتيق العتقاء الإمام أبو بكر الصديق	محمود علي البغدادي	دارالندوة الجديدة، بيروت	1414ھ 1994م ط: الأولى
العشرة المبشرون بالجنة	د. سيد الجميلي	دار الريان للتراث، بيروت	1408ھ 1988م ط: الثانية
عصر الخلافة الراشدة	د. أكرم ضياء العمري	مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة	1414ھ 1994م ط: الأولى
عصر الخلفاء الراشدين	دكتور فتحية عبد الفتاح النبراوي	دار السعودية	1415ھ 1994م ط: الثالثة
عصر الصحابة	عبدالمنعم الهاشمي	دار ابن كثير	1421ھ 2000م ط: الثالثة
عقيدة أهل السنة والجماعة في الصحابة الكرام	د.ناصر بن علي عائض حسن الشيخ	مكتبة الرشد، الرياض	1413ھ 1993م ط: الأولى
العقيدة في أهل البيت بين الإفراط والتفريط	د. سليمان بن سالم بن رجاء السحيمي	مكتبة الإمام البخاري	1420ھ 2000م ط: الأولى
العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين	الرائد نهاد عباس شهاب الجبوري	دار الحرية ،بغداد	
العواصم من القواصم	محمد سعيد مبيض، تحقيق محب الدين الخطيب	دار الثقافة،الدوحة	1989م ط: الثانية
عيون الأخبار	أبو محمد عبدالله بن مسلم بن قتيبة	دار الكتب العلمية	1406ھ 1986م ط: الأولى

فتح الباري	الإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني	المطبعة السلفية	1401ھ ط: الثانية
فتوح البلدان	أبو العباس أحمد بن يحيٰ البلاذري	مؤسسة المعارف، بيروت، لبنان	1407ھ 1987م
فتوح الشام	محمد بن عمر الواقدي	دار ابن خلدون	
فرائد الكلام للخلفاء الكرام	قاسم عاشور	دار طويق السعودية	1419ھ 1998م ط: الأولى
الفصل في الملل والأهواء والنحل	أبو محمد بن حزم الظاهري	مكتبة الخانجي، مصر	
فضائل الصحابة	أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل	دار ابن الجوزي، السعودية	1420ھ 1999م ط: الثانية
فقه التمكين في القرآن الكريم	د . علي محمد محمد الصلابي	دارالوفاء، المنصورة	1421ھ 2001م ط: الأولى
فقه الشوریٰ والاستشارة	د. توفيق الشاوي	دارالوفاء، المنصورة	1413ھ 1992م ط: الثانية
الفن العسكري الإسلامي	د. ياسين سويد	شركة المطبوعات للتوزيع والنشر، لبنان	1409ھ 1988م ط: الأولى
في التاريخ الإسلامي	د . شوقي أبو خليل	دار الفكر المعاصر، بيروت	1417ھ 1996م ط: الثانية
في ظلال القرآن	سيد قطب	دار الشروق	1400ھ 1980م ط: التاسعة

قراءة سياسية للسيرة النبوية	محمد قلعجي	دارالنفائس، بيروت، لبنان	1416ھ 1996م ط: الأولى
قصة بعث جيش أسامة	د. فضل إلهي	دار ابن حزم، بيروت	1420ھ 2000م ط: الثانية
القيادة العسكرية في عهد الرسول ﷺ	د. عبدالله محمد الرشيد	دارالقلم، دمشق	1410ھ 1989م ط: الأولى
الكامل في التاريخ	أبو الحسن علي بن أبي المكارم الشيباني المعروف بابن الأثير، تحقيق علي شيري	دار إحياء التراث العربي، بيروت	1408ھ 1989م ط: الأولى
كيف نكتب التاريخ الإسلامي؟	محمد قطب	دارالوطن، السعودية	1412ھ ط: الأولى
لطائف المعارف	ابن رجب الحنبلي، تحقيق عامر بن علي ياسين	دار ابن خزيمة	1428ھ 2007م
مآثر الاناقة في معالم الخلافة	أبو العباس أحمد بن علي القلقشندي، تحقيق عبدالستار أحمد الفرج	عالم الكتب، بيروت	
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدين علي بن أبي بكر الهيثمي	دار الريان، القاهرة، دار الكتاب العربي، بيروت	
مجمع الأمثال	أبو الفضل أحمد بن محمد بن أحمد بن إبراهيم الميداني، تحقيق محمد أبوالفضل إبراهيم	دار الجيل، بيروت، لبنان	1407ھ 1987م ط: الثانية
مجموعة الفتاوىٰ	تقي الدين أحمد بن تيمية الحرّاني المعروف بابن تيمية	دار الوفاء مكتبة العبيكان	1418ھ 1997م ط: الأولى

مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة	محمد حميدالله	دار النفائس	1405ھ 1985م ط: الخامسة
محمد رسول اللهﷺ	محمد صادق عرجون	دار القلم	1415ھ 1995م ط: الثانية
محنة المسلمين في العهد المكي	د. سليمان السويكت	مكتبة التوبة، الرياض	1412ھ 1992م ط: الأولٰى
المرتضى، سيرة أميرالمؤمنين أبي الحسن علي بن أبي طالب	أبو الحسن الندوي	دار القلم،دمشق	1419ھ 1998م ط: الثانية
مرض النبي ﷺ ووفاته وأثره على الأمة	خالد أبو صالح	دار الوطن	1414ھ ط: الأولٰى
مروج الذهب ومعادن الجواهر	أبو الحسن علي بن الحسين بن علي المسعودي	دار المعرفة، بيروت	1403ھ 1982م
مرويات أبي مخنق في تاريخ الطبري، عصر الخلافة الراشدة	د. يحيٰي إبراهيم اليحيٰي	دارالعاصمة، الرياض	1410ھ ط: الأولٰى
المستدرك على الصحيحين	أبو عبدالله محمد بن عبدالله النيسابوري	دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان	1411ھ 1990م ط: الأولٰى
المستفاد من قصص القرآن	عبدالكريم زيدان	مؤسسة الرسالة	1418ھ 1997م ط: الأولٰى
المسلمون و الروم في عصر النبوة	د. عبدالرحمٰن أحمد سالم	دار الفكر العربي	1418ھ 1997م

معارك خالد بن الوليد ضد الفرس	عبدالجبار محمود السامرائي	الدار العربية للموسوعات، لبنان	1984م ط: الأولى
معارك خالد بن الوليد	د. ياسين سويد	المؤسسة العربية للدراسة والنشر	1989م ط: الرابعة
معجم البلدان	ياقوت الحموي	دار صادر، بيروت	1397هـ 1977م
المعجم الكبير	أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني	دار مكتبة العلوم والحكم	1406هـ 1985م ط: الثانية
المغازي	محمد بن عمر الواقدي، تحقيق مارسدن جوسن	عالم الكتب، بيروت	1404هـ 1984م ط: الثالثة
مقدمة ابن خلدون	ابن خلدون		
مقومات النصر في ضوء القرآن والسنة	د. أحمد أبو الشباب	المكتبة العصرية، بيروت	1420هـ 1999م ط: الأولى
ملامح الشورىٰ في الدعوة الإسلامية	عدنان علي رضا النحوي		1404هـ 1984م ط: الثانية
من دولة عمر إلى دولة عبدالملك	إبراهيم بيضون	دار النهضة العربية، بيروت	1411هـ 1991م
من معين السيرة	صالح أحمد الشامي	المكتب الإسلامي	1413هـ 1992م ط: الثانية
منهاج السنة	شيخ الإسلام ابن تيمية، تحقيق محمد رشاد سالم	مؤسسة قرطبة	
منهج كتابة التاريخ الإسلامي	محمد صامل العلياني	دار طيبة	1406هـ 1986م ط: الأولى

مواقف الصديق مع النبي ﷺ في مكة	د. عاطف لماضة	دارالصحابة للتراث، طنطا، مصر	1413ھ 1993م ط: الأولى
مواقف الصديق مع النبي ﷺ في المدينة	د. عاطف لماضة	دارالصحابة للتراث، طنطا، مصر	1413ھ 1993م ط: الأولى
موسوعة التاريخ الإسلامي	د. أحمد شاكر	مكتبة النهضة المصرية، القاهرة	1987م ط: الثانية عشرة
موسوعة فقه أبي بكر الصديق	د. محمد روّاس قلعجي	دارالنفائس	1415ھ 1994م ط: الثانية
موسوعة نظرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم ﷺ	مجموعة من العلماء بإشراف صالح عبدالله بن حميد إمام وخطيب الحرم المكي	دار الوسيلة، جدة	1418ھ 1998م ط: الأولى
نسب قريش	أبو عبدالله مصعب بن عبدالله بن المصعب الزبيري	دار المعارف، القاهرة	
نظام الحكم في الإسلام	عارف أبو عيد	دار النفائس، الأردن	1416ھ 1996م ط: الأولى
نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي	ظافر القاسمي	دار النفائس، بيروت	1407ھ 1987م ط: الثالثة
نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين	حمد محمد العمد	المؤسسة الجماعية للدراسات و النشر والتوزيع، بيروت	1414ھ 1994م ط: الأولى
نظام الحكومة النبوية	محمد عبدالحي الكتاني الإدريسي الحسن الفاسي	شركة الأرقم بن أبي الأرقم، بيروت	

نقد علمي لكتاب الإسلام وأصول الحكم	محمد الطاهر بن عاشور		
النهاية في غريب الحديث	أبو الحسن علي بن أبي المكارم الشيباني المعروف بابن الأثير، تحقيق طاهر أحمد الزاوي، ومحمود محمد الطناحي		
نونية القحطاني	أبو محمد عبدالله بن محمد الأندلسي القحطاني	دارالسوادي، السعودية	1410هـ 1989م ط: الثالثة
الهجرة النبوية المباركة	د. عبدالرحمٰن البر	دار الكلمة، المنصورة، مصر	1418هـ 1997م ط: الأولى
الهجرة في القرآن الكريم	أحزمي سامعون جزولي	مكتبة الراشد، الرياض	1417هـ 1996م ط: الأولى
الوحي وتبليغ الرسالة	د. يحيٰ بن إبراهيم اليحيٰ		
وقائع ندوة النظم الإسلامية	أبو ظبي		1405هـ 1984م
ولاية الشرطة في الإسلام	العميد الدكتور نمر بن محمد الحميداني	دارعالم الكتب، الرياض	1414هـ 1994م ط: الثانية
الولاية على البلدان في عصر الخلفاء الراشدين	د. عبدالعزيز إبراهيم العمري		1409هـ ط: الأولى
اليمن في صدر الإسلام	د. عبدالرحمٰن الشجاع	دار الفكر، دمشق	

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتِ مسلمہ کے سب سے بڑے قائد اور اسلامی معاشرے کا سب سے عظیم نمونہ اور نمایندہ شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

خلافت راشدہ کی ابتدائی فتوحات، کامیابیاں اور خوبیاں عہد صدیقی ہی کی رہینِ منت تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد دینِ حنیف کے فیضانِ تربیت سے فوری طور پر ایسا نظامِ خلافت وجود میں آ گیا کہ صدیوں بعد جب ترکی کی خلافتِ عثمانیہ کے عنوان سے اُس نظامِ حق کا ایک دھندلا سا نا تمام نقش باقی تھا تو اسے لوحِ عالم سے مٹانے کے لیے بھی عالمی سامراجی طاقتوں کے 23 برس صرف ہوئے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان و یقین، اطاعت و غلامی، محبت و وارفتگی اور ہمت و حوصلہ جیسی بے مثل خوبیوں سے مالا مال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منکرینِ ختمِ نبوت، مانعینِ زکاۃ، فتنۂ ارتداد، اندرونی خلفشار اور بیرونی خطرات کے جتنے بھی طوفان اٹھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا ایسی پامردی سے مقابلہ کیا کہ باطل قوتوں کے سارے سفینے ڈوب گئے اور اسلام کا پرچم پورے شان و شکوہ سے لہرانے لگا۔ یہ کتاب اسی عدیم النظیر بطل جلیل کی سیرت و شخصیت کے آثار و احوال کی بڑی مستند تفصیل جمیل ہے جسے عرب کے مایہ ناز مؤلف و محقق دکتور علی محمد محمد صلابی حفظہ اللہ نے بڑے دلنشین اور محققانہ اسلوب میں 200 سے زیادہ قدیم و جدید مصادر و مراجع کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ سیرت و سوانح کا یہ شہ پارہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ فللہ الحمد

ISBN 969574234-3